مدینۃ الاولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ

لاہور میں مدفون ۶۳۶ اولیاء کرام کا مستند اور عظیم تذکرہ

تحقیق و تالیف

مؤرخِ لاہور محمد دین کلیم قادری

ادارت و اہتمام

محمد ارشد قریشی

IBF

اسلامک بک فاؤنڈیشن ○ لاہور

نام کتاب	:	مدینۃ الاولیاء
مصنف	:	محمد دین کلیم
ناشر	:	اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۲۴۹-این سمن آباد لاہور
تقسیم کار	:	المعارف، گنج بخش روڈ لاہور
طابع	:	بختیار پرنٹرز، لاہور
تعداد	:	۵۰۰
ضخامت	:	۱۸×۲۳ / ۸، صفحات : ۶۲۴
قیمت	:	مجلد [redacted] روپے 75/

— واحد تقسیم کار —

المعارف - گنج بخش روڈ - لاہور

ترتیب

سلسلہ نقشبندیہ

صالحات

تتمہ

دیباچہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۝

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝ اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی اِمَامِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ۝ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ ۝ شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ ۝ سِرَاجَ السَّالِکِیْنَ شَمْسِ الْعَارِفِیْنَ ۝ سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ وَ اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَحِبَّائِہٖ اَجْمَعِیْنَ۝

خداوندِ قدوس کی عنایات اور فضل و کرم سے ۱۹۶۰ء سے اس بندہ حقیر پُر تقصیر محمد دین کلیم قادری ابن حضرت میاں شہاب الدین قادری قدس سرہ العزیز المتوفی ۱۹۶۵ء ابن حضرت میاں رحمت اللہ قادریؒ المتوفی ۱۸۸۵ء ابن حضرت قاضی محمد عمر بخش قادریؒ المتوفی ۱۸۵۶ء نے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام لاہور پر لکھنا شروع کیا اور آج تک تقریباً ایک سو پچیس سے زائد کتابیں اور مقالے اس شہر قدیم سے متعلقہ تحریر کیے جو سب کے سب شائع ہو چکے ہیں اور تقریباً ساٹھ مسودات سے زائد ابھی زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکے انشاء اللہ العزیز وقت معینہ پر یہ بھی طبع ہو جائیں گے۔ ان تالیفات میں " لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں"۔ "لاہور کے اولیائے چشت"۔ "لاہور کے اولیائے سہروردیہ"۔ "تذکرہ مشائخ قادریہ"۔ سوانح حضرت پیر مکی لاہوری"۔ "سوانح حضرت سید جان محمد حضوریؒ" "سوانح حضرت شاہ چراغ گیلانیؒ"۔ "سوانح حضرت عبداللہ شاہ بلوچ قادریؒ"۔ رئیس البلاد لاہور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب تبرکات"۔ "قدیم لاہور۔ لاہور کے قرآنی نوادرات"

لاہور میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تقریبات اور جلوس۔ لاہور میں عُرس غوث الاعظمؒ کی تقریبات و جلوس۔ حضرات بیبیاں پاکدامن۔ لاہور کی تاریخی حیثیت۔ مدینۃ الاولیاء لاہور اور حضرت مجدد الف ثانیؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا لاہور سے روحانی تعلق۔ مرکز علوم اسلامیہ لاہور اور ملّا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ۔ غزنوی عہد کے لاہوری صوفیاء و علماء اور امام اہلِ سنّت شاہ رضا خاں بریلویؒ کا لاہور پر فیضان کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔

زیرِ نظر کتاب "مدینۃ الاولیاء لاہور" کے لیے میں گذشتہ دس بارہ سال سے مواد اکٹھا کر رہا تھا اور اس شہر قدیم کے دس دس میل چاروں اطراف میں تمام قدیم و جدید مقابر اور مزارات کی نشاندہی میں کوشاں رہا۔ ایک آدمی اس بارِ گراں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ سجادہ نشینیاں۔ متولیاں اور عوام کی طرف سے بھی کوئی تعاون نہ مِل سکا۔ بہرحال جو کام شروع کیا گیا تھا اس کی تکمیل کے لئے سر توڑ کوشش کی اور اب یہ کتاب طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ بیشتر اس کے کہ اولیائے لاہور کا ذکر کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لاہور شہر کی قدیم و جدید آبادیاں، مزارات و مقابر کا صحیح محلِ وقوع۔ اولیائے لاہور کے تذکرہ نگاروں کا بھی ذکر کر دیا جائے نیز مشہور و معروف آبادیوں میں جو مقابر ہیں ان کی فہرست بھی دی جائے تاکہ آسانی سے معلوم ہو سکے کہ فلاں فلاں آبادی میں کن کن بزرگانِ دین کے مزارات ہیں نیز یہ بزرگ کس عہد کے ہیں۔

لاہور کو زمانہ قدیم میں ان ناموں سے پکارا جاتا رہا ہے۔ لوہاور۔ لوپور۔ لوح کوٹ۔ لہاور۔ لہاوور۔ لہور۔ لہانور۔ لہوور۔ لوھور۔ لاھور۔ لوہاوور۔ لانہور۔ لاہاوار۔ لہار۔ لاہار۔ لوہاور۔

شہر لاہور سطح زمین سے ۷۰۲ فٹ بلند ہے۔ طول بلد ۷۴° ۲۰ اور عرض بلد ۳۱° ۳۴ ہے۔ آبادی کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۸۵۰ء	=	۷۵۳۴۵ نفوس
۱۸۶۸ء	=	۹۸۹۲۴ ″
۱۸۷۵ء	=	۱۲۸۴۴۱ ″
۱۸۸۱ء	=	۱۵۰۰۰۰ پہلی مردم شماری

۱۸۹۱ء	=	۱۷۷۵۰۰ نفوس
۱۹۰۱ء	=	۲۰۳۵۰۰ "
۱۹۱۱ء	=	۲۲۹۵۰۰ "
۱۹۲۱ء	=	۲۸۲۵۹۴ "
۱۹۳۱ء	=	۴۳۹۷۴۷ "

۱۹۴۷ء میں ۸۲۰۰۰ مکانات تھے۔ ۸۰۰۰ مکانات جل گئے۔ اس وقت اس شہر کی آبادی نو لاکھ کے قریب تھی۔ ۱۹۴۹ء میں بارہ لاکھ کے قریب ہوگئی نیز مکانات اور کوٹھیوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے زائد ہوگئی۔ اب ۱۹۷۶ء میں آبادی پچیس لاکھ نفوس سے بھی تجاوز کر گئی ہے بیشمار آبادیاں معرض وجود میں آگئیں جن کی تفصیل آگے ملاحظہ کریں۔

قدیم محلّوں اور آبادیوں میں سے چند ایک ہی بستیوں اور محلّوں کے نام حسب سابق پکارے جاتے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ محلہ حاجی نالہ (سلطان پورہ) بستی میاں میر۔ بیگم پورہ۔ محلّہ گنج۔ بیلانی شیش محل۔ تکیہ الی والا اور کوچہ پیر عزیز۔

باقی جوں جوں شہر کی آبادی میں اضافہ ہوتا گیا آبادیاں تبدریج بڑھتی رہیں۔ بیشمار نئی آبادیاں معرض وجود میں آگئیں۔ اس زمانہ (۱۹۷۶ء) میں جب کہ شہر کی آبادی تقریباً پچیس لاکھ نفوس پہ مشتمل ہے۔ موجودہ آبادیوں کے نام دینے سے قبل عہد قدیم سے آج تک جو نام اس قدیم شہر کی بستیوں کے تواریخ میں محفوظ ہیں۔ ان کی تفصیل درج کرنا ضروری ہے۔

سلطان قطب الدین ایبک ۱۲۰۶ء میں جب دہلی سے لاہور کے نواح میں پہنچا تو شہر کے متصل موضع "دادیموہ" میں قیام کیا۔ جب اہالیان لاہور کو اس کی اطلاع ملی تو ان میں مسرت وانبساط کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے اس کا شاندار استقبال کیا اور پھر سلطان قصر ہمایوں میں اقامت فرما ہوا۔

عہد لودھیاں میں کئی آبادیوں کے نام اس طرح ہیں۔

۱۔ کوٹ کردڑ = میکلوڈ روڈ نزد ریلوے سٹیشن لاہور۔

۲۔ کوٹ کچّا = لوہاری منڈی۔

۳۔ ابراہیم آباد = متصل مسجد چینیاں والی۔

۴۔ تلواڑہ = بادشاہی مسجد سے شہر کی طرف کا علاقہ۔

۵۔ رڑہ = مسجد وزیر خاں سے شہر کی طرف کا علاقہ۔

مسٹر تھارنٹن اپنی تالیف "اولڈ لاہور" میں لکھتا ہے کہ لاہور عہدِ مغلیہ میں بہت وسیع عریض ہو گیا تھا بلکہ شاہ جہان کے عہد میں تو اس کی آبادی سولہ سترہ میل کی حدود میں تھی۔ سکھوں کے عہد میں اس شہر کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ لٹیروں۔ ڈاکوؤں۔ رہزنوں اور غارتگروں نے اس کو تباہ و برباد اور ویران کرنے میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی۔ بالخصوص مضافات لاہور میں تو ان کی بربریت اور بہیمیت انتہا کو پہنچ گئی اور تمام ارد گرد کی آبادیاں ویران ہو گئیں۔ موجودہ ترقی انگریزی عہد کی یادگار ہے جس میں مسلسل اور متواتر اضافہ ہی ہوتی گئی۔ بے شمار آبادیاں معرضِ وجود میں آئیں اور آبادی میں بھی اضافہ ہوا پاکستان کے قیام کے بعد تو اس کی آبادی تیس چالیس میل کی حدود میں پھیل گئی۔ سینکڑوں نئی آبادیاں معرضِ وجود میں آئیں۔ آبادی میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا۔

لاہور کی قدیم آبادیاں

شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہدِ حکومت میں لاہور کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس کی تفصیل اس طرح بیان کی جاتی ہے

گذر ہائے اندرون شہر لاہور:

۱۔ گذر شہباز خاں۔

۲۔ گذر شیخ محمد اسحاق۔

۳۔ گذر مانک چوک۔

۴۔ گذر مبارز خاں۔

۵۔ گذر تلواڑہ۔

۶۔ گذر مچھی ہٹہ۔

۷۔ گذر دچھو والی۔

۸۔ گذر رڑہ۔

مگر اب ان میں سے مچھتی ہٹہ اور دچھو والی کے علاوہ اور کوئی نام اپنی اصل حالت میں نہیں رہا۔

بستی ہائے بیرون شہر لاہور:

اندرون شہر کی طرح بیرون شہر لاہور بھی بستیوں اور آبادیوں میں منقسم تھا اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے۔

۱۔ محلہ کوٹ کروڑی۔
۲۔ محلہ جوہریاں۔
۳۔ محلہ شاہ کاکو۔
۴۔ چوک دارا۔
۵۔ محلہ فدائی خاں۔
۶۔ محلہ حاجی سوائے۔
۷۔ بازار نخاس۔
۸۔ محلہ حاجی نالہ۔
۹۔ سید سر
۱۰۔ ٹھٹھی ابوالخیر۔
۱۱۔ بستی میاں میر
۱۲۔ منڈی شہزادہ پرویز۔
۱۳۔ ہٹہ سوداں۔
۱۴۔ دروازہ مندر۔
۱۵۔ بیگم پورہ۔
۱۶۔ بازار ترپولیہ۔
۱۷۔ محل کمشکی۔
۱۸۔ اسحاق پورہ۔
۱۹۔ میرداد پور۔
۲۰۔ تیلی وہرہ۔
۲۱۔ بڑی پھلواڑی۔
۲۲۔ محلہ گنج
۲۳۔ قصاب خانہ۔
۲۴۔ نور پورہ۔
۲۵۔ محلہ طلا بخاری۔
۲۶۔ قطب غوری۔
۲۷۔ لکھی محلہ۔
۲۸۔ رسول پورہ۔
۲۹۔ باغ نخلی۔
۳۰۔ محلہ پیر عزیز۔
۳۱۔ پنڈ ڈھولاں۔
۳۲۔ میانی۔
۳۳۔ محلہ ابواسحاق۔
۳۴۔ محلہ ولاواری۔
۳۵۔ دولت آباد۔
۳۶۔ شیش محل۔
۳۷۔ تل بھوگا۔
۳۸۔ محلہ شاہ شرف۔

۳۹۔ محلہ زین خاں۔ ۴۰۔ تکیہ اہلی والا

۴۱۔ سرائے گولیاں والی۔ ۴۲۔ خرادی محلہ

اس کے علاوہ اس زمانہ کے ان بستیوں اور محلوں کے نام بھی پڑھے جاتے ہیں۔

۱۔ محلہ دائی انگہ ۲۔ خیر پورہ۔

۳۔ دھرم پورہ۔ ۴۔ عالم گنج۔

۵۔ غیاث پورہ۔ ۶۔ دارا پورہ۔

۷۔ ہاشم پورہ۔ ۸۔ محلہ خواص پورہ۔

۹۔ بابو پورہ۔ ۱۰۔ تیلی پورہ۔

۱۱۔ محلہ درگاہی شاہؒ۔ ۱۲۔ محلہ شاہ بدر گیلانیؒ۔

۱۳۔ محلہ لنگر خاں۔ ۱۴۔ محلہ جاٹ پورہ۔

۱۵۔ خوجیوں کا محلہ۔ ۱۶۔ پیروں کا محلہ

۱۷۔ محلہ ڈنڈی گراں۔ ۱۸۔ اچنت پورہ۔

شہزادہ دارا شکوہ قادری نے جب ۱۰۴۹ھ میں اپنی تالیف سکینۃ الاولیاء کو لکھنا شروع کیا تو اس نے لاہور کی ان آبادیوں اور مقامات کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

۱۔ موضع میر داد۔ ۲۔ بھوگیوال۔ ۳۔ باغ سوامی اجئی

۴۔ باغ سلطان پرویزنہ۔ ۵۔ نولکھا باغ۔ ۶۔ باغ میرزا کامران۔

۷۔ باغ قلیج خاں۔ ۸۔ باغ انار کلی۔ ۹۔ سرائے ہوشیار خاں

۱۰۔ " انتتا" تالاب۔ ۱۱۔ کنبھ۔ ۱۲۔ قبرستان بی بی تاج و بی بی تاج۔

(قبرستان بیبیاں پاک دامنان۔ محمد نگر۔ ۱۳۔ مقبرہ پیش رو خاں۔

۱۴۔ بدو خاں۔ ۱۵۔ باغ قاسم خاں۔ ۱۶۔ پرانی عیدگاہ۔ ۱۷۔ باؤلی دولت خاں

۱۸۔ مقبرہ احمد بیگ خاں۔ ۱۹۔ باغ فیضی۔ ۲۰۔ مقبرہ دائی دلا رام۔ ۲۱۔ مقبرہ شیخ رکن الدین رسیلہ

۲۲۔ عالم گنج۔ ۲۳۔ باغ خان اعظم۔ ۲۴۔ باغ و مقبرہ شیخ چوہڑ۔ ۲۵۔ دولت آباد۔

۲۶۔ اچھرہ۔ ۲۷۔ باغ راجہ۔ ۲۸۔ باغ جواہر خاں۔ ۲۹۔ باغ ہوشیار خان۔

۳۰۔ مقبرہ شیخ عبدالرحمان۔ ۳۱۔ باغ مرتضیٰ خاں۔ ۳۲۔ باغ دیوان محمد تقی۔
۳۳۔ باغ ملک علی کوتوالی۔ ۳۴۔ شاہدرہ۔ ۳۵۔ باغ میرزا مومن۔

ان میں سے بھی دو چار ناموں کے علاوہ اور کوئی نام یا آبادی موجود نہیں ہے اور تقریباً سب کے ہی آثار مٹ چکے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی کے حملوں کے زمانہ میں لاہور کے قریب ایک قصبہ فاضل آباد تھا۔ عہدِ رنجیت سنگھ میں جو لوگ یا صناع سے حاکمانِ لاہور کے ظلم و استبداد سے تنگ آکر شہر چھوڑ گئے تھے وہ واپس بلائے گئے۔ شہر کو مختلف کوچوں اور محلوں میں تقسیم کیا گیا۔ ان صنعت گروں کو اپنی اپنی برادری کا چوہدری مقرر کیا گیا اور انہیں کے نام سے شہر کے گلی کوچوں کے نام رکھے گئے جو آج بھی اس امر کے شاہد ہیں مثلاً اندرون شہر آپ ان پیشوں کے لحاظ سے ان گلی کوچوں کے نام ملاحظہ کریں۔

کوچہ منج کٹاں۔ کوچہ نقارچیاں۔ کوچہ نقاشاں۔ کوچہ درزیاں۔ کوچہ پیٹرنگاں۔ کوچہ مٹی کٹاں کوچہ کمہاراں۔ کوچہ نائیاں۔ کوچہ مفتیاں۔ کوچہ کندی گراں۔ کوچہ ماشکیاں۔ کوچہ دھوبیاں۔ کوچہ دریائی بافاں۔ کوچہ سر کی بنداں۔ کوچہ جوگیاں۔ کوچہ نیاریاں۔ کوچہ چڑی ماراں۔ کوچہ چابک سواراں کوچہ خراسیاں۔ کوچہ ڈوگراں۔ کوچہ کاغذیاں۔ کوچہ گھونگھرو سازاں۔ کوچہ لوہاراں۔ کوچہ کمان گراں کوچہ چنگڑاں۔ کوچہ تیر گراں۔ کوچہ مفتیاں۔ کوچہ ہواگراں۔ کوچہ پٹولیاں۔ کوچہ وان وٹاں۔ کوچہ فاضی خانہ کوچہ کوفت گراں۔ کوچہ لکڑہاراں۔ کوچہ ٹوپیاں۔ کوچہ پھلیریاں۔ گوجہ گلی۔ بازار شیشہ موتی ٹھٹھیرا بازار۔ کناری بازار۔ بازار سادہ کاراں۔ کٹڑہ تارکشاں۔ کٹڑہ پوربیاں۔ رڑہ تیلیاں ٹھٹھی ملاحاں۔ تکیہ سادھواں۔

موجودہ شہر لاہور (اندرون شہر)

حلقہ ۱۔ اندرون ٹیکسالی دروازہ۔ محلہ جلوٹیاں۔ ہیرا منڈی۔ بادشاہی مسجد۔ فقیر خانہ۔ محلہ جوگیاں۔ ٹھٹھی ملاحاں۔

حلقہ ب۔ بازار حکیماں۔ اندرون بھاٹی دروازہ۔ اونچی مسجد۔

حلقہ ج۔ گمٹی بازار۔ واٹر ورکس۔ شاہی قلعہ لاہور۔ بارود خانہ۔

حلقہ ڈی (D) دھچو والی - اندرون لوہاری دروازہ - چوک متی - نیا بازار - نیویں مسجد -
حلقہ (E) اندرون شاہ عالمی دروازہ - ڈھل محلہ - سوہا بازار -
حلقہ ف (F) کشمیری بازار - ڈبی بازار - چونہ منڈی - سنہری مسجد - کوچہ گگے زئیاں -
حلقہ (G) اندرون یکی دروازہ -
حلقہ (H) - اکبری منڈی - بازار سدا کاراں - خرادی محلہ - اندرون دہلی دروازہ - مسجد وزیر خاں
حلقہ (I) - اندرون موچی دروازہ - کوچہ چابک سواراں - حویلی میاں خاں - چوک نواب صاحب
تکیہ سادھواں -

بیرون شہر (جنوبی لاہور)

مال روڈ - میکلوڈ روڈ - منٹگمری روڈ - کوپر روڈ - ریلوے روڈ - بیڈن روڈ - سرکلر روڈ
بل روڈ - فلیمنگ روڈ - کوئینز روڈ (شالامار فاطمہ جناح) - ریس کورس روڈ - کلب روڈ -
کالج روڈ - چمبہ ہاؤس لین - گاف روڈ - چیمبرلین روڈ - ہال روڈ - لارنس روڈ - نسبت روڈ -
مشن روڈ - رتن چند روڈ - ہسپتال روڈ - تھارنٹن روڈ - ٹمپل روڈ - میسن روڈ - گولڈنگ روڈ -
مزنگ روڈ - رتن باغ - بینیر روڈ - فین روڈ - انارکلی روڈ - رابرٹس روڈ - میکلیگن روڈ - نابھہ روڈ
ٹرنر روڈ - وارث روڈ - جیل روڈ (گلبرگ روڈ) - ایڈورڈ روڈ - فرید کوٹ روڈ - بیگم روڈ -
پنج محل روڈ - پرانی انارکلی روڈ - لٹن روڈ - برڈوڈ روڈ - ڈین پور روڈ - کچہری روڈ - جینج روڈ
لیک روڈ - کسٹ روڈ - بہاول پور روڈ - فیروز پور روڈ - لائبریری روڈ - نبک روڈ -
موہن لال روڈ - (اردو بازار) - چیٹرجی روڈ - میلارام روڈ - داتا گنج بخش روڈ - لوئر مال روڈ -
ملتان روڈ -

گوالمنڈی - نیلا گنبد - چنگڑ محلہ - ایبک روڈ - بنگالی محلہ - پیسہ اخبار - انارکلی - رائل پارک
دھوبی منڈی - پرانی انارکلی - بھونڈ پورہ - مزنگ - قلعہ مراد بخش - قلعہ گوجر سنگھ - کھوہ عبداللہ شاہ -
محلہ پیر عزیز - چاہ پھمواڑہ - سعدی پارک - چوبرجی - اسلامیہ پارک - آریہ نگر - میانی -
نیا مزنگ - رسول پارک - قادر پارک - نواں کوٹ - سمن آباد - گورو نانک نگر - شاہ جمال

اچھرہ۔ پکی ٹھٹھی۔ کینال پارک۔ گلبرگ۔ محمد پورہ۔ رحمان پورہ۔ راوان۔ حاجی پارک۔ ہل کالونی کرم آباد۔ رستم پارک۔ چشتیہ ٹاؤن۔ سعید کالونی۔ کرسچین ٹاؤن۔ مسلم ٹاؤن۔ ماڈل ٹاؤن۔ گارڈن ٹاؤن۔ امین پارک۔ گاندھی پارک۔ احمد پارک۔ نبی پورہ۔ گورو مانگٹ۔ ڈیوس آباد۔ جیون ہانہ۔ محمدی پارک۔ ٹھٹھہ ذیلداراں۔ گوبند نگر۔ بھابڑہ۔ گوپال نگر۔ نصیر آباد۔ ہنجروال۔ کھاڑک۔ بھیکھے وال۔ شاہ نور سٹوڈیو۔ گوہاوہ۔

جنوب مشرقی لاہور

گرینڈ ٹرنک روڈ۔ شالامار لنک روڈ۔ شالامار روڈ۔ مغل پورہ روڈ۔ کینال لنک روڈ۔ میو روڈ (علامہ اقبال روڈ) برانڈرتھ روڈ۔ نکلسن روڈ۔ ڈیوربنڈ روڈ۔ انفنٹری روڈ۔ ایمپرس روڈ۔ قزلباش روڈ۔ ڈیوس روڈ۔ حبیب اللہ روڈ۔ سندرداس روڈ۔ سکاچ کارنر روڈ۔ وزیر علی روڈ۔ انند پارک۔ ایجرٹن روڈ۔ پرانا گرجا روڈ۔ ظفر علی روڈ۔ عبدالکریم روڈ۔ کشمیر روڈ۔ ریلوے روڈ۔

چنگڑ محلہ۔ محلہ دارا شکوہ۔ لنڈا بازار۔ نولکھا بازار۔ رام گلی۔ ٹیگور پارک۔ پریم گلی۔ قلعہ گوجر سنگھ۔ محمد نگر۔ گڑھی شاہو۔ میانمیر۔ کراؤن پارک۔ مغل پورہ۔ یونس پورہ۔ گنج۔ سنگھ پورہ۔ محمد پورہ۔ نبی پورہ آرائیاں۔ امیاں والی سرائے۔ کانواں والی پیلی۔ درس میاں وڈا۔ دھرم پورہ۔ (مصطفیٰ آباد) ساہو واڑی۔ رام گڑھ (مجاہد آباد) حسن پارک۔ اچنت گڑھ۔ گلشن پارک۔ لالہ زار پارک۔ ایشور نگر۔ محمدیہ کالونی۔ مسکین پورہ۔ پنج پیر۔ نیا شادی پورہ۔ دو گاپیچ۔ پیر نصیر۔ تاج پورہ۔ کمہار پورہ۔ واڑہ عمر دین۔ نتھو کی پاکستان ٹکسال۔ کوٹلی پیر عبدالرحمان۔ فتح گڑھ۔ سلامت پورہ۔ ہربنس پورہ۔ برکی ان پورہ واڑہ ستار۔ جلو۔ مراد پورہ۔ لاہور چھاؤنی۔ مرغی خانہ۔ ڈیڑھ پنڈی۔

جنوب مغربی لاہور

میلہ رام روڈ (گنج بخش روڈ)۔ لوئر مال۔ لاہور روڈ۔ کورٹ روڈ۔ لینگلے روڈ۔ ویدک روڈ۔

نصیر دین روڈ۔ سانده روڈ۔ راج گڑھ روڈ۔ چوبرجی روڈ۔ ہوتو سنگھ روڈ۔ ریٹگسن روڈ۔ ٹیپ روڈ۔ قطب روڈ۔ رشید روڈ۔ ذیلدار روڈ۔

داتا دربار۔ سنت نگر۔ کرشن نگر۔ راج گڑھ نیشنل ٹاؤن۔ ریواز گارڈنز۔ شام نگر۔ رام نگر۔ فردوس پارک۔ سانده بھاٹیاں والا۔ سانده خورد۔ دھوپ سڑی۔ نصیر آباد۔ سٹیٹ بنک کالونی۔ گلفشاں کالونی۔ رستم پارک۔ مہاجر آباد کالونی۔ فاروقیہ کالونی۔ سوڈھیوال۔ ڈھولنوال۔ نیو شالامار ٹاؤن۔ رائیفل رینج۔ نوناریاں۔ قادر پارک۔ جعفریہ کالونی۔ صدیقیہ کالونی۔ بکر منڈی۔ بابو صابو۔ نیشنل پارک۔ اردو نگر۔ غازی آباد۔ نصیر پارک۔ چوبرجی۔ سانده کلاں۔ سانده شمس۔ عزیز پارک۔

شمالی لاہور

راوی روڈ۔ بادامی باغ گودام روڈ۔ رحیم روڈ۔ بیکو روڈ۔

فاروق گنج۔ شریف آباد۔ عثمان گنج۔ جنرل بس سٹینڈ۔ داتا نگر۔ بادامی باغ۔ حبیب گنج رحمان گنج۔ ٹرک سٹینڈ۔ تلک نگر۔ نیو فروٹ مارکیٹ۔ منٹو پارک (اقبال پارک) قلعہ لچھمن سنگھ ٹمبر مارکیٹ۔ صدیق پورہ۔ راوی پارک۔

شمال مشرقی لاہور

عزیز روڈ۔ اکبر روڈ۔ چاہ میراں روڈ۔ سلطان پورہ روڈ۔ حق نواز روڈ۔

مصری شاہ۔ وسن پورہ۔ شاد باغ۔ سادات گنج۔ تاج پورہ۔ اکرم پارک۔ فیض باغ۔ سلطان پورہ۔ بھارت نگر۔ احاطہ بی بی۔ حاجی یحییٰ کالونی۔ سلیم پارک۔ تیزاب احاطہ۔ کاچھو پورہ احاطہ تھانیدار۔ چاہ میراں۔ کوٹ خواجہ سعید۔ گوجر پورہ۔ مکھن پورہ۔ حسن پارک۔ بلال پارک نورانی پارک۔ سلیمان پارک۔ سنگھ پورہ۔ بھوگیوال۔ باغبان پورہ۔ قادریہ کالونی۔ فضل الٰہی پارک شریف پارک۔ ثریا جبیں پارک۔ شالامار ٹاؤن۔ دلہ زخو والا۔ بجلی گھر۔ حلقہ خزانہ۔ محمود بوٹی۔ نیا کرول۔ فاروق آباد۔ شادی پورہ۔ مومن پورہ۔ آبادی شاہ گوہر پیر۔ نظیر آباد۔ بھماں کھوکھر جبتو۔ سنگیاں۔ الو بھٹی۔ پرانا کرول۔ گوجر پورہ۔ لکھوڈیر۔ بانڈو گوجر۔ مرل مارشی۔

آوان ڈھائے والا۔ لکھن شریف۔

شمال مغربی لاہور

کچا راوی روڈ

کریم پارک۔ قصور پورہ۔ مالی پورہ۔ شاہدرہ۔ امامیہ کالونی۔ فیروز والا۔ عزیزیہ کالونی۔ رسول نگر
تڑ گڑھ۔ جیا موسیٰ۔ بیگم کوٹ۔ سگیاں۔ فیض پور خورد۔ کوٹ عبدالمالک۔ شرق پور خورد۔
(غلہ منڈی) رسول پارک۔

غربی لاہور

مہاودیالہ روڈ۔ موہنی روڈ۔ شاہجہان روڈ۔
ہجویری محلہ۔ باغ منشی لدھا۔ احمد پارک۔ عثمانیہ محلہ۔ سلامت محلہ۔ بلال گنج۔
اسلام گنج۔ ملک پارک۔ جھگیاں مہتاں۔

مدینۃ الاولیاء لاہور

اب اس شہر قدیم سے متعلق مختلف مشاہیر کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔
تاج الدین حسن بن نظامی صاحب تاج الآثر لکھتے ہیں:
"خطہ لاہور کہ مستقر سریر سلاطین و مطلع خورشید ارباب و یقین و قبلۂ احبار و ابرار و کعبۂ اشراف و اطوار و مرکز اہل بِرّ و تقویٰ و منشار اصحاب فضل و فتویٰ و مامن نہاد عباد و مسکن اقطاب و اوتاد گشتہ است۔ دار الملک دولت شد"

بنیاد شریعت اندرو محکم — بنیاد ضلالت اندر ویران
از ہر صد تن نود در و عالم — از ہر دہ نو مفسرِ قرآن

ترجمہ: لاہور کا خطہ جو بادشاہوں کے تخت کا مستقر اور ارباب یقین کے خورشید کا مطلع اور نیکوں کا قبلہ اور بزرگوں کا کعبہ اور اہل بِرّ و تقویٰ کا مرکز اور اصحاب فضل و فتویٰ

کا مقام نشوونما اور زاہدوں اور عابدوں کا مامن اور قطبوں اور ولیوں کا مسکن چلا سے وہ حکومت کا دار المقام بن گیا۔

اس کے اندر شریعت کی بنیاد پختہ ہے اور گمراہی کی بنیاد ویران ہے اس میں ، سواد میں میں سے نوّے عالم ہیں۔ اور ہر دس آدمیوں میں سے نو قرآن کے مفسر ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ایک ہزار سال قبل کس قدر صوفیائے کرام و علمائے عظام ہوں گے یہ کہنا کہ اس شہر کی نوّے فیصدی آبادی زیور تعلیم سے مالامال تھی اور ہر سو میں سے نوّے حضرات عالم اور دس علماء میں سے ۹ کو مفسّر قرآن ہونے کو مبالغہ آرائی قرار دیا جا سکے گا۔ مگر یہ ایک امر واقعہ ہے کہ اس زمانہ میں مدینۃ الاولیاء لاہور میں اولیائے عظام اور علماء فضلاء کی ایک کثیر تعداد موجود تھی اور آج تک ہر زمانہ میں یہ تعداد برابر قائم رہی۔

شریف محمّد بن منصور الملقب بہ فخر مدبر مبارک شاہ غزنوی جو حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ اوّل کی اولاد امجاد سے تھے۔ اس کے اباؤ اجداد لاہور میں مقیم تھے۔ ان کی دو کتابیں ا۔ آداب الحرب والشجاعت اور (۲) بحر الانساب مشہور زمانہ ہیں۔ پہلی کتاب تو اس نے بارہ برس کی محنت شاقہ کے بعد ترتیب دی تھی۔ اور سلطان شمس الدین التمش کے نام معنون کی تھی اور دوسری کم و بیش ایک ہزار کتب کے مطالعہ کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ یہ کتاب لاہور کے کتب خانوں کی مدد سے تیار کی گئی اور سلطان قطب الدین ایبک سے منسوب کی گئی۔ اپنی کتب میں فخر مدبر لاہور شہر کو ہندوستان میں سب سے اہم شہر " ہند میں مرکز اسلامی" اور " ثانی دار الملک غزنین " لکھتا ہے۔

ابو سعید عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی المتوفی ۵۶۲ھ مطابق ۱۱۶۶ء لاہور کے بارے میں لکھتے ہیں ا۔

"وھی مدینۃ من بلاد الھند کثیرۃ الخیر ویقال لھا لوھور و لاھور خرج منھا جماعۃ من العلوم"۔

ترجمہ: اور یہ ہندوستان کے شہروں میں ایک ایسا شہر ہے جو بہت خیر و برکت والا ہے اس کو " لوہور " کہا جاتا ہے اور لاہور ایسا شہر ہے کہ اس سے علماء کی ایک جماعت

وجود میں آئی ہے۔"

یعنی سمعانی نے لاہور کو "شہر کثیر الخیر" کے نام سے پکارا ہے۔

سدید الدین محمد عوفی المتوفی ۶۳۲ھ صاحب لباب الالباب جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف عشرہ مبشرہ کی اولاد و امجاد سے تھے وہ جب لاہور آئے تو یہاں کے ایک عالم ابوالفرج رُونی لاہوری اور لاہور کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

"مولد و منشا و خطہ لاہور بود ایں خطہ رہ فضیل لاتناہی او بر سائر بلاد مفاخر و مباہی۔"

آن (ابوالفرج رُونی لاہوری) کا مقامِ ولادت اور پروان چڑھنے کی جگہ خطہ لاہور ہے اس خطے کو تمام علاقوں پر فخر و مباہات حاصل ہے۔" بلکہ اس کے علم و فضل کو دیکھ کر اور یہاں علماء و فضلاء کے گروہ دیکھ کر اس کو "غزنی خورد" کے نام سے تعبیر کیا تھا۔

عوفی نے اپنی تالیف "لباب الالباب" کے گیارہویں باب کا عنوان "شعرائے غزنہ و لاہور" رکھا ہے جس میں غزنی اور لاہور کے کئی ایک شعراء اور ادباء کا ذکر کیا ہے۔

حضرت امیر خسرو چشتی نظامی دہلوی اپنی تالیف "قران السعدین" میں لہانور کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ آپ لاہور تشریف لائے تھے۔ اور یہاں کچھ وقت اقامت پذیر بھی رہے۔

طالب آملی جب ایران سے لاہور پہنچا تو وہ اس شہر اور یہاں کے اولیاء اللہ سے اس قدر متاثر ہوا کہ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ قادری لاہوری سے بیعت کر لی چنانچہ لکھتا ہے۔

خوشا لاہور و فیض آب لاہور • بہ طاعت میل شیخ و شاب لاہور
کہ پیر دستگیر و مرشد من • یکے قطب است از اقطاب لاہور
خدایا زندہ جاوید دارش • بہ آب خضر یعنی آب لاہور

ترجمہ: لاہور اور لاہور کے پانی کا فیض کس قدر خوب ہے۔ لاہور کے بوڑھوں اور جوانوں کا میلان طبیعت عبادت کی طرح ہے۔

- میرا پیر دستگیر اور مرشد لاہور کے قطبوں میں سے ایک قطب ہے۔
- اے خدا! اسے آبِ خضر (آبِ حیات) یعنی لاہور کے پانی سے زندہ جاوید رکھ۔

حضرت شیخ شمس الدین ہراتیؒ جو حضرت امام ابی حنیفہؒ اندابی کی اولادِ امجاد سے تھے جب لاہور آئے تھے تو انہوں نے حضرت سید علیؒ ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخشؒ لاہوری کے مزار پُر انوار پر حاضری دی تھی۔ انہوں نے بھی بزرگانِ لاہور کی بڑی تعریف کی اور لاہور کو "ولیوں کا شہر" قرار دیا۔ ان کا وصال ۳۸۴ھ میں ہرات میں ہوا تھا۔ اب آپ کی اولادِ امجاد میں سے لوگ پاکستان میں قیام پذیر ہیں۔

ابوالفضل "آئینِ اکبری" میں لکھتے ہیں:۔

"لاہور بزرگ شہریست میانِ دوآبہ باری۔ در بزرگی و انبوہ مردم کم ہمانی۔"

ترجمہ: لاہور دوآبہ باری کے درمیان ایک بڑا شہر ہے۔ بزرگی اور لوگوں کی آبادی کے لحاظ سے ایسے شہر کم ہیں۔

حضرت نوشہ گنج بخشؒ قادری المتوفی ۱۰۶۴ھ مطابق ۱۶۵۳ء مدفون ساہنپال شریف ضلع گجرات اس شہر قدیم کی بزرگی کی گواہی ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

نو لکھ اِک ہزار تے چھ سو وِیہہ ولی
نوشہ وِچ لاہور دے سوئے محی محی (گنج شریف)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یہاں نو لکھ سے زائد اولیاء اللہ گزر چکے تھے۔

مولانا امین الدین رازی مصنف "ہفت اقلیم" لکھتے ہیں کہ "لاہور میں علماء و فضلاء اور مشائخ کی اتنی بڑی تعداد آباد ہے کہ وہ گنتی اور شمار میں نہیں آسکتے۔

نواب قلیچ خاں اندجانی صوبیدار لاہور ۱۶۰۲ء سے ۱۶۰۵ء عہد اکبری اور ۱۶۰۷ء سے ۱۶۱۰ء عہد جہانگیر تھا۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمدؒ سرہندی اس کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:۔ "دوسری بات یہ ہے کہ بندہ ان حضرات کی حمد و ستائش اور شکر گزاری کرتا ہے کہ ان کے دم قدم سے بلاد معظمہ لاہور میں اس گئے گزرے زمانہ میں بھی احکام شرعی رواج پذیر ہیں اور اس جگہ دین کی تقویت اور ملت کی ترویج حاصل ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ شہر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب الارشاد کا درجہ رکھتا ہے۔ اس شہر کی خیر و برکت تمام بلاد ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے اگر اس شہر میں دین رواج پذیر ہو جائے تو باقی علاقوں میں بھی دین شعائر کا رواج

محقق رہے گا۔ اللہ کریم آپ کا موید و ناصر ہو۔

"مآثر رحیمی" میں ملا عبدالباقی نہاوندی خان خاناں کے متعلق لکھتے ہیں۔ "دراں وقت دارالسلطنت لاہور دارالشعرا گردیدہ" اس دور میں دارالسلطنت لاہور شعراء کا شہر بن گیا۔ ملا عبدالغنی خان جب ایران سے لاہور آیا تو وہ لاہور کو دیکھ کر بے ساختہ کہہ اٹھا۔ "عجب ملکے بہ نظر ایں حقیر درآمد ارزانی و فراوانی" یہ عجیب ملک ہے کہ اس حقیر کی نظر میں ارزانی و فراوانی آئی۔ (میخانہ) مزید براں وہ اس شہر کو "خانہ عافیت خرد منداں" دارالامان وغیرہ کے نام سے یاد کرتا ہے۔

شہزادہ داراشکوہ قادریؒ اپنی تالیف سفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے کہ "لاہور ایک معزز اور ممتاز شہر ہے۔ اس جیسا اور کوئی شہر روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔ آج یہ شہر اولیائے صالحین اور علماء و فضلاء کا مرکز بنا ہوا ہے۔ بہت سے مشائخ اور اولیاء کے مزارات ہیں۔ مشہور ہے کہ شہر لاہور کے محلہ طلہ میں مرد و زن۔ صغیر و کبیر تین ہزار حفاظ تھے اور اب ... شہر میں بے شمار حفاظ موجود ہیں۔ پھر لکھتا ہے "حضرت سید علی ہجویریؒ کے روضہ اطہر پہ ہزاروں ... حاضری دیتے ہیں۔ مشہور ہے کہ جو شخص چالیس جمعرات یا چالیس دن کامل روضہ کا طواف کرے ... کی ہر ضرورت پوری ہوتی ہے۔ یہ عاجز بھی آپ کے روضہ اور آپ کے والدین اور ماموں تاج الاولیا کے مزارات پہ حاضری دے آیا ہے۔"

منشی سبحان رائے بٹالوی مصنف خلاصۃ التواریخ لاہور کے متعلق لکھتا ہے۔

"بے شائبہ تکلف شہریست بزرگ و مصریست سترگ۔ در وسعت و آبادی و انبوہ مردم مانند ایں مصر کم نشاں دہند..... در ہر کوچہ و بازار مساجد بسیار از بسیار است۔"

ترجمہ: کسی تکلف کے بغیر یہ شہر بہت بڑا ہے اس شہر کی وسعت و آبادی اور لوگوں کی رونق کے مقابلے میں اور کم نشاں ملتا ہے..... ہر کوچہ اور بازار میں مسجدیں زیادہ سے زیادہ ہیں۔

اب آپ شہزادہ داراشکوہ قادریؒ مرید ارجمند حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ لاہوری کے چند

اشعار ملاحظہ فرمائیں:-

خدا پنجاب را معمور دارد — زخاک اولیاء منظور دارد
بود آباد دائم شہر لاہور — وبا و قحط ازیں جا دور دارد
ہمیشہ اولیاء پیدا ازیں ملک — خدا ایں قوم را منصور دارد
طلب او چو حق کردہ لہاوور — مدام ایں شہر را پُر نور دارد
بود فخرش بہ خاک حضرت میرؒ — کہ در خود ہمچو او مشہور دارد

ترجمہ

اللہ تعالیٰ پنجاب کی سرزمین کو آباد رکھے کہ وہ اولیائے عظام کے مزارات کا خزینہ ہے۔ اللہ کرے کہ لاہور کا شہر ہمیشہ آباد رہے اور اس شہر سے قحط اور وبا کی آفتیں دُور رہیں۔ اس ملک سے ہمیشہ اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں اور یہ قوم ہمیشہ فتح و نصرت حاصل کرے۔ اس کا نام چونکہ لہاوور (لاہور) ہے اس لئے خدا کرے کہ یہ شہر ہمیشہ نور سے بھرا رہے۔ خدا کرے کہ وہ حضرت میاں میرؒ کے مزار کی وجہ سے فخر کرتا رہے اور وہ زمانے بھر میں مشہور رہے۔

پھر لکھتے ہیں:-

عشقِ پنجابم نمودہ بے قرار — زانکہ نقشِ دوست در پنجاب ہست
کعبۂ من حضرت لاہور دان — سجدۂ من سوئے آن محراب ہست
چوں بیا داخل شوم در شہر اُو — ساختن از سر قدم ز آداب ہست
قادری را کعبہ دارا پور شُد — کاندران بسیار فتح الباب ہست

ترجمہ

مجھے پنجاب کی محبت نے بے قرار کر دیا ہے کیونکہ دوست کا نقشہ پنجاب میں ہی نظر آتا ہے۔ میرا قبلہ و کعبہ تو لاہور کا ہی دربار ہے اور میرا سجدہ تو اس محراب کی طرف ہے جس وقت میں بیاد مہ با اس کے شہر میں داخل ہوں تو میں از سرتا قدم ادب کی تصویر بن جاؤں۔ قادری (دارا شکوہ) کیلئے دارا پور (لاہور) کعبہ بن گیا ہے کیونکہ اس شہر میں اسکی فتوحاتِ قلبی کے دروازے کھُل گئے ہیں۔

نواب احمد یار خاں یکتا عہد عالمگیر لاہور کے متعلق لکھتا ہے۔

لیک لاہور مصر محبوبی است | یوسفستان عالم خوبی است
شرفش داد آں قدر رفعت | کہ بشائیش نمی رسد شوکت
از صفا لوح سینۂ ابرار | صدق۔ جنس دوکان ہر بازار
صبح صادق کہ مطلع نور است | یکے از کوچہ ہائے لاہور است
از بلندی گزشت پایۂ اُو | نہ فلک پست زیر سایۂ اُو
آسماں گنبد نمو دارش! | کہکشاں رستۂ زبا زارش

دیدۂ عالم است مطلعِ نور
چشم بد زیں سوادِ اعظم دور

ترجمہ: لیکن لاہور محبوبی کا شہر ہے۔ وہ خوبی کی دنیا کا یوسفستان ہے۔ سہولتوں نے اسے اس قدر شرف عطا کیا ہے کہ شوکت کی وہاں کوئی حد نہیں۔ صفائے قلب کے اعتبار سے وہ نیکوں کے سینے کی لوح ہے اور صدق اس کے ہر بازار کی رونق ہے۔ صبح صادق جو نور کا مطلع ہے وہ لاہور کے کوچوں میں سے ایک ہے۔ اس کا پایہ (رتبہ) بلندیوں سے آگے گزر گیا ہے اور نو آسمان اس کے سائے کے مقابلے میں پست ہیں۔ آسماں وہاں نمو کا گنبد رکھتا ہے اور کہکشاں اس کے بازار کا رستہ ہے۔ دیدۂ عالم مطلعِ نور ہے اور اس سوادِ اعظم سے چشم بد دور رہے۔

موجودہ مؤرخین اس کو مدینۃ الاولیاء۔ رؤس البلاد۔ داتا کی نگری۔ شہر جوانمرداں۔ شہر ۹۶۵ء شہر باغات۔ مرکز تہذیب و ثقافت۔ گہوارۂ علم و فن۔ روشنیوں کا شہر۔ شہر نگاراں۔ تاج البلاد مزارات کا شہر۔ وغیرہ ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ اور ان قدیم اور ممتاز شعرائے کرام نے بھی لاہور کا ذکر کئی ایک ناموں سے کیا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

شعرائے کرام غضایری رازی عراقی۔ ابوالقاسم حسن عنصری۔ فرخی سیستانی۔ سید اشرف الدین حسن غزنوی۔ ابو عبداللہ روزبہ نکتی۔ ابوالفرج رونی۔ مسعود بن سعد بن سلمان حمید الدین۔ مسعود بن سعد شالی کوب۔ امام خطیر الدین محمد بن عبدالملک۔ ابن منہاج لاہوری۔ امیر خسرو دہلوی۔ ملک الشعراء طالب آملی۔ ملک الشعراء محمد جان قدسی۔ ابو جعفر عمر بن اسحاق۔

فیضی ۔ محمد جمال الدین عرفی ۔ خواجہ حسین ثنائی مشہدی ۔ ملا شیدی ۔ انسی قندہاری ۔ احسن اللہ ظفر احسن مرزا محمد طاہر آشنا ۔ ابوالبرکات منیر لاہوری ۔ حضرت ملا شاہ بدخشانی ۔ رائے چندر بھان برہمن صائب تبریزی ۔ شہزادہ دارا شکوہ قادری ۔ شاہ فقیر اللہ آفرین لاہوری ۔ نور العین واقف لاہوری حکیم بیگ حاکم لاہوری ۔ میر معصوم وجدان ۔ شیخ خیر اللہ فدا لاہوری ۔ عبدالقادر بیدل ۔ انہوں نے لاہور اور یہاں کے صوفیاء و علماء کی بہت تعریف کی ہے ۔

مقامات مساکن اولیائے لاہور

جن اولیائے عظام و صوفیائے کرام کا تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا ہے ان کے محل وقوع کی نشاندہی کی خاطر لاہور کو مختلف آبادیوں کے لحاظ سے تقسیم کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ فلاں آبادی یا بستی میں فلاں بزرگ محو استراحت ہیں ۔

اندرون شہر : حضرت بدر الدین شاہ عالم ۔ حضرت غلام محمد المعروف بہ امام گاموں قادری ۔ حضرت میراں بادشاہ ۔ سید اسحاق گازرونی سہروردی ۔ حضرت سید صوف ۔ حضرت سید سربلند ۔ حضرت پیر فکی ۔ حضرت گھلن شاہ مست ۔ حضرت شاہ رضا قادری ۔ حضرت شیخ سادھا المعروف بہ شاہ ہو ولی سہروردی ۔ حضرت پیر ڈھل سہروردی ۔ حضرت شاہ حسن ولی کابل سہروردی ۔ مولوی غلام حسین چشتی ۔ حضرت مولانا غلام قادر بھیروی چشتی ۔ ابوالنجم شیخ ایاز ولی غزنوی حضرت سید احمد توختہ ترمذی ۔ حضرت پیر بلخی ۔ حضرت سید مٹھا ۔ گنج شہیداں ۔ حضرت نون شہید ۔ نوگزہ پیر ۔ حضرت پیر شیرازی ۔ حضرت پیر بھولا ۔ حضرت پیر مرادیہ ۔ مستی مجذوب ۔ رحمان شاہ مجذوب سید دیدار علی شاہ قادری ۔ فقیر عزیز الدین ۔ فقیر نور الدین منصور ۔ فقیر امام الدین ۔ فقیر غلام محی الدین قادری نوشاہی ۔ شاہ حسین گیلانی ۔ حکیم عبداللہ انصاری قادری نوشاہی ۔

شاہدرہ : حضرت بابا گھوڑے شاہ ۔ حضرت شاہ کمال ۔ حضرت شاہ چنگی پیر ۔ حضرت حسن شاہ ولی ۔ حضرت بابا محمود شاہ ۔

بیگم کوٹ : حضرت سید قطب الدین قادری ۔ شاہ غلام نبی قادری ۔ شیخ محمد عظیم قادری ۔

شاہ باغ : بابا ٹھوکر والا مجذوب۔

مصری شاہ : حضرت بابا شیخ محمد باقر قادریؒ المعروف بہ پیرؒ چھپٹانکی۔

کوٹ خواجہ سعید : حضرت قطب الدین شاہ قادریؒ۔ حضرت مستانؒ شاہ قریشی۔ نشان قبر حضرت شاہ بلاول قادریؒ۔ حضرت سید ہاشم علی شاہ سہروردی۔

چاہ میراں : حضرت شاہ حسین زنجانیؒ۔ حضرت اُجاگر شاہؒ۔ سائیں حضوری شاہؒ۔ سائیں مکھن شاہؒ۔

وسن پورہ : حضرت سوہنے شاہ قادری نوشاہیؒ۔

بھوگیوال : حضرت شیخ شہاب الدین نہرا سہروردی۔ حضرت شاہ عبداللہ۔

باغبان پورہ : حضرت مادھو لال حسینؒ قادری حضرت شاہ عبدالغنی قادریؒ۔ پیر سید سراج الدین گیلانی۔ حضرت شاہ بخاریؒ۔ حاجی جمعیت قادریؒ۔ حضرت سید کریم شاہؒ سہروردی۔ حضرت مولانا محمد سعید چشتیؒ حضرت شیخ شہیاں۔ حضرت سید شیر شاہؒ ولی (پنج پیر) حضرت عبداللہ محمد انی قادری خطاری۔

شادی پورہ : حضرت شاہ گوہر پیرؒ۔

محمود بوٹی : حضرت سید شاہ عالم سہروردیؒ۔ حضرت سید محمود المعروف بہ شاہ نورنگ جھولا بخاری سہروردیؒ۔ سید صفدر علی شاہؒ (قلعہ خزانہ)

گوجر پورہ : پنج پیرؒ۔

بھارت نگر : حضرت سید [illegible] [illegible]بانیؒ۔

سلطان پورہ : حضرت [illegible] قادریؒ۔ حضرت گھوڑے شاہؒ سہروردی۔ حضرت ڈوڈے شاہ چشتیؒ۔ حضرت [illegible]غ محکمؒ نقشبندی۔ حضرت نظام الدینؒ پاک بندگی۔ حضرت شیخ عبداللہؒ پاک بندگی۔ مولوی احمد بخش یکدلؒ چشتی۔ مولوی نور احمدؒ چشتی مصنف تحقیقات چشتی۔ سائیں جھگے شاہؒ۔ ڈوڈی پیرؒ۔ شاہ عبدالرزاقؒ۔ حضرت سید عماد الملک سہروردیؒ۔ بابا عظیم شاہؒ۔ حضرت تادر شاہؒ چشتی۔

کوٹلی پیر عبدالرحمٰن : حضرت پیر عبدالرحمٰن قادریؒ۔

مغلپورہ : حضرت پیر سید امانت علی شاہ چشتی نظامی۔ پنج پیرؒ۔

سلامت پورہ : حضرت مولانا محمد یعقوب چشتی۔ حضرت پیر مقصود علی شاہ۔ (مقصوداں شاہ)

پیر نصیر : حضرت پیر نصیرؒ۔

فتح گڑھ : حضرت نوگزہ پیرؒ۔

کوٹلی گھاسی : حضرت خاکی شاہؒ۔

نفیر آباد : حضرت سید نفیر عالم چشتی صابریؒ۔

نزد پاکستان ٹکسال : حضرت مخدوم علی شاہ ولیؒ۔

درس میاں وڈا : حضرت میاں محمد اسماعیل سہروردی المعروف بہ میاں وڈا۔ حضرت حامد قادریؒ۔ حضرت عبداللہ شاہؒ الملقب بہ پیر روڑاں والا۔ حضرت فتح شاہؒ۔ حضرت کریم شاہ سہروردیؒ۔ حضرت محمود شاہ نقشبندیؒ۔ حضرت شیخ جان محمد سہروردی۔ حضرت میاں محمد صالح سہروردی۔ حضرت میاں محمد ابراہیم سہروردی حضرت حافظ میاں محمودؒ سہروردی۔ حضرت حافظ میاںؒ معزالدینؒ سہروردی۔ حضرت حافظ میاں شرف الدینؒ سہروردی۔ حضرت حافظ میاں احمد دینؒ سہروردی حضرت حافظ حاجی میاں محمد دینؒ سہروردی۔ حضرت حافظ میاںؒ محمد خلیل سہروردی مکھن شاہ مجذوبؒ۔

لاہور چھاؤنی : حضرت شاہ مسکینؒ قادری۔

نزد ریلوے سٹیشن : حضرت شاہ کاکو چشتیؒ۔ حضرت شیخ اسحاق کاکوؒ چشتی۔ حضرت داؤد شاہؒ المعروف بہ گھوڑے شاہ۔ حضرت عبدالرحمٰنؒ قانی المعروف بہ نوگزہ پیرؒ حضرت گجا پیرؒ۔

گڑھی شاہو : حضرت سید جان محمد حضوریؒ۔ حضرت سید محمود شاہ حضوریؒ۔ شیخ عبدالحق مجذوبؒ۔ شیخ جان محمد سہروردی۔ حضرت نظام الدینؒ چشتی المعروف بہ پیر مکا۔ مولوی صادق علی گجراتی۔ نواب امیر خان (جامعہ نعیمیہ) حضرت فاضل شاہ قادریؒ

نوشاہی۔ حضرت شیخ علی رنگریز۔ حضرت شاہ گدا قادریؒ۔ حضرت محمد سلطان المعروف بہ
مرگ مین قادری۔ حضرت الف شاہؒ۔ حضرت نانے شاہ قادریؒ نوشاہی۔ حضرت شاہ ابوالخیرؒ
سید شاہ نور حضوریؒ۔ سید سرور دینؒ حضوری۔ پیر نوازش علی شاہ چشتیؒ صابری۔ حضرت بہاری
شاہ۔ میراں شاہ بخاریؒ۔ علیم شاہ مجذوبؒ۔ حضرت میاں شہاب الدینؒ قادریؒ۔

میاں میر: حضرت میاں میر قادریؒ۔ حضرت ملا شاہ بدخشانی۔ حضرت خواجہ بہاریؒ۔ حضرت خواجہ محمد شریف
فرزند حضرت بی بی جمالؒ۔ حضرت بی بی جمالؒ حضرت بی بی بادیؒ۔ حضرت ملا محمد ابراہیم حقی
نادرہ بیگمؒ۔ حضرت میاں نتھے شاہ دیوانؒ۔ حضرت حاجی نعمت اللہ سرہندی۔ حضرت شیخ
محمد لاہوری۔ حضرت ملا حامد گوجرؒ۔ حاجی محمد صالح قادریؒ۔ حکیم فقیر محمد چشتی نظامیؒ
امرتسری۔ حضرت سیدن شاہؒ ولی۔ غلام محمد رنگیلا قلندر سنی قادریؒ۔

دھرم پورہ: ویرکا والا مجذوبؒ۔

گلبرگ: حضرت صوفی صابر اللہ شاہ چشتیؒ اشرفی۔

محمد نگر: مزارات مقدسہ حضرات بی بی پاکدامناںؒ۔ حضرت سید جلال الدین حیدر سہروردی۔
حضرت شیخ رحمت اللہ سہروردیؒ (درگاہ فرشتیاں والی) حضرت میاں محمد حسن سہروردی
حضرت خواجہ ایوب قریشی سہروردی۔ حضرت مفتی غلام محمد سہروردیؒ۔ مولوی ذوالفقار علی
مضطر چشتی نظامیؒ۔ مولانا محمد فاضل کابلیؒ۔ پیر سید علی شاہؒ۔

قلعہ گوجر سنگھ: حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی سہروردی۔ حضرت شیخ موسیٰ آہنگر سہروردی۔
حضرت سید بایزیدؒ ہاشمی۔ حضرت شیخ میر ہاشم سہروردیؒ۔ حضرت شیخ شہاب الدینؒ
منج سہروردی۔ حضرت شیخ ابوالفتح ثانی سہروردی۔ حضرت پیر سکندر شاہ سہروردی

مال روڈ: حضرت سید محمد اسماعیل محدث بخاریؒ۔ حضرت درگاہی شاہ قادریؒ۔ حضرت مائی شاہ
قادری۔ حضرت سید محمد فاضل متوکل گیلانیؒ۔

گوالمنڈی: حضرت شاہ فیروز گیلانیؒ۔ حضرت شاہ ابوالمعالی قادریؒ۔ مائی لاڈوؒ۔ حضرت اہدی شاہ
حضرت تاجے شاہ مجذوبؒ۔ حضرت شاہ کمند قادری نوشاہیؒ۔ گنج علی شاہ چشتیؒ
مزارات خانقاہ چشتیہ گوالمنڈی۔ حضرت شیخ محمد سلیم چشتیؒ۔ حضرت شیخ عبدالخالق چشتی

صابری۔ حضرت شیخ محمد عارفؒ چشتی۔ حضرت شیخ محمد صدیقؒ چشتی صابری۔ حضرت شیخ خیرؒ چشتی:
حضرت شاہ یعقوب صدر دیوان۔ حضرت شیخ حسنؒ ولی المعروف بہ حسو تیلی سہروردی۔

حضرت شیخ جانؒ اللہ چشتی۔ حضرت شیخ ودیامؒ شاہ چشتی۔ حضرت خواجہ حسن چشتیؒ۔ حضرت سید شاہ عالمؒ۔ شیخ جواہر شاہ قادریؒ نوشاہی۔ شیخ الٰہی بخش قاضیؒ نوشاہی۔ پیر سید بلاق شاہ قادریؒ (میو ہسپتال)۔ حضرت شہید قلندر قادریؒ نوشاہی نزد میو ہسپتال۔

نزد گورنمنٹ ہاؤس: حضرت شاہ شمس الدینؒ قادری۔ سید عبدالحکیم قادریؒ۔ حضرت شاہ عنایتؒ قادری۔ حضرت شاہ شرف قادریؒ۔ حضرت محمد فاضل قادریؒ۔ حضرت محمد عزیز اللہ قادریؒ۔ پیر تربت مراد شاہؒ۔ حضرت شاہ بخاریؒ۔ حضرت شاہ شرف الدینؒ پاک۔ سید حسین علی شاہ عُمو پنجابی پیرسی۔ حضرت سید صبور شاہؒ ولی چشتی۔ حضرت حاجی شاہ ابوسعید۔ حضرت شہاب الدین بخاری ایچ پیرا معصوم شاہ مجذوبؒ۔

انارکلی: حضرت سید میاں محمد شاہؒ المعروف بہ حضرت موج دریا بخاری سہروردی۔ حضرت میاں فرید سہروردیؒ۔ حضرت شاہ عبدالرزاق مکیؒ (نیلہ گنبد)۔ حضرت حاجی محمد سعید۔ حضرت مولی کھوکھر قادریؒ۔ حضرت معصوم شاہ مجذوبؒ۔ تکیہ املی والاؒ۔ سید صوفی گیلانیؒ۔ سید قطب الدین گیلانیؒ۔ سید علی نقی گیلانیؒ۔ سید محمد شاہ گیلانیؒ۔ سید سردار شاہ گیلانیؒ۔ شاہ گدا گیلانیؒ۔ سید قاسم گیلانیؒ۔ سید جعفر گیلانیؒ۔ حاجی محمد ہاشم گیلانیؒ۔ مزار ثبوت شاہ۔ حضرت شیخ اشرفؒ حضرت بی بی وڈیؒ۔ حضرت شاہ چراغ گیلانی قادریؒ۔ حضرت سید عبدالقادر ثالث۔ حضرت حاجی سید اسماعیل گیلانیؒ۔ درویشان سلطان سخی سرفدؒ۔

بیرون بھاٹی دروازہ: حضرت سید علی ہجویریؒ المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری۔ صوفی محمد حقانی چشتی صابریؒ۔ پیر سید محمد معصوم علی شاہؒ۔ شیخ احمد حمادی سرخسیؒ۔ حضرت شیخ ابوسعد ہجویریؒ۔ شیخ ہندی۔ پیر حضوری شاہ غزنویؒ۔ حضرت پیر غازیؒ المعروف بہ پیر از غیبؒ۔ حضرت پیر بہاون بہشتؒ۔ حضرت پنج پیر بخاریؒ۔ پیر قطب شاہؒ۔ فاروق احمد لینلر ڈ چشتی۔ ابوالحسنات سید محمد احمد قادریؒ۔

اندرون شاہی قلعہ: حضرت سید عثمانؒ المعروف شاہ بھولا سہروردیؒ۔ حضرت شیر شاہ ولیؒ۔

سانڈہ : حضرت محمود شاہؒ۔

مزنگ : حضرت عبداللہ شاہ بلوچ قادریؒ۔ حضرت شاہ ابو اسحاق قادریؒ۔ حضرت شاہ سبز ربانی چشتی المعروف بہ شاہ سروانی۔ سید غیاث الدین گیلانیؒ۔ سید کرام الدین قادریؒ المشہور بہ شاہ بھگتا سید عبداللہ شاہؒ۔ حضرت پیر دھیان شاہ چشتیؒ۔ حضرت لدہ شاہ ولی چشتیؒ۔ حضرت پیر ہادی رہنما۔ پیر محسن شاہؒ دریائی۔ محمد یعقوب گیلانیؒ۔ سید میر فتح محمد گیلانیؒ۔

میانی : حضرت شیخ طاہر بندگی قادریؒ۔ حضرت شاہ میرؒ۔ حضرت بہاول شیر گیلانیؒ۔ حضرت بہاء الدین گیلانیؒ۔ حضرت سید میر میرانؒ صابر ایوب گیلانی۔ حضرت نظام شاہ مجذوبؒ۔ حضرت مستان شاہ مجذوبؒ۔ حضرت پیر عزیزؒ۔ حضرت پیر مزنگؒ۔ حضرت ابو محمد قادریؒ حضرت ہامون شاہؒ۔ حضرت پیر زہدی چشتیؒ۔ حضرت مولوی جامی لاہوری۔ حاجی نورؒ۔ حضرت شیخ عارف چشتی۔ حضرت سید چراغ علی شاہؒ۔ حضرت سید غلام محمدؒ۔ حضرت شیخ سعدی بلخاریؒ نقشبندیؒ۔ حضرت پیر شیرازی چشتیؒ۔ حضرت مولوی غلام اللہ فاضل لاہور حضرت حافظ محمد حسین چشتیؒ۔ حضرت شیخ علی غازیؒ سہروردی۔ حضرت شیخ حاجی محمد رمضانؒ چشتی۔ حضرت شیخ فیض بخش چشتیؒ۔ حضرت بابا عمر دینؒ چشتی۔ حضرت حافظ احمد علی شاہ چشتی نظامی۔ حضرت حافظ صوفی محمد امین شاہ چشتی صابری میر سید غلام بھیک نیرنگ۔ حافظ محمد شفیق چشتی۔ حضرت علامہؒ حبیب الرحمٰن برق چشتی صابریؒ۔ پیر محمد شاہ ولی (سخی قادر قلندر قطب زمانہ) شیخ ولایت علی قادریؒ۔ مولوی غلام رسول فاضل لاہوریؒ۔ حضرت حاجی مولا بخش چشتی صابریؒ۔ سید شاہ محمد چشتی صابری۔ حضرت صوفی مقبول احمد ولی۔ سائیں مجنونؒ۔ مفتی غلام جان ہزارویؒ۔

نواں کوٹ : حضرت حاجی عبدالکریم چشتیؒ۔ ابن مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوریؒ شاہ رستم غازیؒ۔ سید فضل شاہؒ۔ سید عبدالخالق مرشد شاہ رستم غازیؒ۔ حضرت شیخ یحییٰ چشتیؒ۔

سید پور ملتان روڈ : پیر محمد عبداللہ چشتی قلندریؒ۔

اچھرہ : حضرت شاہ کمال قادری سہروردیؒ۔ حضرت بھاگی شاہؒ۔ حضرت جمعہ شاہ قادری نوشاہیؒ
حضرت پیر غازیؒ۔ حضرت نوگزہ پیرؒ۔ بابا لہری شاہ قادری نوشاہیؒ۔ حضرت بھلے شاہؒ
نوشاہی قادریؒ۔

بیگم پورہ : حضرت خواجہ خاوند محمودؒ المعروف بہ حضرت ایشان نقشبندیؒ۔ حضرت سید رحمت اللہؒ
شاہ چشتی۔

نزد شاہی قلعہ لاہور : حضرت فضل شاہ قادریؒ نوشاہی۔ بلند شاہ قادریؒ نوشاہی۔ حضرت شاہ کمالؒ
چشتی۔ پیر صابر شاہ۔ گدی سائیں مجذوبؒ۔ علامہ محمد اقبال قادریؒ۔ سید چراغ شاہؒ
قادری۔ سید سید علی شاہ۔

بابو صابو : حضرت کابل شاہ قادریؒ۔ حضرت سیلانی شاہ قادریؒ۔

راواں : حضرت شاہ کمالؒ سہروردی۔

ڈھولن وال : حضرت شاہ فرید قادریؒ نوشاہی۔

بیرون دہلی دروازہ : حضرت پیر برہانؒ۔ حضرت پیر فکیؒ۔ حضرت شاہ محمد غوثؒ قادری گیلانی۔
حضرت بابا سلام شاہؒ (پنج پیرا)۔ آغا تجمل حسینؒ قادری۔ شیخ لدے شاہ موئینہ ساز

بیرون موری دروازہ : حضرت پیر سید عزیز الدین المعروف بہ پیر مکی۔ سردار شاہ قادریؒ نوشاہی
حضرت شادی شاہ قادریؒ۔ رمضان شاہ قادریؒ نوشاہی۔ پیر بڈھے شاہ قادریؒ

ہانڈو گوجر : حضرت شیخ جلال گوجر سہروردیؒ۔

ہنجروال : صوفی قلندر علی سہروردیؒ۔ صوفی جان محمد چشتی فریدیؒ۔

فیض پور خورد : حضرت پیر ولی شاہؒ۔ قاری عبدالوہابؒ۔ مستقیم شاہ مجذوبؒ۔

سگیاں : حضرت پیر نور شاہؒ ولی۔

فیروز پور روڈ : حضرت پیر دشنی شاہؒ۔ سائیں قمر علی شاہؒ۔ بابا غریب شاہؒ۔

جیل روڈ : حضرت بابا شاہؒ بھاگہ۔

بابک وال : حضرت شاہ سردار قادریؒ۔ شیخ جان محمد قادریؒ۔ حضرت صاحبؒ خاں خورد ملوی
تکھن شریف نزد واہگہ بارڈر : حضرت شیخ محمد بخش نقشبندیؒ۔

صُوفیہ کے تذکروں میں لاہور کے صُوفیہ کا تذکرہ

درج ذیل کتب سے بتایا گیا ہے کہ ان میں لاہور کے کتنے بزرگوں کے احوال مذکور ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	صاحبِ تذکرہ	پہلا سالِ تالیف	احاطہ	تعداد بزرگ	لاہور سے متعلقہ
۱	تذکرۃ الاولیاء	حضرت فریدالدین عطار	سنہ ۱۱۶۴ء	دنیائے اسلام	۹۶	-
۲	نفحات الانس	حضرت مولینا عبدالرحمٰن جامی	سنہ ۱۴۹۳ء سے قبل	〃	۶۲۱	۱
۳	سفینۃ الاولیاء	شہزادہ دارا شکوہ قادری	سنہ ۱۶۳۹ء	〃	۴۱۱	۴
۴	سکینۃ الاولیاء	〃	سنہ ۱۶۴۲ء	لاہور	۲۵	۱۰
۵	اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	سنہ ۱۶۴۳ء سے قبل	برِ صغیر پاک و ہند	۱۶۸	۲ مجاذیب
۶	گلزار ابرار	شیخ [illegible] غوثی مانڈوی	عہد جہانگیری	〃	۶۱۲	۹
۷	سیر العارفین	مولینا [illegible] درویش	سنہ ۱۵۳۸ء سے قبل	〃	۱۳	-
۸	سیر الاقطاب	حضرت الہدیہ ابن شیخ عبدالرحیم	〃 سنہ ۱۶۴۶ء	دنیائے اسلام	۳۱	-
۹	حضرات القدس	حضرت ملا بدرالدین سرہندی	〃 سنہ ۱۶۴۳ء	〃	۶۶	۲
۱۰	زبدۃ المقامات	خواجہ محمد ہاشم کشمی برہانپوری	سنہ ۱۶۲۷ء	〃	۳۵	۳
۱۱	فرحت الناظرین	محمد اسلم بن محمد حفیظ انصاری پسروری	سنہ ۱۷۸۵ء سے قبل	برِ صغیر پاک و ہند	۱۱۳	۱۰
۱۲	روضۃ القیومیہ	حضرت خواجہ محمد احسان	—	〃	—	—
۱۳	ماثر الکرام	حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی	سنہ ۱۷۴۷ء	〃	۱۵۳	۱
۱۴	تحقیقات چشتی	مولوی نور احمد چشتی لاہوری	سنہ ۱۸۶۴ء	لاہور	۱۴۸	۱۰۰
۱۵	خزینۃ الاصفیاء (دو جلد فارسی)	مفتی غلام سرور لاہوری	سنہ ۱۸۶۸ء	دنیائے اسلام	۱۱۳۴	۱۵۰
۱۶	حدیقۃ الاولیاء (اُردو)	〃	سنہ ۱۸۷۵ء	برِ صغیر پاک و ہند	۲۴۳	۱۱۴

لاہور سے متعلقہ	تعداد بزرگ	احاطہ	پہلا سال تالیف	صاحب تذکرہ	نام کتاب	نمبر شمار
۶۵	۹۰	لاہور	سنہ ۱۸۸۴ء	رائے بہادر کنہیا لال	تاریخ لاہور	۱۷
۱۲	۹۲۵	دنیائے اسلام	سنہ ۱۸۸۶ء	مولوی فقیر محمد جہلمی	حدائق الحنفیہ	۱۸
۵۶	۷۰	لاہور	سنہ ۱۸۹۲ء	شمس العلما سید محمد لطیف	ہسٹری آف لاہور	۱۹
۱	۹۷	دنیائے اسلام	سنہ ۱۹۰۴ء	خلیفہ محمد حسن کرتپوری	حالات مشائخ نقشبندیہ	۲۰
۵۹	۵۹	برصغیر پاک و ہند	سنہ ۱۹۶۲ء	محمد لطیف ملک	اولیائے لاہور	۲۱
۹۹	۱۲۴	لاہور	سنہ ۱۹۲۰ء	منشی محمد دین فوق	تذکرہ علمائے لاہور	۲۲
-	۳۸	دنیائے اسلام	سنہ ۱۹۳۸ء	مولانا نور بخش توکلی	تذکرہ مشائخ نقشبندیہ	۲۳
۵۹	۵۹	لاہور	سنہ ۱۹۶۲ء	محمد لطیف ملک	اولیائے لاہور	۲۴
۴۵	۹۶	پنجاب	سنہ ۱۹۶۲ء	اعجاز الحق قدوسی	تذکرہ صوفیائے پنجاب	۲۵
۱۲۰	۱۲۰	لاہور	سنہ ۱۹۶۳ء	محمد وارث کاملی	تذکرہ اولیائے لاہور	۲۶
۱۵۰	۱۵۰	"	سنہ ۱۹۶۶ء	پیر غلام دستگیر نامی	بزرگان لاہور	۲۷
۴	۹۰	برصغیر پاک و ہند	سنہ ۱۹۶۷ء	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور	انوار الاصفیاء	۲۸
۲۷	۴۰	لاہور	سنہ ۱۹۶۸ء		لاہور میں اولیائے نقشبندی کی سرگرمیاں - محمد دین کلیم	۲۹
۳۰	۶۵	"	سنہ ۱۹۶۸ء		لاہور کے اولیائے چشت - محمد دین کلیم	۳۰
۵۸	۱۰۷	"	سنہ ۱۹۶۹ء		لاہور کے اولیائے سہروردیہ - محمد دین کلیم	۳۱
۱	۱۵۷	دنیائے اسلام	سنہ ۱۹۷۵ء	محمد دین کلیم	تذکرہ مشائخ قادریہ -	۳۲
۶۳۰	۶۳۰	لاہور	سنہ ۱۹۷۶ء	محمد دین کلیم	مدینۃ الاولیاء لاہور -	۳۳

ثمرات القدس خطی مؤلفہ لعل بیگ سال تالیف سنہ ۱۰۱۷ھ مطابق سنہ ۱۶۰۴ء نے بھی لاہور کے صرف پندرہ بیس بزرگوں کا تذکرہ کیا ہے مگر یہ کتاب آج تک طبع نہ ہو سکی۔

علاوہ ازیں پنجاب کے قصبہ قصور کے ایک بزرگ عبد اللہ خویشگی قصوری نے تذکرہ تحریر کیے مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ پنجاب کے اس عظیم تذکرہ نگار نے اپنی مندرجہ ذیل کتابوں میں

حضرت سید علی ہجویریؒ المعروف بہ حضرت داتا گنج بخشؒ لاہوری کا بھی ذکر نہیں کیا۔

۱	اخبار الاخیار	عبداللہ خویشگی قصوری	سنہ ۱۰۶۶ھ کے بعد	مشائخ قصور (پنجاب)	۱۶۲	۱۰
۲	معارج الولایت	″	سنہ ۱۰۹۴ھ	برصغیر پاک و ہند	۴۵۶	۵

اب میں ان کتابوں کا تجزیہ کرتا ہوں جو خالصتاً بزرگانِ لاہور اور اس قدیم شہر کے آثار پر تحریر کی گئیں۔ ان میں سب سے قدیم کتاب تذکرہ قطبیہ مصنفہ شیخ جمال الدین ابوبکر عہد شیر شاہ سُوری اور دوسری کتاب سکینۃ الاولیاء مؤلفہ شہزادہ دارا شکوہ قادری ہے۔ اب میں ان تمام تذکروں کا مختصر تعارف پیش کرتا ہوں جو خالصتاً صوفیائے لاہور پر تحریر کئے گئے۔

تذکرہ قطبیہ

تذکرہ قطبیہ حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگیؒ سہروردی لاہوری کے حقیقی بھائی شیخ جمال الدین ابوبکرؒ نے تصنیف کی تھی انہوں نے حضرت چوہڑ بندگی سے بیعت کی تھی اور انہیں سے خلافت حاصل کی تھی۔ لاہور میں چندے قیام کے بعد آپ آگرہ چلے گئے تھے۔ شیخ جمال الدین ابوبکرؒ نے اپنی تالیف میں اپنے پیر و مرشد کی کرامات اور خوارق کا تذکرہ لکھا ہے۔ یہ کتاب عہدِ شیر شاہ سُوری میں سنہ ۱۵۴۰ء سے سنہ ۱۵۴۵ء تک لکھی گئی۔ یہ کتاب اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ مصنف نے اس میں نویں صدی عیسوی کے اوائل میں لاہور کے حالات تحریر کئے ہیں نیز لاہور کی عمارات۔ مزارات۔ باغات۔ مساجد اور تالابوں وغیرہ کا ذکر کیا ہے جس سے عہدِ سلاطین کے لاہور کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ شیخ جمال الدین ابوبکرؒ نے اس کتاب میں تالاب خان غازی خاں لودھی۔ باؤلی دولت خاں۔ سرائے دولت خاں باغ دولت خاں۔ قدیم گزرگاہ دریائے راوی اور کوٹ کروڑ کا ذکر کیا ہے (مزید حالات کے لئے میری تالیف "لاہور کے اولیائے سہروردی" ملاحظہ کریں) علاوہ ازیں تذکرہ قطبیہ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کے مضافات میں کون کون سی آبادیاں تھیں جہاں شیخ عبدالجلیلؒ رشد و ہدایت کے لئے جاتے تھے۔ مزارِ اقدس شیخ جمال الدینؒ ابوبکر کا محلہ جوگی پورہ آگرہ میں واقع ہے۔

اس ضمن میں دوسری قدیم کتاب جو اس موضوع پر آئی وہ شہزادہ دارا شکوہ قادریؒ کی تالیف لطیف سکینۃ الاولیاء ہے۔ جو شہزادہ نے سنہ ۱۰۵۸ھ مطابق ۱۶۴۸ء میں بعمر ۲۸ سال اپنے پیر و مرشد اور حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری کے سوانح حیات۔ ملفوظات۔ خوارق و کرامات

اور خلفائے کرام کے حالات پر تحریر کی ہے۔

سکینۃ الاولیاء

شہزادہ دارا شکوہ قادری شاہجہان کا فرزند اکبر تھا۔ ۱۶۱۵ئہ میں اجمیر میں پیدا ہوا۔ بہترین تعلیم و تربیت پائی۔ قادری سلسلہ میں بیعت حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ خلیفہ اعظم حضرت میاں میرقادری لاہوری سے تھی۔ حضرت میاں میرؒ کی صحبت با برکت میں کئی دفعہ حاضر ہوا۔ اور فیضان پایا۔ تصوف اسلامی میں اس کا مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ سفینۃ الاولیاء جس میں تمام دنیائے اسلام کے اولیاءاللہ کا ذکر ہے۔ اس نے پچیس سال کی عمر میں ۱۶۳۹ئہ میں لکھی اور سکینۃ الاولیاء ۱۶۴۲ئہ میں مکمل کی کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ نے حضرت سید علی ہجویریؒ المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری کی تالیف کشف المحجوب سے بہت استفادہ کیا تھا اور فیضان بھی پایا تھا۔ اس کتاب کی تکمیل کے لئے وہ کئی دفعہ لاہور آیا اپنے دادا پیر و مرشد کے متعدد خلفاء سے ملاقات کی اور ان سے ان کتاب کی تکمیل کے لئے مواد اکٹھا کیا جہاں اس نے اس زمانہ کے لاہور میں مقامات و مساکن کی نشاندہی کی ہے۔ وہاں حضرت میاں میرؒ کے خلفائے عظام کے حالات بھی تحریر کئے ہیں اور حضرت صاحب موصوف کے حالات تو نہایت شرح و بسط سے تحریر کئے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ "اس کتاب کے لکھنے کی تحریک اس طرح پیدا ہوئی کہ مجھے بزرگان دین سے بے انتہا عقیدت تھی بالخصوص اپنے مشائخ کرام سے۔ اس لئے میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں اپنے مشائخ کے طریقے اور ان کے اشتغال پر ایک کتاب لکھوں۔ چنانچہ جو بات میرے مشاہدے میں آئی یا احباب سے سُنی وہ بے کم و کاست احاطۂ تحریر میں لے آیا اور اسے سکینۃ الاولیاء کے نام سے موسوم کیا تاکہ صوفیائے عظام کے معتقدین کے لئے یہ کتاب یادگار زمانہ ہو اور معلوم ہو سکے کہ کوئی زمانہ بھی ان سے خالی نہیں رہا۔ اور اس قسم کی برگزیدہ ہستیاں اس وقت بھی موجود ہیں۔"

سفینۃ الاولیاء میں شہزادہ لکھتا ہے کہ وہ مرقد منور حضرت داتا گنج بخشؒ پہ حاضر ہوتا رہا ہے لاہور کی وہ بہت تعریف کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "لاہور ایک معظم اور متبرک شہر ہے اس جیسا شہر روئے زمین پہ اور کوئی نہیں ہے۔ یہ اولیائے کرام کا مسکن ہے۔" جن بندگان سے اس کی ملاقات لاہور میں رہی تھی ان میں حضرت میاں میرؒ حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ حضرت شاہ بلاول قادریؒ

حضرت شیخ محمد لاہوریؒ۔ شیخ احمد شامیؒ۔ حضرت حاجی محمد نیانی لاہوریؒ۔ حضرت خواجہ بہاری قادری۔ حضرت شیخ عبدالواحد وغیرہ قابل ذکر ہستیاں ہیں۔ خانقاہ و روضہ منورہ حضرت میاں میرؒ مقبرہ حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ مسجد درگاہ حضرت میاں میرؒ۔ مقبرہ خواجہ بہاریؒ۔ مقبرہ حضرت شاہ عبدالغنی بارہ دری و مقبرہ نادرہ بیگم۔ مسجد شاہ بیگم۔ چوک دارا۔ مقبرہ دائی دارا شکوہ۔ مسجد عبداللہ خاںؒ آئینہ محل اور باغ دارا شکوہ اس کی لاہور میں چند تعمیرات کے نشان ہیں۔ ان میں سے آخری چھ عمارات کے آثار اب صفحۂ ہستی سے مٹ چکے ہیں۔ شہزادہ نے اپنے اشعار میں لاہور اور اہالیان لاہور کی بہت تعریف کی ہے اور اپنی کمال اُنسیت کا اظہار کیا ہے جیسا کہ آپ آگے جا کر پڑھیں گے۔

شہزادہ دارا شکوہ ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۸ء میں دہلی میں قتل ہوا۔ اور اس کی لاش مقبرہ ہمایوں میں دفن کی گئی۔ دارا شکوہ کی لاہور سے متعلقہ خدمات کے سلسلہ میں میرا مقالہ "شہزادہ دارا شکوہ کا لاہور سے عشق" قابلِ مطالعہ ہے۔

تحقیقاتِ چشتی

یہ تیسری کتاب ہے جس میں لاہور کے اولیاء اللہ کا مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ مولوی نور احمد چشتی مولوی احمد بخش یکدل کے گھر ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۸ء میں لاہور میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ میاں محمد بخش صاحب کی دختر تھی۔ عربی فارسی کی نہایت اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور کئی ایک کتب تحریر کیں مگر جس کتاب کی وجہ سے مولوی نور احمد چشتی کو بقائے دوام کے دربار میں نشست ملی وہ یہ کتاب ہے۔ مقام مسرت ہے کہ اس کو انگریز حاکم مل گیا جو نہایت مشفق اور قدردان تھا جس کی وجہ سے اس کتاب کی تکمیل ہو گئی وہ لکھتا ہے۔

"اب ان ایام فرست انجام میں جناب خداوند نعمت آقائے نامدار عالی وقار قدردان اہل علم و ہنر مجموعہ اخلاق برگزیدہ آفاق صاحب فیض عمیم جناب مسٹر ولیم کولڈسٹریم صاحب عالیجاہ بہادر دام اقبالہ اسسٹنٹ کمشنر لاہور نے اس کمترین نور احمد چشتی کو حکم دیا کہ حالات عمارات و مزارات و مقابر و مساجد نواح لاہور مفصل تحریر کروں اگرچہ یہ کام نہایت دشوار تھا کیونکہ صدہا سال حالات بہم پہنچانے

خیلے مشکل تھے اور کمترین کا یہ حوصلہ نہ تھا کہ اس امر اہم کو شروع کرے مگر صاحب ممدوح کے عنایات بے نہایات نے مجھ کو یہ صلاح نہ دی کہ انکار کروں۔ علاوہ براں ارادہ صاحب ممدوح الوصف کا بھی محض واسطے رفاہ خاص و عام کے تھا کہ اس سے ہر ایک نفس کو اگاہی ہو جاوے اس واسطے فدوی نے بہ ہزار خوشی اس کام کے انجام کے واسطے کمر باندھی۔"

"واجب العرض ضروری بخدمت ناظرین با تمکین یہ ہے کہ بوقت تصنیف کتاب ہذا میاں غلام سرور صاحب مفتی ایک کتاب الموسوم بہ "خزینۃ الاصفیاء" چند مدت سے مشغول حالات اولیاء اللہ تصنیف کر رہے تھے اور اون کو با وجود سعی موفورہ اکثر حالات خصوصاً حال حضرات نواح لاہور دستیاب نہ ہوتے تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ کمترین کو منجانب حکام یہ حکم ملا ہے تو میرے پاس تشریف لا کر مظہر ہوئے کہ یہ حکم آپ کو ملا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مجھ غریب پر نہایت مہربانی کی ہے یعنی مدت سے متلاشی حالات نواحی لاہور کا تھا اور وہ دستیاب نہ ہوتے تھے کیونکہ حضرات سجادہ نشینان خدا جانے کس واسطے حال اپنا بیان نہیں کرتے۔ امیدوار ہوں کہ جب آپ کو بہ اقبال سرکار یہ حالات دستیاب ہوں تو آپ مجھ کو بھی نقل اون کی عنایت کریں تو نہایت شاکر رہونگا لہٰذا اس عاجز نے ان کو بخیال محبت کہا کہ بقول مرتضوی جَزَاءُ بُخْلٍ عِنْدَ اللهِ نَارٌ ہر چہ در بغداد ملک خلیفہ مگر بایں شرط کہ آپ میرے مسودات کی نقل صاف کر کے تحریر کر دیا کریں اور اُجرت لے لیا کریں اور جو جو حالات مطلوب ہوں بیشک اپنی کتاب میں مندرج کر لیں۔ سو انہوں نے قبول فرمایا اور تمام حالات نواحی لاہور اس کتاب سے لیکر اپنی کتاب میں درج کئے اور اس وجہ سے اکثر حضرات کی تاریخیں مصنفہ ان کی درج کتاب ہذا ہیں۔"

"تحقیقات چشتی" میں اندرون شہر لاہور سے باہر "بیرون آبادیات" کے مقابر، مساجد اور عمارات کے حالات درج ہیں، جو انہوں نے سرکاری حکام کے تحت سجادہ نشینان، موتیان او دیگر حضرات سے حاصل کئے مگر اندرون شہر کے مقامات کا وہ ذکر نہ کر سکے اس کی وجوہات وہ

یوں تحریر کرتے ہیں۔

"جناب ولیم کولڈسٹریم صاحب کا منشا تھا کہ بعد تحریر حالات نواح لاہور حال مکانات اندرونی شہر لاہور کا مرقوم ہو مگر افسوس کہ صاحب ممدوح کی تبدیلی شاہجہان آباد کیطرف ہوگئی۔ لاچار حالات بیرونی پر اکتفا کیا۔"

یہ کتاب لاہور کے لئے ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے کئی واقعات اور حالات درست تحریر نہیں گئے گئے۔ سنین کی غلطیاں ہیں مگر اس کے باوجود لاہور کے قدیم مقابرہ مساجد، مزارات باغات اور دیگر شاہی عمارات کے متعلق اس میں جو تفصیلات ملتی ہیں وہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتیں۔ کتاب ۱۸۶۵ء میں شائع ہوئی۔

یہ مورخ لاہور ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں فوت ہوا اور اپنے والد گرامی فخر الشعراء مولوی احمد بخش یکدل کے پہلو میں سلطان پورہ نزد کوچہ محمدی دفن ہوا۔ ان کے مزارات اب ایک اونچے چبوترے پر موجود ہیں مگر مرمت کا کوئی اہتمام نہیں۔

رائے بہادر کنہیا لال

لالہ کنہیا لال المتخلص بہ ہندی جلیسر ضلع ایٹہ میں پیدا ہوئے۔ ملازمت کے سلسلہ میں لاہور پہنچے اور اس سرزمین کے پانی نے ان میں تصنیف و تالیف کا ذوق پیدا کیا چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے مفتی غلام سرور لاہوری کی شاگردی اختیار کی۔ سرکاری ملازمت میں ترقی کے مختلف مدارج طے کرتے ایگزیکٹو انجینئر لاہور ڈویژن مقرر ہوئے اور سرکاری عمارات اور قدیم آثار از قسم مقابر اور مساجد کی مرمت کا کام بھی ان کے سپرد تھا جس نے بالآخر ان میں لاہور کا عشق پیدا کر دیا۔ لاہور کی بیشتر عمارات جو ابتدائی عہد انگلشیہ سے متعلق تھیں انہی کی زیر نگرانی تعمیر ہوئیں۔ ان میں ٹاؤن ہال، کنگ ایڈورڈ کالج(؟) ضلع کچہری، میو ہسپتال، گورنمنٹ کالج، گورنمنٹ ہاؤس وغیرہ کی عمارات مشہور ہیں نیز سرکار انگریزی کے زمانہ میں اس نے لاہور کی تاریخی اور شاہی عمارات مقبرہ جہانگیر، مقبرہ نواب علی مردان خاں، مقبرہ شرف النساء بیگم، مقبرہ نواب بہادر خاں، مقبرہ دائی انگہ و گلابی باغ، مقبرہ آصف خاں، مقبرہ شہزادہ پرویز، مقبرہ نواب نصرت خاں، اور مقبرہ حضرت الیشاں کی مرمت کی تھی۔ ان کی تصانیف کی تعداد کافی ہے لیکن ان میں جو مقام "تاریخ لاہور" کو ہے وہ کسی اور کو نہ مل سکا۔ اس کتاب میں انہوں نے

اولیائے لاہور کے حالات اپنے استاد مفتی غلام سرور لاہوری سے حاصل کئے جو ایسا مواد مولوی نور احمد چشتی سے حاصل کرتا تھا جیسا کہ آپ قبل ازیں پڑھ چکے ہیں۔

رائے بہادر کنہیا لال نے ۲۲ فروری ۱۸۸۸ء کو لاہور میں وفات پائی۔ آپ میونسپل کمیٹی لاہور کے بھی پریذیڈنٹ رہے ہیں۔

کتاب کی وجہ تالیف اس طرح بتاتے ہیں:۔

"بعض دوستان صداقت کیش و محبان محبت اندیش مکلف حال نیاز مآل ہوئے اور فرمایا کہ تم بہ فضل ربانی و تفقدات سبحانی تیس برس سے افسر و سرپرست محکمہ پارک ماسٹری ہو مکانات قدیمہ و جدیدہ و موجودہ شہر لاہور جیسا تم کو معلوم ہے کس کو نہیں۔ بڑی بڑی عمارتیں سرکاری جو فی الحال باعث زیب و زینت و فخر و افتدار شہر لاہور میں سب تمہارے ہاتھ سے تعمیر ہوئی ہیں۔ ایسی حالت میں نہایت ضروری ہے کہ ایک تاریخ ایسی شہر لاہور کی جس میں مفصل حالات مکانات قدیمہ و جدیدہ۔ اندرونی و بیرونی شہر ہوں لکھی جائے تاکہ یہ تاریخ و توالیف و تصانیف کی طرح تمہارے نام سے زمانہ ناپائدار میں یادگار رہے پس راقم نے بہ تعمیل فرمان محبان محبت عنوان کمر ہمت کے چست باندھ کر اس کا مسودہ لکھنا شروع کیا۔ اور بعد دریافت و تلاش ضروری حال ہر ایک مکان کا لکھ کر یہ مجموعہ بنایا۔ تاریخ لاہور نام رکھا۔"

شمس العلماء خان بہادر سید محمد لطیف۔ سیشن جج۔

سید محمد لطیف ۱۸۴۶ء میں سید محمد عظیم المتوفی ۲۷ جنوری ۱۸۸۵ء کے گھر دہلی میں پیدا ہوئے ان کے والد نے لاہور میں ۱۸۴۹ء میں ایک پریس قائم کیا جو پنجاب میں سب سے پہلا پریس تھا یہ پریس نولکھا آبادی کی ایک شاہی عمارت میں قائم کیا گیا تھا جہاں آپ ریلوے سٹیشن لاہور ہے وہاں یہ عمارت تھی۔ پریس کے ساتھ انہوں نے یہاں سے ایک انگریزی اخبار "لاہور کرانیکل" جاری کیا پھر انہوں نے بعد میں ایک اخبار "پنجابی اخبار" کے نام سے جاری کیا تو اس علمی ماحول میں سید محمد لطیف نے پرورش پائی۔ وہ شروع سے ہی بہت ذہین تھے۔ سید محمد لطیف نے تاریخ پنجاب ۱۸۹۱ء میں لاہور میں لکھی۔ تاریخ ملتان ۱۸۹۱ء میں اور اس کے انگریزی میں ہسٹری آف

پنجاب لکھی۔ ازاں بعد ۱۸۹۲ء میں تاریخ لاہور انگریزی میں لکھی اور ۱۸۹۶ء میں تاریخ آگرہ۔ ان علمی خدمات کی وجہ سے انگریزی سرکار نے ان کی خدمات کو سراہا اور ان کو خان بہادر اور شمس العلماء کے خطابات سے سرفراز کیا۔

ہسٹری آف لاہور

ان سب کتابوں سے ان کی تصنیف ہسٹری آف لاہور ایک ماخذ کی حیثیت حاصل کر چکی ہے جس میں اس نے لاہور کی تمام تاریخی اور شاہی آثار کی نشاندہی کی ہے نیز یہاں کے اولیائے کرام کے حالات بھی قلمبند کئے ہیں۔ اس سے قبل لاہور پہ کوئی ایسی کتاب انگریزی میں نہ تھی جس سے غیر ملکی اور ملکی حضرات مستفید ہوتے تو انہوں نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ کتاب تحریر کی اس میں صوفیائے کرام کے جو حالات درج کئے گئے ہیں وہ تقریباً تحقیقات چشتی اور خزینۃ الاصفیاء کی نقل ہیں۔ سید محمد عظیم کی قبر میانی قبرستان میں ہے جب سید محمد لطیف نے ۲۶ فروری ۱۹۰۲ء میں گوجرانوالہ میں انتقال کیا تو ان کو بھی قبرستان میانی میں دفن کیا گیا۔ اب ان کی قبر تکیہ نظام شاہ میانی میں واقع ہے۔ آخری عمر میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج۔ ممبر ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال اور فیلو پنجاب یونیورسٹی رہے۔

منشی محمد دین فوق

منشی محمد دین فوق مولوی لدھا خاں کے ہاں فروری ۱۸۷۷ء میں کوٹلی ہرنرائن ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ شروع سے ہی آپ کو شعر و شاعری کا شوق تھا۔ ۱۸۹۶ء میں لاہور چلے آئے اور یہاں کے مشاعروں میں شامل ہونے لگے جن میں حکیم شجاع الدین احمد۔ حکیم امین الدین نواب غلام محبوب سبحانی۔ خان احمد حسین خاں۔ میرزا ارشد گورگانی۔ میر ناظر حسین ناظم لکھنوی۔ شامل ہوتے تھے اور پھر ۱۸۹۲ء میں انہوں نے نواب فصیح الملک داغ کی شاگردی اختیار کر لی تھی۔ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے اخبار "پنجہ فولاد" جاری کیا جو ۱۹۰۵ء میں بند ہو گیا۔ ۱۹۰۶ء میں انہوں نے ایک ماہوار رسالہ "کشمیری میگزین" جاری کیا جو ۱۹۲۴ء میں بند ہو گیا جہاں آپ ایک نعت گو شاعر تھے وہاں آپ ایک کامیاب اخبار نویس بھی تھے۔ انہوں نے بے شمار کتابیں تصنیف کی ہیں جو تقریباً ایک سو کے لگ بھگ ہیں۔ آپ نے اپنے آبائی وطن میں ۱۳۶۲ھ

مطابق ۱۹۴۵ء میں وفات پائی۔ جو کتابیں آپ نے لاہور پر تالیف کیں۔ ان کی تفصیل اس طرح ہے

۱۔ تاریخ شالامار باغ :

لاہور کی کتابوں میں سب سے پہلے یعنی ۱۹۱۰ء میں فوق صاحب نے یہ کتاب لکھی جس میں شالامار باغ کی تاریخ دی گئی ہے۔

۲۔ تذکرۃ العلماء والمشائخ لاہور

فوق صاحب نے یہ کتاب ۱۹۲۰ء میں تحریر کی جس میں لاہور کے اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کے تذکار ہیں۔

۳۔ مکمل سوانح عمری داتا گنج بخش

یہ کتاب آپ نے ۱۹۱۴ء میں شائع کرائی تھی اور پھر ۱۹۲۰ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ اس کتاب میں حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری کی سوانح حیات تحریر کی گئی ہے۔

۴۔ یادِ رفتگاں۔

اس کو تذکرہ صوفیائے لاہور بھی کہا جاتا ہے۔ فوق صاحب نے اس چھوٹی سی کتاب میں کچھ بزرگانِ لاہور کا ذکر کیا ہے۔ اِن سب اولیاء اور بزرگان کا ذکر تحقیقات چشتی۔ حدیقۃ الاولیاء اور خزینۃ الاولیاء میں بھی ملتا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی۔

۵۔ لاہور عہدِ مغلیہ میں۔

یہ کتاب لاہور میں ۱۹۲۷ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ اس میں صوبیدارانِ لاہور کا ذکر ہے چند ایک صوفیاء کا ذکر ضمناً آگیا ہے۔

۶۔ مآثرِ لاہور (چار جلدوں میں) (باغات و مزارات)

فوق صاحب نے اپنی زندگی میں لاہور کے باغات۔ مزارات اور مقابر و مساجد کے متعلق کافی مواد اکٹھا کیا تھا مگر وہ آپ کی حیات میں زیورِ طباعت سے آراستہ نہ ہو سکا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے دوست مولوی محمد عبداللہ قریشی نے اس مسودہ کو صحیح طور پر ترتیب دیا۔ کئی مقامات پر ایزادی کی اور پھر اس کو "نقوش" کے لاہور نمبر میں شائع کرایا جو کہ فروری ۱۹۶۲ء

میں شائع ہوا تھا۔

تحقیقات چشتی کے بعد منشی محمد دین فوق نے جو کتب تحریر کی ہیں ان میں تحقیق کا کافی عنصر موجود ہے۔ وہ بذاتِ خود مزارات پر جاتے اور پھر مضامین کی تکمیل کرتے۔

پیر غلام دستگیر نامی۔

نامی مرحوم ۲۲ جمادی الآخر ۱۳۰۵ھ مطابق یکم مئی ۱۸۸۸ء میں رتہ پیراں ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام پیر حامد شاہ تھا آپ کے نانا پیر غلام محی الدین شاہ حضرت شیخ چوہڑ بندگی سہروردی لاہوری کی اولاد سے تھے۔ ابتدائے عمر میں ہی اپنے والد کے ہمراہ لاہور چلے آئے اور یہاں ان کے مکان واقع محلہ چلہ بیبیاں اندرون موچی دروازہ اقامت گزین ہوئے۔ قرآن مجید انھوں نے مولانا محمد بخش بلبل برادر مولانا غلام دستگیر قصوری سے پڑھا ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد سکول میں داخلہ لیا اور بعداز فراغت تعلیم سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ آپ کو شروع سے ہی تاریخ سے کافی شغف تھا۔ دوران ملازمت اور اس کے بعد آپ نے بے شمار کتب تحریر کیں اور کئی کتابوں کے ترجمے کئے۔ ایسی کتب جو لاہور سے متعلقہ ہیں ان میں تاریخ جلیلہ۔ بزرگان لاہور۔ سوانح غازی علم الدین شہید۔ حیات شاہ ابوالمعالیؒ لاہوری۔ حیات شاہ محمد غوثؒ لاہوری۔ حیات حضرت میاںؒ میر۔ بیبیاں پاکدامن وغیرہ ہیں۔ نامی نے اپنے بزرگان کا تذکرہ لکھ کر ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے اور عظیم قدیم قلمی تبرکات اور نوادرات کو ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا۔ وفات ۷ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۶۱ء اپنے مکان واقع محلہ چلہ بیبیاں میں ہوئی اور آپ کو دفن اپنے آبائی قبرستان واقع رتہ پیراں میں حضرت قلندر شاہ کے پائین مزار کیا گیا۔

پیر غلام دستگیر نامی نے اس کتاب میں اپنے اکابر اور بزرگان کے سوانح اور کارنامے تحریر کئے ہیں۔ لاہور میں اس علمی خاندان کے سربراہ حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی سہروردی تھے جو عہد لودھیاں کے بزرگ ہیں۔ آپ نے اس کتاب میں لاہور شہر کو "دیار جلیل" کے نام سے یاد کیا ہے۔ اس کتاب کا نقش اول ۱۹۳۷ء میں اور ۱۹۶۰ء میں اس کا نقش ثانی شائع ہوا۔ خاندانِ جلیلہ کی تاریخ میں یہ کتاب سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کی افادیت اس امر

سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس میں سلسلہ سہروردیہ کے لاہور میں سب سے قدیم مبلغ اور داعی کے خلفائے کرام کے حالات بھی درج کئے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا معرکہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بزرگوں کے قلمی نسخے زیور طباعت سے آراستہ کرائے جن میں تذکرہ قطبیہ۔ تذکرہ حمیدیہ۔ قصائد قلندری۔ دیوان قلندر شاہ (فارسی)۔ نامہ مراد۔ ماہ ریان (فارسی)۔ گلزار فارسی یعنی دیوان سلطان حمید الدین حاکم۔ مثنوی مراد العاشقین فارسی از پیر مراد شاہ۔ اذکار قلندری (فارسی) از پیر فرح بخش فرحت بہت معروف ہیں۔ تعجب خیز امر یہ ہے کہ ان نادر و نایاب کتابوں کو شائع کرا کے مختلف تقسیم کیا۔

۲۔ بزرگان لاہور۔

یہ کتاب اگست ۱۹۶۲ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اس میں تقریباً ایک سو پچاس بزرگان لاہور کا تذکرہ ہے یہ کتاب زیادہ تر خزینۃ الاصفیاء مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری کی نقل ہے۔ پرانے تذکروں میں شاید پانچ نئے بزرگان کا ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ حیات شاہ ابو المعالی لاہوری۔

نامی صاحب کی یہ تالیف ۱۹۶۰ء کی یادگار ہے۔ یہ ایک مختصر سا کتابچہ ہے جس میں حضرت شاہ ابو المعالی قادریؒ کے حالات احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

حیات شاہ محمد غوثؒ لاہوری۔

یہ کتاب ۱۹۶۲ء کی تصنیف ہے۔

۵۔ حیات حضرت میاںؒ میر لاہوری۔

پیر غلام دستگیر نامیؔ نے یہ چھوٹا سا کتابچہ ۱۹۵۸ء میں تحریر کیا تھا۔

۶۔ سوانح غازی علم الدین شہید۔

اغلباً یہ سب سے پہلے غازی موصوف کے متعلق بڑی کتاب ہے جس میں ان کے حالات زندگی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

۷۔ بیبیاں پاک دامنؒ

یہ کتاب بھی خاندان جلیلہ کے متعلق ایک ناقابل تردید حقیقت پر مبنی ہے جس میں حضرات

بی بی پاک دامناں دختران حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ لاہوری کے واقعات درج ہیں۔

۸۔ سید ہاشمی فرید آبادی

سید ہاشمی قصبہ فرید آباد (نزد دہلی) ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ والد میر احمد شریف تھے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایم اے او کالج علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ ہاشمی صاحب نے اس زمانہ میں جب کہ جنگ بلقان شروع تھی حکومت برطانیہ کے خلاف چند نظمیں لکھیں جن کی پاداش میں انگریزی حکومت کے مجبور کرنے پر ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد نے جو اس زمانہ میں کالج کے پرنسپل تھے ان کو سرٹیفیکیٹ دے کر کالج سے نکال دیا۔ چنانچہ آپ حیدر آباد دکن پہنچے اور وہاں عثمانیہ یونیورسٹی میں بحیثیت مترجم نوکری کر لی۔ ۱۹۲۹ء میں وہاں سے ریٹائر ہوئے تو انجمن ترقی اُردو (ہند) کے جائنٹ سکریٹری مقرر ہوئے قیامِ پاکستان کے بعد بھی آپ اس انجمن کے جائنٹ سیکرٹری تعینات رہے انہوں نے بے شمار کتابیں تصنیف کی ہیں۔ بہت سی انگریزی کتابیں ترجمہ بھی کیں۔

مآثر لاہور

یہ کتاب ہاشمی صاحب نے ۱۹۵۶ء میں لکھی کتاب دورِ غزنویہ سے متعلق ہے جس میں اس قدیم شہر کے متعلق قدیم کتب کے حوالے سے اس زمانہ کی سیاسی اور مذہبی زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے خود لکھتے ہیں کہ لاہور پر آج تک کئی تاریخیں اور تذکرے تصنیف ہو چکے ہیں مگر قدیم تاریخ پر تاریکی کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ تاریخ کی بجائے اس کو تذکرہ کہنا زیادہ مناسب ہے اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے میں لاہور کے اربابِ سیف وسیاست کا ذکر کیا گیا ہے اور دوسرے میں صاحبانِ علم و قلم کا بہت سے بزرگانِ دین کا تذکرہ کیا گیا ہے غرضیکہ یہ کتاب مصنف نے نہایت عرق ریزی اور جانفشانی سے لکھی ہے اور قدیم لاہور پر اپنی طرز کی واحد کتاب ہے۔

آپ نے لاہور کی چند اہم شخصیتوں پر بھی تنقیدی مضامین لکھے ہیں جن میں حضرت داتا گنج بخشؒ امیر ایاز۔ ابوالفرج رونی۔ قطب الدین ایبک وغیرہ شامل ہیں۔ دائرۃ المعارف پنجاب یونیورسٹی میں داتا گنج بخشؒ پر ایک جامع مقالہ شامل ہے۔

وفات ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں ہوئی اور قبرستان ماڈل ٹاؤن میں مدفون ہوئے۔

۱۰ محمد لطیف ملک ایم اے

ملک صاحب موصوف نے ایک کتاب "اولیائے لاہور" کے نام سے لکھی ہے۔ جس میں السٹھ ۵۹ بزرگان لاہور کا ذکر ہے یہ کتاب تحقیقات چشتی سے استفادہ ہے کسی نئے بزرگ کے حالات زندگی نہیں دیئے گئے۔ یہ کتاب ملک صاحب نے ۱۹۶۲ء میں تالیف کی فارسی اور اردو کا مطالعہ بڑا وسیع تھا "تحفہ قادریہ" مصنفہ حضرت شاہ ابو المعالی قادری لاہوری کا اردو میں ترجمہ کیا مگر ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکا۔ بہت سی فارسی کتابوں کے اردو میں ترجمے بھی کئے نیز پامسٹری کی کتب کے بھی ترجمے کئے۔ فوائد الفواد کو محکمہ اوقاف کی طرف سے آپ نے ایڈٹ کیا تھا۔ ملک صاحب "لسانی اصطلاحات" کے بورڈ" کے دفتر میں ملازم تھے اور محلہ ڈاھر مرنگ میں رہائش پذیر تھے وفات ۱۹۶۷ء میں ہوئی اور قبرستان میانی میں دفن کیا گیا۔

مولوی شمس دین تاجر کتب نادرہ زیر مسلم مسجد لاہور کی دکان پر اُن سے اکثر نشست رہتی تھی جہاں ڈاکٹر فقیر محمد فقیر۔ بشیر حسین ناظم۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری سے ملاقات رہتی تھی۔

۱۱ محمد وارث کامل

آپ نجیب آباد کے رہنے والے تھے بڑے فاضل اور ادیب تھے نیز اخبار نویسی کے ماہر نہایت سنجیدہ۔ متین اور صلح کل بزرگ تھے۔ طبیعت کے خاموش تھے قیام پاکستان سے قبل "مدینہ" بجنور کے ایڈیٹر تھے اور اس کے بعد لاہور چلے آئے یہاں روزنامہ "زمیندار" اور پھر ہفتہ وار "چٹان" میں کام کرنے لگے۔ آخری عمر میں ایک رسالہ "فروغ اسلام" جاری کیا۔ کئی کتابوں کے مصنف اور مترجم تھے۔

(الف) تذکرہ اولیائے لاہور۔

یہ کتاب مولف کی وفات کے بعد ۱۹۶۳ء میں کراچی سے شائع ہوئی۔ مقدمہ لیفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید نے تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "مولانا وارث نے ۱۲۰ اولیائے کرام کا حال بیان کیا ہے۔ ان ناموں کو یکجا کرنے میں انھوں نے یقیناً بہت زحمت اٹھائی ہوگی کیونکہ اتنے نام کسی ایک تذکرہ میں بھی نہیں ملتے۔ صاحب تذکرہ صوفیائے

پنجاب نے صرف ۹۶ نام گنوائے ہیں حالانکہ اس میں تمام پنجاب کے صوفیا کا ذکر ہے۔ محمد لطیف ملک کے اولیائے لاہور میں صرف ۵۹ اولیاء کا ذکر کیا ہے ظاہر ہے کہ مولانا محمد وارث کامل کا کارنامہ بڑا مفصل اور جامع ہے اور اکمل بھی"

یہ کتاب بھی مکمل طور پر تحقیقات چشتی۔ خزینۃ الاصفیاء اور حدیقۃ الاولیاء کی نقل ہے کسی نئے بزرگ کے احوال زندگی اور کارنامے تحریر نہیں کئے گئے۔

(ب) داتا گنج بخشؒ

مولانا کامل کا یہ ایک چھوٹا سا کتابچہ ہے جو تقریباً ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اس میں تصوف اور اس کا تاریخی پس منظر، شریعت اولیاء اللہ کی نظر میں۔ صوفیائے کرام کے اصول زندگی۔ حضرت شیخ اسماعیل بخاریؒ۔ حضرت میر حسین زنجانیؒ۔ آل سبکتگین کا علمی دور۔ داتا کے آستانے پر حضرت علی کے ہمعصر مشائخ۔ غزنی اور لاہور کا سیاسی پس منظر۔ حضرت داتا گنج بخش کا ورود لاہور اور آپ کے ارشادات کے عنوانات سے کتاب تحریر کی گئی ہے۔ کتاب ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی تھی۔

وفات ۱۹۶۰ء ۱۲ اکتوبر میں بمقام لاہور ہوئی اور قبرستان میانی میں مدفون ہوئے

۱۲- محمد دین کلیم

والد گرامی حضرت میاں شہاب الدین قادری المتوفی ۱۹۶۵ء ابن حضرت میاں قاضی رحمت اللہ قادری المتوفی ۱۸۸۵ء ابن قطب وقت حضرت قاضی محمد بخش قادری المتوفی ۱۸۵۶ء ہیں۔ اگست ۱۹۱۷ء میں موضع دلیل پور ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد ہندوستان کے وسیع علاقہ کی سیر و سیاحت برائے حصول تعلیم وغیرہ کی جن میں کلکتہ۔ پٹنہ۔ گیا۔ پھلواری شریف۔ بنورہ۔ کھگول۔ آگرہ۔ دہلی۔ لکھنؤ۔ فتح پور سیکری آسنول۔ سہارن پور۔ کلیر شریف کے علاوہ کراچی۔ ملتان۔ پشاور اور راولپنڈی وغیرہ ہیں۔ بے شمار شیوخ زمانہ سے استفادہ کیا اور جب لاہور میں مستقلاً اقامت گزینی اختیار کی تو اس شہر سے بے پناہ عشق و اُنس ہو گیا چنانچہ اس کی قدیم تاریخ۔ آثار۔ مساجد۔ مقابر اور دیگر شاہی عمارات پر کام کرنا شروع کیا۔ اس شہر دلربا پر عجیب و غریب انداز فکر سے تحریر کرنا شروع

کیا۔ تقریباً ایک سو پچیس سے زائد کتابیں۔ مقالہ جات اور خصوصی نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ ساٹھ سے زائد مسودات تیار ہیں۔ یہ سب کتابیں، مقالہ جات، مضامین اور خصوصی نمبر مدینۃ الاولیاء لاہور کے کسی نہ کسی گوشے کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس قدر لاہور پہ کام آج تک کوئی نہ کر سکا۔ اور یہ صرف عشق جنون اور دیوانگی کا مظہر ہے۔ تصنیفات کی فہرست اس کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔ یہاں صرف چند ایک کتب اور مختلف جرائد و رسائل کے خصوصی نمبروں کی تفصیل دی جاتی ہے۔

۱۔ لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں۔
۲۔ لاہور کے اولیائے چشت۔
۳۔ لاہور کے اولیائے سہرورد۔
۴۔ تذکرہ مشائخ قادریہ۔
۵۔ مدینۃ الاولیاء لاہور۔ ۶۔ سوانح حیات حضرت پیر مکی لاہوریؒ۔
۷۔ سوانح حضرت عبداللہ شاہ بلوچ قادری مزنگویؒ۔
۸۔ سوانح حضرت جان محمد حضوریؒ لاہوری۔
۹۔ سوانح حضرت سید میر محمود شاہ لاہوریؒ
۱۰۔ سوانح حضرت شاہ چراغ گیلانی لاہوریؒ۔
۱۱۔ سوانح شیخ محمد سلطان نقشبندی کاشمیریؒ لاہوری۔
۱۲۔ سوانح شاہ ابو اسحاق قادریؒ مزنگوی۔
۱۳۔ حضرت بی بی پاکدامناں کی تاریخی حیثیت۔ ۱۴۔ غزنوی عہد کے لاہوری صوفیاء و علماء۔
۱۵۔ سوانح حضرت گھوڑے شاہؒ بخاری لاہوری۔
۱۶۔ مرکز علوم اسلامیہ لاہور اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ۔
۱۷۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا لاہور سے روحانی تعلق۔
۱۸۔ لاہور کے قرآنی نوادرات۔ ۱۹۔ مدینۃ الاولیاء لاہور اور حضرت مجدد الف ثانیؒ۔
۲۰۔ لاہور کے قدیم دینی مدارس۔ ۲۱۔ امام اہلسنت شاہ احمد رضا خانؒ کا لاہور پہ فیضان۔
۲۲۔ لاہور کی تاریخی مساجد جن کا اب نام و نشان تک باقی نہیں ہے۔

۲۳- لاہور میں موسم بہار کی رنگینیاں۔

۲۴- رئیس البلاد لاہور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منسوب تبرکات۔

۲۵- لاہور میں عرس غوث الاعظمؒ کی تقریبات و جلوس۔

۲۶- لاہور میں عید میلادالنبیؐ کی تقریبات و جلوس

ملازمت لاہور میونسپل کارپوریشن۔ لاہور امپروومنٹ ٹرسٹ (واٹر ونگ) اور لاہور ڈیولپمنٹ اتھارٹی میں کی۔ اور اکاونٹس آفیسر کے عہدے پر نہایت اعزاز سے ۱۹۷۵ء میں ریٹائر ہوئے۔

سلاطین اور مغلیہ عہد میں لاہور میں شاہی عمارات کے علاوہ بے شمار مقابر۔ مساجد اور باغات تعمیر ہوئے مگر خاندان مغلیہ کے زوال پر جہاں حکومت کی مرکزی حیثیت تباہ ہو کر رہ گئی وہاں علاقائی حکومتیں بھی انتشار کا شکار ہو گئیں۔ پنجاب بالخصوص لاہور بھی افراتفری کا شکار ہو کر رہ گیا۔ سکھوں نے شاہی عمارات کے علاوہ اولیائے کرام کے مقابر سے بھی ناروا سلوک اختیار کیا اور ان کو ویران کرنے میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی۔ بیشتر کے نشانات ہی صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔

۱- عہدِ حکومت سہ حاکمان لاہور (لہنا سنگھ۔ گوجر سنگھ اور سوبھا سنگھ) ۱۷۶۵ء سے ۱۷۹۹ء
۲- انگریزی حکومت کا لاہور پہ قبضہ ۱۸۴۹ء اور اختتام حکومت ۱۹۴۷ء۔
۳- عہد رنجیت سنگھ ۱۷۹۹ء سے ۱۸۳۹ء بعد کے سکھ حاکم ۱۸۳۹ء سے ۱۸۴۹ء۔

جہاں سکھوں نے لاہور کے اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کے مزارات اور مقابر سے ناروا سلوک کیا وہاں انگریز بھی ان سے کم نہ رہے اور انہوں نے بھی بے شمار عمارات۔ مقابر اور مساجد کو تباہ و برباد کر کے ان پر اپنی عمارات تعمیر کر لیں۔

ایسے مقابر جن میں عہد سکھاں میں گولہ بارود رکھا جاتا تھا اور کوئی شخص فاتحہ خوانی تک نہ کر سکتا تھا یہ ہیں:

مقبرہ حضرت شاہ چراغ گیلانیؒ۔ مقبرہ حضرت ایشاں نقشبندیؒ۔ مقبرہ حضرت سید عبدالرزاق مکیؒ (نیلہ گنبد)۔ مقبرہ سید بدرالدین شاہ عالم بخاریؒ کے ساتھ جو وسیع باغ۔ کنواں اور دیگر آثار تھے

ان کو مٹا دیا گیا اور اس کی جگہ حویلی راجہ سوچیت سنگھ تعمیر ہوئی ۔ مقبرہ حضرت شاہ شرف المتوفی ۱۱۹۲ھ رنجیت سنگھ نے اپنے دورِ اقتدار میں مسمار کرایا۔ ہُوا یوں کہ جب شہر کے گرداگرد خندق بننے لگی اور دوسرے دروازوں کی تعمیر شروع ہوئی تو چونکہ مقبرہ بالکل دروازے کے پاس باہر کی طرف تھا اِس لئے اس کو مسمار کروا دیا ۔ بعد ازاں فقیر عزیزالدین کی معرفت ان کی نعش موجودہ گھوڑ ہل کے قبرستان کے عقب میں بنک اسکوائر میں دفن کر دی گئی ۔ مقبرہ کے ساتھ مسجد بھی منہدم کر دی گئی ۔ زاں بعد مقبرہ اور مسجد کا تمام قیمتی پتھر امرتسر گوردوارہ کے لئے بھیج دیا گیا ۔ کہتے ہیں کہ یہ مقبرہ لاہور کے نفیس ترین مقابر میں سے ایک تھا جس پر سنگِ مرمر اور دیگر قیمتی پتھر کا بہت استعمال کیا گیا تھا ۔ حضرت سید عبدالرزاق مکی سہروردی (نیلہ گنبد) کے مقبرہ میں بکرہ بارود پڑا رہتا تھا اور مسجد میں لوہار اہنی کو پیٹتے تھے مسجد کے صحن میں گولہ بارود اور اسلحہ بنانے کا کارخانہ قائم تھا مزارات تکیہ ایلی والا (نیو آنارکلی - آبکاری روڈ) جس میں خاندان سادات گیلانیہ کی قبور ہیں ان کا بھی سارا قیمتی پتھر از قسم سنگِ مرمر نوچ لیا گیا نیز ایک سنگ مرمر کا گنبد تھا جسے رنجیت سنگھ نے گروا دیا تھا ۔ مقبرہ حضرت شاہ محمد غوث گیلانی قادری بیرون دہلی دروازہ کو بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا گیا ۔ بلکہ کنور نونہال سنگھ نے تو فیصلہ کر دیا تھا کہ لاہور کی خندق سے آدھ آدھ میل باہر کی طرف تمام مقابر ۔ مساجد اور مکانات گرا دیئے جائیں اور وسیع میدان کی شکل دے دی جائے چنانچہ اس جگہ بھی مسجد شہید کر دی ۔ چار دیواری مسمار کر دی اور مزار تک ان کا ہاتھ پہنچا تو قدرتِ خدا کی کنور نونہال سنگھ بمعہ میاں اودھم سنگھ ڈوگرہ اس دن قلعہ کی ایک دیوار کے گرنے سے نیچے آکر مر گیا ۔ مقبرہ حضرت ایشان نقشبندی بیگم پورہ میں سکھوں کے عہدِ جبر و استبداد میں بارود بھری رہتی تھی اور مقفل رہتا تھا نیز اس کو کافی نقصان پہنچایا گیا ۔ مزار کا تعویذ اُتار لیا نیز جس قدر سنگِ مرمر تھا وہ بھی اکھاڑ لیا گیا ۔

مقبرہ حضرت میاں میرؒ قادری پر رنجیت سنگھ بذاتِ خود لیلی گھوڑے پر سوار ہو کر بمعہ اعیان سلطنت چڑھ دوڑا تاکہ اس کو بھی تاخت و تاراج کر کے اس کے قیمتی پتھر نوچ لے ۔ مگر ابھی اس کی گھوڑی مقبرہ کی چار دیواری سے باہر ہی تھی کہ وہ بہ ایماء ربانی ایسی گری کہ رنجیت سنگھ اوندھے منہ گرا اور اس کو سخت چوٹیں آئیں چنانچہ اس نے یہ کہہ کر اس خانقاہ معلی کو تہس نہس نہیں،

کرنے سے روکا کہ یہ شہنشاہوں کا پیر ہے لہٰذا مجھے بھی ان کی عزت و تکریم کرنی چاہیئے ۔
حضرت شیخ محمد طاہر بندگی قادری المتوفی ۱۰۴۰ھ مطابق ۱۶۳۰ء کے مقبرہ اور مدرسہ کو بھی سکھ غارت گروں نے کافی نقصان پہنچایا۔ مقبرہ حضرت شیخ محرم نقشبندی المتوفی ۱۰۷۶ھ میں قبور گرا دیں گئیں اور مقبرہ میں بارود بھر کر اس کے حسن و جمال کو ختم کر دیا گیا۔ عہد انگریز میں یہاں سوڈا واٹر فیکٹری قائم کر لی گئی نیز ارد گرد دو ویرانڈہ تعمیر کر کے اس میں ایک انگریز نے رہائش اختیار کر لی مقبرہ شاہ بیروالی چشتی کو بھی سکھوں نے بہت نقصان پہنچایا۔ مقبرہ کے ساتھ ملحقہ باغیچہ ویران کر دیا گیا بلکہ کنوئیں کی اینٹیں بھی نکال لی گئیں ۔ مقبرہ حضرت ملا شاہ بدخشانی جو شہزادہ دارا شکوہ نے اپنے پیر و مرشد کے وصال کے بعد تعمیر کرایا تھا اس کو ویران کر دیا گیا۔ سنگ مرمر کا تعویذ قبر۔ سنگ مرمر کی سلیں۔ سنگ موسٰی۔ سنگ ابری۔ سنگ سرخ کے تمام قیمتی پتھر اکھڑوا لئے گئے اور ان کو امرتسر گوردوارہ میں بھیج دیا گیا۔ مقبرہ حضرت خواجہ بہاری قادری واقع میانمیر کا تمام سنگ مرمر اور دیگر قیمتی پتھر لیا گیا۔ نیز مقبرہ نیت سنگھ کے ایک فرانسیسی جرنیل ایوی ٹیبل نے ... کو اپنی رہائش گاہ بنا لیا۔

جب راجہ سوچیت سنگھ جموں سے لاہور آیا تو خانقاہ حضرت میاں وڈا میں فروکش ہوا بقول رائے بہادر کنہیا لال مصنف تاریخ لاہور۔ سکھی فوج نے راجہ ہیرا سنگھ کے حکم سے اس پر حملہ کیا اور وہ مارا گیا۔ خانقاہ کی دیواریں توپوں کے گولوں سے مسمار ہو گئیں۔ خانقاہ کے بہت درویش مارے گئے۔ غرضیکہ کہاں تک ان بربادیوں اور تباہ کاریوں کا ذکر کیا جائے۔ رائے بہادر کنہیا لال ایگزیکٹو انجینئر لاہور ڈویژن مؤلف تاریخ لاہور لکھتا ہے۔

"جہاں پہلے بیرونی آبادیاں آباد تھیں اور خشت فروشان شہر نے ان کی دیواروں کی اینٹوں نکال کر مغاک بدستور چھوڑ دیئے تھے ہر چند چالیس سال تک بیرونی آبادیوں کی بنیادیں سکھی عہد میں کھودی گئیں اور بیس برس تک انگریزی عہد میں کھدتی رہیں مگر اینٹیں ختم نہ ہوئیں۔ آخر صاحبان انگریز نے بڑے بڑے مغاک بند کرا کر حکم دے دیا کہ کوئی شخص زمین سے اینٹ نہ نکالے۔ کشمیر کے ملک سے جو آفت زدہ کشمیری آئے وہ لاہور میں آ کر اینٹوں کے کھودنے اور بیچنے میں

مشغول ہو کر لکھ پتی بن گئے اکثر اینٹیں کھودنے کے وقت ان کو دفینے بھی حاصل ہوتے رہے۔"

غور فرمائیں کہ ایک غیر مسلم مورخ کس طرح ان مقابر اور مزارات کی ویرانی اور تباہی کا منظر پیش کر رہا ہے کہ الامان والحفیظ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بے شمار مزارات و مقابر کا قیمتی پتھر اور سنگِ مرمر اتار لیا گیا اور بے شمار مزارات کو صفحۂ ہستی سے ہی مٹا دیا گیا جن کا اب نام و نشان تک نہیں ملتا۔ مقابر میں سنگِ مرمر کا فرش۔ تعویذ۔ چبوترے۔ جالیاں۔ چوکھٹیں۔ دروازے تک اکھاڑ لیے گئے۔ سکھوں کے مظالم کی داستان بہت طویل ہے یہاں صرف مزارات پر ان کے جبر کے واقعات بتانے مقصود تھے مگر افسوس کہ آج بعض مسلمان کہلانے والے رنجیت سنگھ کی تعریفوں کے پل باندھ رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

اب عہد غزنویہ سے قیامِ پاکستان تک ہر عہد کے مختصراً برگزیدہ ہستیوں اور بزرگانِ دین کے اسمائے گرامی تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ ہر قرن اور زمانہ کے بزرگوں کا پتہ چل سکے کہ کس کس عہد میں یہ صوفیائے کرام رشد و ہدایت اور تلقین و ارشاد میں لاہور میں سرگرمِ عمل رہے۔

۱۔ ہندو شاہیہ عہد ۱۰۱۴ء تک ۔ حضرت سید محمد اسماعیل محدث بخاریؒ۔

۲۔ غزنوی عہد ۱۰۱۴ء سے ۱۱۸۶ء ۔ ابوالنجم شیخ ایازؒ۔ حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوریؒ۔ شیخ احمد حمادیؒ سرخسی۔ شیخ ابوسعیدؒ ہجویری۔ امام خطیر الدینؒ۔ پیر از غیبؒ۔ پیر بہاون بہشتیؒ۔

۳۔ خاندانِ غلاماں ۱۱۸۶ء سے ۱۲۸۹ء ۔ شاہ سروانی چشتیؒ۔ حضرت سید شاہ یعقوبؒ صدر دیوان سید صوف سہروردیؒ۔ شیخ اسحاق گازرونیؒ المعروف بہ میراں بادشاہ۔ حضرت سید موسیٰ زنجانیؒ۔ حضرت میراں حسینؒ زنجانی۔ حضرت سید احمد توختہ ترمذی۔ حضرت سید عزیز الدین المعروف بہ پیر مکی۔ پیر بلخیؒ۔ سید سربلندؒ۔ پیر ذکیؒ۔ سید مصطفےٰ

پیر ہادی رہنما ۔

۴ - خلجی خاندان ۱۲۸۹ء سے ۱۳۲۱ء = بیبیاں پاکدامنؒ ۔

۵ - تغلق خاندان ۱۳۲۱ء سے ۱۴۱۴ء = حضرت پیر شیرازیؒ ۔ حضرت پیر بھولاؒ

۶ - سادات خاندان ۱۴۱۴ء سے ۱۴۴۵ء = حضرت شاہ کاکو چشتیؒ ۔

۷ - لودھی خاندان ۱۴۴۵ء سے ۱۵۲۶ء = حضرت مفتی شیخ محمد قریشی سہروردیؒ ۔
شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی سہروردیؒ ۔ شیخ سادھا
المعروف بہ شاہ ہاولی سہروردیؒ ۔ سید بایزید ہاشمی
سہروردی ۔ شیخ جلال گوجر سہروردی ۔ پیر ڈھل سہروردی
شیخ عثمانؒ المعروف شاہ جھولا سہروردیؒ ۔ شیخ
موسیٰ آہنگرؒ ۔ شاہ فیروز گیلانیؒ ۔

۸ - ظہیر الدین بابر ۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۰ء = سید عبدالخالق (سید سر)

۹ - نصیر الدین ہمایوں ۱۵۳۰ء سے ۱۵۴۰ء حضرت سید عبدالقادرؒ ثانی گیلانی ۔ حضرت سید
۱۵۵۵ء سے ۱۵۵۶ء محمود حضوری قادریؒ ۔

۱۰ - سُوری خاندان ۱۵۴۰ء سے ۱۵۵۵ء = حضرت شیخ اسحاق کاکو چشتیؒ ۔

۱۱ - جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء = شیخ حسام الدینؒ سبز نقشبندی ۔ شیخ حسام الدین
سرخ نقشبندی ۔ سید جھولی شاہ المعروف بہ
گھوڑے شاہ بخاری ۔ سید میراں محمد شاہ المعروف بہ
موج دریا بخاری سہروردی ۔ شیخ حسن کنجد گر
معروف بہ حسّو تیلی سہروردی ۔ میاں مونگر مجذوب
نستی مجذوب ۔ شیخ یوسف مجذوب ۔ سید بہادل شاہ
گیلانی المعروف بہ بہادل شیر ۔ سید اسماعیل گیلانی ۔
شیخ ابو اسحاق قادری ۔ سید میر میراں گیلانی ۔ سید
صوفی گیلانی (تکیہ املی والا) ۔ سید کامل شاہؒ ۔

شیخ مادھو لال حسینؒ۔

۱۲- نور الدین محمد جہانگیر ۱۶۰۵ء سے ۱۶۲۷ء : شیخ محمد سلیم چشتی صابری۔ سید جلال الدین سہروردی
پیر سیدن شاہ ولی۔ شاہ شمس الدین قادری۔ سید
عبدالقادر ثالث گیلانی۔ شاہ ابوالمعالی قادریؒ۔
ملا ابراہیم رُدحی قادری۔ شیخ موسیٰ کھوکھرؒ
نتھے شاہ دیوان قادریؒ۔

۱۳- شہاب الدین شاہجہان صاحبقران ۱۶۲۷ء سے ۱۶۵۸ء : شیخ محمد طاہر بندگی قادریؒ۔ حضرت
خواجہ خاوند محمودؒ المعروف بہ حضرت ایشاں نقشبندیؒ
شیخ حامد نقشبندیؒ۔ حاجی شیخ جان اللہ چشتی۔ حاجی
عبدالکریم چشتی۔ شیخ عبدالخالق چشتی صابری۔ شیخ
عارف چشتی۔ شیخ الاسلام مفتی عبدالسلام سہروردی
شیخ شہاب الدین نہرا سہروردی۔ حضرت شاہ جمال
سہروردی قادری۔ سید بدرالدین شاہ عالم۔ سائیں
دُودے شاہ۔ جلال خاموش مجذوب۔ حضرت خواجہ بہاری
قادری۔ حضرت میاں میر ملا وقی قادری۔ حضرت شاہ بلاول
قادری۔ شاہ عبدالغنی قادریؒ۔ پیر مسکین شاہ حاجی قادری
سید جان محمد حضوریؒ۔ حضرت شاہ چراغ گیلانی۔ حضرت
ملا شاہ بدخشانی قادریؒ۔

۱۴- محی الدین اورنگ زیب عالمگیر ۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء : شیخ محرم نقشبندی۔ شیخ سعدی بلخاری
شیخ محمد عارف چشتی۔ شیخ محمد صدیق چشتی صابریؒ۔
شیخ پیر محمد چشتی۔ حضرت شاہ کمال سہروردیؒ۔ حضرت
شاہ گدا قادریؒ۔ شیخ جان محمد سہروردی۔ شاہ عبدالرزاق
مکی سہروردی۔ شیخ محمد اسماعیل المعروف بہ میاں وڈا سہروردی

شیخ عبدالحق مجذوب قادری۔ حاجی محمد ہاشم گیلانی۔
سید سرمدین حضوری۔ شاہ رضا قادری شطاری۔ شاہ کنٹھ
قادری نوشاہی۔

۱۵۔ دورِ آخرہ مغل بادشاہان ۱۷۰۷ء سے ۱۷۱۹ء۔ سید رحمت اللہ شاہ چشتی۔ میاں جان محمد سہروردی
شاہ ابوالخیر بغدادی۔ درگاہی شاہ قادری۔ سید بدرالدین
گیلانی۔ شیخ محمد فاضل قادریؒ۔

۱۶۔ محمد شاہ رنگیلا ۱۷۱۹ء سے ۱۷۴۸ء۔ پیر زُہدی نقشبندی۔ مولوی نظام الدین چشتی المعروف بہ
پیر مُہکا۔ شیخ محمد سلیم چشتی صابری۔ حضرت شاہ بخاری
شاہ شرف قادری۔ شاہ عنایت قادریؒ۔ مرزا اللہ بیگ
قادری نوشاہی۔ شیخ فتح شاہ قادری شطاری المعروف بہ
فنا شاہ سرمست۔ شاہ محمد غوث قادریؒ گیلانی۔ سید
عبدالقادر المعروف بہ شاہ گدا گیلانی۔ شیخ فاضل شاہ
قادری نوشاہی۔ شیخ محمد سلطان مرگ نینی قادریؒ۔

۱۷۔ عہدِ ابدالی ۱۷۵۲ء سے ۱۷۹۹ء۔ حاجی محمد سعید نقشبندی قادری۔ شیخ حامد قادری سہروردی
شاہ میر قلندر قادری نوشاہی۔ محمد یعقوب گیلانی قادریؒ۔
شیخ محمد عظیم قادری بیگم کوٹ۔ شاہ سردار قادری بابکوال
شیخ عبداللہ شاہ بلوچ۔

۱۸۔ سہ حاکمان لاہور (لہنا سنگھ۔ سوبھا سنگھ۔ گوجر سنگھ)۔ حضرت فرید قادری نوشاہی۔
۱۷۶۵ء سے ۱۷۹۹ء۔ حکیم عبداللہ انصاری۔

۱۹۔ رنجیت سنگھ ۱۷۹۹ء سے ۱۸۳۹ء۔ شیخ خیر شاہ چشتی۔ سید کمال شاہ چشتی۔ معصوم شاہ مجذوب
مستقیم شاہ مجذوب۔ تاجے شاہ مجذوب۔ سید عادل شاہ
المعروف بہ بھکو گیلانی۔ سید شادی شاہ قادری۔ شاہ سردار
قادری بابکوال۔ سید علی شاہ قادری۔ شیخ محمد عزیز اللہ

قادری۔ امام غلام محمد المعروف بہ امام گاموں قادری۔

۲۰۔ راجہ کھڑک سنگھ۔ شیر سنگھ۔ دلیپ سنگھ ۱۸۳۹ء سے ۱۸۴۹ء:

سید منور شاہ نقشبندی۔ نظام شاہ مجذوب۔ مستان شاہ مجذوب۔ فقیر عزیز الدین قادری نوشاہی۔ فقیر امام الدین قادری نوشاہی۔

۲۱۔ انگریز ۱۸۴۹ء سے ۱۹۴۷ء:

شیخ محمود شاہ نقشبندی۔ سید میر جان کابلی نقشبندی خواجہ غلام مرتضیٰ نقشبندی۔ شاہ ابوالرضا حاکم علی نقشبندی مولانا نبی بخش حلوائی نقشبندی۔ مہر محمد صوبا نقشبندی حاجی شیخ محمد رمضان چشتی۔ شیخ فیض بخش چشتی۔ خواجہ حسین چشتی۔ سید چراغ علی شاہ چشتی۔ مولانا غلام قادر بھیروی چشتی۔ صوفی حافظ محمد امین شاہ چشتی صابری۔ پیر نوازش علی شاہ چشتی صابری۔ فقیر نور الدین منور قادری نوشاہی۔ سید فضل شاہ مجذوب۔ محمد باقر قادری المعروف بہ پیر چھپٹانکی۔ سید محمد شاہ گیلانی۔ شاہ سردار گیلانی۔ عبداللہ صحرائی قادری شطاری۔ مولوی تاجدین قادری۔ آغا تجمل حسین قادری وغیرہم۔

۲۲۔ پاکستان ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۶ء: پیر نور محمد نقشبندی۔ صوفی قلندر علی سہروردی۔ مفتی غلام جان ہزاروی رضوی۔ ابوالحسنات سید محمد احمد قادریؒ۔ شیخ نذر محی الدین قادریؒ۔ میاں شہاب الدین قادریؒ۔ پیر محمد معصوم شاہ قادری نوری وغیرہم۔

ذیل میں تین اقسام کی کتب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ کتب تاریخ اور صوفیہ کے وہ تذکرے جن میں ضمناً لاہور اور بزرگان لاہور کا ذکر موجود ہے۔

۱۔ تاج المآثر مصنفہ حسن نظامی نیشاپوری۔
۲۔ طبقات ناصری مؤلفہ ابو عمر منہاج السراج عثمانی ابن سراج الدین منہاج جوزجانی۔
۳۔ آئین اکبری مصنفہ علامہ ابوالفضل۔
۴۔ طبقات اکبری مصنفہ خواجہ نظام الدین ہروی۔
۵۔ توزک جہانگیری از شہنشاہ نورالدین محمد جہانگیر۔
۶۔ منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی۔
۷۔ اقبال نامہ جہانگیری تصنیف مرزا محمد عرف معتمد خاں۔
۸۔ بادشاہنامہ از ملا عبدالحمید لاہوری شاگرد علامہ ابوالفضل۔
۹۔ عمل صالح از ملا محمد صالح کنبوہ لاہوری۔
۱۰۔ خلاصۃ التواریخ از منشی سجان رائے بٹالوی۔
۱۱۔ منتخب اللباب از محمد ہاشم علی خاں (خافی خاں)
۱۲۔ کشف المحجوب از سید علی بن عثمانؒ ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوریؒ
۱۳۔ سفینۃ الاولیاء مصنفہ شہزادہ داراشکوہ قادری۔
۱۴۔ فرحۃ الناظرین مصنفہ محمد اسلم بن حفیظ اللہ انصاری پسروری۔
۱۵۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔
۱۶۔ ثمرات القدس از لعل بیگ لعلی (قلمی)
۱۷۔ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمدؒ سرہندی۔
۱۸۔ مجمع الاولیاء از محمد اکبر اردستانی (قلمی)
۱۹۔ اسرار الطریقت (رسالہ غوثیہ) از حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری
۲۰۔ خزینۃ الاصفیاء (فارسی) دو حصے از مفتی غلام سرور لاہوری۔

۲۱۔ حدیقۃ الاولیاء از مفتی غلام سرور لاہوری۔

۲۲۔ تاریخ مخزن پنجاب مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری۔

۲۳۔ قصرِ عارفاں (جلد اول و دوم فارسی۔ مولوی احمد علی مرید حضرت شاہ سلیمان تونسوی۔

۲۴۔ عبرت نامہ (فارسی) دو حصے فارسی۔ مفتی علی الدین خلف مفتی خیر الدین لاہوری۔

۲۵۔ تاریخ پنجاب از گنیش داس وڈیرا۔

۲۶۔ نزہۃ الخواطر مصنفہ علامہ سید عبدالحیٰ حسن۔ سابق ناظم ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔

۲۷۔ تذکرہ علمائے ہند از مولوی رحمان علی۔

۲۸۔ اذکار قلندری از پیر فرح بخش فرحت۔ مرتبہ پیر غلام دستگیر نامیؔ۔

۲۹۔ اسرار التصوف از حکیم محمود علی خاں۔ لاہور۔

۳۰۔ الکمال مصنفہ خورشید حسین بخاری۔ لاہور۔

۳۱۔ تذکرہ قادری مصنفہ محمود احمد مائیل کرنالی۔

۳۲۔ تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی مصنفہ خورشید حسین بخاری۔

۳۳۔ اکابر تحریک پاکستان حصہ اوّل از محمد صادق قصوری۔

۳۴۔ تذکرہ اکابر اہلِ سنت از مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری۔

ب۔ بزرگانِ لاہور پر مفرد تذکرے

۱۔ تذکرہ قطبیہ از شیخ جمال الدین ابوبکر سہروردی برادر شیخ عبدالجلیل چوہڑبندگی سہروردی لاہوری۔

۲۔ کتاب رضوانی مصنفہ خواجہ معین الدین احمد۔

۳۔ سوانح عمری سید چراغ شاہ چشتی سبزواری مصنفہ حضرت دولا بخش۔ لاہور ۱۹۰۵ء۔

۴۔ حالات حضرت شاہ بلاول قادری لاہوری۔ اللہ والے کی قومی دکان ۱۹۰۵ء۔

۵۔ سوانح عمری حضرت میاں وڈا سہروردی از حافظ حاجی محمد شفیع ۱۹۰۳ء۔

۶۔ داتا گنج بخش از منشی محمد دین فوق سن ۱۹۲۱ء۔

۷۔ مخدوم علی ہجویری از علامہ علاء الدین صدیقی ایم اے ۱۹۳۵ء۔

۸۔ سوانح حضرت داتا گنج بخش لاہوری مولفہ حکیم انور حسین۔ اکسیری دواخانہ۔ داتا صاحب ۱۹۴۰ء
۹۔ سوانح حیات حضرت گنج بخش مصنفہ اشرف علی۔ لاہور ۱۹۵۱ء۔
۱۰۔ داتا گنج بخش ملک بشیر احمد چشتی لاہور ۱۹۵۶ء۔
۱۱۔ سوانح حیات حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری از پیر غلام دستگیر نامی ۱۹۵۸ء
۱۲۔ سوانح حیات حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی ۱۹۶۰ء۔
۱۳۔ حضرت داتا صاحبؒ کے حالاتِ زندگی از تاج الدین کاشمیری قادری ۱۹۶۰ء۔
۱۴۔ داتا گنج بخشؒ از غلام مصطفیٰ انقلاب امرتسری ۱۹۶۰ء۔
۱۵۔ داتا گنج بخشؒ از عبدالرحمٰن طارق بی۔ اے۔ لاہور ۱۹۶۰ء۔
۱۶۔ داتا گنج بخشؒ مصنفہ محمد وارث کامل۔ لاہور ۱۹۶۰ء
۱۷۔ تذکرہ علی ہجویریؒ از حکیم امین الدین احمد۔ لاہور ۱۹۶۱ء۔
۱۸۔ حضرت گنج بخشؒ از غلام علی اینڈ سنز۔ لاہور ۱۹۶۱ء۔
۱۹۔ داتا گنج بخشؒ از پروفیسر محمد علم الدین سالک۔ لاہور ۱۹۶۱ء۔
۲۰ سوانح حیات حضرتِ شاہ محمد غوث قادری از پیر غلام دستگیر نامی ۱۹۶۲ء۔
۲۱۔ آفتابِ ہجویر از پیام شاہجہان پوری ۱۹۶۳ء۔
۲۲۔ حضرت مادھو لال حسین مؤلفہ مفتی محمد دین فوق مرتبہ محمد عبداللہ قریشی (مجلس شاہ حسین) ۱۹۶۳ء
۲۳۔ سوانح حیات حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری از بشیر احمد چشتی ۱۹۶۴ء۔
۲۴۔ تذکرہ شاہ محمد غوث لاہوری۔ پیام شاہجہان پوری ۱۹۶۵ء۔
۲۵۔ حیات و تعلیمات حضرت داتا گنج بخش از پروفیسر عبدالرشید (انگریزی و اردو) ۱۹۶۷ء
۲۶۔ گنج بخش بحیثیت عالم از ایم اے مجید یزدانی ایم اے ۱۹۶۸ء
۲۷۔ آفتاب زنجان مصنفہ عالم حسین چیمہ۔ لاہور ۱۹۶۹ء۔
۲۸۔ سیرت گنج بخشؒ از غلام جیلانی مخدوم ایم اے لاہور ۱۹۶۹ء
۲۹۔ داتا گنج بخش از بشیر احمد سعدی۔ لاہور ۱۹۶۹ء۔
۳۰۔ مرکز تجلیات از ایم ایس۔ ناز۔ لاہور ۱۹۷۰ء۔

۳۱۔ حضرت داتا گنج بخش از ڈاکٹر محمد صدیق خاں ۱۹۷۱ء۔

۳۲۔ سوانح حیات حضرت پیر مکی لاہوری از محمد دین کلیم ۱۹۷۱ء۔

۳۳۔ سوانح حیات حضرت سید جان محمد حضوری لاہوری از محمد دین کلیم ۱۹۷۱ء۔

۳۴۔ سوانح حیات حضرت عبداللہ شاہ بلوچ قادری لاہوری از محمد دین کلیم ۱۹۷۱ء۔

۳۵۔ سوانح حیات حضرت شاہ ابو اسحاق قادری لاہوری از محمد دین کلیم ۱۹۷۲ء۔

۳۶۔ سوانح حیات حضرت شاہ چراغ گیلانی قادری لاہوری از محمد دین کلیم ۱۹۷۲ء۔

۳۷۔ سوانح حیات حضرت سید میر محمود لاہوری (آئینہ تاریخ) از محمد دین کلیم ۱۹۷۲ء۔

۳۸۔ تذکرہ علی بن عثمان ہجویری از نسیم چوہدری۔ لاہور ۱۹۷۴ء۔

۳۹۔ تذکرہ حضرت ایشان نقشبندی لاہوری مصنفہ میاں اخلاق احمد ایم اے ۱۹۷۴ء۔

۴۰۔ حضرت داتا گنج بخش از مولانا کوثر نیازی۔ لاہور ۱۹۷۴ء۔

۴۱۔ سوانح حیات حضرت سید بہاء الدین المعروف بہ گھوڑے شاہ بخاری لاہوری از محمد دین کلیم ۱۹۷۵ء۔

۴۲۔ تذکرہ حضرت شاہ بلاول قادری لاہوری از میاں اخلاق احمد ایم اے ۱۹۷۵ء۔

۴۳۔ سوانح حیات حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری از محمد دین کلیم (زیر طباعت)

۴۴۔ اجتماع متضدین (سوانح و مقامات قلندر علی سہروردی)

۴۵۔ داتا گنج بخش اور ان کا عہد از خالد محمود۔ لاہور ۱۹۷۶ء۔

ج۔ بزرگان لاہور کے تذکرے

۱۔ تحفۃ الواصلین مصنفہ شیخ احمد زنجانی (عہد غزنویہ)

۲۔ (یہ کتاب کئی مورخین لاہور کے زیر مطالعہ و استفادہ رہی ہے مگر اب ناپید ہے)۔

۲۔ سکینۃ الاولیاء مؤلفہ شہزادہ دارا شکوہ قادری ۱۹۴۳ء۔

۳۔ تحقیقات چشتی از مولوی نور احمد چشتی لاہوری ۱۸۶۵ء۔ بار دوم ۱۹۰۶ء بار سوم ۱۹۶۴ء۔

۴۔ تاریخ لاہور از رائے بہادر کنہیا لال ۱۸۸۴ء۔

۵۔ ہسٹری آف لاہور (انگریزی) شمس العلماء سید محمد لطیف ۱۸۹۲ء اور ۱۹۵۶ء۔

۶۔ مناقب موسوی (فارسی) مصنفہ مولوی جمال اللہ ۱۷۳۹ء ترجمہ اردو۔ لاہور ۱۹۶۱ء۔

۷۔ یادِ رفتگاں از منشی محمد دین فوق۔ لاہور ۱۹۰۴ء۔

۸۔ تذکرہ علمائے لاہور از محمد دین فوق۔ لاہور ۱۹۲۰ء۔

۹۔ لاہور عہدِ مغلیہ میں از محمد دین فوق۔ لاہور ۱۹۲۷ء۔

۱۰۔ نظم اعجاز مصنفہ عابد حسین شاہ اعجاز گیلانی تکیہ املی والا۔ لاہور ۱۹۳۰ء۔

۱۱۔ تاریخ شہر لاہور (پنجابی) مصنفہ کرنل بھولا ناتھ۔ لاہور ۱۹۳۳ء۔

۱۲۔ تاریخ جلیلہ مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی۔ لاہور ۱۹۳۷ء بار دوم ۱۹۶۰ء۔

۱۳۔ مآثر لاہور مصنفہ سید ہاشمی فرید آبادی۔ لاہور ۱۹۵۶ء۔

۱۴۔ اولیائے لاہور از محمد لطیف ملک۔ ایم اے ۱۹۶۲ء۔

۱۵۔ نقوش لاہور نمبر۔ مرتبہ محمد عبداللہ قریشی۔ ۱۹۶۲ء۔

۱۶۔ تذکرہ اولیائے لاہور از محمد وارث کامل۔ کراچی ۱۹۶۳ء۔

۱۷۔ لاہور سکھوں کے عہد میں از محمد عبداللہ چغتائی۔ لاہور ۱۹۶۴ء۔

۱۸۔ بزرگانِ لاہور از پیر غلام دستگیر نامی۔ لاہور ۱۹۶۶ء۔

۱۹۔ حقیقت الفقرا (فارسی) مصنفہ شیخ محمود المعروف محمد پیر (اشاعت مجلس شاہ حسین) ۱۹۶۶ء

۲۰۔ ذکرِ جمیل مولفہ مفتی محمود عالم ہاشمی۔ لاہور ۱۹۶۸ء۔

۲۱۔ لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں از محمد دین کلیم لاہور ۱۹۶۸ء۔

۲۲۔ لاہور کے اولیائے چشت از محمد دین کلیم۔ لاہور ۱۹۶۸ء۔

۲۳۔ لاہور کے اولیائے سہروردیہ از محمد دین کلیم لاہور ۱۹۶۹ء۔

۲۴۔ تذکرہ مشائخ قادریہ از محمد دین کلیم۔ لاہور ۱۹۷۵ء۔

۲۵۔ مدینۃ الاولیاء لاہور از محمد دین کلیم لاہور ۱۹۷۶ء۔

صوفیا اور علمائے سُو کا اخلاق

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا "کہ میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں"۔ رسالہ قشیریہ میں حضرت شیخ ابوالحسنؒ کا قول درج ہے کہ "تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں ہے بلکہ اخلاق کا نام ہے۔" حضرت سیّد علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخشؒ اپنی تالیف کشف المحجوب میں لکھتے ہیں:۔

"ایک علم کے دعویدار نے ایک درویش سے کہا کہ تو نے نیلگوں لباس کیوں زیب تن کیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے تین چیزیں باقی ہیں ایک فقر۔ دوسری علم اور تیسری تلوار۔ تلوار بادشاہوں کے حصّہ میں آئی مگر انہوں نے اس کا ناجائز استعمال کیا۔ علماء نے علم سیکھا مگر صرف پڑھنا ہی پسند کیا اور عمل نہ کیا فقیری درویشوں کے گروہ نے پسند کی مگر اس کو امارت کا ذریعہ بنا لیا۔ اس لئے مَیں نے ان تینوں گروہوں کی مصیبت پر نیلا لباس پہنا ہے۔"

عُلماء اور صوفیاء کا ہمیشہ سے ہی جھگڑا رہا ہے۔ صوفیائے کرام اور اولیائے عظام فرمانِ خدا اور متابعت سنت میں پیش پیش رہتے ہیں اور علماء اگرچہ وارث علومِ انبیاء ہیں مگر پھر بھی وہ ان کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے۔ تاریخ اسلام پڑھ کر دیکھ لیجیے انھوں نے ہر مقام پر صوفیائے کرام کی تذلیل میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ حضرت شیخ قطب الدینؒ بختیار کاکی خلیفہ اعظم حضرت سلطان الہند معین الدینؒ چشتی اجمیری پر دہلی کے مشہور عالم نجم الدین صغریٰ جو شیخ الاسلام کے منصب پر فائز تھے نے حضرت قطبؒ صاحب پر الزام تراشی کی کیونکہ لوگوں کی آپ سے بے حد عقیدت وارادت کی بناء پر دہلی کا یہ شیخ الاسلام دہلی میں ان کا قیام پسند نہیں کرتا تھا۔

خلیق احمد نظامی اپنی تالیف "تاریخ مشائخ چشت" میں لکھتے ہیں۔ "اٹھارہویں صدی کے علماء دنیا پرستی کے مرض میں مبتلا اور مختلف اُمراء اور رؤسا سے منسلک ہو کر سیاست میں حصّہ لے رہے تھے ایسی سیاست جس کا مقصد عوام الناس کی فلاح وبہبود نہ تھا بلکہ اپنے لئے جاہ ومنزلت کا حاصل کرنا تھا۔ اکبر کے زمانہ میں علماء کی اس دنیا پرستی کے خلاف حضرت مجددؒ صاحب نے آواز اٹھائی

تو اس دور میں حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے اس رجحان کے خلاف جنگ کی۔"

سیر الاولیاء میں حضرت سید نظام الدینؒ اولیاء محبوبِ سبحانی دہلوی کے متعلق لکھتا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے "کثرت سے نماز پڑھنا۔ وظائف میں مشغول رہنا۔ تلاوتِ قرآن پاک کثرت سے کرنا تو چند مشکل کام نہیں ہیں ہر صاحبِ ہمت کر سکتا ہے بلکہ ایک ضعیف بڑھیا بھی کر سکتی ہے۔ وہ روزہ پر بھی مضبوطی کر سکتی ہے۔ تہجد گزاری میں مشغول رہ سکتی ہے اور قرآن پاک کے چند پارے بھی تلاوت کر سکتی ہے لیکن مردانِ خدا کا کام ہی کچھ اور ہے۔"

صوفیائے کرام اور اولیائے عظام شاہان وقت کے پاس جانا پسند نہ فرماتے تھے بلکہ خود بادشاہ حاضر ہوتے تھے۔ دنیائے تصوف کی تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ حضرت خواجہ فرید الدینؒ عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید اپنے وزیرِ اعظم فضل برمکی کے ہمراہ حضرت خواجہ فضیلؒ بن عیاض کے درِ دولت پر حاضر ہوا تھا۔ سلطان محمود غزنوی حضرت خواجہ ابوالحسنؒ خرقانی کی کٹیا میں ان کے گاؤں واقع خرقان گیا اور دعا کا طالب ہوا۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے حج کے موقع پر منیٰ کے میدان میں خلیفہ منصور عباس کو پکڑ لیا اور کہا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک حج میں جس کے تمام مصارف پر سولہ دینار خرچ ہوئے تھے۔ فرمایا تھا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے سلطان بیت المال سے لیا۔ حضرت حبیبؒ عجمی اور حضرت ابراہیمؒ بن ادہم جو معروف اولیاء اللہ میں سے تھے نے خلفاء کو ان کی بے اعتدالیوں اور بے راہ روی سے روکا تھا۔ حضرت سید عبدالقادرؒ جیلانی بغدادی نے خلیفہ وقت کو اسلام پر عمل پیرا نہ ہونے کی بنا پر سرزنش کی تھی۔ آپ کبھی کسی خلیفہ کے دربار میں نہیں گئے مگر خود ان کی مجلس وعظ میں ایک ستر لاکھ کے قریب آدمی جمع ہوتے تھے اور چار سو کاتب قلم دوات لے کر آپ کے مواعظ لکھا کرتے تھے۔ جب خوارزم شاہ نے بغداد پر حملہ کیا تو شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے نہایت جرأت کے ساتھ خوارزم شاہ سے گفتگو کی۔

جس طرح متکلمین علمائے کرام نے سلطنتِ بغداد کو تباہ و برباد کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا تھا اسی طرح عہد جلال الدین اکبر میں بھی انہیں علمائے سُو نے غلبہ پا لیا۔ سیاست میں حصہ لینے لگے۔ بادشاہ کے دربار میں رسوخ حاصل کر گئے۔ مخدوم الملک ملّا عبداللہ سلطان پوری اور صدر الصدور شیخ عبدالنبی کی لڑائیوں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں جس کا مقصد اصلاحِ معاشرہ یا احیائے سُنّت نہ

تھا بلکہ ذاتی اقتدار اور وجاہت کی طلب گاری تھی۔ ملا عبداللہ سلطان پوری کو شیر شاہ سوری نے شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا اور ہمایوں نے اس کو مخدوم الملک کے خطاب سے نوازا تھا۔ اس مخدوم الملک کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے ناجائز ذرائع سے اس قدر دولت جمع کر لی تھی جو کروڑ روپے سے متجاوز تھی بلکہ جب لاہور میں واقع ان کے مکان کی تلاشی لی گئی تو اس نے جعلی قبریں بنا کر ان میں صندوق رکھے ہوئے تھے جن میں سونے کی اینٹیں رکھی ہوئیں برآمد ہوئیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ مخدوم الملک زکوٰۃ سے بچنے کے لئے ہر سال کے اختتام پر جائیداد اپنی بیوی کے نام ہبہ کر دیتا تھا پھر جب اگلا سال گزرنے کا وقت آتا تو بیوی اپنے میاں کے نام منتقل کر دیتی اور اس طرح زکوٰۃ نہ دینی پڑتی یہی وجہ ہے کہ لاہور میں ہزاروں علماء و فضلاء ہو گئے ہیں مگر ان ہی کی قبور زندہ جاوید ہیں جو علماء حق تھے جنہیں صوفیاء کے معزز خطاب سے یاد کیا جاتا ہے اور ان حقیقی متبدعین جو اہل اللہ پر "بدعتی" کا غلط فتویٰ صادر کرنے سے نہیں چوکتے ان کی قبور کے نام و نشان کے بقا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بقول حضرت سلطان العارفین سلطان باہو فقیر انہی کو کہا جاتا ہے جن کی قبر زندہ ہو" یعنی اس سے لوگوں کو فیض ملتا ہو مثلاً حضرت داتا گنج بخش لاہوری۔ حضرت میاں میرؒ قادری۔ حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاری۔ حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ کی قبور آج تک زندہ جاوید اور فیض رسان خلق ہیں نیز اس کے مقابلہ میں شاید ہی کسی دنیا پرست اور بدعقیدہ عالم کی قبر کا حال تاریخ لاہور میں درج ہو اور اسے بقائے دوام کے دربار میں جگہ ملی ہو۔ اس ضمن میں ایک اور حکایت سن لیں شہزادہ دارا شکوہ قادری اپنی تالیف سفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے۔

"حضرت داتا گنج بخشؒ نے (لاہور میں) ایک مسجد تعمیر کرائی تھی جس کی محراب دوسری مساجد کی بہ نسبت جنوب کی طرف مائل تھی کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے علمائے لاہور اس پر معترض تھے کہ محراب کی سمت درست نہیں ہے چنانچہ ایک دن حضرت نے ان سب علمائے لاہور کو جمع کیا ان کو نماز باجماعت میں شامل کیا اور خود امامت کے فرائض سرانجام دیئے بعد ادائیگی نماز باجماعت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھو کعبہ شریف کس سمت میں ہے۔ دیکھا تو حاضرین کے لیے حجابات اُٹھ گئے انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ محراب مسجد کا رُخ بالکل درست اور خانہ کعبہ کی طرف ہے۔"

ذیل میں حضرت گنج شکر اور حضرت نظام الدین اولیاء (رحمہما اللہ) کے ارشادات نقل کیے جاتے

ہیں جن کے مطالعہ سے علمائے کرام سبق حاصل کریں گے۔
ایک مجلس میں حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

شہروں کی ویرانی کے اسباب

"پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش جب حق سبحانہٗ تعالیٰ کسی شہر، مقام یا محلہ کو ویران کرنا چاہتا ہے یا قحط سالی کی آفت نازل کرنا چاہتا ہے تو وہاں کے لوگوں کو پریشان حال اور پریشان روزگار کرنا چاہتا ہے تو پہلے وہاں سے مشائخ اور علماء ہٹا لیتا ہے۔"

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش لاہور کی ویرانی اس طرح ہوئی کہ کسی زمانہ میں وہاں بھی اس طرح کا معاملہ ہوا تھا۔ مشہور ہے کہ اس شہر میں درویش بدھی نام کے ایک بزرگ رہتے تھے جو تارک الدنیا تھے جس روز مغل اس شہر میں داخل ہونے والے تھے انہوں نے جمعہ کی نماز مسجد میں آکر ادا کی اور عوام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے مسلمانو ہم تمہارے شہر سے جا رہے ہیں کسی شخص نے ان سے پوچھا تک نہیں کہ حضرت آپ کیوں تشریف لے جا رہے ہیں۔ جب وہ بزرگ اس شہر سے روانہ ہو گئے تو چند ہی روز کے بعد مغلوں کا حملہ ہوا۔ اور ان لوگوں نے اس شہر اور دربار کے تمام لوگوں کو قید کر لیا اور لاہور کو ویران کر کے واپس لوٹ گئے۔

(ملفوظات حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ مرتبہ بدرالدینؒ اسحاق)

فوائد الفواد مرتبہ امیر حسن سجزی المعروف بہ خواجہ حسن دہلوی چشتی المتوفی ۷۳۶ھ مطابق ۱۳۳۵ء جس میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی قدس سرہٗ العزیز المتوفی ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۴ء کے ملفوظات تحریر کیے گئے ہیں۔ اکتیسویں مجلس میں لکھا ہے (۷۰۷ھ مطابق ۱۳۰۷ء)

"پھر کچھ دیر لاہور کے مزارات کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہی نے ارشاد فرمایا کہ وہاں بہت سے بزرگ محوِ استراحت ہیں بعد ازاں فدوی (امیر حسن سجزی) سے استفسار فرمایا کہ تم نے لاہور دیکھا ہے میں نے عرض کیا۔ جی ہاں دیکھا ہے اور وہاں کے بعض اولیاء اللہ کے مزارات کو بھی دیکھا ہے جیسے حضرت شیخ حسین زنجانی اور اسی طرح دوسرے اولیائے کرام کے مزارات پر بھی حاضری دی ہے۔ بعد ازاں آپ

نے ارشاد فرمایا کہ شیخ حسینؒ زنجانی اور شیخ علی ہجویری ایک ہی پیر کے مرید تھے اور وہ پیر اس عہد کے قطب تھے۔ شیخ حسینؒ زنجانی کافی دیر سے لاہور میں اقامت گزیں تھے۔ کچھ عرصہ بعد ان کے پیر نے حضرت علی ہجویری سے کہا کہ لاہور جاؤ اور وہاں سکونت اختیار کرو۔ حضرت علی ہجویریؒ نے عرض کیا کہ وہاں حسینؒ زنجانی قیام فرما ہیں۔ فرمایا کہ تم جاؤ۔ جب حضرت علی ہجویری آپ کے ارشاد کے مطابق لاہور پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ دوسری صبح کو لوگ حضرت شیخ حسینؒ زنجانی کے جنازے کو شہر سے باہر لے آئے"

(موجودہ محققین اس روایت کو الحاقی جانتے ہیں)

دسویں مجلس میں تحریر فرماتے ہیں۔ (۵ شوال ۷۱۰ھ مطابق ۱۳۱۱ء)

حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاء نے ایک بزرگ کی زبانی روایت کی کہ انہوں نے یہ حکایت بیان کی کہ لاہور میں ایک صاحب تھے جنہوں شیخ زندہ دل کہا جاتا تھا۔ وہ بڑے بزرگ تھے عید کے دن جب لوگ لاہور میں عید کی نماز پڑھ کر واپس گھروں کو روانہ ہوئے تو ان بزرگ نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا آج روز عید ہے ہر بندے نے اپنے آقا (حضرت خواجہ صاحبؒ) سے عیدی لی ہے۔ مجھے بھی عیدی عطا ہو جب انہوں نے یہ بات کہی تو آسمان سے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑہ نیچے آیا اور اس پہ یہ تحریر تھا کہ ہم نے تجھے دوزخ کی آگ سے نجات دی ہے۔ جب حاضرین نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ برکت حاصل کرنے کے لئے ان بزرگ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور ان کی بہت عزت و تکریم کی۔ اسی اثنا میں ان بزرگ کے دوستوں میں سے ایک دوست ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ آپ نے خداوند ذوالجلال والاکرام سے عیدی لی ہے۔ مجھے آپ عیدی دیجئے۔ اس بزرگ نے جب یہ بات سنی تو ریشمی کپڑے کا وہ ٹکڑہ اپنے دوست کو دے دیا اور کہا کہ جاؤ یہ تمہاری عیدی ہے کل روز حشر میں جانوں اور دوزخ"

دوسری مجلس میں فرمایا (۲۱ شوال ۷۱۳ھ مطابق ۱۳۱۴ء)

"یہ ذکر آیا کہ آج مہینے کی اٹھائیس تاریخ ہے یا انتیس۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا۔ ایک دفعہ لاہور میں مجھے رمضان المبارک کی ستائیسویں یا اٹھائیسویں رات تھی۔ ہوا یوں کہ اس سال نئے چاند کے معاملے میں تین ماہ تک برابر گڑبڑ رہی۔ نو دن تک

برابر بادل اور گرد و غبار اور آندھی کی وجہ نکلا ہوا چاند نظر نہ آسکا چنانچہ شہر والے ہر ماہ کے تیس دن شمار کرتے رہے۔ جب تین ماہ گزر گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ غلطی پر تھے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ لاہور کی تباہی کی وجہ یہ منحوس بات تھی۔ دوسری منحوس بات یہ ہوئی کہ ان دنوں لاہور کے بعض سوداگر۔ گجرات (کاٹھیاواڑ) کی طرف مال تجارت لے کر گئے۔ ان دنوں گجرات پر ہندوؤں کی حکومت تھی۔ جب ہندوؤں نے اس کپڑے کو جو لاہور سے سوداگر لے کر گئے تھے۔ خریدنا چاہا تو ان سوداگروں نے کپڑے کی قیمت زیادہ بتائی مثلاً جس کپڑے کی قیمت دس درہم تھی اس کی قیمت بیس درہم بتائی اور جس کی قیمت بیس درہم تھی اس کی چالیس درہم بتائی۔ اس طرح ہر کپڑے کی قیمت دوگنا بتائی۔ بعد ازاں ان کپڑوں کو ان کو اصلی قیمت پر فروخت کر دیا جو قیمتیں بتائی تھیں ان سے نصف پر فروخت کر دیا۔ گجرات کے ہندوؤں کے ہاں یہ طریقہ نہ تھا کہ وہ جس سامان کو فروخت کرنا چاہتے تھے اس کی ٹھیک ٹھیک قیمت بتاتے تھے اور مقررہ دام ہی بتاتے تھے۔ الغرض جب گجرات کے ہندوؤں نے یہ خرید و فروخت کا کاروبار دیکھا تو ان میں سے ایک نے سوال کیا کہ تم کس شہر کے رہنے والے ہو انہوں نے بتایا کہ ہم لاہور کے ہیں۔ اس ہندو نے کہا کہ کیا تمہارے ہاں شہر میں اسی طرح لین دین ہوتا ہے۔ لاہور کے سوداگروں نے کہا کہ ہاں اسی طرح۔ اس کے بعد اس ہندو نے کہا کہ کیا وہ شہر اب تک آباد ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں آباد ہے ہندو کہنے لگا کہ وہ شہر جہاں اس طرح کاروبار ہوتا ہے۔ آباد نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ یہ سوداگر واپس ہوئے تو ابھی راستے ہی میں تھے کہ تاتاریوں نے لاہور پر حملہ کر دیا اور لاہور کو تاخت و تاراج اور تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔"

پینسٹھویں مجلس منعقدہ ۷۱۹ھ مطابق ۱۳۱۹ء میں فرمایا۔

"لاہور میں ایک واعظ تھے جو بہت وعظ کہتے تھے۔ ان کی بات دل پہ اثر کرتی تھی حاضرین کو ان کے وعظ سے سکون اور راحت حاصل ہوتی تھی وہ حج کے لئے گئے

جب وہ واپس لاہور آئے تو ان کے کلام میں وہ شیریں بیانی اور لطف نہ رہا۔ لوگوں نے ان سے اس بارے میں استفسار کیا کہ آپ کے وعظ میں وہ پہلی سی بات نہیں رہی۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ شامت کس سبب سے مجھ پہ نازل ہوئی اس کا سبب یہ ہے کہ اس سفر کے دوران میں دو نمازیں بھی وقت پہ ادا نہیں کر سکا تھا۔"

اب ان حالات کا موازنہ "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" مصنفہ مشہور سیاح ابو عبداللہ محمد المقدسی البشاری جو ۳۷۵ھ مطابق ۹۸۵ء کی تالیف ہے۔ سے کریں ۱۹۶۲ء میں دہلی یونیورسٹی میں ادبیات عربی کے پروفیسر جناب خورشید احمد فاروق نے "اسلامی دنیا دسویں صدی عیسوی میں" کے نام سے "احسن التقاسیم" کا خلاصہ اردو میں کیا جسے ندوۃ المصنفین دہلی نے شائع کیا (بحوالہ داتا گنج بخش اور ان کا عہد از خالد محمود) مقدسی بیت المقدس کا باشندہ تھا وہ لکھتا ہے۔

"سرخس میں حنفیوں کے فرقہ عروسیہ اور شافعیوں کے فرقہ اہلیہ کے درمیان سخت عداوت عداوت پائی جاتی ہے۔ نسا اور مرو کے شہر مذہبی عیاروں کے اکھاڑے ہیں۔ مذہبی تعصب نے اجتماعی عافیت برباد کر دی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ نسا کے عالموں نے قرآن تک میں اضافہ کر دیا ہے۔ اذان ترجیع سے دی جاتی ہے یعنی شہادت کے دونوں کلموں کو پہلے دو دو بار ہلکی آواز سے اور پھر دو دو بار بلند آواز سے ادا کیا جاتا ہے۔ بہت سے معاملات میں اسلامی تعلیمات پہ عمل نہیں ہوتا۔ مرو کے لوگوں میں فیاضی اور مروت کی کمی ہے۔ وسائل رزق تنگ ہیں۔ باشندے شاطر اور فتنہ پرور ہیں۔ فسادات کی وجہ سے شہر کی آبادی کم ہوگئی ہے اور اکثر مکان اجڑ گئے ہیں۔ شہر میں بدکاریاں پھیلی ہیں اور برابر جھگڑے فتنے ہوتے رہتے ہیں۔ نیشاپور میں مذہبی تعصبات کا مشاہدہ کر کے دل لکرٹ ہوتا ہے۔ فقہا کی مٹی پلید ہے۔ عوام کا حال یہ ہے کہ جہاں کسی سر پھرے نے کوئی نعرہ لگایا اس کے پیچھے ہو لیے۔ تعصب کا زہر بری طرح پھیلا ہوا ہے بخارا کے لوگوں کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ لوگ بد معاملہ ہیں اور باجماعت نماز کو غیر

ضروری سمجھتے ہیں۔ درباری مقرب ریشم اور دیباج پہنتا ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں
کھاتا کھاتا ہے اور مذہبی معاملات سے بے اعتنائی برتتا ہے۔ ترمذ کے اکثر باشندے
جہمی ہیں۔ ویبل (خراسان) کے باشندے بخیل اور بارِ خاطر ہیں۔ عالموں کا فقدان ہے
واعظ فقہ سے ناآشنا ہیں۔ خوزستان کے واعظ قصہ گو ہیں اور مسجدوں میں اودھم مچائے
رکھتے ہیں۔ اہواز کے شہریوں میں نہ شرافت ہے نہ دین ایمان۔ جامع مسجد عیاروں اور
قلندروں کا اڈہ ہے۔ سوس کی جامع مسجد کے دروازے کے پاس چکلے کھلے ہوئے ہیں
شیراز کے عالم ادب و ظرافت سے خالی ہیں۔ ثقہ اور عادل لوگ قوم لوط سے ہیں۔ تابر
زانی ہیں۔ میں (مقدسی) نے علماء کا لباس پہننے والوں کو شراب کے نشہ میں دھت دیکھا
ہے۔ قبرستان اور مقبرے بدمعاشوں کے اڈے ہیں۔ کرمان کی عورتیں بدچلن ہیں۔ ہر سال تقریباً
ایک لاکھ اونٹ کھجور اٹھاتے کرمان آتے ہیں تو زنا اور فساد کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ دمشق
کے باشندے مفسد اور شوریدہ سر ہیں۔ بیت المقدس میں مظلوموں کی فریاد کوئی نہیں
سنتا۔ نادار پریشان رہتے ہیں۔ فقہا کے پاس کوئی نہیں پھٹکتا۔ انصاف کی عدالتیں ہیں
نہ تدریس کے حلقے۔ بغداد میں فتنے فساد جہالت اور فسق و فجور کا بازار گرم ہے۔ مقامی
حکومت ظالم ہے۔" سمرقند میں جھگڑے خوب ہوتے ہیں۔ فرغانہ اور فتل کے دیہات
میں لوگوں کا مذہب زندقہ کے مشابہ ہے۔ تستر کے لوگ متعصب ہیں۔ کوفہ میں
عجیب اور غریب فتنے اٹھتے رہتے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

میرے کام کی خصوصیت

مورخین لاہور میں سے کسی نے بھی اپنے وقت کی پوزیشن کے مطابق مزارات اور مقابر کا
صحیح محل وقوع اور پتے تحریر نہیں کئے بلکہ یہی لکھنے پر اکتفا کی ہے کہ مزار لاہور میں ہے
بلکہ گزشتہ چند سالوں میں جن اصحاب نے تذکار اولیائے لاہور تحریر کئے ہیں انہوں نے بھی
یہی تحریر کیا ہے کہ مزار لاہور میں ہے۔ میں نے گزشتہ دس بارہ سالوں میں ہر مزار پر جانے
کی کوشش کی اور اس زمانے (۱۹۷۰ء تا ۱۹۸۰ء) کا مکمل پتہ درج کیا تاکہ زائرین کو وہاں تک پہنچنے میں

آسانی رہے۔ سب سے بڑی مشکل جو مجھے بعض بزرگوں کے نام کی تحقیق کے سلسلے میں پیش آئی وہ یہ کہ جس آبادی میں بھی گیا وہاں کے باشندگان اس کے متعلق قطعی طور پہ لاعلمی کا اظہار کرتے رہے اور مجھے بار بار جانا پڑا مگر سوائے اس کے کہ لوگ ان کو درج ذیل ناموں سے موسوم کرتے اور کچھ حاصل نہ ہو سکا۔

بوڑ پیر۔ پیپل پیر۔ وَن پیر۔ کریر پیر۔ پیر مرادیہ۔ گجا پیر۔ پنج پیر۔ ظاہرا پیر۔ گونڈی پیر۔ پھر جہاں کوئی اور نام نہ مل سکا۔ ان مزارات پہ یہ نام تحریر کر دیئے گئے۔

۱۔ نوگزہ پیر :۔ ہیرا منڈی۔ نوری مسجد۔ اچھرہ۔ فتح گڑھ۔

۲۔ پنج پیر :۔ نزد اورینٹل کالج۔ گورنمنٹ کالج۔ باغبان پورہ۔ گوجر پورہ۔ مغلپورہ۔ بیرون یکی دروازہ۔

۳۔ گجا پیر :۔ ریلوے سٹیشن۔

۴۔ پیر مرادیہ :۔ بیرون موچی دروازہ۔

۵۔ پیر ترت مراد شاہ :۔ باغِ جناح۔

۶۔ غائب علی شاہ :۔ ایبٹ روڈ۔

۷۔ گونڈی پیر :۔ گڑھی شاہو۔

جہاں کوئی قبر قدیم دیکھی گئی۔ مجاوروں یا زر پرست لوگوں نے اس کی تعمیرِ نو پہ کافی رقم خرچ کر کے اس کو آباد کر لیا ہے اور اس کے من گھڑت نام رکھ لیے ہیں جن کا قدیم تواریخ میں کوئی نام محفوظ نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور معتبر ذریعہ سے ان کی تحقیق کی جا سکتی ہے اور اس طرح ان کے لیے ایک کمائی کا ذریعہ بن گیا مثال کے طور پہ بہاری شاہ (میو گارڈنز) حاجی شاہ بو سعید (پنجاب پبلک لائبریری) شیخ شہاب الدین سہروردی (لاء کالج) سخی حسن شاہ ولی نزد داتا دربار مارکیٹ مخدوم علی شاہ نزد پاکستان ٹکسال۔ خدا ہی جانتا ہے کہ ان کے اصل نام کیا تھے۔

آجکل نئے نئے مزارات اور مقابر بنانے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ جن میں کثرت سے سنگِ مرمر اور دیگر قیمتی پتھروں کا استعمال ہو رہا ہے۔ فرش۔ تعویذ۔ چبوترے۔ جالیاں۔ چوکھٹیں دروازے سب سنگِ مرمر سے مرصع کیے جا رہے ہیں بلکہ بعض مقابر میں تو شیشہ کاری کا بہترین کام ہو

رہا ہے۔ وہاں جا کر یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ قبرستان ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم کسی شیش محل میں داخل ہو گئے ہیں۔ میانی گورستان میں صوفی مقبول احمد ولی کا مقبرہ ایسا ہی منظر پیش کر رہا ہے مگر صاحبِ مزار کے اتباع کا جذبہ مفقود ہیں۔ اس پہ متزاد یہ کہ ہر گلی۔ کوچہ۔ بازار۔ میدان سرکاری باغات اور سڑکوں پہ مزارات ہیں۔ بلکہ سینما گھروں۔ مسجدوں۔ خانقاہوں۔ میدانوں۔ گراؤنڈوں۔ سرکاری دفاتر۔ نجی گھروں میں بھی ان کی کثرت ہے مگر تاریخ ان کے بارے میں خاموش ہے۔

لاہور میں کونسی مسجد ہے جہاں اس عاجز نے نماز ادا نہیں کی اور کونسا مقبرہ یا مزار ہے جہاں حاضر ہو کر فاتحہ خوانی نہیں کی۔ بہرحال یہ اللہ کریم کی نوازش بے پایاں ہے کہ اس نے بزرگانِ دین سے عشق و محبت کا سلسلہ دیا۔ مزید براں لاہور کو میں نے ساٹھ حصوں میں تقسیم کیا تھا اور ہر حصہ میں جس قدر مساجد۔ مقابر۔ مزارات۔ مندر۔ گوردوارے۔ شوالے۔ گرجے۔ شاہی عمارات اور باغات تھے ان کی فہرست تیار کی تھی جو عرصہ چھ سات سال سے احمد ربانی خلف خان بہادر مولوی محمد شفیع کی زیرِ تحویل ہے دیکھیں کب چھاپتے ہیں۔

چند سالوں سے یہ افسوسناک امر سامنے آیا ہے کہ عام قبرستانوں میں اوباش قسم کے لوگوں نے ڈیرے ڈال لئے ہیں اور وہاں منشیات کا کاروبار ہوتا ہے۔

احقر نے اپنی ہمت اور علم کے مطابق بزرگوں کے حالات قلم بند کر دیئے ہیں امید ہے کہ قارئین کرام اس محنت کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے نیز خطا و سہو سے درگزر فرماتے ہوئے خاکسار مؤلف کے لئے دعا فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے طفیل خاتمہ بالایمان کرے اور ان نفوس قدسیہ کے ساتھ محشور فرمائے آمین۔

اس کتاب کی تدوین کے سلسلے میں مرشدی حضرت صاحبزادہ مقبول محی الدین قادری گیلانی مدظلہٗ (ڈیرہ غازیخاں) کی دعائیں رہبر و راہنما رہیں۔ حضرت سید شریف احمد شرافت نوشاہی۔ محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری (چشتی نظامی قادری) پروفیسر محمد اقبال مجددی کے مشوروں سے بھی مستفید و مستفیض ہوتا رہا۔ نیز حکیم محمد موسیٰ صاحب کے کتب خانے سے بھی کما حقہٗ استفادہ کیا اللہ تعالیٰ ان اربابِ علم کو جزائے خیر عطا کرے۔ زبان قلم ان کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برِ صغیر پاک و ہند میں اسلام کو جو فروغ ملا ہے وہ صوفیہ کرام کی تبلیغی و تجدیدی مساعی کی بدولت ملا ہے اور اب بھی نفاذِ دین اور تطہیرِ معاشرہ کے لیے اسلام کی روحانی اقدار اور اولیائے کرام کی تعلیمات کا فروغ ضروری ہے ان ہی مقاصدِ عظیمہ کے لئے اسلامک بک فاؤنڈیشن عظیم الشان کام کر رہا ہے اور اب تک پچاس کے قریب اہم کتبِ تصوّف تحقیقی اور معیاری انداز میں شائع کر چکا ہے۔ مجھے مسرت ہے کہ "مدینۃ الاولیاء" کی اشاعت بھی فاؤنڈیشن کی طرف سے ہو رہی ہے۔ جس پر میرے محترم دوست حاجی محمد ارشد قریشی صاحب ڈائریکٹر اسلامک بک فاؤنڈیشن لائقِ صد تحسین ہیں۔ میں جناب نصر اقبال صاحب مہتمم المعارف گنج بخش روڈ لاہور کا بھی ممنون ہوں جن کے تعاون سے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ اہلِ نظر اور اہلِ دل حضرات یقیناً اس تحقیقی کتاب کو شرفِ پذیرائی بخشیں گے اور اسلامک بک فاؤنڈیشن نے اسلام کی اخلاقی اور روحانی اقدار کے احیاء کی جو تحریک شروع کی ہے اس میں اِس علمی ادارہ سے بھرپور تعاون کریں گے۔

محمد دین کلیم

۱۷ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ مطابق

۱۶ جولائی ۱۹۷۶ء

۱۶ برنی سٹریٹ۔ گڑھی شاہو لاہور

۱۔ حضرت سیّد شرف الدّین پاکؒ

آپ حضرت سید عبدالرزاق ابوبکر بن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے خُلفاء میں سے تھے اور لاہور آ گئے تھے۔ حضرت سیّد عبدالرزاقؒ کی وفات ۶۰۳ھ مطابق ۱۲۰۶ء میں بغداد میں ہوئی تھی۔ آپ نے بغداد شریف میں سلسلہ قادریہ میں بیعت کی تھی اور بعد ازاں لاہور میں تشریف لائے ہوں گے۔ مقبرہ کے باہر یہ تحریر ہے۔ " دربار عالیہ سید شرف الدین پاکؒ خلیفہ سوم سید غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ "۔ مقبرہ ایک اُونچے اور قدیم چبوترے پر واقع ہے۔ تقریباً آٹھ فٹ کی بلندی ہے اوپر جانے کے لئے دس سیڑھیاں ہیں۔ مقبرہ کا ایک دروازہ اور چھ چھوٹے در ہیں۔ اندرون روضہ اس طرح تحریر ہے۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ؕ یہ دربار حضرت سیّد قطب الاقطاب شرف الدّین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خلیفہ حضرت سید عبدالرزاق ابوبکر بن سیدنا الشیخ محی الدّین عبدالقادر جیلانی المشہور بابا گمٹی والا کا ہے۔ روضہ میں بجلی کا انتظام ہے اِرد گرد روضہ کے گولائی میں نیچے اوپر تین چبوترے اور پھر اوپر مقبرہ شروع ہوتا ہے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کا وصال ۱۲۵۰ء کے لگ بھگ ہُوا ہوگا اس زمانہ میں معظم خاں شبیر خاں خاندان مملوک کی طرف سے صوبہ دار لاہور تھا۔ مزارِ اقدس گورنر ہاؤس کے سامنے باغِ جناح میں مال روڈ نزد منٹگمری ہال (جلڈسن پارک) میں واقع ہے۔ گنبد سطح چبوترہ سے پانچ چھ فٹ بلند ہے۔

۲۔ حضرت سیّد شاہ عالم قادریؒ

آپ حضرت شاہ فیروز قادریؒ لاہوری کے دادا تھے۔ مُرشدی سلسلہ اس طرح ہے۔ شاہ فیروز گیلانی قادریؒ مرید حضرت شاہ عالم وہ شہ نور الدّین وہ شاہ احمد وہ شاہ حامد وہ شیخ عبدالرزاق وہ سید عبداللہ گیلانی وہ شیخ احمد قادری وہ سیّد میر وہ سید مسعود وہ

سیّد علی وہ سیّد صوفی وہ سیّد عبدالوہاب فرزند ارجمند سیّد عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ تھے۔ آپ بغداد شریف سے لاہور تشریف لائے اور پھر دہلی کی طرف بزرگانِ دین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے جب واپس آئے تو لاہور ہی میں قیام فرما ہو گئے اور آبادی نواح مسجد لاڈو میں مقیم ہوئے یہاں آپ نے ایک خانقاہ کی تعمیر کرائی اور رشد و ہدایت میں مصروف ہوئے۔ سراپا ذوق و شوق اور ذکر و فکر بزرگ تھے اور عبادت و ریاضت میں یگانہ آفاق تھے۔

وفات لاہور میں ہی ہوئی۔ تکیہ ڈنڈی گراں۔ مشن روڈ لاہور میں مزار بنا۔ اب آپ کے مزار کا نشان باقی نہیں ہے۔ زمانہ ۱۵۰۰ء کے لگ بھگ ہے اس وقت خاندانِ لودھی کی حکومت تھی۔

۳۔ حضرت سیّد عبدالخالق قادریؒ

والد گرامی کا اسمِ مبارک سیّد عبدالواسع تھا۔ آپ سیّد محمود حضوری قادری مدفون لاہور کے نواسہ تھے جن کا مقبرہ علامہ اقبال روڈ پر بالمقابل مین بازار گڑھی شاہو واقع ہے۔ وفات سیّد عبدالواسع بھاکری ۹۵۵ھ میں ہے۔ آپ سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں لاہور آئے اور ایک محلہ آباد کیا جس کا نام سیّد سر (سیّد کا تالاب) مشہور ہوا۔ اس تالاب کا پانی پھوڑے پھنسی کے لئے نہایت اکسیر تھا اور بے شمار لوگ اس سے فیض حاصل کرتے تھے۔ سیّد عبدالواسعؒ نے اس محلہ میں ایک دینی مدرسہ بھی جاری کیا تھا۔ یہ جگہ برٹ انسٹیٹیوٹ سے لے کر اونچے پل گڑھی شاہو تک واقع تھی۔ اب تالاب۔ محلہ اور مدرسہ و خانقاہ کے آثار تک مِٹ چکے ہیں۔ اب یہ محلہ موجود نہیں۔ پرانے زمانہ میں یہ محلہ گڑھی شاہو کے قریب علامہ اقبال روڈ پر واقع تھا۔ اس محلہ کو کئی دفعہ سکھوں نے لوٹنے کا ارادہ کیا مگر ہر دفعہ سادات ان قزاقوں کو کچھ دے دلا کر واپس کر دیتے۔ آخر بھنگی سرداروں نے اس محلہ کو لوٹ کر تباہ و برباد کر دیا کہ یہاں گائیں ذبح ہوتی ہیں اس جگہ کے رہنے والے

کچھ تو موضع جتو (دریائے راوی کے کنارے یا محمود لوٹی کے پاس) چلے گئے اور کچھ اندرون شہر جا بسے اور بقیہ اردگرد کے مضافات میں چلے گئے۔

وفات ۹۰۷ھ مطابق ۱۵۰۱ء میں بعہد سکندر لودھی ہوئی جو گنج تاریخ المعروف بہ گنجینۂ سروری مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری میں بھی درج ہے اور اندرون چار دیواری حضرت جان محمد حضوریؒ علامہ اقبال روڈ بالمقابل مین بازار گڑھی شاہو میں مدفون ہوئے۔

۴۔ حضرت شاہ فیروز گیلانیؒ

آپ حضرت غوث الاعظمؓ کی اولاد سے تھے لاہور میں سلسلۂ عالیہ قادریہ کے آنیوالے قدیم ترین بزرگان میں شامل تھے۔ جامع علم و حلم۔ عبادت و نجابت و ریاضت بزرگ تھے مصنف حدیقۃ الاولیاء لکھتا ہے کہ آپ گیلانی سادات میں سے ایک عظیم پیر طریقت بزرگ تھے۔ آپ نے سلسلۂ قادریہ میں شاہ عالم جدِ خود سے بیعت کی وہ شاہ نورالدین کے مرید تھے اور وہ شاہ حامد کے وہ شیخ عبدالرزاق کے وہ سید عبداللہ گیلانی کے وہ شیخ احمد قادری کے وہ سید میر کے وہ سید مسعود کے وہ سید علی کے وہ سید صوفی کے اور وہ سید عبدالوہاب فرزندِ ارجمند حضرت سید عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی کے۔ آپ نے بے شمار ممالک کی سیر و سیاحت کی اور بالآخر اپنے باپ دادا کی خانقاہ میں اقامت گزیں ہوئے اور سلسلۂ درس و تدریس جاری کیا۔ مدینۃ الاولیاء لاہور میں آنجناب اپنے دادا کے ساتھ ہی تشریف فرما ہوئے تھے۔ اپنے زمانہ کے مایۂ ناز عالم اور فاضل تھے۔ تقدس اور بزرگی کے باعث آپ کا نامِ نامی دُور دُور تک مشہور تھا۔ ہمیشہ وعظ و نصیحت اور درس و تدریس میں مصروف رہتے آوائل میں آپ مرید بنانے کے خلاف تھے مگر بڑھاپے میں آپ نے کافی مرید بنا لئے تھے۔ بے شمار خلقت نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کئے اپنے زمانے کے بے بدل عالم فاضل تھے۔ محلہ ڈنڈی گراں یا خرادی محلہ میں جہاں کہ آپ کے دادا کی خانقاہ تھی آپ قیام فرماتے تھے اور یہی خرادی لوگ آپ سے بے انتہا عقیدت

رکھتے تھے۔ پیشہ آپ کا درس و تدریس تھا۔ طالبانِ دین کو فقہ، حدیث اور تفسیر کا درس دیتے پھر شام سے آدھی رات تک تلقین و ارشاد میں مصروف رہتے۔

وفات ۹۳۳ھ مطابق ۱۵۲۶ء میں بمقام لاہور ہوئی جو کہ ظہیر الدین بابر کا زمانہ سلطنت تھا۔ مزار تکیہ ڈنڈی گراں میں واقع تھا۔ تاریخ لاہور میں آپ کے مزارِ اقدس کا پتہ یوں تحریر ہے کہ شاہ فیروز گیلانی کے مقبرے کا پرانا گنبد اس سڑک پر بائیں طرف واقع ہے جو میو ہسپتال سے قلعہ گجر سنگھ اور گورنمنٹ ہاؤس کو جاتی ہے۔ مشرقی طرف مہاں سنگھ کا باغیچہ (ڈی وینسٹی کالج) واقع ہے۔ یہ گنبد چار محرابوں پر قائم ہے اب ایک طرف راستہ ہے۔ پہلے گنبد پر نیلہ رنگ چڑھا ہُوا تھا مگر اب کوئی قدیم رنگ اور نقش و نگار نظر نہیں آتے اب اس مقبرہ کے آثار مشن روڈ پر پائے جاتے ہیں۔

۵۔ حضرت سیّد عبد القادر گیلانیؒ

شجرہ نسب سیدعبدالرزاق بن سیّد عبد القادر جیلانی غوث الاعظمؓ سے ملتا ہے۔ والد کا اسم گرامی سیّد جمال الدین تھا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد بزرگوار کے مرید و خلیفہ تھے نسب نامہ اس طرح ہے۔ سیّد عبد القادرؒ گیلانی بن سید جمال الدینؒ بن سید جلال الدین بن سیّد یوسفؒ بن سیّد سلطانؒ رشید بن سیّد ادہمؒ بن سیّد محمود بن سیّد اسماعیلؒ بن سید داؤدؒ بن سیّد فتح نصرؒ بن سیّد عبدالرزاقؒ بن حضرت غوث الاعظمؒ شہنشاہِ بغداد۔

آنجناب حسب الایما حضرت غوث الثقلین عبد القادر جیلانیؒ کے ۹۰۰ھ مطابق ۱۴۹۴ء میں بغداد شریف سے جانب مدینۃ الاولیا لاہور روانہ ہوئے۔ پہلے چالیس روز موضع موڈی ضلع امرتسر (بھارت) میں مقیم رہے پھر ہندوستان میں آگے بڑھ گئے اور بمقام پٹنہ (صوبہ بہار) میں قدرے اقامت گزیں رہے پھر وہاں سے لاہور تشریف لائے اور یہاں محلہ دوراجہ ایک مسجد میں شب باش ہوئے تو بذریعہ کشف معلوم ہُوا کہ اب آپ لاہور ہی میں رہائش اختیار فرماویں اور لوگوں کو رشد وہدایت کی تلقین فرماویں۔

حدیقۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ شہنشاہ اکبر کے عہد حکومت میں بغداد سے لاہور تشریف لائے آپ کے تقدس کا شہرہ سُن کر میر کفایت خاں نے اپنی دختر کا اُن سے نکاح کر دیا جن سے تین فرزند تولد ہوئے۔ آپ کی اولاد میں سے سید غیاث الدین دولت شاہ بہت معروف تھے۔ تین فرزندوں کے یہ نام ہیں۔ ۱۔ سید حاجیؒ ۲۔ سید سلطان اکبرؒ ۳۔ سید غیاث الدین۔ جو نہایت کامل و اکمل بزرگ تھے۔

وفات ۹۴۲ھ مطابق ۱۵۳۵ء میں ہوئی جو کہ نصیر الدین ہمایوں کا عہد حکومت تھا اور مرزا کامران پسر ظہیر الدین بابر گورنر لاہور تھا۔ مزار پُر انوار برڈ وڈ روڈ انسٹیٹیوٹ مزنگ میں قلعہ جات کے پاس واقع ہے جو اب بھی مرجع عوام و خواص ہے۔

۶۔ حضرت سید محمودؒ حضوری قادری

والد کا اسم گرامی شمس الدین المعروف شمس العارفین غوری مُوسوی تھا جو حضرت امام مُوسیٰ کاظمؓ کی اولاد سے تھے والد ماجد مُلک غور کے رہنے والے تھے۔ آپ کا سلسلہ ارادت اس طرح ہے۔ آنجناب اپنے والد مکرم سید شمس العارفین سے بیعت تھے وہ سید یعقوبؒ سے وہ سید عبد القادرؒ سے وہ سید علیؒ سے وہ سید مسعودؒ سے وہ سید احمدؒ سے وہ سید اصغرؒ سے وہ سید ابو الفرحؒ سے اور وہ سید عبد الوہابؒ بن سید عبد القادر جیلانیؒ سے جب حضرت شمس الدینؒ وصال فرما گئے تو آپ ولایت غور سے لاہور تشریف لائے۔ اور محلہ حاجی سرائے میں مقیم ہوئے جو کہ عہد سکھاں میں ویران ہو گیا تھا۔ محلہ شہر سے باہر واقع تھا۔ محلہ مذکور گڑھی شاہو سے قلعہ گوجر سنگھ تک واقع تھا چونکہ آپ علوم ظاہری و باطنی میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے اس لئے ان کی بزرگی کا چرچا ہو گیا۔ چنانچہ آپ گڑھی شاہو میں منتقل ہو گئے اور یہاں درس و تدریس اور پیری مُریدی کا سلسلہ شروع ہو گیا جو شخص آپ سے بیعت کرتا وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب میں دیدار ضرور کرتا اسی لئے آپ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضوری

مشہور ہوئے۔ مزید حالات کے لئے میری تالیف "سوانح حیات سید جان محمد حضوریؒ" ملاحظہ فرمائیں۔
وفات ۹۴۳ھ مطابق ۱۵۳۶ء میں ہوئی جو مغل فرمانروا نصیر الدین ہمایوں کا زمانہ تھا یہ وقت شیر شاہ کے سریر آرائے حکومت ہونے سے چار سال قبل کا تھا۔ مرزا کامران ان دنوں گورنر لاہور تھا۔ مزار علامہ اقبال روڈ بالمقابل بین بازار گڑھی شاہو واقع ہے۔ آپ کے مقبرہ میں دوسری قبر آپ کے صاحبزادے سید شاہ نور حضوریؒ کی ہے۔

۷۔ حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ

آپ سید عبدالخالقؒ کے فرزند تھے جو بہت متعبد ولی کامل گزرے ہیں نہایت صاحب کرامت بزرگ تھے۔ وفات ۹۴۳ھ مطابق ۱۵۳۶ء میں ہوئی۔ ان دنوں گورنر لاہور کامران میرزا تھا۔ مزار اقدس اندرون احاطہ چار دیواری حضرت جان محمد حضوری واقع ہے جو گڑھی شاہو میں ہے۔

۸۔ حضرت سید عبداللہ قادریؒ

آپ سید عبدالخالق بھاکریؒ کے فرزند تھے۔ مصنف تذکرہ علمائے ہند لکھتا ہے کہ سید عبداللہ لاہوری ابن سید عبدالخالق بھاکری سلسلہ قادریہ کے مشائخ کرام اور سادات عظام سے تھے جامع علوم عقلیہ اور نقلیہ تھے۔ تمام عمر فقہ۔ حدیث اور تفسیر کے درس میں ختم کر دی۔ کسی سائل کو اپنے دروازے سے خالی نہیں کرتے تھے۔ لاہور میں سید جان محمد حضوریؒ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

وفات ۹۴۳ھ مطابق ۱۵۳۶ء میں ہوئی جو کہ نصیر الدین ہمایوں کا عہد حکومت تھا۔ مرزا کامران صوبہ دار تھا۔ مزار اقدس حضرت جان محمد حضوریؒ کی چار دیواری کے اندر واقع ہے جو بالمقابل بین بازار گڑھی شاہو ہے۔

۹۔ حضرت شیخ عبداللہ قادریؒ

آپ حضرت شاہ فیروز گیلانی قادریؒ لاہوری کے جانشین اور مرید تھے۔ آپ کے مریدوں میں سید عبدالحکیم قادری لاہوری بہت معروف ہیں۔ آپ کا قیام بھی خانقاہ شاہ فیروز گیلانیؒ میں ہی رہا۔ پرانے دقتوں میں یہاں خرادی محلہ آباد تھا۔ سید محمد لطیف لکھتے ہیں کہ جب کبھی بھی زمین کھودنے کا موقعہ آتا ہے تو یہاں سے پرانے اوزار نکلتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہاں صناعوں اور خرادیوں کی رہائش تھی۔

آپ کا وصال ۱۵۵۰ء کے بعد ہوا اس زمانہ میں تاتار خاں خاندان سوری کی طرف سے گورنر لاہور تھا۔ تکیہ ڈنڈی گراں (گوالمنڈی) میں خانقاہ شاہ فیروز گیلانیؒ میں آپ کا مزار تھا یہ جگہ مسجد مائی لاڈو کے مشرق کی جانب تھی۔

۱۰۔ حضرت شاہ میر قادریؒ

آپ حضرت شاہ ابو اسحاق قادری لاہوری کے ماموں تھے اور نہایت عارفِ کامل تھے نیز صاحبِ خوارق کرامات بزرگ تھے۔ آپ کا مزار میانی قبرستان میں ہے اور ٹیلا شاہ میر کے نام سے مشہور ہے یہاں ساتھ ہی حضرت شاہ ابو اسحاق قادری کے والدین کی بھی قبور ہیں۔ یہ جگہ لٹن روڈ کے نزدیک ہے۔ وصال ۱۵۶۲ء کے لگ بھگ ہے

۱۱۔ حضرت سید بہاول شاہ گیلانی المشہور بہاول شیرؒ

آپ سید محی الدینؒ بن سید شمس الدینؒ بن حاجی بہاء الدینؒ بن سید اسماعیل گیلانیؒ کے فرزند تھے۔ مسجد بوچڑاں لٹن روڈ کے ساتھ تکیہ بہاول شیر ہے مرقد منورہ آپ کا مسجد بوچڑاں کی دیوار کے ساتھ واقع ہے تکیہ کا رقبہ کافی وسیع ہے۔ مقبرہ چھوٹا سا ہے۔ بڑ کا ایک قدیم

درخت بھی سایہ فگن ہے۔ ساتھ ہی مقبرے میں ایک درویش کی رہائش ہے۔ بورڈ پر یہ عبارت تحریر ہے۔ "مزار حضرت بہاول شیرؒ المشہور بہاول شاہ گیلانیؒ بن سید اسماعیل گیلانی"

وفات ۹۷۳ھ مطابق ۱۵۶۵ء میں ہوئی۔ یہ اکبر کا عہدِ حکومت تھا۔ اِن دنوں خان اعظم میرزا محمد آتگہ خان گورنر لاہور تھا۔ مزار پُر انوار قبرستان میانی (ملتان روڈ) نزد مسجد قصاباں واقع ہے۔

۱۲۔ حضرت سید اسمٰعیل گیلانیؒ

نام نامی سید اسماعیل گیلانی بن سید عبداللہ ربانی بن سید محمد غوث اُوچی حلبی قادریؒ ہے اپنے والد ماجد سے خلافت حاصل کی۔ اپنے زمانہ کے جلیل القدر اولیا میں سے تھے۔ شہنشاہ اکبر جن دنوں لاہور کی آبادی میں مصروف تھا ان دنوں وہ آپ کی زیارت کا مشتاق ہوا اور آپ کو اوچ شریف سے بلایا تو بادشاہ نے علاوہ دیگر اراضیات و جاگیرات کے لکھی محلّہ میں مکان عالی والا بھی آپ کی نذر کیا چنانچہ آپ یہیں سکونت پذیر ہوئے اور خلق خدا کو رشد و ہدایت کی تبلیغ فرمانے لگے اس زمانہ میں اس کا رقبہ کئی میل تھا۔ لکھی محلّہ میں لکھ پتی کپڑے کے سوداگر رہا کرتے تھے ان کی تجارت کا سلسلہ دُور دُور کے ملکوں میں پھیلا ہوا تھا وہ سب آپ کے حلقہ ارادت میں آگئے۔ شہنشاہِ اکبر نے بھی علاقہ فیروز پور میں آپ کو ایک ہزار بھیگہ زمین نذر کی تھی۔ سید حاجی بہاؤالدین۔ سید بدرالدین اور سید قطب الدین آپ کے فرزند تھے۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۹۷۸ھ مطابق ۱۵۷۰ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ ان دنوں اکبر بادشاہ دہلی تھا اور گورنر لاہور خان جہان حسین قُلی خان تھا۔ آنجناب کے والد گرامی بھی اسی سال اُوچ شریف میں وفات پاگئے۔ نظم اعجاز میں مرقوم ہے کہ جہاں آپ کا مقبرہ ہے وہ ٹیلہ حضرت کی سیرگاہ اس محلّہ سے مُلحق تھا۔ سکھوں کے عہد میں کم ہوتے ہوتے ابتدائے حکومت انگریزی میں صرف چند کنال رہ گیا چنانچہ اب اس مکان کا رقبہ تیس کنال کے قریب ہے۔ مزار پُر انوار پر ایک عالیشان گنبد یادگار عہدِ اکبری موجود ہے جو جین مندر کے پاس پرانی انار کلی کی سڑک پر واقع ہے اور آگے بڑسڑک

یونیورسٹی گراونڈ سے جاملتی ہے۔ آپ کی اولاد میں سے سید بہاء الدین شاہ المشہور بہاول شیر بن سید محی الدینؒ بن سید شمس الدینؒ بن حاجی بہاء الدینؒ کا مزار مقدس گورستان میانی میں لٹن روڈ پہ واقع ہے

۱۳۔ حضرت سید شیخ ابو اسحاق قادریؒ

آپ کا اصل وطن بخارا تھا۔ سادات بخارا میں آپ کا خاندان ایک ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔ آپ حضرت داؤد کرمانی شیر گڑھی (چونی وال) کے نامور خلفاء میں سے تھے۔ سید خیر الدین ابو المعالیؒ قادری لاہوری آپ کے پیر بھائی تھے جن سے آپ کو بے انتہا محبت تھی جب حضرت شاہ ابو المعالیؒ اپنے پیر و مرشد کی اجازت سے شیر گڑھ سے لاہور آئے تو آپ نے بھی بوجہ اتحاد دینی و طریقہ ربانی ان سے اجازت لے کر لاہور کا رُخ کیا اور قومی محلہ مغلاں اجو محلہ پیر عزیزہ کہلاتا تھا۔ سکونت اختیار کی۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل اور زہد و ورع اور ریاضت و سخاوت میں شہرہ آفاق تھے۔ صیام و قیام میں یگانہ آفاق تھے بے شمار کرامات آپ سے ظاہر ہوئیں۔ ہزار ہا ارادت مند آپ کے خوارقِ کرامت سے فیض یاب ہوئے۔ اپنے پیر و مُرشد کے حکم سے شیر گڑھ سے لاہور تشریف لائے اور محلہ پیر عزیزہ مزنگ میں اقامت گزیں ہوئے اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے آپ نے یہاں خانقاہ کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ بے شمار لوگ آپکے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ سید محمد لطیف مورخ لاہور نے آپ کے مقبرہ کے ساتھ ایک بہت بڑی مسجد کا بھی ذکر کیا ہے۔ لاہور میں جس محلہ میں آپ نے قیام اختیار کیا وہ محلہ آپ کے نام سے ہی محلہ شاہ ابو اسحاق مشہور ہو گیا۔ حضرت شاہ بلاول قادری آپ کی خانقاہ میں ہی چندے معتکف رہے تھے اور فیضان حاصل کیا تھا۔

آپ کے خلفاء میں سید شمس الدین قادری لاہوری بہت ممتاز تھے۔ مزار پہ سنگِ مرمر کا کتبہ لکھا ہے جو اس طرح ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مرکز تجلیات۔ حامیٔ شریعت شہباز طریقت۔ ہادی راہ حقیقت۔ سلطان الاولیاء حضرت سید شاہ ابو اسحاق بخاری۔ قادری یومِ وصال ۵ محرم الحرام ۹۸۵ھ مطابق ۲۵ مارچ ۱۵۷۷ء۔

گنج تاریخ میں وفات ۹۸۵ھ مطابق ۱۵۷۷ء درج ہے۔ شہنشاہ جلال الدین اکبر کا عہد حکومت تھا۔ شاہ قلی خاں محرم صوبہ لاہور تھا۔ مزار ٹمپل روڈ پر سکھوں کے گوردوارہ چھٹی بادشاہ مزنگ واقع ہے۔ مقبرہ آپ کا ان کے ایک مرید عبداللہ بن عبدالقادر نے بنوایا تھا جو لکھنؤ کا ایک بہت بڑا تاجر تھا اس تاجر کی اولاد سے مقبرہ کی تعمیر کے ایک سو اسی سال بعد لکھنؤ سے ایک شخص آیا تھا جس نے اس کی مرمت دوبارہ کروائی تھی ساتھ ہی ایک نہایت وسیع مسجد ہے اور باہر کی طرف مقبرہ صاحبزادگان یار حسین۔ ملک حسین اور محمد حسین کا ہے جو کہ آپ کے فرزند تھے روزہ کی دیواروں کے چاروں اطراف میں سورہ ملک [illegible] چونا سے بخطِ حنوط تحریر ہے۔ مزید حالات کی تفصیل کے لئے میری تالیف سوانح حیات شیخ ابواسحاق قادری قابلِ مطالعہ ہے۔

۱۴۔ حضرت میر میراں گیلانی قادری

آنجناب سید مبارک حقانی بن سید محمد غوث قادری اُوچی جلبی کے فرزند تھے جو اوچ شریف کے ایک جلیل القدر صوفی بزرگ تھے۔ نہایت صاحب علم و حلم تھے آپ سے بیشمار خوارق عادات اور کرامات ظاہر ہوئیں۔ خرقۂ خلافت اپنے والدِ گرامی سید مبارک حقانی اوچوی سے پایا شرافت۔ نجابت اور سخاوت میں یگانہ آفاق تھے۔ کرامات آپ کی موروثی تھیں۔ لاہور میں بے حد حساب خلقت خدا آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئی اور کسبِ فیض کیا۔ آپ اُوچ شریف سے لاہور تشریف لائے اور بے انتہا نام پایا۔ خلق خدا اس قدر آپ کے درِ دولت پر حاضر رہتی تھی جس کی کوئی حد نہیں۔

احاطہ قبرستان حضرت میر میراں گیلانی میں ایک اونچے چبوترے پر آپ کا مرقد منور ہے جس پہ گیارہ قبریں ہیں۔ اس چبوترے پہ ایک درخت بھی ہے لاہور کا یہ قدیم ترین مزار ہے اس احاطہ اور پاک خانقاہ میں آپ کے صاحبزادگان اور مستورات کی بھی قبور ہیں۔ یہاں میر میراں سید ایوب صابر گیلانی۔ سید نظام الدین حسن گیلانی۔ سید عبدالواحد گیلانی۔ سید بادشاہ گیلانی

سید رسول شاہ گیلانیؒ سید احمد شاہ گیلانیؒ سید جان شاہ گیلانیؒ سید قائم شاہ گیلانی۔ سید احمد شاہ گیلانی اور دیگر مستورات کی قبور پاک ہیں۔

وفات ۹۸۶ھ مطابق ۱۵۷۸ء میں ہوئی یہ شہنشاہِ دہلی جلال الدین اکبر کا زمانہ حکومت تھا اور سعید خان چغتائی گورنر لاہور تھا۔ مزار گورستانِ میانی میں شاہ نظام الدین بودیا نوالہ کے احاطہ مزار کے اندر چبوترے پر ہے آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادوں کی بھی قبور ہیں۔

۱۵۔ حضرت سلطان اکبر قادریؒ

آپ حضرت عبدالقادر ثانی گیلانی کے فرزند تھے اور اپنے عہد کے ایک نامور بزرگ تھے۔ زہد و ریاضت کی طرف طبیعت بہت زیادہ مائل تھی۔ بمطابق گنج تاریخ وفات ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء میں ہوئی۔ مزار آبائے کرام خود میں بمقام مزنگ بنا۔ یہ عہدِ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ تھا۔ سعید خاں چغتائی گورنر لاہور تھا۔

۱۶۔ حضرت غیاث الدین قادریؒ المشہور دولت شاہ گیلانی

سید عبدالقادر ثانیؒ کے فرزند تھے۔ شجرہ نسب اس طرح ہے۔ سید غیاث الدین دولت شاہ گیلانی بن سید عبدالقادر ثانی بن سید جمال الدین بن سید جلال الدین بن سید محمد یوسف بن سلطان رشید بن سید ادہم بن سید محمود بن سید اسماعیل بن سید داؤد بن تاج الاقطاب سید فتح نصر بن سید عبدالرزاق بن محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی ہے۔ آپ نے بیعت اپنے والد سید عبدالقادر ثانی سے کی تھی۔ مزنگ کے پاس بڑھی دولت آباد کی بستی آپ نے ہی آباد کرائی تھی جس جگہ کا اب کھوج لگانا مشکل ہے۔ اپنے وقت کے جلیل القدر بزرگ تھے۔ بمطابق گنج تاریخ وفات ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ء بمقام لاہور بعہدِ شہنشاہ جلال الدین اکبر ہوئی اور سعید خاں چغتائی گورنر لاہور تھا۔ مزار بھڑی دولت آباد مزنگ میں واقع ہے جہاں کہ

آپ کے والد ماجد کا مزار ہے جو کہ موجودہ برڈ وڈ انسٹیٹیوٹ کے پاس واقع ہے۔

۱۷- حضرت سید کرام الدین قادری المشہور بہ شاہ بھاگتا

آپ سید غیاث الدین دولت شاہ گیلانی لاہوری بن سید عبدالقادر ثانی کے صاحبزادے تھے۔ سلسلہ نسب چند واسطوں سے قطب الاقطاب سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی سے جا ملتا ہے۔ بڑے صاحبِ کرامات بزرگ تھے بے شمار طالبانِ حق آپ کی ذاتِ گرامی قدر سے مستفید و مستفیض ہوئے۔

بمطابق گنج تاریخ آنجناب کی وفات ۵ رجمادی الثانی ۹۹۳ھ مطابق ۱۵۸۵ء بعہدِ جلال الدین اکبر شہر لاہور میں ہوئی اور راجہ بھگونت داس صوبیدار لاہور تھا اس وقت آپ کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔ مزار اقدس جیل روڈ (موجودہ گلبرگ روڈ) پر ایک اونچے کچے ٹیلے پر واقع ہے۔

۱۸- حضرت شیخ ابو محمد قادری رح

آپ حضرت طاہر بندگی قادری سے شرفِ بیعت تھے۔ ان کے وصال کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے۔ بڑے باکمال بزرگ تھے۔ بے شمار خلقِ خدا نے آپ سے راہِ ہدایت اختیار کی۔ سلسلہ فاضلیہ قادریہ بٹالے والے بزرگان آپ سے شجرۂ بیعت ملاتے ہیں۔ وصال ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں ہے۔ ان دنوں عصمت قلی صوبیدار لاہور تھا۔ آپ اپنے پیرو مرشد کے جوار میں مدفون ہوئے۔ مزار چاردیواری حضرت طاہر بندگی میانی قبرستان میں واقع ہے۔

۲۲۔ گنبد محمد حسینؒ۔ ملک حسینؒ اور یار حسینؒ فرزندان شیخ ابواسحاق قادریؒ

درج بالا تینوں اصحاب حضرت شیخ ابواسحاق قادریؒ لاہوری مرید حضرت شیخ داؤد کرمانیؒ کے فرزندان تھے یہ گنبد مسجد کے ساتھ ہی جنوب کی طرف واقع ہے جس کا دروازہ روضہ حضرت شاہ ابواسحاق قادری کی طرف کھلتا ہے۔ سید محمد لطیف مؤرخ لاہور نے حضرت شیخ کے فرزندان کے نام محمد حسین۔ ملک حسین اور یار حسین لکھے ہیں حالانکہ کسی اور تاریخ میں یہ نام نہیں پائے جاتے وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کے گنبد کے اندر سورۂ یٰسین لکھی ہوئی ہے۔ مزار ٹمپل روڈ پر سکھوں کے گوردوارہ چھیٹی بادشاہی مزنگ واقع ہے۔ وفات ان صاحبزادگان کی عہدِ اکبر میں ہوئی۔

۲۳۔ حضرت قاضی محمد قادری شطاریؒ

آپ حضرت شاہ گدا قادری لاہوریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء میں آپ کا ذکر کیا ہے مگر نشانِ مزار نہ مل سکا۔

۲۴۔ حضرت سید صوفی گیلانیؒ

آپ حضرت سید بدر الدین بن سید اسماعیل گیلانی قادریؒ بن سید عبداللہ ربانی کے فرزند تھے جو سادات گیلانیہ اوچ شریف سے تھے۔ آپ نہایت صاحب ہمت شجاعت و توکل میں ممتاز تھے۔ عزم محکم کے مالک تھے۔ کمالات ظاہری و باطنی میں ہمہ صفت موصوف اور متابعت شریعت و طریقت میں معروف تھے۔ ہزار ہا انسان آپ کی توجہ سے راہ ہدایت پر آئے۔ لاہور میں ہنگامۂ شریعت رکھتے تھے۔ سب سے پہلے آپ نے ہی تکیہ املی والا کو رونق بخشی اور اپنی سکونتی حویلی تعمیر کروائی جسے اب دیوان خانہ کہا جاتا ہے اور جو

۱۹۔ حضرت گھلن شاہ قادریؒ

حضرت طاہر بندگی قادری لاہوریؒ کے مرید تھے جن کا مزار پر انوار میانی قبرستان میں واقع ہے آپ مجذوب اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ وفات ۹۹۴ھ ۱۵۸۶ء کے لگ بھگ ہوئی۔ عصمت قلی صوبیدار لاہور تھا۔ بقول تحقیقات چشتی مزار موری گیٹ کے باہر باغیچہ سرکاری تحت نواب غلام محبوب سبحانی میں تھا۔ مزار اقدس میں ایک کمرہ میں موری دروازہ کے اندر بائیں طرف حجام کی دوکان اور لاکھ بیچنے والے کی دوکان کے پاس اب بھی موجود ہے۔

۲۰۔ حضرت شاہ نور حضوری قادریؒ

والد کا اسم گرامی سید محمود حضوری قادریؒ لاہوری ہے۔ آپ کے نامور فرزند رشید سید جان محمد حضوریؒ نے بہت نام پیدا کیا ہے تربیت ظاہری و باطنی اپنے والد مکرم سے کی۔ گنج تاریخ کے مطابق وفات ۹۹۷ھ مطابق ۱۵۸۸ء میں ہوئی۔ یہ جلال الدین اکبر شاہ دہلی کا زمانہ تھا۔ راجہ بھگونت داس صوبیدار لاہور تھا۔ مزار اقدس علامہ اقبال روڈ پر بین بازار گڑھی شاہو کے بالمقابل واقع ہے۔

۲۱۔ حضرت سید عبدالوہاب قادریؒ

آپ سید عبدالرزاقؒ بن سید عبدالخالق بھاکریؒ کے فرزند تھے نہایت بزرگ انسان تھے درس و تدریس اور وعظ و نصیحت ان کا پیشہ تھا بہت سے لوگوں نے آپ سے راہ ہدایت اختیار کی۔ وفات ۹۹۸ھ مطابق ۱۵۸۹ء میں بعہد جلال الدین اکبر ہوئی۔ نواب قلیچ خاں اندجانی گورنر لاہور تھا۔

اس خاندان کا رہائشی مکان ہے اس جگہ آپ کی وفات ہوئی اور یہیں مدفون ہوئے۔ اس احاطہ میں پہلے پہل آپ کا ہی مزار بنا جو اس حویلی کے گوشہ شمال مغرب میں پختہ چبوترے پر زیارت گاہِ خلائق ہے۔

گنج تاریخ کے مطابق وفات ۱۰۰۳ھ میں بمقام لاہور ہوئی۔ جو شہنشاہِ اکبر کا زمانہ تھا خواجہ شمس الدین خوافی ان دنوں صوبیدار لاہور تھا۔ مزار اقدس تکیہ ایلی والا (نئی انار کلی) لاہور میں ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے اور اب بھی مرجع عوام و خواص ہے۔

۲۵۔ حضرت سیّد محمّد غوث گیلانیؒ

شجرہ نسب اس طرح ہے۔ سیّد محمّد غوث بن سیّد فتح محمّد بن سید حاجی ابوبکر بن سید عبدالقادر ثانی گیلانی قادری لاہوری ہے۔ عہدِ شاہ جہان میں قلعہ جات مزنگ کے پاس کافی آبادی تھی اور یہاں ہی حضرت سید عبدالقادر ثانیؒ کا مرقدِ منوّر تھا اس خانقاہ میں آپ کا مزار ہے۔ شاہ جہان کے زمانہ میں اس کے ایک منشی زمان خان نے اپنا ایک باغ لگوایا جو باغیچہ زمان خان کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت سیّد محمد غوث کو بعد از وفات یہاں لاکر دفن کیا گیا اور اوپر مقبرہ بنوا دیا گیا۔ پھر اس کو مقبرہ شاہ غوث کہا جانے لگا۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۰۰۴ھ مطابق ۱۵۹۵ء ہے جو کہ جلال الدّین اکبر کی فرمانروائی کا زمانہ تھا اور خواجہ شمس الدّین خوافی صوبیدار لاہور تھا۔

۲۶۔ حضرت سیّد کامل شاہ قادریؒ

آپ بخاری سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ شیخ مکمل اور ولی کامل تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کی بیعت شیخ الہ داد مداری سے تھی آپ کو لوگ سید دیوان کامل کہتے تھے۔ آپ شہنشاہِ اکبر کے عہد میں بخارا سے لاہور آئے اور قصبہ بابو صابو کے

قریب دریا کے بیلے میں اقامت اختیار کی۔ بے شمار لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے ان میں ایک شخص عبدالرحیم نامی بھی تھا جو شاہی لشکر میں شامل تھا۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۰۰۵ھ مطابق ۱۵۹۶ء میں ہوئی۔ جلال الدین اکبر شاہِ دہلی تھا اور خواجہ شمس الدین خوانی صوبیدار لاہور تھا۔ مزار منور کوٹ بابو صابو میں واقع ہے جو لاہور کی ایک بستی ہے۔ آپ کے مرید عبدالرحیم نے آپ کے مرقد پر گنبد تعمیر کرنا چاہا تو آپ نے خواب میں اُسے روک دیا کہ ایسا نہ کر دمجھے یہی پسند ہے۔

۲۷۔ حضرت سیّد بہاء الدّین گیلانی رح

آپ کے والدِ ماجد کا اسم گرامی حضرت سیّد بہاول شاہ گیلانی لاہوری ہے۔ آپ پیر سید محمدؒ شاہ گیلانی کے اجداد سے ہیں جب وفات پائی تو حضرت بہاول شیر گیلانی کے مزار کے جنوب میں اور چاہ حضرت شاہ مقیم حجرویؒ کے مغرب میں گورستان میانی میں ایک پختہ اور قدیم چبوترہ پر دفن ہوئے۔ بلند قبر آپ کی ہے اور دیگر قبور آپ کے لواحقین اور متعلقین کی ہیں۔ یہ قبور عہدِ اکبری کی ہیں۔ مزارِ اقدس گورستان میانی میں ہے جہاں پر مقبرہ حضرت سید نظام الدین پیر لودیانوالہ موجود ہے۔

۲۸۔ حضرت شیخ حسین قادریؒ المعروف بہ مادھو لال حسین رح

صاحب حال و جذب و شوق اور وجد و سماع تھے۔ ملامتیہ طریق پر کاربند تھے آپ شیخ بہلول دریائی قادری کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ ملامتیہ طریق پر رہتے تھے۔ آپ کے دادا کا نام کلس لاہوری تھا جو ہندو تھا اور عہد فیروز شاہ تغلق میں مشرف اسلام ہوا۔ والد شیخ عثمان تھے۔ آپ ۹۴۵ھ مطابق ۱۵۳۸ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں شیخ ابوبکرؒ لاہوری جو کہ حافظ قرآن اور ایک متبحر عالم تھے سے قرآن پاک حفظ

کرنے لگے۔ تین سال میں قرآن پاک کے چھ جز و حفظ کئے۔ اس دوران شیخ بہلول دریائیؒ لاہور تشریف لائے تو مسجد شیخ ابو بکرؒ میں قیام فرما ہوئے۔ یہاں ان کی شاہ حسینؒ سے ملاقات ہوئی چنانچہ آپ نے ان کو اپنی بیعت میں لے لیا۔ اس کے بعد شیخ حسینؒ نے چھبیس سال زہد و ریاضت میں بسر کئے اور پھر چھتیس سال تک شیخ سعد اللہ لاہوری سے تفسیر مدارک پڑھتے رہے۔ اس زمانہ میں آپ نے تحصیل علوم کا سلسلہ منقطع کر دیا اور ملامتیہ طریقہ اختیار کر لیا۔ آپ رات حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کے مرقد منور پر بسر کرتے جہاں آپ کو حضرت ہجویریؒ کی زیارت ہوئی۔

بخشی رام سنگھ درویش اپنی کتاب موسومہ "سات ستارے" مرتبہ ۱۹۲۴ء میں لکھتے ہیں کہ شیخ حسین ۱۵۷۰ء میں ایک سید گھرانے میں پیدا ہوئے اور تحصیل علم کے لئے لاہور آئے یہ بالکل غلط ہے ڈاکٹر لاجونتی مصنف پنجابی صوفی شعراء نے بھی اپنی کتاب میں آپ کے متعلق بے شمار غلط روایات منسوب کی ہیں۔ منشی مولا بخش کشتہ نے اپنی تالیف "پنجاب دے ہیرے" میں لکھا ہے کہ آپ پنجابی شاعری چھوڑ کر فارسی شعر کہنے لگے یہ بالکل افترا ہے۔ شہزادہ دارا شکوہؒ قادری نے اپنی تالیف شطحیات میں لکھا ہے کہ اکبر اور جہانگیر کی حرم شیخ حسینؒ کی روحانی قوت کی بے حد مداح تھیں اسی وجہ سے جہانگیر نے اپنے ایک درباری بہار خان کو خاص طور پر اسی مقصد کے لئے لاہور میں مقرر کر رکھا تھا کہ وہ اس بزرگ کی ڈائری لکھتا رہے یہ ڈائری بعد ازاں "بہاریہ" کے نام سے موسوم ہوئی۔ آپ شہنشاہ اکبر کے سامنے بھی کئی دفعہ پیش ہوئے۔ مگر ہر قسم کی ملامت سے محفوظ رہے بلکہ جب بادشاہ نے عبدالرحیم خان خاناں کو ٹھٹھہ کی تسخیر کے لئے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ بھیجا تو وہ آپ کی دعا و برکت سے ہی فتحیاب ہوا۔ مخدوم الملک قاضی لاہور بھی آپ کے طریق پہ سرزنش نہ کر سکا۔ دارا شکوہ قادری اپنی تصنیف شطحیات میں لکھتا ہے کہ شہزادہ سلیم اور اکبر کی حرم آپ کی روحانی عظمت کی قائل تھیں اور آپ کا بے حد احترام کرتی تھیں۔ حقیقت الفقراء کے مطابق آپ کے ۹ ہزار کے قریب مرید و خلفاء تھے بعض لوگوں نے سوا لاکھ تحریر کی ہے جو مبالغہ آمیز ہے۔ سولہ خلفاء بہت مشہور ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے

چار غریب

پہلا شاہ غریب : موضع ستی ٹھٹھہ میں وزیر آباد سے تین کوس کے فاصلے پر انکا مزار ہے ۔

دوسرا شاہ غریب : اس کا مزار موضع سنگوالی تحصیل وزیر آباد میں ہے ۔

تیسرا شاہ غریب : اس کا مزار چیلا پور دکن میں واقع ہے ۔

چوتھا شاہ غریب : اس کا مزار احاطہ اندرون خانقاہ شیخ حسین ؒ میں واقع ہے اور ہزاروی کہلاتا ہے ۔

چار دیوان

پہلا دیوان مادھو ؒ : اس کا مزار انجناب کے ساتھ ہی واقع ہے ۔

دوسرا دیوان گورکھ : اس کا مزار آپ کی خانقاہ کی چوکھنڈی میں واقع ہے ۔

تیسرا دیوان بخش : اس کا مزار بیجا پور میں ہے ۔

چوتھا دیوان اللہ دیوان : اس کا مزار بھی خانقاہ شیخ حسین ؒ میں واقع ہے ۔

چار خاکی

پہلا خاکی مولا بخش : آپ کی خانقاہ میں اس کا مزار ہے ۔

دوسرا خاکی شاہ : آپ کی خانقاہ میں ہی اس کا مزار ہے ۔

تیسرا خاکی شاہ : وزیر آباد میں مزار ہے ۔

چوتھا خاکی حیدر بخش : دکن میں مزار ہے ۔

چار بلاول

پہلا بلاول شاہ رنگ : خانقاہ شاہ حسین ؒ کے اندر واقع ہے ۔

دوسرا بلاول بدھو : ایضاً

تیسرا بلاول شاہ : ایضاً

چوتھا بلاول شاہ : مزار دکن میں واقع ہے ۔

کافیاں شاہ حسین ؒ

شاہ حسین ؒ قادری کی تقریباً ۱۶۵ کافیاں یادگار ہیں ۔ نمونہ کلام اس طرح ہے ۔

اک ، دوئے ۔ تن چار پنج چھے ست اسیں اٹھ نوں
چڑھنا جائے سبھے گھر گیاں ۔ رہی اکیلی اک ہو
جیہا ریجا ٹھوک وفا یئو سیتی چادر نال کے سوں
کہے حسین فقیر سائیں دا آسے لگی ہن چھک پون

ہن کھیڈن لیائے اساڈے دناجی رب آپ آساں
اک روندے روندے گئے اک ہس رس سے گئے گوئے سیاں
چھوڑ ٹھکیری پکڑ حلیمی کیہہ وٹیو ای خودی گماں
کہے حسین فقیر سائیں دا صحیح سلامت چلے جہاں

مینڈی دل رانجھن دل منگے

جنگل بیلے پھراں ڈھونڈیندی رانجھن میرے منگے
مہیں آئیاں میرا ڈھول نہ آیا بیر کوکے وچ جھنگے
راتیں دھیں پھراں وچ جھل دے ہرن بولاں دے کنڈے
کہے حسین فقیر نمانا ۔ رانجھن ملے کتے ڈھنگے

سجناں بولن دی جائے ناہیں

اندر باہر اکا سائیں کس نوں آکھ سنائیں
اکو دلبر سبھ گھٹ رویا دوجا نہیں کدائیں
کہے حسین فقیر نمانا ست گر توں بل نہ جائیں

تنہاں نوں غم کیہا سائیں جنہاں دے ول

سوہنی صورت دلبر والی رہی اکھیں وچ گل
اک پل سجن جدا نہ تھیوے بیٹھا اندر مل
کہے حسین فقیر سائیں دا چلنا اج کہ کل

مغلیہ بادشاہوں میں سے جو بھی لاہور آتا وہ اس درگاہ پر ضرور حاضری دیتا۔ نادر شاہ درانی اور احمد شاہ ابدالی بھی جب لاہور آئے یہاں حاضری دی۔ ناظمان لاہور اس درگاہ کے بہت عقیدت مند تھے۔ نواب ذکریا خاں نے یہاں ایک مسجد بنوا دی تھی۔ معزالدین جہانگیر شاہ جب بھائیوں کے طرز عمل سے بدظن ہو کر یہاں آیا تو اس نے یہاں دعا کی کہ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو مقبرہ بنائے گا چنانچہ موجودہ مقبرہ اس بادشاہ کا تعمیر کردہ ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ مزار منور پہ بذات خود سلام کے لئے حاضر ہوتا اور گیارہ سو روپیہ نقد اور بسنتی رنگ کی شال نذر کرتا۔ رائے بہادر کنہیا لال لکھتا ہے کہ اس خانقاہ پہ سال بھر میں دو مرتبہ بڑا بھاری میلہ ہوتا ہے۔ ایک تو بروز بسنت میلہ ہوتا ہے اور ہندو مسلمان اس میلہ میں آتے ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وقت مہاراجہ خود بسنت کے روز یہاں آکر دربار کرتا تھا اور چار دیواری کے شمال و مغرب میں چاندی کا بنگلہ مہاراجہ کے جلوس کے واسطے قائم کیا جاتا تھا اور قلعہ لاہور سے اس خانقاہ تک دو طرفہ فوج پرا باندھ کر کھڑی ہو جاتی تھی۔ دوپہر کے بعد مہاراجہ بڑے تزک و شان کے ساتھ قلعہ سے سوار ہو کر یہاں آتا۔ دور بنگلہ میں اجلاس کرتا۔ تمام امرائے دربار سے نذریں لینا اور خلعتیں دینا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے زمانہ تک یہ سلسلہ قائم رہا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے خانقاہ کی مرمت اور سالانہ عرسوں کے اخراجات کے لئے یہ اراضیات عطا کیں۔

۱۔ چاہ موراں والا	۲۲ بیگھہ زمین
۲۔ چاہ مان والا	۲۰ بیگھہ زمین
۳۔ چاہ پیر والا	۴۳ بیگھہ زمین
۴۔ چاہ حکیم	۶۶ بیگھہ زمین
۵۔ ایک چاہ ضلع امرتسر	۶۰ بیگھہ زمین
۶۔ فتح گڑھ ضلع لاہور	۱ بیگھہ زمین

۷۔ اٹاری ضلع امرتسر ۷ بیگھہ زمین

۸۔ موضع بیگم کوٹ ۳ بیگھہ زمین

مقام چلہ حضرت شاہ صدر دیوان حضوری مقبرہ اور مسجد کے مغرب میں واقع ہے اب یہ چلہ والی جگہ خستہ و شکستہ حالت میں ہے محکمہ اوقاف کو ایسی یادگاروں کو محفوظ کرنا چاہیے۔ حضرت صدر دیوانؒ حضرت بہلول دریائی قادری کے خلیفہ تھے۔ اب یہ جگہ مسجد نواب ذکریا خاں اور مسجد موراں کے درمیان واقع ہے۔

چلہ شاہ ارزانی

یہ بزرگ آپؒ کے ہم عصر اور پیر بھائی تھے۔ یہاں سے جا کر بانکی پور پٹنہ صوبہ بہار میں مقیم ہوئے آپ کا مقبرہ اب وہاں ہے اور نہایت عالیشان حالت میں ہے۔ آپ نے جس جگہ چلہ کیا تھا وہ مسجد کے مغرب کی جانب اب بھی شکستہ حالت میں موجود ہے۔ موجودہ چبوترہ ۵ گز مربع ایک فٹ بلندی پہ واقع ہے۔ مسجد نواب ذکریا خاں سے شمال کیطرف اندرون چار دیواری واقع ہے یہاں کسی وقت تالاب سائیں ثبوت شاہ بھی تھا۔ اب یہ جگہ پاٹیلٹ سکول کے عقب میں ہے۔ کھڑکی مادھوؒ (بہشتی دروازہ) اب بھی خانقاہ کے مشرق میں موجود ہے۔ رائے بہادر کنہیا لال اپنی کتاب تاریخ لاہور میں لکھتے ہیں کہ شیخ مادھوؒ حکم دے چکے ہیں کہ جو شخص اس میں داخل ہوگا وہ بہشتی ہوگا۔ مکان چلہ مادھوؒ ۱۵ × ۱۵ فٹ ہے اور مسجد نواب ذکریا خاں کے بالمقابل احاطہ چار دیواری میں واقع ہے اب اس جگہ پہ رہائش ہے اب بھی مسجد مادھوؒ کی ایک محراب موجود ہے جو کچھ عرصہ بعد معدوم ہو جائیگی۔ محکمہ آثار قدیمہ یا اوقاف کو ایسی درگاہوں کو محفوظ کرنا چاہیے۔ یہ مسجد حضرت رنگ بلاول قادریؒ نے تعمیر کروائی تھی۔

حضرت شاہ حسینؒ کو حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربار میں حاضری کا بہت شوق تھا بلکہ عشق تھا۔ تاریخ کی کتب میں موجود ہے کہ آپ باغبانپورہ یا شاہدرہ سے حضرت داتا صاحبؒ کے مرقد منور پہ حاضری کے لئے اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔

سجادہ نشینان درگاہ حضرت مادھو لال حسینؒ کی قبور اس احاطہ چار دیواری میں تھیں جن کے اب نشان بھی باقی نہیں ہیں۔ ان میں حضرت رنگ بلاول قادری۔ ولایت شاہ

طالب شاہ، عابد شاہ، عظمت شاہ، واحد شاہ، صوبہ شاہ وغیرہ کی قبور شامل ہیں۔ ان کے علاوہ شاہ عرب عاشق حسین۔ دیوان اوّل حضرت مادھو دیوان دیوان ثانی گورکھ دیوان۔ دیوان چہارم حضرت اللہ دیوان خاکی مولا بخش، خاکی شاہ ثانی، رنگ بلاول، مادھو بلاول، شاہ بلاول مست، سائیں غلام علی شاہ خادم صوبہ شاہ اور خاکی دیوان (مادھو آیا۔ خاکی سمایا) کی بھی قبور اسی احاطہ چار دیواری میں واقع ہیں۔

اندرون چار دیواری جو چھوٹی سی مسجد ہے وہ بیگم طوائف والدہ موراں طوائف نے بنوائی تھی اب اس کی مکمل مرمّت اور توسیع نو ہو چکی ہے یہ مسجد ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۸۵۸ء میں بنوائی گئی تھی۔ اس کے نزدیک ایک کنواں بھی ہے۔ دو مینار ہیں۔ اب اس کا نام جامع مسجد حضرت مادھو لال حسین باغبان پورہ تحریر ہے۔ از سرِ نو تعمیر بزم سرور کونین نے کی ہے۔

چار دیواری خانقاہ بالکل مٹ چکی تھی محکمہ اوقاف کے زیرِ اہتمام جنوبی دیوار نہایت پختہ بن چکی ہے جس کا صدر دروازہ بہت بلند ہے۔ مشرقی دیوار کے کچھ کچھ نشانات اب بھی نظر آتے ہیں۔ شمالی اور جنوبی دیواریں بالکل نہیں ہیں۔ مقبرہ کے سامنے حاجی جمعیت اور غلام رسول قدم رسول والوں کی قبور اب بھی موجود ہیں۔ حضرت خاکی شاہ کی قبر کے نشان کی شناخت وَن کے درخت سے کی جاسکتی ہے اور حضرت رنگ بلاول کی بھی یہیں ہے۔ ثبوت شاہ نامی بزرگ کی بھی یہاں ہی قبر تھی۔ گاؤں کے لوگوں کی بھی کچھ قبور یہاں ہیں مگر اُن میں سے کسی کو بھی کوئی امتیازی حیثیت نہیں ہے۔

۱۸۸۰ء میں شالا مار باغ کے میلہ کو انگریز ڈپٹی کمشنر نے تجارتی میلہ قرار دے دیا اور اسی وقت سے اس میلہ کی وسعت شالامار باغ سے خانقاہ حضرت مادھو لال حسینؒ تک ہو گئی

قدم رسول کے متعلق جناب محمد ایوب قادری لیکچرار اردو کالج کراچی نے اپنی تالیف "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" کے صفحات ۲۱۰ تا ۲۲۴ میں "قدم رسول" کی مفصّل تفصیل دی ہے۔

۱۔ نزد مقبرہ حضرت لال حسینؒ باغبان پورہ

سید محمد لطیف مصنفؒ "تاریخ لاہور" (انگریزی) نے لکھا ہے کہ "قدم رسول" اس خانقاہ میں موجود ہے جو پیغمبرِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں کا نشان ہے۔ پہلے یہ گنبد ریلوے سٹیشن لاہور کے نزدیک تھا جب ریلوے سٹیشن تعمیر ہوا اور لائنیں بننی شروع ہوئیں

تو اس کو یہاں سے اٹھا کر مقبرہ حضرت مادھو لال حسین کے پاس دوبارہ لگایا گیا ریلوے سٹیشن کے پاس جہاں گنبد قدم رسول تھا ایک بہت بڑا تالاب بھی تھا جس کو ایک سوداگر غلام رسول نے سات ہزار روپیہ کی لاگت سے ۱۶۲۰ء میں تعمیر کرایا تھا۔ اس گنبد کے باہر حاجی جمعیت کی بھی قبر تھی جس کو بعد ازاں قدم رسول کے ساتھ ہی باغبان پورہ میں اندرون احاطہ چار دیواری حضرت مادھو لال حسین منتقل کر دیا گیا اس جگہ پہ غلام رسول سوداگر کی بھی قبر ہے۔ مقبرہ والی جگہ پہ ریلوے نے قبضہ کر لیا اس گنبد کے صدر دروازے پہ چند عربی کلمات تحریر تھے جن کو ہسٹری آف لاہور میں پڑھا جا سکتا ہے مگر اب تمام اشیاء کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے۔

۲۔ شاہی مسجد لاہور (تبرکات)

پورے پاؤں کا نشان ہے۔

۳۔ قدم شریف دہلی

دہلی میں علاقہ صدر متصل سرائے خلیل۔ عید گاہ چھوٹی کھڑکی قدم شریف کی درگاہ ہے۔ اصل میں یہ مقبرہ شہزادہ فتح خاں بن فیروز شاہ تغلق ہے جس پہ ایک پتھر نصب ہے نقش قدم ایک فٹ تین انچ لمبا اور آٹھ انچ چوڑا ہے۔

۴۔ جامع مسجد دہلی (تبرکات)۔ ایک پتھر پہ ایک بالشت چھ انگشت لمبا نشان ہے۔

۵۔ درگاہ قدم رسول آگرہ: سکندرہ اور شاہ گنج آگرہ کی پختہ سڑک پہ یہ خانقاہ واقع ہے۔

۶۔ مسجد یوسف شاہ آگرہ: (ا) محلہ چپڑی مار ٹولے میں مذکورہ مسجد میں ہے۔

(ب) یوسف شاہ کے مزار پہ بھی ایک خوشنما محراب کے اندر قدم شریف نصب ہے۔ محراب کے اطراف میں بخطِ نستعلیق یہ شعر لکھا ہے۔

برزمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود

سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد شد

۷۔ درگاہ قدم شریف جے پور: موجود ہے۔

۸۔ زیارت گاہ قدم رسول خیر آباد (ضلع سیتا پور) نصیر الدین حیدر وزیر اودھ کے زمانہ میں مکا درزی نے یہ درگاہ بنوائی تھی اور ساتھ ہی مسجد بھی۔

مقبرہ سے مغرب کی طرف ایک مسجد ہے جو نواب زکریا خان المشہور نواب خان بہادر ناظم لاہور نے بنوائی تھی رائے بہادر کنہیا لال لکھتا ہے کہ مسجد کا صحن پختہ تھا مگر کہنہ و بوسیدہ صحن کے گرد دیوار قد آدم بلند خاص مسجد کی تین محرابیں درمیانی محراب پر یہ خط مثلث کانسی کا بر نگ آسمانی بسم اللہ و کلمہ شریف لکھا ہے۔ محراب شمالی پر بھی ایک کتبہ کانسی کار ہے جس پر اشعار لکھے ہیں۔

خواست درد در شاہ ملک پناہ　　شاہ ہندوستان محمد شاہ
عالم و عادل و سخی زمان　　در صف معرکہ چو شیر زیان
زبدۂ بارگاہ او نواب　　زکریا خان صوبۂ پنجاب
بدخواہش اگرچہ جمشید است　　لرزہ در تن فتادہ چوں بید است
نیک نام آنکہ نیک نامیٔ او　　ہمچو بوئے گل است در ہر سو
چاہ و مسجد ز خود بنا بکند　　عالی و خوب و خوشنما بکند
محض بہر خدا کند ایں کار　　تا نمازی شود نماز گزار
یا ز ہر چہ ثواب زاں آید　　بسوئے بانیش شود عائد

محراب جنوبی پر بھی ویسا ہی خوشنما کتبہ کانسی کار ہے جس میں یہ اشعار ہیں۔

یارب از فضل خود نگاہش دار　　از شکستن تو در پناہش دار
کرد احداث مسجد محکم　　نیز خوشش دور چاہ مستحکم
نزد درگاہ صاحب عرفان　　واقف سر حضرت رحمان
آنکہ معروف شد بہ لال حسین　　خاک نعلین اوست سرمہ عین

تاریخ:

چوں ایں سجدہ گہہ از پئے خاص و عام　　بنا یافت از سرور نیک نام
ز تاریخ او ہر کہ جوید شمار　　بداند ہزار و صد و چہل و چار

اب اس مسجد کی تعمیر نو ہو چکی ہے اور کسی قسم کا کتبہ یا نشان باقی نہیں ہے۔ ۱۹۲۰ء میں اس خستہ اور شکستہ مسجد کی تعمیر باہتمام میاں معراجدین و میاں تاجدین فرزندان میاں محمد دین باغبان پورہ نے کرا دی ہے اور پہلا نے آثار نظر نہیں آتے۔

گنج تاریخ المعروف بہ گنجینۂ سروری از مفتی غلام سرور لاہوری میں وفات ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۶۰۰ء درج ہے جو کہ جلال الدین اکبر کا عہد حکومت تھا مرزا مومن صوبیدار لاہور تھا۔ عمر ۶۳ سال پائی۔ مزارِ اقدس باغبان پورہ لاہور میں واقع ہے۔ شاہدرہ میں بھی بیٹھک شاہ حسینؒ آج تک موجود ہے اور وہ مکان بھی آج تک محفوظ ہے جو مادھو مطلوب و معشوق حضرت شاہ حسینؒ قادری لاہوری تھا۔

حضرت شاہ حسینؒ کی قبر پہلے دریائے راوی کے پاس شاہدرہ میں بنوائی گئی تھی بعد ازاں جب قبر دریائے راوی کے سیلاب کی زد میں آنے لگی تو حضرت مادھوؒ نے لاش کو نکال کر باغبان پورہ میں موجودہ جگہ پہ دفن کر دیا۔ یہ مقبرہ شاہِ دہلی معزالدین نے بنوایا تھا۔

۲۹۔ حضرت حاجی بہاء الدینؒ گیلانی

آپ سید اسماعیل گیلانی کے فرزند تھے اپنے وقت کے عارفِ کامل اور مستغنی المزاج بزرگ تھے آپ کے فرزندوں میں سید صوفی علی نے بڑا نام پیدا کیا۔

۳۰۔ حضرت نظام الدین گیلانیؒ

آپ حضرت سید میر میراں بن سید مبارک حقانی بن سید محمد غوث قادری حلبی اوچی قادری کے فرزند تھے آپ کی شادی سید جیون المشہور بہ سید عبد القادر ثالث گیلانی کی دختر بی بی دولت سے ہوئی تھی۔ بی بی دولت کی دوسری ہمشیرہ بی بی فاطمہ ثانی المشہور بی بی کلاں کی شادی حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاری سہروردی لاہور سے ہوئی تھی۔ گیلانی سادات کے مشہور ولی اللہ تھے۔ مزار کا پتہ نہیں چل سکا۔

۳۱ حضرت شاہ غریب قادریؒ

آپ حضرت لال حسینؒ باغبان پوری کے مرید تھے اور زندگی کا بیشتر حصہ آپ کی ہی

خدمت میں رہ کر گزارا نیز آپ کے مصاحبین خاص میں سے تھے۔ آپ کا مزار نزد مزار حضرت حسین قادریؒ باغبان پورہ میں آپ کی چار دیواری کے اندر واقع ہے۔

۲۳۲۔ حضرت سیّد قطب الدّین گیلانیؒ

نام حضرت سید قطب الدّین گیلانی المشہور بہ شاہ قطب بن سید مرتضیٰ گیلانی ہے حضرت سیّد صوفی علی گیلانی کے پوتے اور حضرت پیر سید محمد شاہ گیلانی آپ کی چھٹی پشت سے ہیں۔ علوم شریعت و طریقت میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے نہایت عزلت نشین تھے اور گمنامی میں ہی زندگی بسر کرنے کو فخر خیال کرتے تھے۔

مزارِ اقدس تکیہ اعلیٰ والا میں اپنے بزرگان کے نزدیک ہے۔ تاریخ وصال کسی کتاب سے نہیں مل سکی۔

۲۳۳۔ حضرت حاجی نعمت اللہ قادری سرہندیؒ

حضرت میاں میر کے مریدوں میں ماسوائے میاں نتھا کے آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں سب سے پہلے آئے انہیں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بے پناہ عقیدت تھی مگر بعض اوقات دل میں خیال گزرتا ہے کہ پتہ نہیں حضرت شیخ کو بھی اس محبت و شیفتگی کی خبر ہے کہ نہیں ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کسی وجہ سے پریشان ہیں۔ اتنے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تشریف لائے اور ایک سفید پگڑی عنایت فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا "ملا! نعمت اللہ ہم ایسے مواقع پر تمہیں یاد رکھتے ہیں اگلے روز انہیں لاہور کے ایک بزرگ نے یاد فرمایا اور ایک پگڑی دیتے ہوئے فرمایا لو یہ پگڑی حضرت غوث الثقلین نے آپ کو مرحمت فرمائی ہے یہ بزرگ جنہوں نے آپ کو پگڑی عنایت فرمائی تھی شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری تھے۔ آپ نہایت کامل۔ عامل۔ فاضل اور عالم تھے۔ سکینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جن دنوں حضرت میاں میر علم تحصیل کیا کرتے تھے ہم کئی سال انہیں پڑھاتے رہے اور انہوں نے ہمارا سارا علم لے لیا مگر اس عرصہ میں ہمیں ان کے اصل حالات بالکل معلوم

نہ ہوئے اور یہ آنجناب کا کمال ہے۔

آپ کی بھی کئی کرامات سکینۃ الاولیاء میں مرقوم ہیں جن میں سے ایک کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے ایک دفعہ ایک سوداگر اپنے بیٹے کو ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو بہت سا مال دے کر تجارت پر بھیجا تھا مگر اب یہ آ کر کہتا ہے کہ تمام روپیہ چور لوٹ کر لے گئے ہیں۔ تو آپ نے لڑکے سے فرمایا کہ تو نے فلاں مقبرہ کے زیرِ دیوار تمام روپیہ دفن کیا ہے جا اپنے باپ کو تمام روپیہ وغیرہ وہاں سے نکال کر دے دو چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

وفات ۱۰۱۷ھ مطابق ۱۶۰۸ء میں ہوئی یہ نور الدین جہانگیر کا عہدِ حکومت تھا اور نواب قلیچ خاں اندجانی گورنر لاہور تھا۔ شہزادہ دارا شکوہ سکینۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ سرہند سے اکیلے لاہور کی طرف حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آ رہے تھے کہ اثنائے راہ میں وفات پائی۔ آپ کی قبر کا پتہ نہیں لگ سکا۔

۳۴۔ حضرت مولانا کمال الدین محمد کاشمیری قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے مرید تھے جن کا مرقدِ منور ساہن پال شریف ضلع گجرات میں مرجع عوام و خواص ہے۔ علامہ عبدالحکیمؒ سیالکوٹی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے استادِ گرامی تھے۔ وصال ۱۰۱۷ھ مطابق ۱۶۰۸ء بعہدِ نور الدین جہانگیر فرمایا اس وقت صوبہ لاہور کا گورنر نواب قلیچ خاں تھا۔ مزار پُر انوار قصبہ راواں (اچھرہ) میں ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے۔

۳۵۔ حضرت شاہ شمس الدینؒ قادری

آپ شیخ ابو اسحاق قادری لاہوری سے بیعت تھے جو کہ شیخ داؤد چونی وال کے خلیفہ اعظم تھے۔ عارف کامل اور عالم بزرگ تھے۔ نہایت جلیل القدر ولی تھے۔ علم طریقت و شریعت میں یگانۂ آفاق تھے۔ کشف و کرامت اور سماع سے احتراز فرماتے تھے۔ لاہور میں آنجناب کو

فتوح عظیم حاصل ہوئی. طالبان حق ہزارہا کی تعداد میں خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے رہے۔ لاہور میں آپ کو بے شمار شہرت ہوئی چنانچہ خلقت کے علاوہ شہنشاہ جہانگیر بھی آپ کا بے حد معتقد ہو گیا بلکہ شاہ جہاں ایام شہزادگی میں اکثر آپ کی زیارت کے لئے آیا کرتا تھا۔ آپ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ تم جہانگیر کے بعد وارث تاج و تخت ہو گے رائے بہادر کنھیا لال لکھتا ہے کہ یہ پیر اپنی زندگی میں آزاد طبع و مجرد رہا کرتا تھا. شاہجہان بادشاہ شہزادگی کی حالت میں اس کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتا تھا اور اس کی زبان سے خوشخبری پائی تھی۔ آپ کے نامور خلفاء میں حضرت شاہ بلاول قادری کا نام بہت مشہور ہے مقبرہ کے ارد گرد قدیم زمانہ میں ایک بہت بڑا باغ تھا اور ساتھ ہی ایک مسجد تھی مگر امتداد زمانہ سے باغ کا نام و نشان تک صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہے۔

وفات ۱۰۲۱ھ مطابق ۱۶۱۲ء میں ہوئی۔ نورالدین جہانگیر بادشاہ دہلی تھا۔ اس وقت گورنر لاہور نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری تھا۔ مزار چمبہ ہاؤس لین میں واقع ہے جو کہ شاہ جہاں نے اپنی بادشاہی کے زمانہ میں بنوایا تھا موجودہ مسجد پہ تحریر ہے۔ بانی اس مسجد میاں گھسیٹا ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء۔ افغانستان کے ایک مست حیدر علی شاہ آپ کے مرید خاص تھے اُن کا مزار آزاد قبائل میں ہے۔

۳۶۔ حضرت عبدالقادرؒ ثالث گیلانی

والد ماجد کا اسم گرامی سید محمد غوثؒ بالا پیر ساکن ست گھرہ تھا۔ حضرت شاہ چراغؒ لاہوری کے والد سید عبدالوہاب آپ کے فرزند تھے آپ گیلانی سادات میں سے تھے. نہایت متقی۔ عابد اور عالم بزرگ تھے چونکہ کرامت۔ شرافت۔ سخاوت۔ شجاعت اور نجابت میں نامور تھے اس لیے سید عبدالقادر ثالث مشہور ہوئے۔

آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے والد مکرم سید محمد غوث بالا پیر صاحب ستگھرہ سے کی اور ان کی وفات کے بعد سرزمین ہندوستان کی سیر و سیاحت کے لئے نکلے. زاں بعد اکثر بزرگان دین اور اولیائے عظام سے فیضان صحبت حاصل کرکے لاہور تشریف لے آئے

اور گورنر رنگ خاں (آبادی نزد ہائی کورٹ۔ مال روڈ) میں مقیم ہوئے لاہور میں آپ نے نیا محلہ بنام رسول پورہ آباد کیا۔

آپ کے دو فرزند تھے (۱) سید عبدالوہابؒ جو شاہ چراغ لاہوری کے والد تھے اور دوسرے سید محمد تھے۔ اس کے علاوہ دو صاحبزادیاں تھیں۔ بی بی فاطمہ المشہور بی بی کلاں جن کی شادی میراں محمد شاہ موجؒ دریا بخاری سے ہوئی تھی اور دوسری بی بی دولت سید نظام الدین بن میر میراں بن سید مبارک حقانی بن سید محمد غوث جلبی اوچی کے نکاح میں تھی۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۰۲۲ھ مطابق ۱۶۱۳ء میں ہوئی جو کہ نورالدین جہانگیر کا عہدِ حکومت تھا۔ نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری گورنر لاہور تھے۔ مزار حضرت شاہ چراغ قادریؒ کے روضہ کے پاس نزد ہائی کورٹ واقع ہے۔

۳۷۔ حضرت دیوان گورکھ قادریؒ

۳۸۔ حضرت اللہ دیوان قادریؒ

آپ دونوں دیوان حضرات حضرت شیخ لال حسین قادریؒ باغبان پوری کے مریدینِ خاص میں سے تھے اور ہمیشہ ان کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے۔ مزارات اندرون احاطہ چار دیواری مقبرہ حضرت شاہ حسینؒ باغبان پورہ میں واقع ہیں۔

۳۹۔ حضرت شاہ رنگ بلاول قادریؒ

۴۰۔ حضرت بدھو بلاول قادریؒ

۴۱۔ حضرت شاہ بلاول قادریؒ

آپ تینوں بلاول حضرات حضرت شیخ لال حسین قادریؒ کے مریدین میں سے تھے اور ہر وقت آپ کی خدمتِ اقدس میں ہی رہا کرتے تھے۔ مزارات اندرون چار دیواری مقبرہ حضرت مادھولال حسینؒ باغبان پورہ میں واقع ہیں۔

۴۲۔ حضرت خاکی مولابخش قادریؒ
۴۳۔ حضرت خاکی شاہ قادریؒ

یہ دونوں خاکی حضرات بھی خاکپائے حضرت لال حسین قادریؒ باغبان پوری تھے اور ان کے زیرِ سایہ خانقاہ میں ہی رہتے تھے اور یہاں ہی وصال فرما کر مدفون ہوئے۔ مزارات اندرون چوکھنڈی مقبرہ حضرت مادھو لال حسینؒ باغبان پورہ میں واقع ہیں۔

۴۴۔ حضرت سیّد اشرف قادریؒ

آپ حضرت میاں میر بالا پیر قادری لاہوریؒ کے خادم تھے۔ سکینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ زاہدوں کے سردار۔ عابدوں کی سند۔ صحیح النّسب سادات سے ہیں۔ ریاضت اور بیداری کے باعث بہت کمزور ہو گئے ہیں اور آخر میں حضرت میاں میر آپ کو کبھی کبھی راتوں اپنی خدمت میں بیٹھا چھوڑتے تھے۔ ایک دن بادشاہ سلامت حضرت میاں میر کی خدمت میں گئے۔ تو اس وقت تمام اصحاب میں سے صرف آپ ہی وہاں موجود تھے۔ شہزادہ موصوف لکھتا ہے کہ میں اکثر آپ کی صحبت میں رہا ہوں۔ کمال محبّت کی وجہ سے داڑھی مبارک کے چند ایک بال جو انہیں عنایت فرمائے تھے۔ ان میں سے ایک مجھے بھی مرحمت فرمایا۔

قبر آپ کی موضع میاں میر میں حضرت ابراہیم رُوحیؒ کی قبر سے جنوب کی طرف ہے وفات ۱۰۴۴ھ مطابق ۱۶۱۵ء میں عہد جہانگیری میں پائی۔ اس وقت نواب مرتضیٰ خان شیخ فرید بخاری گورنر لاہور تھا۔

۴۵۔ حضرت خیر الدّین ابو المعالی کرمانی قادریؒ

آپ کے والد مکرم کا اسم گرامی سید رحمت اللہ تھا جو صحیح النّسب کرمانی سادات میں سے تھے ولادت آپ کی بروز دوشنبہ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ ۹۶۰ھ مطابق ۱۵۵۳ء ۱۷ ارنومبر میں ہوئی قدیم کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھیرہ ضلع شاہپور کے باشندے

تھے۔ سید رحمت اللہ کے دو بھائی اور تھے پہلے حضرت شیخ داؤد بندگی شیر گڑھی اور دوسرے سید جلال الدین جن کا مزار کوٹھان سید جلال صوبہ سندھ میں ہے۔ ولادت آپ کی شیر گڑھ میں ہوئی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت اپنے چچا حضرت شیخ داؤد کرمانی شیر گڑھی سے کی اور پھر تیس سال سخت ریاضت و مجاہدے میں مصروف رہے بعد ازاں مرشد کے حکم سے لاہور تشریف لائے اور راستہ میں جہاں بھی قیام فرمایا وہاں چاہ: تالاب یا باغیچہ ضرور تعمیر کرایا چنانچہ شیر گڑھ سے لاہور تک چند جگہ یہ عمارات آج بھی موجود ہیں جن کو جھوک شاہ ابوالمعالی کہا جاتا ہے۔ لاہور تشریف لا کر آپ نے گوالمنڈی میں قیام فرمایا جہاں کہ آپ کا مقبرہ آج تک مرجع انام ہے چنانچہ کثرت سے خلقت آپکی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتی اور بیعت سے سرفراز ہوتی۔ لکھا ہے کہ جو شخص آپ کی بیعت کرتا اسے اس رات حضرت غوث الاعظمؒ کا دیدار ہو جاتا جس وقت آپ لاہور تشریف لائے آپ کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ لاہور آنے سے قبل آپ دہلی اور ٹھٹھہ علاقہ سندھ میں بھی تشریف لے گئے تھے شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں اس محلہ کو پیروں کا محلہ کہا جاتا تھا۔

آپ بڑی کرامتوں کے مالک اور مقام ارجمند پر فائز تھے۔ زہد و ورع۔ تقویٰ اور ریاضت میں مشہور زمانہ تھے۔ منجملہ اور بہت سی کرامات کے ایک نمایاں کرامت آپ کی یہ تھی کہ جو بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا اسی رات خواب میں محبوب سبحانی قطب ربانی شیر یزدانی حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت نصیب ہوتی اور یہ بہت بڑا آپ کا کمال تھا آپ حضرت میاں میر قادریؒ کے ہمعصر تھے اور ان کا بے حد احترام کرتے تھے آپ نے ان سے دینیات کا علم حاصل کیا تھا ملا عبدالحمید لاہوریؒ نے جب شاہ جہاں نامہ لکھا تو اس وقت آپ حیات تھے وہ لکھتا ہے کہ آپ نے اہل و عیال سے قطع تعلق کر رکھا تھا اور گوشہ نشین تھے آپ کی جبین مبارک سے دلی سوز و گداز ظاہر ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو تو آپ سے بے انتہا عقیدت و ارادت تھی شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ آپ شیخ داؤد شیر گڑھی کے صحیح جانشین تھے۔ آپ نے حضرت غوث الثقلینؒ کے مناقب فارسی میں نہایت لطیف و دل نشین پیرایہ میں تحریر کئے ہیں۔ حضرت محدث دہلوی بلیتار

دفعہ لاہور تشریف لاتے وہ جب بھی آتے آپ کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے بلکہ اکثر و بیشتر آپ کی صحبت میں وقت گزارتے اور آپ کے خیالات سے مستفید ہوتے حضرت محدث نے فتوح الغیب کا ترجمہ آپ کے حکم سے ہی کیا تھا۔ آپ کے کئی مکتوب شاہ ابوالمعالی کے نام پر ہیں۔ ایک میں لکھتے ہیں کہ ایسا سنگ دل کون ہو سکتا ہے جو ان کی صحبت کے اثر سے نرم نہ ہو جائے شیخ محدث نے ان کو اپنا روحانی پیشوا بنا لیا تھا حضرت شیخ کے تصنیفی کارناموں میں آپ کے مشورہ کو نہایت اہمیت حاصل ہے مشکوٰۃ کی شرح کے متعلق شاہ ابوالمعالی نے فرمایا تھا کہ اس کو جلد مکمل کر لو۔ جب حضرت محدث زیادہ عمر کے ہو گئے تو آپ نے ان کو دہلی سے لاہور آنے پر منع فرما دیا تھا اور کہا تھا کہ دہلی ہی میں اپنے کام کو جاری رکھو مگر اس کے باوجود آپ کی محبت ان کو ایک دفعہ کھینچ کر کشاں کشاں لاہور لے آئی۔ تو آپ کو ناگوار گزرا۔ آپ نے فرمایا۔ اب دہلی چلے جائیے کیونکہ دہلی تمہارے فراق میں زبان حال سے گریہ کر رہی ہے۔ پھر جب حضرت شاہ ابوالمعالی کے متعلق شیخ صاحب نے سنا کہ آپ علیل ہیں تو فوراً لاہور جانے کا ارادہ کیا لیکن جب شاہ صاحب کی سرزنش کا خیال آیا تو مجبور ہو کر بیٹھ رہے۔ اور خط لکھا کہ آپ کی علالت کی خبر سن کر دل کو از حد غم ہوا میں فوراً حاضر خدمت ہوتا مگر آپ کے حکم کے خلاف آنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس ضمن میں میری تالیف "شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا لاہور سے روحانی تعلق" کا مطالعہ فرماویں۔

حضرت شاہ ابوالمعالی کو حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی اور اویسی طور پر آپ نے طریقہ اویسی میں آپ سے فیوض و برکات حاصل کئے تھے آپ کی کتب بھی اس امر کے شاہد ہیں کہ یہ محبت کس حد تک تھی۔

مسجد آپ کے عہد حیات میں تعمیر ہوئی تھی۔ سکھوں کے عہد میں اس مسجد کو غوث خاں افسر توپ خانہ نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ مسجد کے تین گنبد۔ دو چھوٹے مینار اور دو بڑے مینار ہیں۔ عبدالقادر بدایونی نے اپنی کتاب منتخب التواریخ میں آپ کی بزرگی اور عظمت کی بہت تعریف کی ہے فیضی برادر ابوالفضل کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ اس نے آپ کی خدمت میں کئی خط تحریر کئے۔

آپ صوفیانہ عقائد کی کئی ایک کتب کے مصنف تھے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) تحفہ قادریہ ۔ یہ کتاب حضور غوث الثقلینؒ کی سوانح حیات اور منقبت میں ہے کتاب اکیس ابواب پر مشتمل ہے یعنی ولادت۔ حلیہ مبارک۔ لباس۔ خلق۔ سیاحت و مجاہدہ عبادت۔ سماع۔ انقضائے حاجات میں آپ کو وسیلہ بنانا۔ قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ کی تشریح۔ درس و تدریس۔ فتاولی۔ مجلس وعظ۔ نسب۔ وفات۔ اولاد حضور کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) دیوان غربتی ۔ اس دیوان میں آپ کا کلام شامل ہے۔ غربتی اور معانی تخلص کرتے تھے اس میں آپ کے فارسی اور عربی کے اشعار موجود ہیں۔

(۳) رسالہ گلدستہ باغ ارم ۔ اس کو چار طراز (زیبائش) سے مزین کیا گیا ہے۔ یہ صرف سولہ صفحات کا رسالہ ہے۔ طراز اوّل میں حالات خواجۂ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طراز دوم میں لطائف اولیاء طراز سوم میں سخنان حکما جو بے زبانوں کی تمثیل میں سحر ہے طراز چہارم میں نصیحت صوفیانہ رنگ میں نہایت بے نظیر رسالہ ہے۔

(۴) رسالہ مونس جان ۔ اس میں چار مقالے ہیں۔ مقالہ اوّل در حقائق۔ مقالہ دوم در احادیث و کلمات مشائخ۔ مقالہ سوم در محبت اور مقالہ چہارم در ذکر شعراء۔ یہ کتاب نہایت ہی دل چسپ ہے اور رموزات تصوّف کو نہایت دل کش پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔

(۵) زعفران زار ۔ اس کتاب میں آپ نے لطیفے تحریر فرمائے ہیں کتاب کے چار چمن ہیں جن میں نہایت فرحت خیز لطیفے سرور کائنات صحابہ کرام کے متعلق احاطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ چار چمن میں ہر چمن کی خوشبو الگ ہے پہلے چمن میں سرور کائنات نے جو خوش طبعی اصحاب کرام سے فرمائی۔ دوسرے چمن میں وہ خوش وقت جو آنحضرتؐ نے صحابہ کرام میں گزارا۔ تیسرے چمن میں صحابہ کرامؓ نے آپس میں جو کچھ خوش طبعی کی اور چوتھے چمن میں گھر کی خوش طبعی کا ذکر ہے۔

(۶) رسالہ غوثیہ ۔ حضرت غوث الاعظمؓ کی منقبت میں تحریر کیا گیا ہے۔

(۷) حُلیۂ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۔ اس میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا حلیہ پاک تحریر کیا گیا ہے۔

(۸) **ملفوظاتِ شاہ ابو المعالی قادری** - اس کتاب میں آپ کے صاحبزادے محمد باقر نے آپ کے ملفوظات تحریر کئے ہیں نام اس کا ہشت محفل ہے اور اس کا ایک نسخہ قلمی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ ان ملفوظات سے شاہ ابو المعالی کے علم و فضل، ذوق شعر اور کمالات معنوی پہ روشنی پڑتی ہے۔

آپ شاعری میں بہت بلند مقام رکھتے تھے تبرکاً چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ جن سے آپ کی رفعتِ فکر۔ شاعرانہ بلندی۔ قدرتِ بیان اور اپنے مرشد سے غیر معمولی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

ہستم از جامِ محبت ہمہ دم والا و مست
ایں داں را چہ شناسم منِ داؤد پرست

دلِ افسردہ کے باید بہ گفت ہر کسے گرمی
دل داؤد می باید کہ آہن را دہد نرمی

متبخت فقر بنشینم چو حاصل گشت مقصودم
سلیمانی کنم کہ جاں غلامِ شاہِ داؤدم

یا رب نظرے زعین مقصودم بخش
آزادگی زبود و نابودم بخش
ہر چند نیم در خورِ ایں دولت خاص
یک ذرہ زعشق شیخ داؤدم بخش

مزید تفصیلات کے لئے میرا مقالہ "بزرگان لاہور کی تصنیفات" ملاحظہ کریں۔

آپ کے فرزندوں میں شاہ محمد باقر بڑے عالم فاضل بزرگ تھے ان کی تصنیف "فوائد دوجہانی" زیادہ تر شاہ ابوالمعالی کی کرامتوں اور پیری مریدی کے تعلقات پر تحریر ہے۔ صاحب تذکرۃ العارفین نے بھی آپ کی اکثر کرامات کا تذکرہ کیا ہے۔ باقی سات فرزندوں کے یہ نام ہیں (۲) محمد فاضل سجادہ نشین اوّل۔ (۳) محمد درویش تارک الدنیا (۴) شاہ محمد عارف (۵) شاہ محمد کاشف (۶) شاہ محمد کاظم (۷) شاہ محمد منعم (۸) شاہ محمد ناصر۔ آخری چھ فرزند لاولد رہے۔

وفات ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۶ء میں ہوئی یہ عہد جہانگیر تھا اور لاہور کا صوبیدار اعتماد الدولہ مرزا غیاث بیگ تھا۔ مزار گوالمنڈی میں واقع ہے۔ مقبرہ کا بڑا حصہ آپ نے اپنی زندگی ہی میں خود ہی بنوایا تھا وفات کے بعد بقایا زیر تکمیل کام آپ کے صاحبزادے محمد باقر نے مکمل کرایا۔ مزار کا گنبد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے روضہ مبارک کی طرز پر تعمیر کیا گیا ہے مقبرہ کے دو دروازے ہیں۔ ایک شمال کی طرف دوسرا جنوب کی طرف۔ مقبرہ کے آٹھ در کشادہ اور چار بند ہیں جن میں سات کٹہرے لگے ہیں۔ بلند چبوترہ پر قبر ہے جو زمین مقبرہ سے ۲/۱ فٹ بلندی پر ہے چبوترہ پر تین اور قبور بھی ہیں۔ پہلی آنجناب کے فرزند اکبر شاہ محمد باقر کی۔ دوسری شاہ محمد رضا خلف شاہ محمد فاضل آپ کے پوتے کی اور تیسری آپ کے نواسہ حاجی شاہ محمد فاضل کی۔ ایک اور علیحدہ چار دیواری میں آپ کے عزیزوں کی قبریں ہیں۔ مقبرہ کے اندر جو چوبی پنجرہ ہے اس کو نور ایمان والا گھے زئی نے ۱۸۴۲ء کے قریب بنوایا تھا۔ آپ کے مقبرہ کے باہر حکیم مفتی سلیم اللہ خاں استاذ الاطباء متوفی ۱۹۲۷ء کی بھی قبر ہے۔ مقبرہ سے باہر مسجد کی طرف سید مہتاب شاہ قادری کی بھی قبر ہے۔ محکمہ اوقاف نے سڑک کی طرف دکانیں بنوا دی ہیں جن کا کافی کرایہ آتا ہے۔ بڑ کا ایک قدیم درخت اب بھی موجود ہے۔ اندرون احاطہ قبور شاہ محمد صوفی قادری مرید شاہ ابوالمعالی۔ محمد شاہ قادری اور شاہ حسن حقی قادری برہانپوری کی بھی قبور ہیں۔ مقبرہ سے باہر مشرق کی طرف حضرت شاہ ابوالمعالی کی زوجہ محترمہ کا بھی مزار ہے جن کے ساتھ اور بھی بہت سی خواتین کی قبور ہیں۔

ان کے علاوہ یہاں پر احاطہ قبرستان نواب سرفراز خاں بن نواب مظفر خاں ملتانی۔ احاطہ

نواب ذوالفقار خاں ملتانی بن نواب مظفر خاں۔ احاطہ ایوب شاہ بادشاہ افغانستان۔ احاطہ قبور کشمیری سادھواں (مزار نور محمد سادھو) یہ قبرستان شہید گنج۔ قبرستان گلالاں۔ چار دیواری قبور رشتہ داران مولوی نور احمد چشتی مصنّف تحقیقات چشتی۔ قبور حضرت امام جعفر اور حضرت امام صادق (قبور عہد سلطان محمود غزنوی) بھی ہیں۔ ان میں سے بیشتر قبور گلیوں اور محلّوں میں آچکی ہیں۔ اور بیشتر کے نشانات بھی مٹ چکے ہیں۔

۴۶۔ حضرت مُلّا ابراہیم رُوحی قادریؒ

آپ کا اسم گرامی ابراہیم تھا۔ علوم ظاہری پر مکمل واقفیت رکھتے تھے۔ اس قدر ریاضت اور مجاہدہ کیا کہ صاحب کشف و کرامت ہو گئے اور بڑی بڑی عجیب باتیں آپ سے ظہور پذیر ہوئیں۔ میوات۔ نارنول اور ہرات کے بیشمار آدمی آپ سے فیضیاب ہوئے معزالدین قادری اور نتھا پراچہ قادری نے بھی آپ سے ہی فیض حاصل کیا۔ رزقِ حلال کے لئے تجارت کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ چند آدمی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے گھوڑے بکتے نہیں آپ نے فرمایا کہ ہر گھوڑے کے کان کہدو لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ؕ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ علی الصبح ہی ان گھوڑوں کے بہت سے خریدار آگئے اور ان لوگوں نے دس سے بیس گنا تک منافع حاصل کیا۔

وفات ۱۰۲۵ھ مطابق ۱۶۱۶ء میں ہوئی۔ یہ نورالدین جہانگیر کی بادشاہی کا زمانہ تھا اور زمانہ صوبیداری اعتماد الدّولہ مرزا غیاث بیگ تھا۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد کی حیات ہی میں وصال فرمایا۔ آپ کی قبر کے پاس ہی حاجی سلیمان کی بھی قبر ہے جو آپ کے پیر بھائی تھے۔ مزار اقدس قبرستان گاؤں میانمیر میں واقع ہے اور اس قبرستان کی چار دیواری میں واقع ہے جو گلبرگ کیطرف جاتی ہے۔

۴۷۔ حضرت شیخ مُوسیٰ کھوکھر قادریؒ

آپ نے شیخ بہلول دریائی قادریؒ المتوفی ۱۵۷۶ء سے فیض پایا۔ شیخ لال حسین لاہوریؒ

ان کے پیر بھائی تھے۔ عہدِ اکبری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی تمام عمر ریاضت و مجاہدہ میں گزری۔ بڑے صاحبِ کمال بزرگ گزرے ہیں آپ کے مرشد شیخ بہلول دریائی قادری کے چار خلیفے تھے۔

۱۔ حضرت موسیٰ کھوکھر قادریؒ ۲۔ حضرت مادھو لال حسین قادری لاہوریؒ

۳۔ حضرت صدر انصاری قادری حضوریؒ ۴۔ حضرت ارزانی قادریؒ جن کا مزار پٹنہ میں ہے۔

آپ نے اپنی دختر کی شادی شاہ محمد امیر گیلانی حجروی سے کر دی تھی جس کے لئے شاہ اشرف لاہوری نے کوشش کی تھی۔

وفات ۱۰۲۵ھ مطابق ۱۶۱۶ء میں ہوئی۔ یہ نور الدین جہانگیر کا عہدِ حکومت تھا۔ اعتماد الدولہ مرزا غیاث بیگ لاہور کا صوبیدار تھا۔ مزار اقدس محکمہ حجی کے رُوبرُو بیرون بھاٹی دروازہ کے باہر تھا۔ موجودہ حالت میں مزار گورنمنٹ کالج لاہور کے اندر واقع ہے مزار کے پاس قدیم ترین بڑ کے درخت ہیں جو اپنی قدو قامت کے لحاظ سے نہایت مہیب اور ہیبت ناک صورت اختیار کئے ہوئے ہیں۔

۴۸۔ حضرت میاں نتھا المشہور نتھے شاہ دیوان قادریؒ

آپ قوم کے کھوجہ لاہوری تھے یہاں ہی پیدائش ہوئی جب بڑے ہوئے تو حضرت میاں میرؒ کے پاس ہی رہ گئے اصل میں سرہند کے رہنے والے تھے اور منتقل اقامت گزینی اپنے پیر و مرشد کے قدموں میں ہی اختیار کر لی تھی۔ حضرت میاں میر بالا پیر قادریؒ کے خاص الخاص مریدوں میں سے تھے اور ان کے محرمِ راز اور یار دم ساز تھے آپ کے پیر و مرشد آپ کے سوا کسی اور مرید کو رات کے وقت اپنے پاس قیام کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ تمام عمر مرشد کی خدمت میں ہی گزار دی۔ مصنف سکینۃ الاولیاء لکھتا ہے کہ آپ نے اتنا علم حاصل کر لیا تھا کہ آپ لوحِ محفوظ کی تحریر پڑھ سکتے تھے۔ دارا شکوہ نے بارہا ملا شاہ بدخشانی کی زبانی سنا کہ میاں نتھا محبوب خدا اجلّ نشانہ تھا حالانکہ حقیقت میں آپ امیِّ محض تھے۔ شہزادہ دارا شکوہ لکھتا ہے کہ نباتات، جمادات وغیرہ سبھی آپ سے ہم کلام ہوا کرتے تھے حالت استغراق میں آپ پر اس قدر بے خودی طاری ہو جاتی تھی کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی تھی آپ کی بے انتہا کرامات بیان کی جاتی ہیں سکینۃ الاولیاء

میں شہزادہ دارا شکوہؒ نے آپ کا ذکر نہایت عزت واحترام سے کیا ہے اور کئی کرامات بیان کی ہیں۔ آپ حضرت میاں میر اور ملاّ محمد سیالکوٹی کے ساتھ عام طور پہ بیٹھے رہتے تھے اور عبادت و ریاضت میں بھی شریک رہتے تھے۔ سکینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک دن ایک مردہ چوہا میاں نتھا کی گلی میں پڑا تھا وہ ایسا متعفن اور بوسیدہ تھا کہ اُس کا چمڑہ بھی اتر گیا تھا۔ میاں نتھا نے اس کو دیکھ کر کہا کہ یہاں کیوں پڑا ہے اور سڑ رہا ہے اٹھ چلا جا اتنا سنتے ہی چوہا زندہ ہو کر چلا گیا

ایک دوسرا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ میاں نتھا ایک روز ایک گنبد میں بیٹھے تھے جب باہر آنے لگے تو گنبد نے آواز دی کہ میاں نتھا ذرا ٹھہر جاؤ کہ موقع باہر جانے کا نہیں ہے انہوں نے پوچھا کہ تُو کون ہے وہ بولا کہ میں یہی گنبد ہوں جس میں آپ قیام فرماتیں اگر آپ ابھی باہر گئے تو بارش ہوگی جس سے آپ تکلیف اٹھائیں گے چنانچہ اتنے میں بارش شروع ہو گئی۔

وفات ۱۰۲۷ھ مطابق ۱۶۱۸ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ بادشاہ دہلی ان دنوں نورالدین جہانگیر تھا اور گورنر لاہور نواب قاسم خاں تھا۔ آپ کے وصال پر حضرت میاں میرؒ نے فرمایا کہ میاں نتھا فقیر خانہ کی رونق اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ آپ نے جوانی ہی میں وفات پائی۔ مزار اقدس حضرت میاں میرؒ کے روضہ کی چار دیواری کے سامنے قبرستان عوام الناس کے درمیان میں ایک اُونچے چبوترے پر اب بھی مرجع عوام و خواص ہے۔ جب حضرت میاں میر کے انتقال کا وقت آیا تو فرمایا مجھ کو میاں نتھا کے پاس دفن کرنا۔

۴۹۔ حضرت مُلاّ عبدالرحمٰن قادریؒ

آپ قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت شاہ سکندر گیلانی کیتھلی کے مرید تھے جو لاہور میں رہتے تھے حضرت قطب الاقطاب جب لاہور تشریف لاتے تو آپ کے پاس ہی قیام فرما ہوا کرتے تھے اس زمانہ میں لاہور میں قاضی صدرالدین لاہوری۔ ملاّ ابوالفتح لاہوری۔ ملاّ عبدالجلیل لاہوری حضرت قطب الاقطاب کے دامنِ فیض سے بھی وابستہ تھے۔ مزار پُر انوار کا پتہ نہیں چل سکا۔

۵۰۔ حضرت حاجی سلیمان قادریؒ

سلسلۂ عالیہ قادریہ میں آپ نے حضرت میاں میرؒ بالا پیر قادری لاہوری سے بیعت کی اور ترک و تجرید میں بہت نام پیدا کیا۔

وفات ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۶۲۱ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ جہانگیر ان دنوں شاہ دہلی تھا اور قاسم خان صوبیدار لاہور تھا۔ مزار اقدس قبرستان حضرت ابراہیم بُدھیؒ میں واقع ہے اور ان کی قبر کے پاس آپ کا مزار ہے۔

۵۱۔ حضرت سیّد حاجی ابوبکر قادریؒ

آپ حضرت سید عبدالقادر ثانی گیلانی کے فرزند تھے اور اپنے والد کی وفات کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ عہد جہانگیری تھا۔ نہایت متقی بزرگ اور ولی کامل تھے۔ آپ کی قبر خانقاہ سید عبدالقادر ثانی قادری گیلانی میں واقع ہے جو کہ قلعہ جات مزنگ بہڈوڈ انسٹیٹیوٹ کے عقب میں ہے۔

۵۲۔ حضرت سیّد نوری قادریؒ

آپ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری کے مرید تھے اور ان سے بیعت تھے۔ ریاضت و مجاہدہ میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ وفات ۱۶۲۵ء مطابق ۱۰۳۵ھ میں بمقام لاہور ہوئی اور یہاں ہی دفن ہوئے۔ یہ نورالدین جہانگیر بادشاہ کا زمانہ تھا اور گورنر لاہور نواب صادق خان طہرانی تھا۔

۵۳۔ حضرت شیخ نورالدین قادریؒ

آپ حضرت میاں میرؒ کے خدام میں سے تھے اور ان کے مرید تھے۔ عبادت و ریاضت بہت کرتے تھے۔ سکینۃ الاولیاء میں آپ کا ذکر موجود ہے۔

۵۴۔ حضرت بہار لنگ قادریؒ

آپ حضرت میاں میرؒ کے مرید تھے بہت بڑے عبادت گزار تھے۔ شہزادہ دارا شکوہ قادریؒ نے اپنی کتاب میں آپ کا ذکر نہایت اچھے الفاظ میں کیا ہے۔ ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۶ء میں وفات فرمائی۔ یہ نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کا عہد حکومت تھا اور گورنر لاہور نواب آصف خاں تھا۔ لاہور ہی میں مدفون ہوئے۔

۵۵۔ حضرت سیّد عبدالوہاب گیلانیؒ

آپ نے سیّد عبدالقادر ثالث گیلانی بن سید محمد غوث بالا پیر قادری سے تربیت و تکمیل فرمائی اور لاہور چلے آئے۔ یہاں بے شمار لوگ آپ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہوئے۔ سادات عظام اور اولیائے ذوی الکرام سے تھے۔

وفات ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۶۲۷ء میں ہوئی۔ یہ نور الدین جہانگیر کا عہدِ سلطنت تھا اور گورنری لاہور پر نواب آصف خاں فائز تھا۔

۵۶۔ حضرت حاجی مصطفےٰ سرہندی قادریؒ

اصل میں سرہند کے رہنے والے تھے اور ذات کے کلال تھے۔ آپ صاحب زہد و تقویٰ اور خواہشات نفسانی سے رُوگردان تھے۔ صاحب حالات و مقامات عالیہ تھے اور حضرت میاں میرؒ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ سُکر اور غلبہ آپ پر طاری رہتا۔ ایک روز امام نے تو رکوع کی حالت میں استغراق ہو گیا جب مقتدیوں نے دیکھا کہ آپ دوسری حالت میں ہیں تو وہ اپنی اپنی نماز ادا کر کے چلے گئے اور آپ سترہ روز تک اسی حالت میں رہے۔ حضرت میاں میرؒ کے نہایت اطاعت شعار اور باخلاص مرید و خلیفہ تھے۔

وفات ۱۰۳۹ھ مطابق ۱۶۲۹ء میں ہوئی۔ شہزادہ دارا شکوہ قادری نے ۱۰۳۷ھ درج کی ہے یہ شاہ جہان بادشاہ دہلی کا زمانہ تھا اور دن بدھ کا اور ۱۶ ماہ صفر کی تاریخ تھی

اس وقت نواب قلیچ خاں اندجانی صوبیدار لاہور تھا۔ مزارِ مقدس قبرستان میانیرؒ میں واقع ہے

۵۷۔ حضرت طاہر بندگی قادریؒ

آپ کا نام شیخ طاہر تھا مگر شیخ الآفاق حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ نے آپ کو طاہر بندگی کے نام سے بلایا تھا اور یہی نام مشہور ہو گیا۔ آپ کا دِل سلسلہ عالیہ قادریہ کے عشق سے لبریز تھا گویا اس شعر کے مصداق تھے۔

شققت القلب ثمّ ذرت فیہ ... ھواک حلیم فالتام الفطور

"تونے میرے دل کو چیرا پھر اس میں اپنی محبت کو پھیلا دیا پھر اس زخم کو درست کر دیا لہٰذا اب تیرے سوا کسی کی محبت اس دِل میں جاگزیں نہیں ہو سکتی اور تیری محبت اس دل سے باہر نہیں نکل سکتی۔" آپ فرمایا کرتے تھے مجھے سلسلہ عالیہ قادریہ سے اس قدر عشق ہے اور وہ میرے قلب و روح کی وسعتوں میں اس قدر سرایت کئے ہوئے ہے کہ اس فیضان قادری کی موجودگی میں کسی نسبت کی طرف میرے قلب و روح متوجّہ نہیں ہو سکتے اور مجھے اقلیم قادریہ کے شہنشاہ حضور غوث الثقلین حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کی غلامی کافی ہے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت مجدّد الف ثانی امامِ ربّانی نے اپنے تمام مریدوں کو فرمایا کہ آج ہم کو غیبی طور پر معلوم ہوا ہے کہ ہماری مجلس میں سے ایک شخص کافر ہو جائیگا۔ یہ ذکر سب کے لئے پریشان کن تھا۔ جس پر آپ سے دریافت کیا گیا کہ ایسا کون سا شخص ہے تو آپ نے فرمایا کہ شیخ طاہر اور یہ خبر سچی ثابت ہوئی کیونکہ آپ سرہند کی ایک کھترانی پہ عاشق ہو گئے اور عشق اپنا رنگ لایا کہ آپ نے زنّار پہنا، قشقہ کھینچا اور بت خانہ میں جا بیٹھے۔ جب یہ حضرت امام ربّانی کے فرزندوں کو یہ خبر پہنچی جن کے آپ اُستاد تھے تو ان کو بہت غم ہوا چنانچہ انہوں نے اپنے والدِ گرامی کی خدمت میں حاضر ہو کر استمداد چاہی چنانچہ شیخ طاہر بندگی، حضرت مجدّد کی دُعا سے دوبارہ راہِ راست پر آئے۔

جب پیر و مرشد کے حکم سے لاہور آئے تو بے شمار دنیا آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگی۔ آپ کسی سے نذر نذرانہ کبھی وصول نہ کرتے تھے اور ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول رہتے

کتب احادیث و تفسیر اپنے دستِ مبارک سے لکھتے اور پھر ان کو فروخت کرتے اور اس آمدنی سے گزران کرتے۔ لاہور کے محلہ شیخ اسحاق میں سکونت پذیر تھے ہزار ہا لوگ آپ کی زیارت کو آنے لگے اور فیضان حاصل کرنے لگے۔

صاحبزادہ سید مقبول محی الدین گیلانی اپنے مراسلہ میں لکھتے ہیں۔ حضرت طاہر بندگی قادریؒ نے اشاعتِ حق کے سلسلہ میں بڑی جانثاری اور استقامت کا نمونہ پیش کیا۔ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ غذا معمولی ہوتی تھی۔ لباس بھی معمولی ہوتا۔ غریبوں اور حاجتمندوں کے لئے آپ کا دروازہ ہر وقت ہمیشہ کھلا رہتا۔ اتباعِ سنت اور تقویٰ۔ پرہیزگاری میں یکتا تھے۔ علم و فیض کا سرمایہ بمقدار کثیر تھا۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ ادب کے ماہر تھے۔ تقریر و خطابت میں بھی خاص مہارت رکھتے تھے۔ اپنے مواعظ میں توقیر عمل صالح اور خوف خدا کی تلقین فرماتے تھے۔ تربیت قلوب اور اصلاحِ خلق کی خدمت کے لئے نہایت موزوں تھے۔ ان میں شان تسلیم و رضا تھی۔ مال و زر سے مطلقاً بے نیاز تھے۔ اکثر عبادت میں مشغول رہتے اور روزے رکھتے تھے۔ حضرت شاہ سکندر قادریؒ کے فیض تربیت نے آپ کو مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا تھا۔

آپ کے بہت سے مرید اور خلیفے تھے۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

۱۔ شیخ ابو محمد قادری۔ آپ کا مزار آپ کی چار دیواری کے گوشہ جنوبی میں ایک پختہ چبوترہ پر واقع ہے۔

۲۔ سید صوفی علی قادریؒ۔ ان کا مزار اقدس دہلی میں ہے۔

۳۔ حضرت آدم بنوریؒ۔ ان کا مزار اقدس مدینہ منورہ میں ہے۔

۴۔ شیخ مکھن مست المعروف اگھلن مست قادریؒ۔ ان کا مزار اندرون موری دروازہ لاہور میں ہے

۵۔ شیخ ابوالقاسم قادریؒ۔ ان کا مزار جدہ میں ہے۔

بطابق گنجینۂ سروری وفات ۱۰۴۰ھ مطابق ۱۶۳۰ء بعہد شاہ جہان بمقام لاہور ہوئی۔ اس وقت گورنر لاہور عنایت اللہ یزدی تھا۔ مزار اقدس قبرستان میانی "دربار قادریہ" میں واقع ہے۔

مشہور ہے کہ آپ کے مزار پُر انوار کے ارد گرد جس قدر قبریں ہوں گی ان پر ہمیشہ رحمتِ الٰہی کا نزول رہے گا۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ چبوترہ مزار جہاں پر آپ کی قبر ہے تابشِ آفتاب سے گرم نہیں ہوتا۔ آپ کا مزار سب سے پہلے آپ کے مرید شیخ ابو محمد قادری نے بنوایا۔ آپ کی چار دیواری کے اندر بھی بہت سی قبریں ہیں جن میں سے دو آپ کی بیویوں کی ہیں جن سے اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت شیخ طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُر انوار امتداد زمانہ سے بوسیدہ ہو کر تقریباً منہدم ہونے کے قریب ہو چکا تھا۔ اللہ بھلا کرے موجودہ سجادہ نشین حضرت سید لبشیر گیلانی (سید لبشیر بندی) صاحب کا کہ انہوں نے بصرفِ زرِ کثیر اس مزار کو شاندار طریق پر از سرِ نو تعمیر کرا دیا ہے اور مزار پر لوح بھی لگوا دی ہے جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

۵۸۔ حضرت شیخ ابو المکارم قادریؒ

آپ حضرت میاں میرؒ قادری کے مرید تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان سے بیعت تھے۔ آپ نے حضرت میاں میرؒ کے وصال سے پہلے وفات پائی۔ سکینۃ الاولیاء میں شہزادہ دارا شکوہ قادری نے آپ کا ذکر کیا ہے۔

وفات ۱۰۴۰ھ مطابق ۱۶۳۰ء میں ہوئی۔ شاہ جہاں بادشاہ دہلی تھا۔ صوبیدار لاہور اس وقت عنایت اللہ یزدی تھا۔ آپ کا مزار اقدس حضرت میاں نتھا قادریؒ کے مزار کے پاس قبرستان مسافر خانہ میں ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔

۵۹۔ حضرت سید حاکم شاہ قادریؒ

آپ حضرت شاہ غلام غوث قادری لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ لاہور میں اپنے مرشد کے حضور رہتے تھے۔ مشہور ہے کہ عہدِ سکھاں میں موضع علی پور راجہ دھیان سنگھ کی جاگیر میں تھا تو اس وقت جو بھی اس مزار سے لکڑی توڑتا وہ ہی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا۔ اس جگہ اور بھی بہت سی قبور ہیں۔ مصنف تحقیقات چشتی نے اس کی تفصیل اس طرح دی ہے۔ سید حسن شاہ۔ سید صدر الدین سید مہر شاہ۔ سید غالب شاہ پسران مہر شاہ وغیرہ یہاں موجود ہیں۔

وفات ۱۰۴۰ھ مطابق ۱۶۳۰ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ مزار موضع علی پور برکنار دریائے راوی ہے بادشاہ دہلی شاہ جہاں تھا اس زمانے میں صوبیدار لاہور عنایت اللہ یزدی تھا۔ اب یہ قصبہ دریا برد ہو چکا ہے۔

۶۰۔ حضرت شیخ ابوالخیر قادریؒ

سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت میاں میرؒ قادری سے بیعت کی آپ بھی اپنے پیر و مرشد کی حیات ہی میں وفات پا گئے۔ سکینۃ الاولیاء میں شہزادہ دارا شکوہ قادری نے آپ کا ذکر کیا ہے۔ وفات ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۳۱ء میں ہوئی جو شاہجہان کا عہد حکومت تھا۔ عنایت اللہ یزدی صوبیدار لاہور تھا۔ مزار اقدس حضرت میاں نتھا قادری کے مزار کے قریب واقع ہے جو کہ ایک اُونچے چبوترے پر واقع ہے۔

۶۱۔ حضرت خواجہ بہاری قادریؒ

آپ کی ولادت قصبہ حاجی پورہ پٹنہ صوبہ بہار میں ہوئی اور علوم ظاہری کو حاصل کرنے کیلئے اوائل عمر میں ہی وطن سے نکل کھڑے ہوئے اور قصبہ کودہ پور میں شیخ جلال الدینؒ اولیا کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ شہزادہ دارا شکوہ قادری آپ کے متعلق یوں لکھتا ہے۔ طریقت وعرفان کے رستوں کے چلنے والے۔ حقیقت اور وجدان کے معارف کے عارف۔ توکل و رضا کی کشتی۔ فقر و غنا کے طریق کے راہ رو۔ اہل حقائق کے شیخ۔ تمام تعلقات سے علیحدہ حضرت باری کے برگزیدہ خواجہ بہاری۔

جب آپ نے حضرت میاں میرؒ کی شہرت سُنی تو لاہور تشریف لائے۔ پہلے پہل ملا محمد فاضل لاہوری کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور پھر حضرت میاں میر کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کر لی۔ آپ نے ساری عمر حالت تجرد میں گزار دی۔

مصنف بادشاہ نامہ نے آپ کی بے شمار کرامات درج کی ہیں۔ شہزادہ دارا شکوہ اپنی تصنیف میں رقم طراز ہے کہ ایک رات آپ غازی خاں کے ہاں عُرس کی تقریب میں تشریف لے

گئے وہاں حاضرین میں توحید کے مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی۔ سردی کا موسم تھا اور گھر کے صحن میں آگ جل رہی تھی خواجہ بہاری اُٹھ کر آگ میں جا بیٹھے اور ایک گھڑی تک وہاں رہے اور فرمایا کہ توحید میں قیل و قال کی کیا ضرورت ہے۔ حال ملاحظہ کرو اس کے بعد آپ آگ سے صحیح سلامت باہر آ گئے۔

ایک اور واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ جن دنوں آپ ملا محمد فاضل کے ہاں رہائش رکھتے تھے تو وہاں ایک دن ملا صاحب کی بیوی خواجہ صاحب کے لئے آش بھرا پیالہ لے کر حجرے کے دروازے پر پہنچیں تو دیکھا کہ خواجہ کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور آپ کے اعضا بکھرے پڑے ہیں یہ دیکھ کر ملا کی بیوی نے واویلا مچانا شروع کر دیا اسی اثنا میں اس کا شوہر بھی آگیا اور دیکھا کہ خواجہ صاحب مراقبہ میں بیٹھے ہیں واپس آکر اپنی اہلیہ سے کہا کہ اولیاء اللہ کے کئی حالات اور مقام ہوتے ہیں جو تم نے دیکھا اس پر متعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ شہزادہ دارا شکوہ اپنی کتاب سکینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے کہ جب صفی میرزا والئ ایران نے ۱۰۵۱ھ میں قندھار پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے آپ کی خدمت میں اس بارے میں عرض کی فرمایا کہ اس کی کیا طاقت ہے کہ آئے۔ میں اسے یا تو بلا میں مبتلا کر دونگا یا جان سے ہی مار ڈالوں گا وہ ہرگز نہیں آئے گا آپ کے فرمانے کے ایک ماہ بعد خبر آئی کہ میرزا موصوف کو زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔

صاحب سیر المتاخرین تاریخ مراۃ العالم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ شاہجہان ایک دفعہ لاہور میں تھا۔ دارا شکوہ کے مکان پر گیا۔ مصنف تاریخ مراۃ العالم خواجہ دربار خاں ناظر ہمراہ تھے۔ شہنشاہ نے ان سے کہا کہ واپسی پر ملا خواجہ بہاری کو دیکھتے چلیں گے تم جاؤ اور ان کو جا کر خبر کر دو۔ خواجہ ناظر لکھتا ہے میں ملا کے گھر گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ ابھی باہر گیا ہے تھوڑی دیر تک انتظار کیا کہ بادشاہ کی سواری نمودار ہوئی۔ میں نے عرض کیا۔ بادشاہ نے فرمایا۔ تم یہیں رہو جب ملا آئے ہمارا سلام کہہ کر یہ مصرعہ پڑھنا۔ ؎

طاقت مہماں نداشت — خانہ بہ مہماں گذاشت

جب ملا اپنے مکان پر واپس آئے اور خواجہ ناظر نے واقعہ بیان کرکے مصرعہ پڑھا تو کہا یہ حضرت ظلِ سبحانی نے ذرہ نوازی فرمائی کہ یہاں تشریف لائے لیکن میں عمداً باہر چلا گیا تھا

ورنہ عوام کے ہاتھوں سے میری داڑھی سلامت نہ رہتی۔

آپ حضرت میاں میرؒ کے بڑے جلیل المرتبہ خلیفہ تھے۔فقہ۔ حدیث۔ تفسیر کے عالم ہونے کے علاوہ اسرار حقانی سے بھی واقف تھے۔پیرو مرشد کی وفات کے بعد مرجع خلائق ہوئے۔سکینۃ الاولیا میں لکھا ہے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ مجھے حاصل ہُوا وہ حضرت میاں میرؒ کے فیض سے ہُوا ہے۔آپ جس وقت پان کھا کر پھینکتے تھے تو مَیں اٹھا کر کھا لیتا تھا جس کی برکت سے سارے علوم کی کشف حاصل ہوئی اور کوئی بھی ہو مجھسے خواہ قرآن مجید۔حدیث شریف خواہ فصوص۔لمعات۔لوائح۔ابیات مثنوی معنوی کی بابت پُوچھے تو مَیں باوجود اس بات کے کہ مَیں اس قدر سرمایہ علمی نہیں رکھتا۔سب بیان کر سکتا ہوں اور ایک عبارت کے کئی کئی معنی کر سکتا ہوں۔آپ کسی سے فتوح نہ لیا کرتے تھے مگر قدرے قلیل۔جو کوئی مرید از روئے اخلاص کھانا لاتا تو آپ لے کر تناول فرما لیتے۔آپ بہت خوش تقریر اور خوش محاورہ تھے۔بات کرتے کرتے کبھی کبھی آپ کو جذب ہو جایا کرتا تھا اور مطلقاً کسی سے خائف نہ ہُوا کرتے تھے۔بلالیت سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ظاہر و باطن میں آپ کا فقر اور تجرید بہت کمال تھا۔شہزادہ دارا شکوہ قادریؒ لکھتا ہے کہ ایک دفعہ آپ شالامار باغ لاہور کی سیر کو گئے وہاں آپ نے دو تین مرتبہ فرمایا۔"مجھے طلب نہیں کرتے اور اگر وہ طلب کریں تو مرشد کے پاس دفن کرنا"شہزادہ دارا شکوہ لکھتا ہے کہ فقیر کو ان کے ساتھ اکثر ملاقات کا موقع ملا ہے اور بہت دن ہم دونوں نے اکٹھے گزارے ہیں اور حضرت میاں میرؒ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ بہاریؒ ان کا عُرس کیا کرتے تھے۔"

وفات ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۳۱ء میں ہوئی۔یہ شاہ جہان کی بادشاہی کا زمانہ تھا۔عنایت اللہ یزدی گورنر لاہور تھا۔مزار اقدس روضہ عالیہ حضرت میاں میرؒ کی چار دیواری اور قصبہ میاں میرؒ کے درمیان ملتان ریلوے لائن کے پار بطرف قصبہ ایک گنبد کی شکل میں موجود ہے جو چاروں طرف سے سنگ سُرخ اور دیگر قیمتی پتھروں سے مزین تھا جنہیں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے فرانسیسی افسر جنرل ایوی ٹیبل نے اتار کر اپنی کوٹھی میں لگوا لیا۔حکومت انگلشیہ کے پنجاب میں آنے پر اس جگہ پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کا ایک افسر رہتا تھا بعد میں اس مقبرہ پر سجادگان حضرت میاں میرؒ نے قبضہ کر لیا۔اب یہ مقبرہ قابل مرمت ہے اور ریلوے لائن ملتان سے دائیں طرف واقع ہے۔

۶۲۔ حضرت سیّد عبدالقادر بھاکری قادریؒ

آپ سیّد عبدالوہاب بن سید عبدالرزاق بن سید عبدالخالق بھاکری کے فرزند تھے۔ بڑے نیک نام بزرگ تھے۔ وفات ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۵ء میں بعہد شہاب الدین شاہ جہان ہوئی نواب وزیر خاں صوبیدار لاہور تھا۔ مزار اقدس اندرون چار دیواری حضرت جان محمد حضوریؒ واقع ہے جو گڑھی شاہو میں واقع ہے۔

۶۳۔ حضرت سیّد غلام غوث قادریؒ

آپ کے جدّ بزرگوار حضرت سیّد ظہور الدین بعہدِ اکبر بادشاہ بمقام اودیہ سید جلال سے آئے اور رائے سکپاس کا بیٹا علی کہ امیر کبیر عہدِ اکبری تھا ان کا مرید ہوا۔ بعد اس کے عہد شاہجہان میں سیّد غلام غوث ہوئے۔ آپ کی پیدائش لاہور کی ہے اور سلسلہ قادریہ ہے لکھا ہے کہ ایک شخص نظام الدین نواب شاہ جہانی نے جو بے اُولاد تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اولاد حاصل کی تو اس نے خانقاہ کے مشرق میں کچھ اراضی خرید کر باغ المشہور مغل کا باغ بنوا دیا۔ یہ باغ خانقاہ کے ساتھ ہی عہدِ سکھاں تک موجود تھا۔ اس خانقاہ کے مالک سید حاکم شاہ۔ نتھو شاہ۔ محبوب شاہ اور مبارک شاہ وغیرہ اولاد حضرت سیّد غلام غوث تھے۔ پہلے اس خانقاہ کے ساتھ چار کنوئیں مزروعہ تھے مگر سکھوں کے عہد میں ضبط ہو گئے۔ ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۶۴۵ء میں یہ موضع بمعہ چار دیواری مسجد دریا بُرد ہو گیا۔

وفات ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۵ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ مزار موضع علی پور برکنارہ دریائے راوی ہے۔ شہاب الدین شاہ جہان کا عہدِ حکومت تھا اور نواب وزیر خاں گورنر لاہور تھا۔ جب دریائے راوی نے ۱۶۲۵ء میں بڑی طغیانی مچائی تو اس وقت اُولاد حضرت سید غلام غوث سے اور تو کچھ نہ ہو سکا مگر تین لاشیں (۱) حضرت سید غلام غوث قادری۔ ۲۔ میر عوض علی۔ ۳۔ سید صدر الدین پسر میر عوض علی وہاں سے نکال کر یہاں لے آئے اور حضرت غلام غوث کی لاش کو متصل قبر شاہ حاکم قادری کے ایک ہی چبوترہ پر دفن کر دیا۔ اور عوض علی اور صدر الدین کی قبر متصل چبوترہ حضرت کے بنا

دیں۔ یہ قبور تلاش نہیں ہو سکیں۔

۶۴۔ حضرت ملا حامد گوجر قادریؒ

آپ نہایت متقی، عابد اور علوم ظاہری و باطنی میں ہمہ صفت موصوف تھے اس کے علاوہ قرأت قرآن میں لاثانی تھے۔ ابتدا میں آپ حضرت میاں میرؒ کے موافق نہ تھے۔ پھر آپ کی روحانی کشش سے حاضر خدمت ہوئے اور مرید بن گئے اور پھر تو یہ شوق و ذوق اس قدر آگے بڑھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر عبادتِ حق میں ہی مصروف رہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ پر عالم ملکوت منکشف ہو گیا اور کمالاتِ ولایت حاصل ہو گئے آپ کے پیر و مرشد آپ پر بہت عنایت فرمایا کرتے تھے۔ مرید ہونے کے بعد سات ماہ تک زندہ رہے۔

وفات حسرت آیات بمقام لاہور ۱۰۴۴ھ مطابق ۱۶۳۵ء میں ہوئی۔ شاہ جہان ان دنوں شاہ ہندوستان تھا اور نواب وزیر خاں صوبیدار لاہور تھا۔ حضرت میاں میرؒ کی وفات سے پانچ ماہ اُنیس روز پہلے ۱۷ رمضان المبارک کو وصال فرمایا۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ مزارِ اقدس حضرت میاں میر قادریؒ کے روضہ کی چار دیواری سے باہر قبرستان میں واقع ہے۔

۶۵۔ حضرت میاں میرؒ سندھی قادری

آنجناب بمقام سیوستان ۹۵۷ھ مطابق ۱۵۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ نام محمد میر تھا۔ میاں کا اضافہ ادب و احترام کی بنا پر کیا گیا۔ حضرت میاں میرؒ قدس سرہٗ شیخ خضر سیوستانی قادریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کے والدِ ماجد کا اسم گرامی قاضی سائیں دتہ بن قاضی قلندر فاروقی تھا۔ والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ قاضی قادن کی دختر نیک اختر تھی۔ شجرہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔ سیوستان میں ولادت ہوئی سات برس کے تھے کہ والدِ بزرگوار فوت ہو گئے۔ بارہ برس کی عمر میں تمام دنیاوی علوم و فنون میں طاق ہو گئے پھر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور کوہ سیوستان میں شیخ خضر ابدال سے شرف بیعت کیا اور پھر وہاں سے لاہور چلے آئے آپ چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ ایک بھائی کا نام میاں قاضی اور دوسرے کا نام قاضی عثمان تھا۔ تیسرے قاضی طاہر اور چوتھے قاضی محمد یعنی آپؒ۔ ایک ہمشیرہ کا نام

بی بی بادی اور دوسری جمال خاتون تھیں۔

جس وقت آپ لاہور میں تشریف لائے تو آپ کی عمر پچیس سال کی تھی یہاں آکر آپ نے ریاضت اور مجاہدہ میں کمال کر دیا اور اس قدر مشقت اٹھائی کہ باید وشاید۔ کبھی رات کو نہ سوتے بلکہ ایک سانس میں ہی صبح کر دیتے۔ روزہ ایک ہفتہ بعد افطار کرتے جب استغراق کی حالت ہوتی تو ایک ایک ماہ بغیر کچھ کھائے پیئے ہی گزر جاتا۔ اس طرح آپ نے چالیس سال لاہور کے اردگرد کی آبادیوں اور ویرانوں اور جنگلوں میں بسر کر دیئے۔ ورودِ لاہور اکبر کا دورِ حکومت تھا۔ پہلے پہل جب آپ لاہور پہنچے تو مولانا سعد اللہ کے درس میں شامل ہوئے جو اس زمانے کا بڑا متبحر عالم تھا پھر کچھ سال ملا نعمت اللہ اور مفتی عبدالسلام لاہوری سے بھی تعلیم حاصل کی۔ مفتی عبدالسلام لاہوری نے کتب درسیہ کی تعلیم شیخ اسحاق بن شاہ کاکو چشتی، شیخ سعد اللہ لاہوری اور قاضی صدر الدین لاہوری سے حاصل کی تھی۔ مفتی عبدالسلام لاہور میں پچاس سال تک درس و تدریس میں مصروف رہے تھے۔ وفات ان کی اسی ۸۰ سال کی عمر میں ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۶۲۷ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ ماثر الامرا کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لشکر میں مفتی کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ لاہور میں آپ کا وقت بزرگانِ دین کے مقابر باغوں، جنگلوں اور ویرانوں و بیابانوں میں یادِ الٰہی میں صرف ہوتا تھا۔ پہلے لاہور آکر سرہند چلے گئے مگر پھر دوبارہ وہاں سے لاہور تشریف لے آئے اور اس جگہ کو اپنا مستقل مستقر بنا لیا۔

اتباعِ سنت کا بہت پاس کرتے۔ سماع سے بھی ذوق رکھتے تھے۔ ہندی راگ خوب سمجھتے سراپا حسنِ اخلاق تھے۔ تمام وقت عبادت و ریاضت میں گزارتے۔ استغنا، اور توکل آپ کا خاص شغل تھا۔ بادشاہ اور امراء آپ کے معتقد تھے لباس سادہ اور کم قیمت کا پہنتے۔ صاحب سکینۃ الاولیاء نے آپ کی بے شمار کرامات و خوارق عادات کا تذکرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ دریائے راوی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بڑا سیاہ سانپ آکر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور ایسی زبان میں گفتگو کی جسے حاضرین میں سے کوئی بھی نہ سمجھ سکا۔ پھر تین بار آپ کے گرد طواف کر کے لوٹ گیا۔ آپ نے حاضرین کے پوچھنے پر فرمایا کہ اس سانپ نے کہا کہ میں نے یہ قرار لے لیا تھا کہ جب تمہیں ملوں گا تو تیرے گرد تین بار طواف کروں گا۔ جب میں نے اجازت دی تو وہ طواف کر کے چلا گیا۔

ایک اور کرامت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ آپ باغ زین خاں (بیرون موچی دروازہ) میں

بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شکاری آیا اور اس نے ایک ڈھیلا ایک فاختہ کو مارا جو درخت پر بیٹھی بڑے سوز وگداز سے کوکو کر رہی تھی شکاری کے ڈھیلے سے وہ فاختہ گر کر مر گئی اور شکاری اسے مردہ مجھ کر چلا گیا۔ آپ نے خادم سے فرمایا کہ فاختہ کو اٹھا لاؤ چنانچہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ جی اٹھی۔ اور اڑ کر درخت پر جا بیٹھی۔ اور پھر کوکو کرنا شروع کر دیا۔ شکاری اس کی آواز سن کر دوبارہ پلٹا اور نشانہ کرنا چاہا۔ آپ نے اس کو منع کیا مگر وہ نہ ہٹا۔ ابھی اس نے مٹی کی گولی پھینکنے کو ہاتھ بلند کیا ہی تھا کہ اس میں سخت درد ہوا اور وہ شدت درد سے بلبلانے لگا۔ آپ اس کے پاس پہنچے تو فرمایا کہ تجھے کسی کو تکلیف دینے سے کیا حاصل ہوگا جب کہ تجھے میں نے بھی منع کیا تھا۔ چنانچہ اس شکاری نے آپ کے ہاتھوں پر توبہ کی اور مقام بلند پر پہنچ گیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کے برادر علاقہ سندھ سے لاہور تشریف لائے تو اس وقت آپ ریاضت میں تھے اور کھانے کو کچھ نہ تھا۔ بڑے پریشان ہوئے۔ بھائی کو حجرے میں بٹھا کر باغ کو گئے۔ وضو اور دوگانہ ادا کر کے اللہ پاک سے دعا مانگی کہ اے بار الٰہ۔ بے یار و مددگار ہوں۔ تیرے سوا اور کوئی نہیں جو میری امداد کو پہنچے۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے گھر میں آ کر کہا کہ ایک شخص کھانا لایا ہے اور انتظار کر رہا ہے۔ جب آپ گھر پہنچے تو اس اجنبی سے کھانا لے کر بھائی کو پیش کیا اور خود دوگانہ شکرانہ ادا کیا۔

جہانگیر بادشاہ جن دنوں کشمیر میں تھا تو بعض حاسدوں نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مرزا حسام الدین جیسے دیندار حضرات کے خلاف بادشاہ سے چغلی کھائی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ دونوں حضرات کشمیر آئیں اور شیخ نور الحق پسر شیخ عبدالحق محدث دہلوی دہلی سے کابل جا کر حکم ثانی کا انتظار کریں چنانچہ یہ لوگ تعمیل حکم میں لاہور پہنچے تو حضرت میاں میر لاہوری کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ نہ آپ کشمیر جائیں اور نہ ہی کابل۔ چند دنوں کے بعد اطلاع آگئی کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کی لاش لاہور آرہی ہے اس کے بعد یہ تینوں حضرات لاہور سے دہلی واپس چلے گئے۔

سجادہ نشین و خلفاء۔ آنجناب کے وصال کے بعد آپ کا ہمشیرہ زادہ حضرت محمد شریف قادری بن بی بی جمال خاتون ہمشیرہ حضرت میاں میر سجادہ نشین اس درگاہ کے مقرر ہوئے۔ صحن مرقد منور میں درج

ذیل قبور ہیں۔

۱۔ محمد شریف قادری فاروقی المتوفی سنہ ۱۰۵۴ مطابق سنہ ۱۶۴۴۔

۲۔ حاجی محمد صالح سرہندی قادری۔ اس سے ذرا آگے ایک ۸ انچ اونچے چبوترے پر ۱۵ قبور کے نشانات ہیں جو سجادہ نشین وغیرہ کے تھے۔

۱۔ شیخ حسین قادری المتوفی سنہ ۱۰۵۵ مطابق سنہ ۱۶۶۵۔

۲۔ شیخ نور عالی قادری سنہ ۱۱۰۷ مطابق سنہ ۱۶۹۵۔

۳۔ شیخ مراد اللہ قادری سنہ ۱۱۲۶ مطابق سنہ ۱۷۱۴

۴۔ شیخ مراد بخش قادری سنہ ۱۱۳۷ مطابق سنہ ۱۷۲۴

۵۔ شیخ قادر بخش قادری سنہ ۱۱۹۰ مطابق سنہ ۱۷۷۶

۶۔ شیخ عزیز اللہ قادری سنہ ۱۱۷۹ مطابق سنہ ۱۷۶۵

۷۔ میاں امام شاہ قادری سنہ ۱۲۳۵ مطابق سنہ ۱۸۱۹

۸۔ میاں خدا بخش قادری سنہ ۱۲۳۱ مطابق سنہ ۱۸۱۵

۹۔ میاں ملا شاہ خضر قادری سنہ ۱۲۷۱ مطابق سنہ ۱۸۵۴

۱۰۔ میاں محمد شاہ قادری سنہ ۱۲۳۹ مطابق سنہ ۱۸۲۳۔

۱۱۔ امیر شاہ قادری سنہ ۱۲۴۵ مطابق سنہ ۱۸۲۹۔

۱۲۔ مہدی شاہ قادری سنہ ۱۱۰۴ مطابق سنہ ۱۶۹۲۔

۱۳۔ حنیف شاہ قادری سنہ ۱۱۳۱ مطابق سنہ ۱۷۱۸

۱۴۔ میاں معصوم شاہ قادری سنہ ۱۱۹۹ مطابق سنہ ۱۷۸۴

۱۵۔ جعفر شاہ قادری سنہ ۱۱۴۶ مطابق سنہ ۱۷۳۳

اس کے علاوہ مشرقی باغیچہ میں سجادہ نشینان اور دوسرے اصحاب کی بھی قبور ہیں [illegible] ہیں۔ حافظ رحیم بخش خادم حضرت میانمیر۔ کرم شاہ سجادہ نشین۔ قطب شاہ برادر سجادہ نشین۔ [illegible]ن دین عیسیٰ شاہ گدی نشین۔ عنایت شاہ سجادہ نشین۔ اکبر شاہ بن عیسیٰ شاہ۔ شیخ نعمت اللہ سرہندی اور دوسرے حضرات بھی شامل ہیں۔

عُلماء سے تعلقات۔ علاّمہ عبدالحکیم سیالکوٹی اور کئی بڑے نامور عُلماء و فضلاء اکثر آپ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ عملِ صالح میں لکھا ہے کہ آپ کو شیخ محی الدین ابن عربی کی فتوحات مکیّہ کا اکثر حصہ زبانی یاد تھا اور مولانا عبدالرحمان جامی کی شرح فصوص الحکم بھی آپ کو پوری حفظ تھی۔ مزید تفصیلات کے لئے میری تالیف "مرکزِ علوم اسلامیہ لاہور اور مُلاّ عبدالحکیم سیالکوٹی" ملاحظہ کریں۔ حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشاں نقشبندی لاہوری سے مسئلہ وحدت الوجود پر اکثر خط و کتابت ہوتی رہتی تھی۔

جہانگیر سے آپ کے تعلقات:۔ جب شہنشاہ جہانگیر نے آپ کی ولایت کا شہرہ سُنا۔ تو اپنے چودھویں سن جلوس مطابق ۱۰۲۸ھ مطابق ۱۶۱۸ء میں آگرہ بلایا چنانچہ تُوزکِ جہانگیری میں آپ کی بہت تعریف و توصیف کی گئی ہے جہانگیر لکھتا ہے

"الحق ذات شریف است دریں عہد بغایت غنیمت و عزیز الوجود۔ ایں نیازمند از خود بہ آمدہ ایشاں صحبت داشت و بسا سخنان بلند از حقائق و معارف استماع افتاد ہرچند خواستم نیازے بگذارم چوں پایۂ ہمت ایشاں ازاں عالی تر یافتم خاطر باظہار ایں مطلب رخصت نداد۔ پوستِ آہوسفید بہ جہت جانماز بایشاں گزرانیدم۔ فی الفور وداع شدہ بہ لاہور تشریف بردند۔"

جہانگیر سے ملاقات کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۷۱ سال کے لگ بھگ ہوئی۔ شہزادہ دارا شکوہ قادری نے بھی اپنی تالیف سکینۃ الاولیاء میں اس ملاقات کو سوال و جواب میں تحریر کیا ہے جو کہ نہایت دِل چسپ ہے۔

شاہ جہان سے تعلقات:۔ ۱۰۳۸ھ مطابق ۱۶۲۸ء میں شہنشاہ شہاب الدین شاہ جہان لاہور میں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا ہے۔ بادشاہنامہ مصنّفہ مُلاّ عبدالحمید لاہوری میں اس کا ذکر موجود ہے اس موقعہ پر بادشاہ نے آپ کو ایک تسبیح اور سفید پگڑی نذر کی اور دُعا کے لئے مُلتجی ہؤا۔ شاہ جہان آپ سے دو دفعہ ملاقی ہؤا۔ پہلی دفعہ کشمیر کو جاتے ہوئے اور دوسری دفعہ وہاں سے واپس آتے ہوئے۔ شاہ جہان کہا کرتا تھا کہ مَیں نے عمر بھر میں دو فقیر حق آگاہ دیکھے ہیں۔ ایک حضرت میاں میر لاہوری اور دوسرے شیخ فضل اللہ برہان پوری۔

آپ کی خدمت میں شہزادہ دارا شکوہ قادری بھی کئی بار حاضر ہوا تھا جس نے بعد ازاں آپ کے خلیفہ اعظم حضرت ملا شاہ بدخشانی سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کر لی تھی۔

دارا شکوہ سے تعلقات: دارا شکوہ قادری سے آپ کے خصوصی مراسم تھے اور آپ اس کے ساتھ انتہائی اخلاص اور محبت سے پیش آیا کرتے تھے۔ شہزادہ موصوف نے آپ کی سوانح حیات سکینۃ الاولیا کی صورت میں تحریر کی جس میں آپ کے حالاتِ زندگی اور آپ کے خلفاء کے کارنامے درج کئے ہیں۔ شہزادہ کو آپ سے بے انتہا عقیدت تھی وہ جب آپ کے بالاخانے پہ آپ کے پاس جاتا تو جوتی اتار کر ننگے پاؤں جاتا۔

اورنگ زیب سے تعلقات: شہزادہ دارا شکوہ کو قتل کر کے جب اورنگ زیب سریر آرائے حکومت ہندوستان ہوا تو اس نے آپ کی خانقاہ، روضہ منورہ اور مسجد کی تکمیل کرائی۔

شہزادہ شہریار: شہزادہ شہریار نے اپنی چند روزہ حکومت میں ایک اہلکار آپ کی خدمت میں بھیجا اور کہلا بھیجا کہ یا آپ خود تشریف لائیں یا اپنی دستار مبارک بطور تبرک بھیج دیں۔ آپ نے دونوں باتوں سے انکار کرتے ہوئے کہلا بھیجا کہ فقیروں کو بادشاہوں سے کیا مطلب مگر وہ بضد ہوا چنانچہ آپ نے اپنی دستار مبارک طوعاً و کرہاً بھیج دی مگر ایک ماہ ابھی نہ گذرا تھا کہ وہ اندھا ہو کر قتل ہوا۔

لاہور کی جن قدیم آبادیوں میں جا کر آپ عبادت کرتے تھے: شہزادہ دارا شکوہ قادری اپنی تالیف سکینۃ الاولیاء میں ان مقامات کا ذکر کرتا ہے جہاں دن کے وقت حضرت میاں جیو صاحب جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ جناب کا طریقہ یہ تھا کہ رات کے وقت حجرے کا دروازہ بند کر کے یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے اور دن کو باغوں، جنگلوں اور ایسے مقامات پہ جہاں انسان کی آمد و رفت نہ ہوتی۔ دل جمعی سے یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے چنانچہ آج تک سب یاروں کا یہی طریق ہے جن مقامات پہ آپ جایا کرتے تھے اور آپ کے ہمراہ معتبر آدمی اور آپ کے مرید ہوا کرتے تھے۔ حسب ذیل ہیں:۔

حجرہ میں شیخ چھودہو کے اوپر کی جانب سایہ دار درختوں کے نیچے جو حجرہ مذکور کے گردو نواح میں اور شیخ بلاول کی قبر اور موضع میر داد پور کے نزدیک ہیں شہر کی مشرقی جانب ریت کے ٹیلوں

پر جو موضع بھیگووال کے پاس ہیں۔ سلطان پرویز کے باغ کے نزدیک باغیچہ سوائی اجل میں باغ مذکورہ کی عمارت میں۔ نولکھا باغ میں سرس کے درخت تلے جو ملا خواجہ کلاں سے ہم کلام ہُوا تھا کہ میرے پتوں میں یہ خاصیت ہے اور میں "یا نافع" پڑھتا ہوں۔ مرزا کامران کے باغ کے اندر اس عمارت میں جو حوض کے درمیان بنائی تھی اور اب وہ مکان پانی کے نیچے دب گیا ہے۔ قلیچ خان کے باغ کی عمارت میں جو مرزا کامران کی نہر کے نچلی طرف ہے اور آج کل گری ہوئی ہے شہر کے جنوب کی طرف انارکلی باغ میں۔ اس گنبد میں جو باغ مذکور کی جنوبی دیوار کے کونے میں واقع ہے۔ ہوشیار خان کی سرائے کے نزدیک تالاب نونہال کے کنارے کی عمارت میں شہر کے جنوبی حصے میں فیروزپور کی راہ پر ایک گنبد میں جو کنبھ کے نام سے مشہور رہے۔ آنجناب کے روضہ متبرکہ کے نزدیک پیش رو خاں کے مقبرہ میں ایک بڑے درخت تلے ریلوانچہ میں۔ شہر کے جنوبی طرف موضع بھیکھووال کے نزدیک بی بی تاج حاجی کے قبرستان میں بیر کے درخت تلے اس درخت کے تلے جو قاسم خاں کے باغ کی دیوار کی پچھلی جانب چار دیواری میں واقع ہے۔

دولت خاں کی باؤلی کے پاس پرانی عیدگاہ کے قریب احمد بیگ خاں کی بہن کے مقبرے کے دروازے کے اوپر جو گنبد ہے۔ فیض کے باغ میں جہاں اب ملا رام کی دوکان کا مقبوضہ ہے۔ باؤلی کے اوپر یاد حق میں مشغول ہُوا کرتے تھے۔ شیخ رکن الدین روہیلہ کے مقبرہ میں جو عالم گنج قدیم کے پاس ہے جسے اب عالم گنج قلیچ خاں کہتے ہیں۔ خان اعظم کے باغ کے متصل شیخ جوہر کے باغ اور مقبرہ میں۔

خان اعظم کے باغ میں جہاں پر شاہ مراد مرحوم کا محل ہے۔ راجو باغ میں جو دولت آباد اور اچھرہ کے پاس ہے جواہر خاں کے باغ کے نزدیک جھنگی میں جو اب پانی کے نیچے دب گئی ہے بڑ کے درخت تلے جو اچھرہ کے پاس ہے جب آپ کا انتقال ہُوا تو اس سال وہ درخت گر پڑا تھا۔ کندی نداعت میں جو ہوشیار خاں کے باغ کی مشرقی طرف واقع ہے۔ سبزی کے ہوتے وقت تک بیٹھا کرتے تھے۔ ہوشیار خاں کے باغ کے مشرق کی طرف شیخ عبدالرحمان درویش کی قبر کے نزدیک مرتضیٰ خاں کے باغ میں جسے اب وزیر خاں کا باغ کہتے ہیں۔ محمد تقی دیوان بیوتات جہانگیر کے باغ میں۔ ملک علی کوتوال کے باغ میں۔ عبدالرحیم خاں کے باغ میں خاتون کے باغ میں۔ اس بیلے میں جو شاہدرہ کے پاس دریائے راوی کے متصل ہے۔ مرزا مومن کے باغ میں۔

تصاویر: مطبع علمی تہران سے ۱۹۶۵ء میں شہزادہ دارا شکوہ قادریؒ کی تالیف سکینۃ الاولیاء بہ کوشش ڈاکٹر تارا چند استاد فلسفہ و تاریخ سفیر کبیر سابق ہند و ایران چھپی ہے جس میں ان اصحاب کی تصاویر دی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری

۲۔ حضرت ملا شاہ بدخشانی لاہوری

۳۔ شہزادہ دارا شکوہ قادری

۴۔ حضرت خواجہ حسین قادری

۵ حضرت خواجہ بہاری قادری

۶۔ حضرت نھتےؒ شاہ دیوان قادری

۷-۸-۹-۱۰ : نامعلوم الاسم خدام کی تصاویر ہیں۔

حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوریؒ جب لاہور تشریف لائے تو آپ نے حضرت میاں میرؒ قادری کے مرقد منور پر حاضری دی۔ موجودہ زمانے میں سید یوسف گیلانی قادری بغدادی بھی حاضر ہوئے تھے۔

رائے بہادر کنہیا لال لکھتا ہے کہ اس عالی شان پختہ مسجد کی کرسی بلند ہے۔ مسجد کے صحن پر پختہ فرش ہے اس مسجد کی کرسی دارا شکوہ کے وقت بنی تھی جس پر پتھر لگا ہوا ہے۔ باقی ماندہ تعمیر عالمگیر کے وقت ہوئی تھی اس عالی شان مسجد کی پانچ محرابیں اور پانچوں گنبد مدور نہایت خوبصورت ہیں۔ میانہ در کے اوپر لب بام دو برجیاں ہشت پہلو بنی ہوئی ہیں۔ اس مسجد کی دیواروں کے آغاز میں آدھ آدھ گز تک سنگ مرمر کی سلیں نصب ہیں اور باقی چونہ بر گچ عمارت ہے۔ مسجد کے اوپر جانے کے لئے دو زینہ شمال وجنوبی ہیں۔ موجودہ حالت میں اندرون مسجد لمبائی ۴۰ قدم اور چوڑائی ۱۱ قدم ہے اور باہر صحن مسجد ۴۱ قدم لمبائی میں اور ۱۳ قدم چوڑائی میں ہے۔

نمونہ کلام: تذکرہ شعرائے پنجاب نے آپ کا ایک شعر لکھا ہے۔

چوں تنہا ایم ہم نفسم یاد کسی است
چوں ہم نفس کسی شوم تنہا ایم

ایک دوسری جگہ یہ اشعار آپ کے تحریر کئے گئے ہیں۔

عارف مداں اگر زِملامت سلامت است
یعنی علامتِ رہِ عرفان ملامت است
عارف رہے کہ جانب وحدت رساند ماند
زاینجا گزر نہ کرد کہ جائے اقامت است

ہر در کہ از دم نیافتم اے درویش
چوں یافتمش یافتمش از در خویش
از حق داراں و حق گزاراں دیدم
در گردنِ خویش از ہمہ بیش

از شش جہتم رُوے نمُودی آخر
از ہر طرفے دِلم ربُودی آخر
بیرون و درو مے جلوہ گرے دیدم
بر تحقیق آدم و تو بودی آخر

مقبرہ و چار دیواری: چار دیواری کے وسط میں مقبرہ ہے۔ روضہ ایک عالیشان چبوترے پر بنایا گیا ہے جو مربع ۱۹ × ۱۹ درعہ طول و عرض کا ہے۔ جنوب کی طرف زینہ سنگ مرمر کا ہے اور پتھر میں گلکاری منوط کار ہے۔ چاروں طرف چبوترے کے ارتفاعی عمارت میں سنگ مرمر کی سلیں لگی ہوئی ہیں اس چبوترے کے اوپر بھی پتھر کا فرش ہے اور وسط میں روضہ کی عمارت ہے اس مقبرہ کی عمارت قدِ آدم بلند سنگِ مرمر کی ہے باقی سب کانسی کار منقش ہے۔ دروازہ آمد و رفت کا جنوب کی طرف ہے جس کا ایک زینہ سنگ مرمر کا اور چوکھٹ سنگ سرخ کی ہے اور دروازہ کی محراب پر یہ قطعہ تاریخ لکھا ہُوا ہے جس سے سالِ تاریخ وفات حضرت میاں میرؒ پایا جاتا ہے۔

میاں میر سر دفترِ عارفاں | کہ خاکِ درش رشکِ اکسیر شد
سفر جانب شہر جا دید کرد | ازیں محنت آباد دیگر شد
خرد بہر سال وصالش نوشت | "یہ فردوس والا میاں میر شد"
۱۰۴۵

اندرون مقبرہ تمام فرش سنگ مرمر کا ہے جس میں گلکاری سنگ موسلی و سیاہ کی ہوئی ہے اس مقبرہ کی تین سمت تین محرابیں قالبوتی بنی ہوئی ہیں اور چوتھی محراب جنوبی میں دروازہ ہے۔ تینوں محرابوں میں پنجرے خوشنما لگائے گئے ہیں۔ اندرونی عمارت میں بھی قدِ آدم سنگِ مرمر نصب ہے جو عمارت داراشکوہ کے عہد میں بنائی گئی تھی۔ شمال محراب کے بازوئے غربی و شرقی میں نہایت خوبصورت شیشہ کا کام بیلدار بنا ہے۔ گنبد کی چھت میں بھی شیشہ کا کام نہایت خوبی سے کیا گیا ہے۔ یہ شیشہ کا کام ایک انگریز نے بنوایا تھا جس کا نام مسٹر بیٹل صاحب تھا جو گبن صاحب سوداگر کا نوکر تھا چبوترہ سنگِ مرمر کا ایک فٹ بلند ہے اس کے اوپر قبر کا تعویز سنگِ مرمر کا بنا ہوا ہے چھت پر خوب صورت گنبد ہے جس کا کلس سنگِ مرمر کا ہے۔

جنوبی دیوار کے باہر بہت سی قبور ہیں جن میں سے ایک امرتسر کے مشہور طبیب اور صاحب دل بزرگ حکیم فقیر محمد چشتی نظامی المتوفی ۱۳۷۱ھ کی ہے۔

محکمہ اوقاف، محکمہ اوقاف نے مخیر حضرات کے تعاون سے چار دیواری کی از سر نو مرمت کرادی ہے۔ شمالی اور جنوبی دروازے بھی مکمل طور پر تعمیر ہو چکے ہیں۔ روشنی کے لئے چاروں اطراف میں ٹیوب وغیرہ لگوادی ہیں۔ درگاہ کی مرمت تجدید اصلاح و توسیع کا کام گزشتہ کئی سال سے جاری ہے جہاں پہلے کھنڈر تھے وہاں اب ایک سادہ اور پُرشکوہ عمارت اُبھر رہی ہے۔ محکمہ اوقاف کا پروگرام ۵۷ ہزار روپے خرچ کرنے کا ہے اور حضرت میاں میرؒ کے ارادت مندوں کا ۲۸ ہزار خرچ کرنے کا ارادہ ہے۔ مجلس امور مذہبیہ کے صدر سید بابر علیؒ نے مزار پر سفید سنگِ مرمر کا گنبد تعمیر کرنے کی پیش کش کی ہوئی ہے جس پر تقریباً ۵۰ ہزار روپیہ لاگت کا تخمینہ ہے۔

بیرون قبرستان گورستان مسافر خانہ: چار دیواری مقبرہ حضرت میاں میرؒ قادری سے جنوب کی طرف قبرستان عوام الناس موجود ہے قبرستان کے ایک چبوترے پر جو کہ درمیان میں واقع

ہے اور چار پانچ فٹ سطح زمین سے بلند ہے یہ قبور ہیں اس پر سترہ قبور ہیں صرف نو کے نام معہ تاریخ وفات معلوم ہو سکے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ قبور چھ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتی ہیں۔

۱۔ شیخ شاہ دیوان قادری المتوفی ۱۰۳۶ سنہ مطابق ۱۶۲۷ سنہ
۲۔ حاجی مصطفیٰ قادری المتوفی ۱۰۳۹ سنہ مطابق ۱۶۲۹ سنہ
۳۔ حافظ اسماعیل قادری المتوفی ۱۰۲۹ سنہ مطابق ۱۶۱۹ سنہ
۴۔ نور الدین قادری المتوفی ۱۰۲۷ سنہ مطابق ۱۶۱۷ سنہ
۵۔ سید نور محمد قادری المتوفی ۱۰۳۵ سنہ مطابق ۱۶۲۵ سنہ
۶۔ بہار لنگ قادری المتوفی ۱۰۳۶ سنہ مطابق ۱۶۲۶ سنہ
۷۔ حاجی سلیمان قادری المتوفی ۱۰۳۱ سنہ مطابق ۱۶۲۱ سنہ
۸۔ شیخ ابو المکارم قادری المتوفی ۱۰۴۰ سنہ مطابق ۱۶۳۰ سنہ
۹۔ شیخ ابو الخیر قادری المتوفی ۱۰۴۱ سنہ مطابق ۱۶۳۱ سنہ

ایک دوسرے چبوترے پر یہ قدیم قبور اب بھی موجود ہیں۔

۱۔ حضرت ملا حامد گوجر قادری مرید حضرت میاں میرؒ قادری المتوفی ۱۰۴۴ سنہ مطابق ۱۶۳۴ سنہ
۲۔ مزار نامعلوم الاسم

ایک اور چبوترے پر حضرت شیخ محمد قادری مرید خاص حضرت میاں میرؒ قادری کا مرقد منور ہے۔

مقبرہ نادرہ بیگم: حضرت میاں میرؒ کی خانقاہ کی چار دیواری کے مشرق میں ایک بہت بڑا وسیع دعریض تالاب تھا جس کا اب نام و نشان بھی نہیں ہے اور اس میں کاشت ہوتی ہے اس کے درمیان میں ایک گنبد ہے جس کی آج کل مرمت ہو رہی ہے یہ مقبرہ شہزادہ نادرہ بیگم کا ہے جو کہ نہایت عالی شان بنا ہوا ہے اس کے اندر شہزادی کی قبر ہے جو نادرہ بیگم کی ہے یہ شہزادہ سلطان پرویز کی دختر شاہجہان کی بھتیجی اور دارا شکوہ کی بیوی ہے اس شہزادی کا سندھ میں جب انتقال ہو گیا تو اس کی لاش حضرت میاں میرؒ کی خانقاہ میں دفن کرنے کے لئے بھیجی گئی کیونکہ اس کی حضرت صاحب سے بے انتہا عقیدت و محبت تھی۔ راستہ جس میں ۳۰ در پانی آنے جانے کے لئے تھے۔ مشرق کی طرف واقع ہے گنبد سنگین اور دوہرا ہے جس طرف دَر ہیں اسی طرف اوپر جانے کے لئے

دو راستے ہیں۔ مقبرہ ۲۱ × ۲۱ قدم ہے اور تالاب ۲۶۰ قدم × ۲۶۰ قدم تھا مرمت اب جاری ہے
وفات سے ایک روز قبل نواب وزیر خان گورنر لاہور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت
اس کے ساتھ رؤسائے شہر بھی تھے اور التجا کی کہ ایک حکیم حاذق لایا ہوں اجازت ہو تو وہ علاج
کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اب حکیم مطلق ہی کافی ہے۔ انتقال کے دن نواب اور عمائدین شہر پھر نماز جنازہ
میں شامل ہونے کے لیے آئے۔

بمطابق گنجینۂ سروری وفات ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۵ء میں ہوئی یہ شاہ جہان کا عہدِ اقتدار
تھا۔ قیام لاہور ساٹھ سال اور عمر مبارک تقریباً اٹھاسی سال کی ہوئی۔ شاہ جہان نامہ میں لکھا ہے کہ
وفات کے بعد آپ غیاث پورہ میں جو عالم گنج کے پاس ہے دفن ہوئے۔
مزید حالات کی تفصیل کے لئے میری تالیف "سوانح حیات حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری"
ملاحظہ فرمائیں۔

۶۶۔ حضرت حاجی محمد صالح کاشمیری قادریؒ

آپ کشمیر کے رہنے والے تھے اور لاہور آکر حضرت میاں میرؒ سے بیعت کی۔ آپ نے ان کی
تربیت حضرت ملا شاہ بدخشانی کے سپرد کی آپ نے ریاضت و مجاہدہ میں بہت نام پیدا کیا۔ آپ
سے بہت سے خوارق ظہور پذیر ہوئے۔ حضرت میاں میرؒ صاحب آپ پر کمال عنایت فرمایا کرتے تھے
حضرت میاں میرؒ کی وفات کے بعد آپ نے ان کو ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک پُر نور شہر میں
ترو تازہ باغ کے اندر آپ ٹہل رہے ہیں۔
وفات ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۵ء میں ہوئی۔ ہندوستان کا بادشاہ شہاب الدین شاہ جہان
تھا اور صوبیدار لاہور نواب وزیر خان تھا۔ قبر آپ کی حضرت میاں میرؒ کے زینہ سے نیچے اتر کر مغرب کی
طرف واقع ہے آپ نے اپنے پیر و مرشد کے وصال سے چالیس دن بعد جمادی الاوّل میں انتقال فرمایا

۶۷۔ حضرت شاہ بلاول قادریؒ

اسم گرامی سید شاہ بلاول بن سید عثمان بن سید عیسیٰ قادری لاہوری تھا۔ محبوب الواصلین میں لکھا

ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ ہرات سے ہندوستان میں آئے تھے اور موضع شیخوپورہ میں اقامت گزیں ہوئے تھے بادشاہ نے ان کو وہاں جاگیر بھی عطا کی تھی۔ آپ وہاں ہی پیدا ہوئے۔ سات برس کے تھے کہ آپ کا ایک دوست جو آپ کے ساتھ کھیلتا تھا قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا جب آپ کو معلوم ہوا تو اس کے گھر گئے اور اس کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا کہ دوست اٹھ بیٹھ اور کھیلیں۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کے ساتھ کھیلنے کے لئے چلا گیا۔ بیعت آپ نے حضرت سید شمس الدین قادریؒ کے دست حق پرست پر کی جو حضرت شیخ ابو اسحاق قادری لاہوریؒ کے خلیفہ تھے اور جن کا مزار چمبہ ہاؤس لین پر واقع ہے۔ بیعت کا قصہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن آپ دریائے راوی کے کنارے جا رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت شمس الدین قادری کشتی سے اترے اور آپ سے ملاقی ہوئے۔ شیخ نے نہایت محبت سے آپ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ میرے ساتھ رہا کرو تاکہ تکمیل علم ظاہری و باطنی مکمل ہو سکے چنانچہ آپ نے اُن کی خدمت میں رہ کر فیضان حاصل کیا۔

وُرُودِ لاہور: آنجناب کے جدِ امجد حضرت سید علیسیٰ قادریؒ نے آپ کو شیخوپورہ سے برائے تحصیل علوم و فنون لاہور بھیج دیا۔ اور یہاں آکر آپ نے شیخ فتح محمد لاہوری سے اکتساب علم کیا جب حضرت شمس الدین قادریؒ سے بیعت کی تو ان کے حکم سے آپ نے محلہ شاہ ابو اسحاق کے ایک حجرے میں خلوت نشین ہو کر تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہ کر زندگی بسر کرنی شروع کی اور کئی سال تک اسی حالت میں رہے۔ جب آپ لاہور آئے تو آپ نے خیال کیا کہ کچھ لکھنا پڑھنا بھی چاہیئے چنانچہ اس فکر میں بازار لاہور میں جہاں مسجد وزیر خاں ہے سیاہی اور قلم خریدنے کے لئے تشریف لے گئے وہاں ایک شخص ملا جس نے آپ کو بتایا کہ میں شاہدرہ رہتا ہوں اور میرے پاس سیاہی بنانے کا ایک نہایت اعلیٰ نسخہ ہے چنانچہ آپ اس کے ہمراہ شاہدرہ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ سیاہی کے روز روز کے خرچ سے نجات حاصل ہو ابھی آپ راج گھاٹ پہنچے تھے کہ وہاں جناب شمس الدین سے ملاقات ہوئی اور بس پھر انہی کے ہو رہے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان کی بیعت کر لی۔

کرامات: آپ کی بے شمار کرامات و خوارق بیان کی جاتی ہیں لکھا ہے کہ ایک دفعہ شیخ ابو طالب

جو دہ ہزاری منصبدار اور آپ کے مرید تھے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ میرے دیہات کی جاگیر میں بارش نہیں ہوئی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائیں چنانچہ آپ کی دعا سے ابوطالب کی جاگیر میں اس قدر مینہ برسا کہ ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ دریائے راوی کے کنارے جہاں کہ بارہ دری حضرت شاہ بلاول تھی آپ کے پیر و مرشد شاہ شمس الدین ایک درخت کے نیچے استراحت فرما رہے تھے۔ اور آپ حاضر خدمت تھے کہ اس دوران ایک جاٹ آیا اور درخت پر چڑھ کر سوکھی لکڑیاں توڑ کر نیچے پھینکنے لگا حضرت شاہ بلاولؒ نے اس گنوار کو ہر چند منع کیا کہ وہ اس وقت اس کام سے بند ہو جائے مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔ آپ نے اس پر تیز نگاہ ڈالی تو وہ درخت سے گر کر مر گیا۔ جب شاہ شمس الدین جاگے تو آپ نے ایک آدمی کی لاش دیکھ کر آپ سے استفسار فرمایا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم درویشوں کے لئے اس قدر غصہ اور جلال مناسب نہیں ہے اس لئے تمہیں مناسب ہے کہ اس جلال کو ختم کرنے کے لئے مزنگ میں حضرت شاہ ابو اسحاق قادری کی خانقاہ کے حجرے میں خلوت نشین ہو کر قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ کئی سال وہاں تنہائی میں رہے اور رات دن قیام و صیام میں مصروف رہے۔ محبوب الواصلین میں ہے کہ جہاں آپ کے دادا مرشد شیخ ابو اسحاق قادری کا محلہ تھا۔ وہاں کسی آدمی کے گھر لڑکا پیدا ہوا اور حسب رسم و رواج کے مطابق قوال مبارک باد دینے آ پہنچے اور ناچنے گانے اور دف بجانے لگے وہ شخص انتہائی مفلس اور قلاش تھا۔ آپ اس کے احوال سے واقف تھے اس لئے آپ حجرے سے مٹی کا لوٹا لے کر باہر نکلے اور ہمسائے کی دیوار سے مار کر اس کو توڑ دیا تو وہ ریزے ریزے سکوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے اور بھانڈ و نقال ان کو چن کر لے گئے اور ہمسایہ کی عزت باقی رہ گئی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی شخص نے نواب آصف خاں کا چالیس ہزار روپیہ قرض دینا تھا مگر اس کے پاس ایک روپیہ بھی قرض کی ادائیگی کے لئے نہ تھا کیونکہ وہ نہایت مفلوک الحال ہو چکا تھا وہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنی عادت کے مطابق آصف خاں کو سفارشی رقعہ لکھا ان ایام میں آصف خاں کشمیر میں قیام پذیر تھا جب اس نے آپ کا رقعہ

پڑھا تو مطالبہ سے در گذر کیا۔

شاہجہان سے ملاقات: شاہ جہاں ۱۰۴۸ھ میں جب ۷ رمضان المبارک کو لاہور آیا تو قلعہ شاہی میں قیام کیا۔ ۱۵ رمضان المبارک کو حضرت جنت مکانی شہنشاہ جہانگیر کے مقبرہ کی زیارت کی اور دس ہزار روپیہ وہاں غربا اور مساکین میں تقسیم کیا پھر حضرت میاں میرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا پھر ۱۹ رمضان المبارک کو حضرت شاہ بلاول قادری کی خدمت عالیہ میں حاضری دی اور دو ہزار روپیہ نذرانہ پیش کیا جو آپ نے درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ یہی تفصیل بادشاہنامہ مصنفہ ملا عبد الحمید لاہوری میں دی گئی ہے۔ تحقیقات چشتی میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ شاہ جہاں کچھ رقم لے کر حضرت میاں میر قادریؒ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنے کی غرض سے حاضر ہوا مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر بادشاہ وہاں سے اٹھ کر حضرت شاہ بلاول کی خانقاہ پہنچا اور وہی رقم پیش کی۔ آپ نے قبول فرمائی اور خادم مطبخ کے حوالے کر دی کہ مسافروں اور درویشوں پر خرچ کی جائے اس کے بعد بادشاہ پھر دوبارہ حضرت میاں میرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا کہ میری مثال ایک کم آب جوہڑ کی ہے اور شاہ بلاول کی دریا کی اس میں اگر کچھ نجاست پڑ جائے تو پلید نہیں ہوتا اور جوہڑ پلید ہو جاتا ہے یہ بات سن کر شاہنشاہ بہت محظوظ ہوا اور دولت خانہ میں واپس آ کر سجدۂ شکرانہ ادا کیا کہ میری سلطنت میں ایسے ایسے پاکباز اور پاک نفس انسان موجود ہیں جن کا منتہائے مقصد رضائے الٰہی کے سوا اور کچھ نہیں۔

خانقاہ عالیہ: شہر سے باہر دریا کے کنارے آپ نے ایک خانقاہ بنا رکھی تھی۔ جہاں شہر بھر کے فاضل اور امیر کبیر حاضر ہوا کرتے تھے آپ کا مکان بادشاہوں کی طواف گاہ تھا۔ آپ درماندوں اور بیماروں کے کاموں کے متکفل اور ان کے مونس و غمخوار تھے جو شخص ایک دفعہ آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوتا وہ پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کی محبت میں گرفتار ہو جاتا جو لوگ زیارت کے لئے آتے ان کے لئے سردی اور گرمی کے موسم میں نہایت عمدہ طریقے سے کھانے پینے کا انتظام کیا جاتا اور ہر ایک کے مرتبے کے مطابق ان کی آؤ بھگت کی جاتی۔ بعض عزیزوں کے لئے کھانے کے وقت کافی سے زیادہ طعام اور میوے دستر خوان پر چُنے جاتے۔ اور انہیں خانقاہ کے پاس باغ اور سیرگاہ میں بٹھایا جاتا۔ اور ہر شخص کو اس کے مرتبے کے

مطابق کھانا کھلایا جاتا اور وداع ہوتے وقت ہر شخص کو خانقاہ سے روٹیاں۔ مٹھائی۔ موسمی میوے۔ منقہ۔ بادام کوزے کی مصری اور پودینہ وغیرہ بطور تبرک دیا جاتا تاکہ اپنے بال بچوں کے لئے بھی لے جائیں خانقاہ کے سامنے ایک عالیشان خوب صورت مسجد بنی ہوئی تھی جس کے حجرے نہایت پاکیزہ اور صاف تھے اور جس کا حوض نہایت وسیع اور گہرا تھا اور جس میں عجیب قسم کے فوارے چھٹا کرتے تھے باغ میں طرح طرح کے پھلدار اور پھولدار درخت نہر کے کنارے کنارے لگے ہوئے تھے۔ مسجد میں حوض کے گرد قرآن شریف پڑھنے والوں۔ قاریوں اور خوش الحان حافظوں کے گروہ کے گروہ دن رات قرآن خوانی میں مصروف رہتے۔ سبز سبز درختوں کی شاخیں صاحب اسرار صوفیوں کی طرح سبز لباس پہنے ہوا کے جھونکوں سے رقص و وجد میں ہوتیں۔ باغ کی زمین نہایت صاف ستھری رکھی جاتی۔ ہزارہا لوگ اور بیگمات ان کے سایہ تلے نہر کے کنارے درختوں کے سایہ تلے آرام کرتے۔

آپ کی مسجد خانقاہ اور باغیچہ شہر لاہور کے پاس مشرق کی طرف دریائے راوی کے بالمقابل ایک بلند ٹیلے پہ واقع تھا۔ یہ مقام نہایت ہی عمدہ سیرگاہ تھی چنانچہ اس مقام اور دریا کے درمیان سوائے ایک وسیع ریگستان قطعہ زمین کے اور کچھ حائل نہ تھا۔

ترجمہ غنیۃ الطالبین: غنیۃ الطالبین تالیف حضرت سید عبدالقادر جیلانی بغدادی کا ترجمہ فارسی زبان میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے آپ کی فرمائش پر کیا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ ہی بطور وضاحت مولوی عبداللہ اللبیب کا خطبہ بھی موجود ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ حضرت شیخ جیلان کی اجازتِ روحانی سے کیا گیا ہے۔

اخلاق عالیہ: آپ دین کے بہت بڑے عالم۔ متقی۔ متشرع۔ صائم قائم اللیل عابد تھے۔ زہد و ورع میں ممتاز اور منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کے خاص ذکر میں کتاب محبوب الواصلین ہے جس میں آپ کے حالاتِ زندگی تحریر ہیں اور جس سے آپ کی سیرت پر مکمل روشنی پڑتی ہے آپ مادر زاد ولی تھے آ[ ] تقسیم اوقات اس طرح تھی کہ صبح سے چاشت تک مصروف مراقبہ و عبادت پھر اپنے ہاتھ سے [ ] تقسیم فرماتے۔ دوپہر کے بعد ایک گھڑی قیلولہ فرماتے۔ پھر ظہر کی نماز باجماعت ادا فرماتے۔ اس کے بعد مریدین و محبین کے حلقے میں بیٹھ کر توجہ فرماتے۔ اسی دوران بے شمار لوگ

پانی دم کرانے آتے۔ آپ ان کو دم کر دیتے جس سے مریض شفایاب ہوتے اس کے بعد دو منشی حاضر ہوتے جو حاجت مندوں کے لئے بادشاہ۔ امراء اور صوبیداروں کے نام سفارشی رقعے لکھتے اور آپ ان پر دستخط ثبت فرماتے۔ نماز عصر کے بعد مراقبہ اور شغل عبادت شروع ہو جاتا۔ شام کو پانی کا گھونٹ پی کر روزہ کھولتے۔ مغرب کی نماز پڑھ کر پھر کھانا تقسیم کرنے کے لئے نکلتے اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر تنہائی میں جا بیٹھتے اور نماز تہجد تک تین قرآن مجید ختم کرتے۔

لنگر خانہ: آنجناب نے ایک خانقاہ شاہی خرچ سے بنوا رکھی تھی جو دریائے راوی کے کنارے واقع تھی جہاں ہر قسم کا مسافر آتا قیام کرتا اور کھانا کھاتا۔ اس خانقاہ کا خرچ شاہی خزانہ سے ادا کیا جاتا تھا۔ غرضیکہ لنگر عام جاری رہتا تھا جس سے لوگوں کو دونوں وقت کا کھانا ملتا تھا۔ لنگر کا کھانا ہمیشہ اپنے ہاتھ سے تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ دونوں اوقات میں اپنے ہاتھ سے کھانا تقسیم فرمایا کرتے۔ وہ شاہانہ لباس زیب تن کرتے اور مطبخ میں ہر وقت ہر قسم کا کھانا تیار رہتا تھا تاکہ حاجت مندوں، مسکینوں اور مسافروں کو کسی وقت بھی بھوکا نہ رہنا پڑے۔ آپ کا لنگر خانہ جس خانقاہ میں تھا اس میں نہریں جاری تھیں اور درختوں کی بہت کثرت تھی جس کے سایہ اور ٹھنڈک میں مسافر آرام کرتے تھے بادشاہ نامہ نوشتہ ملا عبدالحمید لاہوری میں لکھا ہے آپ نے ایک محتاج خانہ قائم کر رکھا تھا جہاں سے سینکڑوں آدمیوں کو روزانہ کھانا ملتا تھا۔

ایک دفعہ کسی نے کہا کہ آپ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری کی بڑی تعریف کیا کرتے ہیں مگر وہ آپ کے حق میں صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ صالح مرد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت میاں میرؒ نے میری تعریف اس ایک ہی جامع لفظ سے کر دی ہے کہ اگر ہم ہزار لفظ سے بھی تعریف کرنا چاہیں تو بھی نہیں ہو سکتی۔

وفات ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۶ء میں ہوئی۔ شاہ جہاں بادشاہ دہلی تھا اور صوبیدار لاہور نواب وزیر خاں تھا سفینۃ الاولیاء اور مجمع الاصفیاء کے مصنفین نے آپ کی یہی تاریخ وفات تحریر کی ہے اس وقت آپ کی عمر ۷۰ سال کے قریب تھی۔ موجودہ مزار عالی نزد باغ راجہ دینا ناتھ گھوڑے شاہ روڈ پر ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ آپ کا پہلا مزار اس زمانے میں دریائے راوی کے کنارے تھا جہاں مہاراجہ شیر سنگھ قتل کیا گیا تھا۔ بعد ازاں دریا کے سیلاب کی وجہ سے

آپ کی لاش مبارک وہاں سے نکلوا کر باغ راجہ دینا ناتھ کے ساتھ والے قبرستان میں برلب سڑک سلطان پورہ روڈ دفن کی گئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دریائے راوی کے کنارے اپنے لئے بارہ دری بنوائی تھی اس کے ساتھ ہی آپ کی خانقاہ تھی۔ آپ کی لاش کا صندوق مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے فقیر عزیز الدین نے بارہ دری رنجیت سنگھ سے موجودہ جگہ پر منتقل کیا۔ دوسری جگہ دفن کرتے وقت ہزار ہا مسلمانان لاہور نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ رائے بہادر کنھیا لال مصنّف تاریخ لاہور لکھتا ہے کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ جسم میں کچھ تغیر واقع تو نہیں ہوا مگر دیکھا تو لاش اس طرح ہے کہ آپ ابھی فوت ہوئے ہیں۔ آپ کی خانقاہ کی چاردیواری راجہ دینا ناتھ نے بنوائی تھی جو اب مفقود ہے اور یہ مزار بالکل آبادی میں آچکا ہے اور مسلمانان لاہور کی توجہ کا مستحق ہے

۶۸۔ حضرت مُلّا ابُوبکر قادریؒ

آپ نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی ہوئی تھی اور عُزلت نشینی میں زندگی بسر کرتے تھے حضرت میاں میرؒ صاحب نے آپ کی تربیت حضرت ملّا شاہ بدخشانی کے سپرد کی ہوئی تھی حضرت ملّا شاہ آپ کی بہت تعریف کرتے تھے۔ آپ حضرت ملّا شاہ اور حضرت میرک شیخ کے ہم سبق تھے۔ ایک دن آپ نے سب کتابیں پھینک دیں اور کہا کہ میں نے دنیا سے تعلقات منقطع کر لئے ہیں اس لئے کتابیں طالب علموں میں تقسیم کر دو۔

وفات ۱۰۴۹ھ مطابق ۱۶۳۹ء میں ہوئی۔ قبر نئی گجرات میں ہے اور معتمد خان گورنر لاہور تھا۔

۶۹۔ حضرت مُلّا عیسیٰ قادری سیالکوٹی

زہد و تقویٰ کے سردار۔ عالم ملکوتی کے سیّاح جب مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فقر میں نام پیدا کیا۔ شہزادہ دارا شکوہ لکھتا ہے کہ تحصیل علم کر کے کبھی سیالکوٹ اور کبھی لاہور میں قیام کرتے ہیں۔ وصال کے بعد مجھے پیغام بھجوایا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میاں ہم کو تمام چرند و پرند کا ذکر و شغل سنائی دیتا ہے بعض کو شجر کا شغل بھی فرماتے مگر بہت کم۔ آپ اپنے

پیر و مرشد کے علم کی بابت بہت کچھ فرمایا کرتے تھے۔

۷۰۔ حضرت حافظ اسماعیل قادریؒ

آپ حضرت میاں میر قادریؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ سے بیعت فرمائی۔ سکینۃ الاولیاء میں آپ کا ذکر موجود ہے آپ صاحب حالات وکرامات اور مقامات عالیہ پر فائز تھے۔

وفات ۱۰۴۹ھ مطابق ۱۶۳۹ء میں ہوئی۔ شاہ جہان ان دنوں حکمران ہندوستان تھا۔ اور گورنر لاہور معتمد خاں تھا۔

۷۱۔ حضرت شاہ عبدالغنی قادریؒ

حضرت میاں میرؒ قادری کے مریدوں میں سے تھے اور قدیم یاروں سے بھی تھے۔ آپ حاجی محمدؒ لاہوری سے پہلے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بہت سے مجاہدے اور ریاضتیں کیں۔ خوش وضع تھے لوگوں سے میل جول کم رکھتے تھے۔ اکثر خاموش رہتے۔ پیر و مرشد کی وفات کے بعد حضرت کے روضہ مبارک کے پاس ہی حجرہ بنا کر رہتے تھے اور روضہ مبارک کی خدمت کرتے تھے۔ شہزادہ داراشکوہ کو آپ نے ہی حضرت میاں میرؒ کے روضہ کا طواف کرایا تھا اور فرمایا کہ مرشد فرمایا کرتے تھے کہ تنہائی اختیار کرو۔ اور لوگوں سے میل جول نہ کرو کیونکہ جنگلوں اور ویرانوں میں رہنے سے جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

وفات ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ بادشاہ دہلی شاہجہان تھا اور معتمد خان گورنر لاہور تھا۔ مزار شالامار باغ کے پاس قبرستان شاہ عبدالغنیؒ میں واقع ہے۔

شمس العلماء سید محمد لطیف لکھتے ہیں

کہ شہزادہ داراشکوہؒ نے آپ کا مقبرہ تعمیر کرایا تھا جس پر نہایت عمدہ نیلا کاشی کا کام کیا ہوا تھا جس کے رنگ اب امتدادِ زمانہ سے مٹ چکے ہیں۔ قبرستان شاہ عبدالغنیؒ کے شمال میں آپکا مرقدِ منور ہے۔ مشرق کی طرف کافی وسیع اور پختہ احاطہ ہے۔ بڑی دل فضا اور پُر بہار جگہ ہے۔ مقبرہ

حضرت میاں میرؒ کے مقبرہ کی طرز کا ہے۔ مقبرہ سے شمال کی طرف نیچے زمین بہت نشیب میں ہے۔ مغرب میں محراب مسجد بھی ہے۔ مقبرہ کو اندر سے سبز ٹائلوں سے مزین کیا گیا ہے۔ مرقد منورّ کے اردگرد چاروں طرف لکڑی اور شیشے سے بہترین چوکھٹ بنا کر مزین کیا گیا ہے۔ مقبرہ کے گرد و نواح میں کافی درخت ہیں۔

۷۲۔ حضرت شیخ غیاث قادریؒ

حضرت میاں میرؒ بالا پیر کے خادم تھے اور مرید بھی۔ زہد و تقوٰی میں آپ کا مقام بہت بلند تھا یہی وجہ تھی کہ آپ کو حضرت صاحب کا قرب حاصل تھا۔ ۱۶۴۰ء کے بعد وفات پائی۔

۷۳۔ حضرت حاجی سُلیمان ثانی قادریؒ

آپ حضرت میاں میرؒ قادری کے خدام میں سے تھے۔ نہایت عابد اور متقی تھے۔ ریاضت و مجاہدہ میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ کی قبر میاں نتھا قادری کی قبر کے پاس ہے جو قبرستان بیرون رُوضۂ منوّرہ حضرت میاں میر ہے۔

۷۴۔ حضرت میاں نور محمدؐ قادریؒ

حضرت میاں میرؒ بالا پیر کے خادم خاص تھے۔ شہزادہ دارا شکوہ لکھتا ہے کہ نور محمدؐ انجناب کی آخری عمر میں چند سال اکیلا خدمت میں رہا جس قدر جناب نور محمدؐ کے حال پر عنایت فرماتے اتنی کسی اور مرید پر نہ فرماتے اور فقیر (شہزادہ) کے لئے تبرکات بھی اسی نور محمدؐ کو بطور امانت عطا فرمائے اور بہت سی باتیں بطورِ وصیت فرمائیں جو سرہند شریف میں بیماری کے زمانہ میں حضرت غوث الثقلین اور حضرت خضر علیہ السلام سے عنایت ہوئی تھی اور جس سے آپ کو صحت حاصل ہوئی تھی۔ لاہور میں مدفون ہیں۔

۷۵۔ حضرت سیّد عبدالرحمٰنؒ قادری

آپ کا اسم شریف شیخ عبدالرحمان ہے۔ صحیح النسب سادات سے تھے اور حضرت

میاں میرؒ کے مرید۔ آپ نے چودہ سال تک اپنے پیرو مرشد کی خدمت کی۔ عام طور پر سفر میں رہا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حج بھی کر لیا۔ شہزادہ دارا شکوہ سے اکثر آپ کی ملاقات رہا کرتی تھی۔ حضرت میاں میرؒ آپ کو فرمایا کرتے تھے کہ عبادت میں مشغول ہونے سے قبل جنگل میں بھوکے نہ جانا یا تو کھانا کھا کر جانا یا ہمراہ لے جانا کیونکہ ہمارے طریقے میں خالی پیٹ مشغول ہونا اچھا نہیں اس واسطے کہ بھوک کے وقت نفس کو گھبراہٹ معلوم ہوتی ہے

آپ شاعر بھی تھے چند ایک آپ کے اشعار نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہوں۔

چیست انساں یکے طلسم عجیب	در جہان و درونِ او دو جہان
چیست پیش ہمہ نگو دیدن	چیست دانش خفاء حفظ لسان
چیست عرفاں بہ عجز خود اقرار	پس فنا در بقائے حضرت آں

۷۶۔ حضرت حاجی پراچہ قادریؒ

حضرت میاں میرؒ کے خادم خاص تھے نہایت پاکباز اور نیک نفس بزرگ تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت میاں جیوؒ سے بیعت تھے۔ لاہور ہی میں دفن ہوئے۔

۷۷۔ حضرت میاں محمد شریف قادریؒ

آپ صاحب تجرید و تفرید۔ گوشہ نشین اور عزلت گزین تھے حضرت میاں میرؒ نے آپ کو اور ملا عیسٰی سیالکوٹی کو ایک ہی دن ذکر و فکر میں مشغول کیا تھا۔ یہ دونوں صاحب ایک ہی جگہ مل کر بیٹھتے اور اکٹھے ہی آنجناب کی خدمت میں آتے جاتے۔ آپ فنا و فقر کے طریقے کو اچھی طرح نباہتے تھے اور ریاضت و مجاہدہ میں بڑی کوشش کرتے تھے۔

۷۸۔ حضرت میاں محمد مراد قادریؒ

میاں محمد مراد ولد ملا عبدالسلام مفتی علمائے عصر اور میاں شیخ محمد لاہوری اور حضرت میرک شیخ کے استاد تھے لاہور کے رہنے والے تھے۔ تمام علوم کے عالم اور لاہور کے مفتی بھی تھے۔ جب حضرت

میاں میرؒ کے مرید ہوئے تو جو کچھ پاس تھا فقیروں میں بانٹ دیا اور مفتی کا عہدہ بھی چھوڑ دیا اور عزلت گزینی اختیار کر لی۔ ریاضتیں اور مجاہدے کرنے شروع کر دیئے۔ کمال درجہ کی ترک و تجرید اختیار کی۔ ہر وقت حافظ کے اشعار پڑھتے رہتے تھے۔ ایک دن فرمایا کہ حضرت میاں میرؒ نے پان کھا کر پھینکا تو میں نے اٹھا کر کھا لیا اور اس کے کھانے کے ساتھ ہی میری حالت متغیر ہو گئی اور دنیا سے کنارہ کشی کر کے لاہور میں اپنے ہی مکان کے اندر رہنے لگے یہاں تک کہ وفات واقع ہو گئی
آپ فرماتے ہیں کہ حضرت میاں جیو چند سال تک رات کو صرف ایک سانس سے کر گزار دیتے اور پھر جب کہ آپ کی عمر اسی سال ہوئی تو چار سانس سے کر رات بسر کر دیتے۔

۷۹۔ حضرت ملا فتح محمد قادریؒ

آپ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری کے مرید تھے۔

۸۰۔ حضرت سید احمد بنوری قادریؒ

آپ بھی حضرت میاں میر قادریؒ کے مریدان باصفا میں شامل تھے اور آپ سے بیعت تھے۔

۸۱۔ حضرت ملا خواجہ کلاں قادریؒ

اصل میں مضافات لاہور کے رہنے والے تھے۔ صاحب خوارق و کرامات تھے۔ حضرت میاں میرؒ کے باکمال مریدوں میں سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی پر پوری طرح حاوی تھے جس زمانہ میں لاہور میں وبا اور طاعون پھیلی تھی تو آپ نے ایک سال قبل ہی اس کی پیشگوئی فرمائی تھی کہ وبا آنے والی ہے اس لئے ہر شخص کو لازم ہے کہ ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ پڑھے جو ایسا کرے گا انشاء اللہ اس وبا سے بمعہ اہل و عیال محفوظ رہے گا۔ آپ کو کشف قبور بھی حاصل تھا۔ آپ نے حضرت میاں میرؒ کی حیات ہی میں انتقال فرمایا۔

۸۲۔ حضرت میاں حاجی محمد بنیانی قادریؒ

آپ حضرت عباسؓ کی اولاد سے تھے۔ فقر اور تجرید کے طریق سے واقف تھے۔ اپنے پیر و

مرشد حضرت میاں میرؒ کے ارشاد کے مطابق آپ نے بہت سے سفر کئے۔ سپاہیانہ لباس زیب تن کرتے تھے۔ شہزادہ دارا شکوہ سکینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے کہ حضرت ملا شاہ آپ کی بہت تعریف کرتے تھے۔ شہزادہ نے ان سے مل کر حضرت میاں میرؒ کے متعلق بہت سی روایات بیان کی ہیں اور آپ کے خوارقِ عادت بھی بتائے۔ شاعر بھی تھے کچھ کلام محفوظ ہے جس کی تفصیل اسی کتاب میں دی ہے۔

وفات ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۲ء بعہدِ شہاب الدین شاہ جہان پائی جو کہ معتمد خاں گورنر لاہور کا زمانہ تھا اور حضرت میاں میرؒ کے مزار پُر انوار کے قریب چار دیواری سے باہر حضرت میاں نتھا دیوان کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

۸۳۔ حضرت خواجہ محمد شریف قادریؒ

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام جمال خاتون تھا جو حضرت میاں میرؒ کی ہمشیرہ تھی جب حضرت میاں میرؒ کا وصال ہو گیا تو دارا شکوہ خلف شاہ جہان نے آپ کو سیستان سے بلا کر سجادہ نشین روضہ منورہ کیا اور تمام عمارت و جاگیر متعلقہ مقبرہ معلیٰ آپ کو تفویض کیں۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے

۱۔ شیخ نور علیؒ ۲۔ مہدی شاہ

وفات ۱۰۵۴ھ مطابق ۱۶۴۴ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ بادشاہ شاہ جہان تھا اور صوبیدار لاہور سعید خاں بہادر ظفر جنگ تھا۔ قبر آنجناب کی مقبرہ کے زینہ کے پاس مغرب میں واقع ہے۔

۸۴۔ حضرت شیخ عبدالواحد قادریؒ

آپ حضرت میاں میرؒ کے مرید تھے صاحبِ ورع و تقویٰ۔ صدق و صفا کی کان۔ عارف کامل تھے اور ان کے قدیم یاروں میں سے تھے۔ آپ نے اکیس سال اپنے پیر و مرشد کی خدمت کی ہے صاحب جمعیت اور ریاضت تھے جب شہزادہ دارا شکوہ قادریؒ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ حضرت میاں میرؒ کے سامنے جب بھی تمہارا نام (شہزادہ دارا شکوہ) لیا جاتا تو آپ بہت خوش ہوا کرتے تھے اور حاضرین کو فرماتے کہ ان کے حق میں دعائے خیر کرو کیونکہ اسے بڑی بھاری مشکل درپیش ہے پھر فرمایا کہ یہاں سے اکبر آباد چلے جاؤ اور ان کی (شہزادہ) صورت کو دیکھ کر اس صورت کا مراقبہ کیا کرد

چالیس روز وہاں رہو اور حفظ و سلامتی کے لئے ان اسماء کو پڑھو وہ اسماء مجھے یاد کرا دیئے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔ آپ کی رہائش لاہور میں تھی۔ وفات منگل کے روز ماہ محرم ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۶ء میں ہوئی جو شہاب الدین شاہجہان کا دور حکومت تھا۔ نواب قلیچ خاں صوبیدار لاہور تھا۔

آپ فرماتے تھے کہ کبھی کبھی حضرت میاں جی اپنے یاروں کو فرماتے تھے کہ فلاں شخص کا تصور کر کے متوجہ ہو کر بیٹھا کرو جب تک حضرت میاں جیو زندہ رہے ہمیشہ آنجناب کی توجہ سے فائدہ پہنچتا رہا اور اب آپ کی وفات کے بعد آپ کی روح پر فتوح سے لا انتہا فیض اور برکتیں حاصل ہو رہی ہیں۔

۸۵۔ حضرت شیخ محمد لاہوری قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے جو آپ پر خاص طور پر مہربان تھے جو کھانا آتا آپ اس کے گھر بھیج دیتے کہ وہ عیال دار ہے۔ شہزادہ دارا شکوہ قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ سے بے شمار روایات بیان کی ہیں جن میں وہ روایت بھی شامل ہے جب کہ شاہ جہان بادشاہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضری سے سرفراز ہوا تھا۔

وفات ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۶ء میں ہوئی۔ حکمران سلطنت شاہ جہان تھا اور گورنر لاہور نواب قلیچ خاں تھا۔

۸۶۔ حضرت دیوان شیخ مادھو قادری رحمۃ اللہ علیہ

حقیقت الفقراء کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاہدرہ کے ایک برہمن کے فرزند تھے۔ حسن و جمال میں لاثانی تھے۔ شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کو دیکھا تو از خود رفتہ ہو گئے اور شاہدرہ میں ہی رہائش اختیار کر لی۔ اس وقت بھی بیٹھک شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ قصبہ شاہدرہ میں موجود ہے اور اس کے ساتھ مادھو کے والدین کا مکان بھی موجود ہے چنانچہ شیخ مادھو نے آپ کی بعض کرامات دیکھ کر اسلام قبول کر لیا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ آپ کا طریقہ بھی اپنے پیر و مرشد کی طرح ملامتیہ تھا۔ ولادت آپ کی ۹۸۳ھ مطابق ۱۵۷۵ء میں ہوئی اور اٹھارہ سال کی عمر میں شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں کے ہو کر رہ گئے کچھ عرصہ کے بعد آپ پیر و مرشد کے حکم سے مہم دکن پر راجہ مان سنگھ کی فوج میں شامل ہو کر چلے گئے اس مہم میں راجہ مان سنگھ کو ہزیمت اٹھانی پڑی تو وہ مجبوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کا طالب ہوا چنانچہ آپ نے استمداد کرنے کے لیے اپنے پیر و مرشد کی طرف رجوع کیا تو حضرت لال حسینؒ فوراً وہاں پہنچے اور راجہ سے کہا کہ حملہ کے لے تیار ہو جاؤ اس وقت گدڑی پوش درویشوں کی فوج آسمان سے اترتی دکھائی دی اور شیخ حسین اور مادھو واپس لاہور آ گئے۔ آخری عمر میں شاہ حسین نے شاہدرہ میں ایک باغیچہ اور کنواں دریائے راوی کے نزدیک تعمیر کرایا اور کہا کہ میری عارضی مدفن جہاں ہے۔ جب مادھو واپس آئے گا تو وہ میری نعش یہاں سے نکال کر بابو پورہ (باغبان پورہ) میں لے جائے گا اور میرا سجادہ نشین بنے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ شیخ حسین قادری کے محبوب خلیفہ صاحب عشق و محبت اور سراپا ذوق و شوق اور ذکر و فکر تھے اور ان کو شاہ حسین سے بے انتہا محبت تھی۔ مرشد کی وفات کے بعد اکثر شیخ مادھو ان کی قبر سے لپٹ کر رو رو کر یہ اشعار پڑھتے تھے۔

تو شدی با وصالِ حق ہمدم
مادھو را گزاشتی در غم
تو شدی از جہاں نیاز و نعیم
مادھو تو شدہ بدرد دو نیم

آپ خود بھی شاعر تھے شفیع عقیل صاحب نے خیاباں پاک میں اُن کی ایک کافی کا منظوم اردو ترجمہ پیش کیا ہے جسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

میرے دل کے حال کا محرم اے میرے رب تُو
اندر تُو ہے باہر تُو ہے دیکھوں جس ڈھب تُو
تُو ہی تانا تُو ہی بانا سب کچھ ہے اب تُو
شاہ حسین کہے بے چارہ مَیں ناہیں سب تُو

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۶ء میں ہوئی۔ شاہ جہاں ان دنوں فرمانروائے حکومت دہلی تھا۔ عمر ۷۲ سال کے لگ بھگ تھی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں شیخ حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تیس سال ارادت مندی میں گذرے اور چھبیس سال مرشد کے وصال کے بعد سجادگی کی۔ مزار اقدس اپنے پیرو مرشد حضرت لال حسین قادری کے روضہ اقدس کے اندر ہے۔

حسین شاہی فقیر: لاہور میں کئی ایک حسین شاہی فقیر (ملامتیہ فرقہ) مدفون ہیں چند ایک کے نام اور پتے یہ ہیں۔ ۱۔ سائیں لب شاہ قادری (فقیر حسین شاہی) مرید واحد شاہ سجادہ نشین حضرت لال حسین آپ کی خانقاہ موتی بازار میں غرب رویہ بازار واقع ہے۔ ۲۔ مکان نبی بخش قادری (فقیر حسین شاہی) مزار آپ کا بیرون دہلی دروازہ واقع ہے۔ آپ مرید طالب شاہ سجادہ نشین درگاہ مادھو لال حسین تھے۔ ۳۔ عیسیٰ شاہ قادری (فقیر حسین شاہی) مرید صوبہ شاہ گدی نشین درگاہ حضرت لال حسین باغبانپوری۔ آپ کا مزار یکی دروازہ کے باہر جنوب رویہ مکان حضرت پیر بربان واقع ہے۔ ساتھ ہی کوتوالی ہے۔ یہاں ہی حضرت مولانا نبی بخش حلوائی نقشبندی کی قبر مسجد میں ہے جن کا وصال ۱۹۴۴ء میں ہوا تھا۔

۸۷۔ حضرت پیر مسکین شاہ امری قادریؒ

آپ کا نام عنایت اللہ ہے اور لقب شاہ امری۔ لاہور آکر آپ نے حضرت میاں میرؒ کی شہرت سنی تو ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی اور ان کے مرید و خلیفہ بنے۔ ہسٹری آف لاہور مؤلفہ شمس العلماء سید محمد لطیف میں لکھا ہے۔ کہ آپ چونکہ گوشہ نشین بزرگ تھے اور کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرتے تھے اس لئے لوگ حیران تھے کہ آپ کی گذر اوقات کس طرح ہوتی ہے چنانچہ جب آپ کے پیرو مرشد سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرا مرید مسکین لری ہے یعنی پروردگار عالم کا امر (حکم) اسے روزی پہنچاتا ہے اور اسے کسی شخص کی مدد کی ضرورت نہیں کمالات ظاہری و باطنی کے مالک پیر کامل اور شیخ مکمل تھے۔ رزق حلال کے لئے آپ نے زراعت کا پیشہ اختیار کیا ہوا تھا جس جگہ آپ کا مقبرہ ہے وہاں آپ کی اراضی تھی جس میں آپ کاشت کیا کرتے تھے ایک سال بارش نہ ہوئی تو آپ کی دعا سے وہاں کی فصل بہت اچھی ہوئی۔

وفات ۱۰۵۷ھ مطابق ۱۶۴۷ء میں ہوئی اور لاہور میں دفن ہوئے۔ بادشاہ دہلی شاہجہان

تھا۔ اور صوبیدار لاہور نواب جعفر خاں تھا۔ مزارِ اقدس لاہور چھاؤنی میں واقع ہے جو کہ شہزادہ داراشکوہؒ نے بنوایا تھا۔

۸۸۔ حضرت شاہ جمال قادریؒ

آپ مغلیہ عہد کے ایک باکمال درویش تھے۔ حسینی سید تھے۔ ان کا خاندان ایران سے کشمیر میں گیا تھا۔ ان کے بڑے بھائی مولانا کمال الدین کاشمیری عہدِ مغلیہ کے ممتاز عالم تھے جن کے شاگردوں میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، شیخ مجدد الف ثانی اور علامہ سعداللہ خاں شامل تھے بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عہدِ اکبری میں اچھرہ لاہور آئے جس کو رام چندر جی کے بیٹے اچھو نے آباد کیا تھا اور اس اچھرہ میں آپ نے ایک خانقاہ بنائی جس میں وعظ و تلقین کا سلسلہ شروع کیا اور ذکر و فکر کا حلقہ قائم کر لیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اہل لاہور کے دلوں میں جگہ پیدا کر لی اور سلسلہ قادریہ و سہروردیہ کو بہت فروغ دیا۔ اکبر کے زمانہ میں صوفیائے لاہور کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے عوام النّاس کو اُمراء اور آزاد خیال عُلماء کی بداعتدالیوں سے بچا لیا تھا۔

بیعت: آپ کی بیعت سلسلہ سہروردیہ میں بھی ہے مگر قادریہ سلسلہ کی بیعت اعلیٰ ہے اس وجہ سے آپ شاہ جمال قادریؒ کہلاتے تھے۔ پہلی بیعت آپ نے مخدوم گدا بیگ سہروردیؒ سے کی تھی۔

اخلاق عالیہ: آپ کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ اور جمال صوری و معنوی کا پیکر تھے انہوں نے مسلم عوام کو فکری انتشار سے بچایا۔ روایت ہے کہ آپ ایک حجرہ میں بند رہ کر عبادت کیا کرتے

دمدمہ: جس زمانہ میں اچھرہ میں سرائے گوبیاں والی تعمیر کرائی تو انہی ایام نے آپ نے اپنی سکونت کے لئے سات منزلہ دمدمہ بنانے کا ارادہ کیا۔ اس کا انتظام اس طرح کیا کہ جو راج مزدور صبح کو سرائے گوبیاں والی میں کام کرتے وہی رات کو حضرت کے دمدمہ کی عمارت تعمیر کرتے۔ آپ کا معمول تھا کہ اگر کوئی ایک پہر کام کرے خواہ دو پہر آپ اسے پورے دن کی مزدوری دیتے۔ یا دگنی عنایت فرماتے۔

جب یہ دمدمہ سات منزلہ سنہ ۱۰۰۰ھ مطابق ۱۵۹۱ء میں تیار ہو گیا تو اس پر کسی شہزادی (بنتِ اکبر بادشاہ) کی نظر پڑی کہ یہ عمارت اس کی حویلی سے اُونچی ہے چنانچہ اس نے حضرت کو کہلا بھیجا کہ فقیروں اور درویشوں کو اتنی اونچی عمارت زیبا نہیں دیتی۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا ہم اس کو نیچا کر

لیتے ہیں چنانچہ آپ نے بوقت شب دھمال یعنی رقص بحالت وجد عارفانہ کیا تو اس کی پانچ منزلیں زمین میں دھنس گئیں اور باقی دو اوپر رہ گئیں۔

وفات آپ کی چہارم ربیع الثانی ۱۰۶۱ھ مطابق ۱۶۵۱ء بروز پنج شنبہ ہوئی اور وہاں ہی آپ اپنے حجرے میں دفن ہوئے جہاں کہ بعد ازاں گنبد بنا۔ شاہنشاہ دہلی صاحبقران شہاب الدین شاہجہان تھا اور گورنر لاہور قاضی افضل تھا۔ مقبرہ آپ کا اچھرہ سے مشرق کی طرف شاہ جمال ایریا میں واقع ہے مقبرہ دو منزلہ وسیع چبوترہ پر واقع ہے۔ مزار پہ گنبد بنا ہوا ہے اور ایک طرف چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔ شیخ فخرالدین اور اس کی زوجہ کی قبریں گنبد مزار سے باہر ہیں۔ یہ شیخ فخرالدین وہی ہیں جس کے دو لڑکے آپ کی دعا سے ہوئے تھے اور وہ پھر مسلمان ہو گیا تھا اور آپ کا خادم خاص تھا۔ حضرت نے اس کو محلہ جوڑے موری لاہور میں ایک مکان بھی خرید کر دیا تھا جس میں اس کی بمعہ اہل و عیال رہائش تھی۔ مقبرہ آج کل محکمہ اوقاف کی زیر نگرانی ہے۔

۸۹۔ حضرت سید جان محمدؒ حضوری قادریؒ

اسم گرامی سید جان محمدؒ حضوری بن شاہ نور بن سید محمود حضوری قادری لاہوری ہے، سید محمود حضوری کا ذکر آپ اس کتاب میں پہلے پڑھ چکے ہیں ان کا نسب نامہ حضرت امام موسیٰ کاظمؓ سے ملتا ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد کوہستان غور میں رہتے تھے پھر اوچ شریف میں آگئے اور وہاں سے عہد شاہجہان میں لاہور تشریف لے آئے۔ آپ کی تربیت باطنی و ظاہری آپ کے والد گرامی شاہ نور نے فرمائی۔ آپ کے حلقہ ارادت میں جو بھی آتا اس کو اسی دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہو جاتی۔ احاطہ چار دیواری میں دو گنبد ہیں۔ ایک میں آپ کے دادا سید محمود حضوری اور والد شاہ نور حضوریؒ کے مزار ہیں اور دوسری چار دیواری جو مسجد کے پاس ہے اس میں آپ کی اور آپ کے فرزند سید سردردین حضوریؒ کی قبور ہیں۔

مسجد: آپ کے مقبرہ منور کے پاس ہے علامہ اقبال روڈ کی طرف ایک مسجد ہے جو عہد مغلیہ کی یادگار ہے اور کافی نشیب میں ہے مسجد کے تین دروازے ہیں نہایت مضبوط اور سنگین مسجد ہے۔

فرمان عالمگیری :

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولُوا الْاَمْرِ مِنْکُمْ ؕ

محی الدین اورنگ زیب بادشاہ

یا فتاح

یا نافع

ابن میران شاہ

ابن تیمور صاحبقران شاہ

ابن ابوسعید سلطان

بادشاہ
محمد عالمگیر غازی محی الدین
ابوالمظفر
سنہ ۱۴ جلوس ،

ابن شاہجہان بادشاہ

ابن عمر شیخ بادشاہ

ابن جہانگیر بادشاہ

ابن ہمایوں بادشاہ

ابن اکبر بادشاہ

یا رافع

یا حامی

دریں وقت فرمان والاشان سعادت نشان شرف صدور یافت کہ موازی شصت و پنج بیگھہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج از جمع از بھرٹی شاہ پور مضاف صوبہ پنجاب دارالسلطنت لاہور از خریف انتائیل در وجہ معاش مسماۃ نور خاتون وغیرہ بموجب ضمن مقرر باشد کہ فاصلات آں را فصل بہ فصل و سال بہ سال معیشت خود ہا نمودہ بدعائے دولت ابد پیوند مواظبت مینمودہ باشد بیباید کہ احکام وعمال وجاگیرداران و کروڑیان حال واستقبال حکم والا تمر دانستہ زمین مذکور راپیمودہ ویک بستہ بہ تعرف آنہا باز گذارند واصلا تغیر و تبدل رادران راہ ند ہند وطلب سال وجہات و اخراجات مثل قلعہ وپیشکش وجریانہ و ضابطانہ ومحصلانہ ومہرانہ وبیکانہ و دستکانہ دوہ نیمی ومقدمی وجلدوی قانونگوئی وضبط مرسلانہ بعد از تشخیص یک فتکرار زراعت وکل تکالیف دیوانی ومطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند ودرین باب ہر سال سند مجدد وبطلبند - واگر در محلی دیگر چیزے داشتہ باشد اعتبار نہ کنند ۔

بتاریخ دوازدہم شہر ربیع الاوّل سنہ ۱۴ جلوس تحریر یافت

وفات سنہ ۱۰۶۴ھ مطابق ۱۶۵۴ء میں ہوئی جو کہ شہاب الدین شاہجہان کا عہد حکومت تھا

گورنر لاہور شیخ عبدالکریم تھا۔ شمس العلماء سید محمد لطیف نے آپ کی تاریخ وفات ۱۰۶۵ھ درج کی ہے۔ جو کہ بہادر شاہ اوّل کا تخت نشینی کا سال ہے۔ گنج تاریخ میں تاریخ وصال ۱۰۶۵ھ درج ہے۔

مقبرہ آپ کا علامہ اقبال روڈ پر مین بازار گڑھی شاہو لاہور کے بالمقابل ایک احاطہ میں واقع ہے۔ آپ کے مقبرہ کے اندر دوسری قبر آپ کے صاحبزادے سید سرور دین حضوریؒ کی ہے۔ مقبرہ حضرت جان محمد حضوری کے مغرب میں مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنے خاندان کے مقابر کے لئے ایک احاطہ بنوایا تھا اور اس احاطہ کی زمین مفتی صاحب نے اس خانقاہ کے مجاوروں سے قیمتاً خریدی تھی۔

قبرستان، حضرت سید محمود حضوریؒ اور سید جان محمد حضوریؒ کے مقابر کے درمیان اور دیگر اطراف میں ایک بہت بڑا قبرستان ہے جس میں سادات بھاکری، سجادہ نشینان اور دیگر گاؤں کے لوگوں کی بھی قبور ہیں۔

"سوانح حیات حضرت جان محمد حضوری قادریؒ" کے عنوان سے میں نے ایک کتاب تالیف کی ہے۔ مزید حالات کے لئے اس کتاب کو ملاحظہ فرمادیں۔

۹۰۔ حضرت سید عبداللہ شاہ گیلانی المشہور پیر روڑاں والا

آپ نواب علی مردان خان کے مرشدِ طریقت بتائے جاتے ہیں۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ اوّل آپ گیلان سے ایران میں تشریف لائے ان دنوں قندھار میں نواب علی مردان خان جو وہاں کا صوبیدار تھا۔ سخت بیمار ہوا چنانچہ آپ کو وہاں سے طلب کیا گیا آپ نے آتے ہی ایک تعویذ عنایت فرمایا جس سے تپ دُور ہوگیا اور پھر جب نواب موصوف لاہور آیا تو آپ بھی اس کے ہمراہ آ گئے آپ کے وصال کے بعد علی مردان خان آپ کے مقبرہ پر ہمیشہ حاضری دیتا رہا نیز ہر روز کثرت سے پھول آپ کے مرقدِ منور پر چڑھاتا تھا اس کے قریب پھلواڑی لگوائی گئی جس میں کثرت سے رنگا رنگ کے پھول ہوتے تھے اس باعث اس آبادی کا نام بڑی پھلواڑی مشہور ہوگیا نیز اُس نے روضہ عالیہ بھی تعمیر کرایا۔

وفات ۱۰۶۶ھ مطابق ۱۶۵۵ء میں ہوئی۔ شہاب الدین شاہجہان بادشاہ دہلی تھا۔ اس وقت خواجہ معین خاں گورنر لاہور تھا۔ مزار نواب علی مردان خان کے مقبرہ کے سامنے ریلوے

کی دیوار کے باہر واقع ہے اب جہاں پر محکمہ ریلوے نے اپنے ملازمین کے لئے کوارٹرز بنا دیئے ہیں اور مرقدِ منوّر اس آبادی میں آگیا ہے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ اب نہ پھلواڑی ہے اور نہ آپ کا گنبد۔ کسی زمانہ میں جو شخص بیمار ہوتا وہ آپ کے مرقدِ منوّر سے ایک روڑا لے آتا اور اس کو گلے باندھ لیتا جس سے اُس کو شفا ہو جاتی جہاں کثرت سے روڑے پڑے رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کو پیر روڑاں والا کہا جاتا ہے۔

۹۱ - حضرت شاہ چراغ گیلانیؒ

اسمِ گرامی سید عبدالرزاق المشہور شاہ چراغ بن سید عبدالوہاب بن سید عبدالقادر ثالث بن سید محمد غوث بالا پیر سادات گیلانی سے تھے اور سید محمد غوث بالا پیرؒ بن سید زین العابدینؒ بن سید عبدالقادر ثانی بن سید محمد غوث اوچی گیلانی حلبی ہیں۔ آپ کی ولادت کے وقت آپ کے دادا سید عبدالقادرؒ حیات تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے گھر میں چراغ پیدا ہوا ہے جس سے ہمارا خاندان منوّر ہو گا چنانچہ اس دن سے آپ شاہ چراغ کے نامِ نامی سے مشہور ہوئے۔

بیعت: آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت اپنے والد سید عبدالوہاب سے کی تھی۔ آپ بڑے عظیم المرتبت قادری بزرگ تھے۔ شرافت و نجابت خاندانی ورثہ تھی اور علوم ظاہری و باطنی میں جامع کمالات تھے۔

خطاب شاہ چراغ: آپ کی ولادت کے وقت آپکے دادا سید عبدالقادر ثالثؒ حیات تھے۔ فرمایا۔ کہ ہمارے گھر میں چراغ پیدا ہوا ہے جس سے ہمارا خاندان روشن ہو گا۔ پس اُس دن سے آپ شاہ چراغ کے لقب سے ملقّب ہوئے۔

مسجد شاہ چراغؒ: سید شاہ چراغ ناظم لاہور نواب خان بہادر خان نے اپنے عہدِ نظامت میں بنوائی تھی جب کہ وہ محمد شاہ رنگیلا کے عہد میں صوبہ لاہور کے گورنر کے عہدے پر فائز تھے۔ نواب خان بہادر خان نے اپنی والدہ ماجدہ کی وصیّت کے مطابق اس کے زیورات سے اس مسجد کی تعمیر کرائی تھی۔ نہایت رفیع الشان مسجد ہے اس کے پانچ دروازے اور پانچ گنبد ہیں۔ اس کے علاوہ مجلس تعمیر ملّت مسجد شاہ چراغ۔ اسلامک سنٹر چشتیہ فیضِ عام۔ تعمیرِ ملّت لائبریری۔ عالمی ادارہ

تبلیغ اسلام، دفتر مشیر تعلیم و مطبوعات محکمہ اوقاف حکومت پنجاب کے دفاتر بھی اس جگہ ہیں مسجد کے عقب میں وکلاء کے کمرے ہیں۔

اولاد: صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے کہ آپ کی اولاد میں سے سید مصطفیٰ گیلانیؒ بہت نامور گزرے ہیں وہ علوم ظاہری و باطنی میں اپنے والد گرامی سے فیض یافتہ تھے۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۲۲ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۶۵۷ء میں ہوئی جو کہ شہاب الدین شاہجہان کا عہد تھا اور سید عزت خاں صوبیدار لاہور تھا

مقبرہ: مزار مقدس نزد ہائی کورٹ واقع ہے جو کہ شاہ جہان نے بنوایا تھا۔ مقبرہ میں آپ کے والد بزرگوار اور دادا کی قبور بھی ہیں۔ جہاں آپ کا مقبرہ ہے وہاں قدیم زمانہ میں محلہ لنگر خاں آباد تھا۔ لنگر خاں بلوچ قبیلا کا سردار تھا جس کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ کامران مرزا نے اپنی نظامت لاہور کے زمانہ میں لنگر خاں کو ملتان سے لاہور بلوا کر رہائش کے لئے جاگیر عطا کی تھی جس میں اس کا محل دائرہ لنگر خاں کے نام سے مشہور تھا اب اس کا نام و نشان تک بھی باقی نہیں ہے اس کے علاوہ آپ کے صاحبزادے کی قبور بھی اسی مقبرہ میں ہیں۔ کل آٹھ قبور ہیں یعنی حضرت شاہ چراغ گیلانیؒ حضرت زین العابدین فرزند آنجناب سید عبدالقادر ثانیؒ سید عبدالقادر ثالثؒ۔ سید جیون گیلانی بن سید محمد غوث بالا پیرؒ۔ سید عبدالوہاب گیلانیؒ بن سید عبدالقادر ثالثؒ کے علاوہ دوسرے قبور آپ کے احباب وغیرہ کی ہیں۔ مقبرہ سے باہر بھی بے شمار قبور ہیں جن میں سید مصطفیٰ شاہ گیلانی بن حضرت شاہ چراغ المتوفی ۱۰۶۵ھ۔ سید مجتبیٰ بن سید مصطفیٰ شاہ۔ سید عبداللہ شاہ بن حضرت شاہ چراغ بیگم نواب عبدالصمد خاں ناظم پنجاب کے علاوہ اور بھی بے شمار قبور ہیں۔

۹۲۔ حضرت شاہ گدا قادری شطاریؒ

شیراز کے حسینی سادات سے تھے وہاں سے گجرات کاٹھیاواڑ پہنچے اور شیخ وجیہ الدین قادری شطاری کے مرید ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد لاہور تشریف لے آئے۔ مشرب آپ کا رندانہ قلندرانہ تھا۔ نسب نامہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک جا ملتا ہے۔

شجرہ نسب: سید ابوتراب بن سید نجیب الدین بن سید شمس الدین بن اسدالدین بن زین الدین مشہور بہ

زین العابدین بن یونس بن عبدالوہاب بن عبدالہادی بن ابوالبرکات بن انور علی بن عبداللطیف بن محمد شریف بن ابوالمظفر بن عبدالباقی بن ابوالحسن بن عبدالعزیز شیرازی بن سید عبداللہ بن محمد امین بن قدرت اللہ بن سید موسیٰ مسعود بن صادق بن احمد بن سید باقر بن حسن بن زید بن جعفر بن محمود بن ہارون بن امام موسیٰ کاظمؓ بن امام جعفر صادقؓ بن امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

شجرہ شطاریہ : سید ابوتراب مرید شیخ وجیہہ الدین گجراتی مرید سید محمد غوث گوالیاری مرید شاہ حمید مرید شاہ قاذنؒ مرید شیخ عبداللہ شطاری۔

شجرہ قادریہ : سید ابوتراب مرید شیخ وجیہہ الدین گجراتی مرید سید محمد غوث گوالیاری مرید شیخ طیفور حاجی مرید شیخ ابوالفتح المخاطب بہ شیخ ہدایت اللہ سرمست مرید شیخ عبدالوہاب مرید شیخ عبدالرؤف مرید شیخ محمود مرید شیخ عبدالغفار مرید شیخ محمد مرید شیخ عبدالرحیم مرید سید ابوبکر تاج الدین مرید حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ

ورودِ لاہور : حضرت شیخ وجیہہ الدین گجراتی سے بیعت کے بعد آپ لاہور تشریف لائے اور یہاں ہی ساری عمر گزار کر انتقال فرمایا۔ حضرت شاہ گدا اکثر بہ وضع مجذوباں بدن سے برہنہ رہا کرتے تھے اور اکثر اوقات یہ شعر بہ حالتِ جذب پڑھا کرتے تھے۔

خود بُوَد خدا بُود علی بُود گدا بُود
در حضرت معبود علی بُود گدا بُود

خلفاء : ۱۔ قاضی محمد لاہوریؒ مزار آپ کے مرقد منور کے پاس ہے۔
۲۔ شیخ محمد فاضلؒ آپ کا مزار دہلی میں ہے۔
۳۔ شاہ جمالؒ آپ کا مزار میں ہے۔
۴۔ لعل گداؒ آپ کا مزار گڑھی شاہو لاہور میں آپ کے مرقد منور کے قریب دیوار میں ہے۔
۵۔ احمد گداؒ ایضاً
۶۔ شہباز گداؒ ایضاً

وفات ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۰ء ہے اورنگ زیب عالمگیر کی سلطنت کا زمانہ تھا تقریباً ایک سو چودہ سال عمر پائی ان دنوں نواب خلیل اللہ خاں صوبیدار لاہور تھا. مزار اقدس گڑھی شاہو میں ریلوے پل سے گڑھی شاہو آبادی کی طرف کوٹھیوں میں واقع ہے قریب ہی برٹ انسٹیٹیوٹ (ناچ گھر) واقع ہے. سیڑھیاں چڑھ کر مسجد کے سامنے آپ کی خانقاہ ہے. آپ کی قبر پہ یہ کتبہ لکھا ہوا لگا ہے " دربار پُر انوار حضرت سید ابوتراب المعروف بابا شاہ گدا حسینی قادری شطاری شیرازی تاریخ وصال سوال ۱۰۷۱ھ ہے.

شاہ گدا سیّد ولی متقی — بندۂ حق خاک پائے بُوتراب
گفت تاریخ وصالِ او خرد — شہ وُلی سید گدائے بُوتراب

دوسرا کتبہ حضرت قاضی محمد افضل قدس سرہٗ خلیفہ اوّل سال وصال ۱۰۹۲ھ کا اسطرح ہے.

کرم کریم و شیخ مکرم — شہ اہل کرم فضل محمدؐ
وصالش قطب فضل اہل دل گو — دگر پاکیزہ دم فضل محمدؐ

اس کے علاوہ یہاں احمد علی المتوفی ۱۳۶۹ھ میاں اللہ دونہ کی بھی قبور ہیں. احاطہ چار دیواری سے باہر ایک مسجد ہے جس کے نزدیک بڑ کا قدیم درخت ہے. دکانیں بھی ہیں جو محکمہ اوقاف نے کرایہ پر دی ہوئی ہیں. مکانات بھی ہیں.

۹۳- حضرت شیخ شہباز گدا قادریؒ

آپ حضرت شاہ گدا قادری لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے جو اپنے زمانہ کے ولی کامل تھے مجذوب تھے. حضرت شاہ گداؒ کے مصاحبین خاص بھی تھے.

آپ کا مزار اقدس اندرون احاطہ چار دیواری حضرت شاہ گدا قادری شطاری واقع ہے یہ احاطہ ریلوے کالونی. برٹ انسٹیٹیوٹ کے جانب شرق واقع ہے.

۹۴- حضرت شیخ احمد گدا قادریؒ

آپ حضرت شاہ گدا قادری لاہوریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ طریقہ مجذوبیت تھا۔ حضرت شاہ گدا کے مصاحبین میں سے تھے۔ مرقدِ منور اپنے پیر و مرشد شاہ ابوتراب المشہور بہ شاہ گدا کے جوار میں ہے جو کہ ریلوے کالونی میں علامہ اقبال روڈ اور اُوپر والے پل گڑھی شاہو کے مابین واقع ہے۔

۹۵- حضرت شیخ لعل گدا قادریؒ

آپ حضرت شاہ گدا قادری لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے آپ بھی مجذوب تھے اور اپنے پیر و مرشد کے ساتھ ہر وقت رہا کرتے تھے۔ مزار اقدس اپنے پیر و مرشد سید ابوترابؒ المشہور بہ شاہ گدا حسینی قادری شطاری شیرازی کے احاطہ چار دیواری میں واقع ہے۔

۹۶- حضرت مُلّا سعید خاں قادریؒ

سکینۃ الاولیاء میں شہزادہ دارا شکوہ قادریؒ نے بے شمار روایات ان کی زبانی تحریر کی ہیں لکھتا ہے کہ مجھے مُلّا سعید خاں نے فرمایا کہ مَیں نے حضرت میاں جیوؒ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ مشغول حق ہونے کے لئے مَیں چند روز ایک خاص سمت کو نکل جاتا تھا شہر کے باہر ایک پرانا خالی مکان پڑا تھا وہاں پر تقریباً پندرہ روز جا کر بیٹھتا رہا لیکن مجھے جمعیت خاطر نہ ہوئی اس لئے مَیں نے خیال کیا کہ یہاں سے چلا جانا چاہیئے اس کے پاس ہی ایک کنواں تھا یہاں ایک سقّہ رہا کرتا تھا اور اسے یہ معلوم تھا کہ مَیں چند روز سے یہاں بیٹھتا ہوں جونہی کہ مَیں وہاں سے چلا وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے جانے کی وجہ پوچھی مَیں نے کہا کہ یہاں سے اطمینانِ قلبی حاصل نہیں ہوتا لیکن اس کا سبب معلوم نہیں۔ سقے نے کہا کہ کل کچھ لوگ شادی کے لئے آئے۔ جب یہاں پہنچے تو رات ہوگئی اس لئے وہ رات بھر یہیں کھیل کود میں مشغول رہے تب مجھے معلوم ہوا کہ ان کی کھیل کود نے یہاں اثر کیا ہے۔

مُلّا سعید خاںؒ جو کچھ اوپر پچاس سال تک حضرت میاں جیوؒ کی خدمت میں آتے رہے نے

آپ کے خوارق اور کرامات کے متعلق بہت سی روایات بیان کی ہیں جن کو شہزادہ دارا شکوہ قادری نے اپنی تالیف میں بیان کیا ہے ناظرین وہاں سے مطالعہ کر سکتے ہیں۔ قبر کا پتہ نہیں چل سکا۔

۹۷۔ حضرت ملا شاہ بدخشانی قادریؒ

آپ کا اصل نام شاہ محمد تھا اور والد کا اسمِ گرامی ملا عبدی تھا جو بدخشانی میں رہتے تھے کنیت آپ کی اخوند اور لقب لسان اللہ تھا۔ مولد آپ کا موضع ارکسان (مضافات اودستاق اقلیم بدخشان) تھا۔ ابتدا سے ہی آپ کو طلب حق کی بڑی خواہش تھی جس کے لئے آپ نے اپنا وطن چھوڑا اور کشمیر پہنچے وہاں تین سال رہ کر ہندوستان کا رخ کیا اور لاہور سے گذر کر آگرہ پہنچے۔ آپ کے خاندان کے تمام افراد صاحب علم و فضیلت چلے آتے تھے خود آپ نے اپنے ایک شعر میں اپنے وطن کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے۔

مِلک من از مُلک ہا مُلکِ بدخشاں آمدہ
از بلاد از رُودستاق. اختر موئے از ارکسا

ورُود لاہور: حضرت ملا شاہ بدخشانی ۱۰۴۱ھ میں لاہور تشریف لائے اور حضرت میاں میرؒ کے حلقۂ ارادت میں آگئے۔ آپ اپنے پیرو مرشد کی طرح تمام عمر مجرّد رہے۔ گرمیوں میں آپ کشمیر تشریف لیجاتے اور سردیوں میں لاہور اپنے پیرو مرشد کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے۔ تمام عمر ریاضت اور مجاہدہ میں گزاری۔ آخری عمر میں کشمیر جانا ترک کر دیا اور حسبِ ارشاد اپنے پیرو مرشد لاہور میں ہی منتقل اقامت اختیار فرمائی۔ لاہور تشریف لانے سے قبل آپ آگرہ چلے گئے تھے جہاں سے آپ نے حضرت میاں میرؒ کے زہد و تقویٰ کا چرچا سُنا تو فوراً آگرہ سے لاہور پہنچے اور آپ کی خدمتِ عالیہ میں پہنچ کر دم لیا۔ تمام عمر خلوت گزینی میں ہی گزاری بلکہ یہاں تک کہ گھر میں ساری عمر دیا تک نہ جلایا اور تمام وقت اپنے پیرو مرشد کے ساتھ عبادت و ریاضت میں ہی گزارا۔ کم سوتے تھے اور گھنٹوں حبسِ دم کی مشق کرتے۔ آنجناب کشف و کرامت کے مالک تھے اور علوم معرفت میں شہرۂ آفاق تھے۔ حضرت میاں میرؒ قادری کے خلفاء میں سے آپ ریاضت و مجاہدہ اور ترک دنیا میں تمام ساتھیوں میں ممتاز ہوئے کوئی خدمت گذار اور خادم ساری عمر اپنے پاس نہ رکھا۔ نہ ہی

چولہے میں آگ جلائی اور نہ ہی چولہا سلگایا اور نہ کھانا پکایا۔ سات برس تک ہر رات ایک سانس میں گزاری اور حبس دم سے ذکرِ خفی میں مشغول رہے۔ عشاء کا وضو نماز فجر تک قائم رہتا۔ آنکھ مبارک نا آشنائے خواب رہی۔ کبھی غسلِ ضروری کی حاجت نہ ہوئی۔ فرمایا کرتے تھے کہ احتلام نیند میں ہوتا ہے اور جنابت مقاربت زن سے۔ میں نیند اور عورت سے پاک ہوں۔ اس لئے احتلام اور جنابت سے پاک ہونے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

کشمیر کا ذکر ہے کہ جب آپ وہاں پہنچے تو آپ نے بر سرِ عام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر چہار خلفائے راشدین کی مدح بیان کرنی شروع کی جس سے شیعہ حضرات برافروختہ ہوئے اور آپ سے مقابلہ کے لئے پہنچے مگر آپ کے خیالات سن کر تائب ہوئے جس سے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اصحاب کبار اور محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت نصیب ہوئی اس سعادت کے حصول کے بعد بے شمار دوست اہلِ سنت والجماعت میں شامل ہو گئے۔

بحیثیت شاعر کے، آپ کو موحدانہ اور عارفانہ اشعار کہنے کا بڑا شوق و ذوق تھا۔ آپ اس میں بڑا ملکہ رکھتے تھے جس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کا دیوان ملّا شاہ آج ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ شہزادہ دارا شکوہ نے اپنی تالیف سکینۃ الاولیا میں آپ کی بہت سی غزلیں بطور تبرک تحریر کی ہیں ان کے مجموعہ دیوان میں مثنویات۔ رباعیات اور مکتوبات بھی ہیں۔ شاہ تخلص کرتے تھے۔ مجموعہ کلام حقائق و معارف سے پُر ہے۔ آپ کی غزلیں علوئے فکر، نزاکت تخیل اور مسلک وحدت الوجود کی آئینہ دار ہیں۔

باغ و خانقاہ حضرت ملّا شاہ: باغ و خانقاہ جو شہزادہ دارا شکوہ قادری نے بنوایا تھا اس کا دروازہ تا حال شمال کی طرف موجود ہے یہ جگہ عالم گنج کے نام سے موسوم تھی اور اس باغ کو مہدی شاہ سجادہ نشین درگاہ حضرت میاں میر صاحبؒ نے کوئی زائد از سوا سو سال ایک گاؤں کی صورت میں منتقل کر لیا تھا۔ باغ کے چاروں گوشوں پر چار گنبد تھے۔ پہلا گنبد اب رمضان گوجر کے مکان میں جنوبی طرف آ گیا ہے۔ مغرب کا گنبد چوہدری عطا محمد کے مکان میں اور مشرقی گنبد میر اصغر علی شاہ کے مکان میں ہے اور جو شمالی گنبد تھا سید ظفر علی شاہ کے مکانات

میں آچکا ہے چار دیواری کا ارتفاع ۲/۱ ۴ گز تھا۔ طول ۱۲۰ گز اور عرض بھی ۱۲۰ گز تھا۔ چار گوشوں پر چار برجیاں کلاں موجود تھیں۔

تصنیفات: جلد اوّل کلیات ملّا شاہ میں درج ذیل رسائل ہیں۔ ان کلیات کے قلمی نسخے برٹش میوزیم لائبریری لنڈن اور بانکی پور لائبریری پٹنہ میں موجود ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کی چند سورتوں کی تفسیر جسے تفسیر ملّا شاہ کہا جاتا ہے ۱۶۴۶ء میں لکھی گئی۔ اس میں سورۃ فاتحہ۔ سورت بقرہ۔ سورۃ آلِ عمران اور سورۃ یوسف کی تفسیر درج ہے۔ جلد دوم منظومات پر مشتمل ہے اس میں درج ذیل رسائل ہیں۔

۲۔ رسالہ بسم اللہ
۳۔ رسالہ حمد و نعت و منقبت
۴۔ رسالہ یوسف زلیخا
۵۔ رسالہ دیوانہ
۶۔ رسالہ مرشد
۷۔ رسالہ دلولہ
۸۔ رسالہ ہوشش
۹۔ رسالہ تعریفات خانہاو بانمات و منازل کشمیر
۱۰۔ رسالہ نسبت
۱۱۔ رسالہ شاہیہ
۱۲۔ دیوان اوّل
۱۳۔ دیوان دوم
۱۴۔ شرح رباعیات
۱۵۔ رقعات
۱۶۔ قصائید عربی

دارا شکوہ اور حضرت ملّا شاہؒ: شہزادہ اپنی تالیف سکینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے کہ ایک دن مجھے رویت حق کے مسئلہ میں تردّد ہوا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بات کہنی چاہی مگر آپ کے رُعب و دبدبہ کی وجہ سے کہہ نہ سکا۔ آپ کی مجلس مبارک سے واپس ہوا تو اس وقت بھی دل میں شبہ موجود تھا۔ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین کی پاک ارواح جلوہ گر ہوئیں اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس طرح چاہے اور اس کی قدرت متقاضی ہو تو وہ اپنے بندوں کو اپنا دیدار کرائے گا جس سے میرا عقدہ حل ہو گیا۔ جب میں دوبارہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے متبسّم ہو کر فرمایا کہ تجھے مسئلہ کا حل مل گیا ہے جنہوں نے تجھ کو اپنا دیدار کرایا۔ انہوں نے مجھے بھی مطلع کر دیا ہے۔

اورنگ زیب کو آپ کے اور داراشکوہ کے تعلقات کا علم تھا جب یہ تخت پر بیٹھا تو بادشاہ نے آپ کو کشمیر سے دہلی طلب کیا تو گورنر کشمیر نے لکھا کہ حضرت ملا شاہ بدخشانی خرابی صحت کی بنا پر سفر کے قابل نہیں ہیں نیز ان کے یہ اشعار جو آپ نے اورنگ زیب کی تخت نشینی کے متعلق لکھے تھے۔ بھیجے

صحن دل من چو گل خورشید شگفت
کآمد حق و غبار باطل را رفت
تاریخ جلوس شاہ حق آگہ را
ظل الحق گفت الحق ایں را حق گفت

اس پر بادشاہ نے آپ کو دارالخلافہ میں بلانے کا حکم منسوخ کر دیا اور حکم دیا کہ آپ مدینۃ الاولیا لاہور میں قیام کریں۔

آپ وحدت الوجودی تھے اور آپ کے مریدین بھی اس عقیدہ کے حامل تھے چنانچہ شیخ ولی المشہور ولی رام جو اس خیال کا موحد اعظم اور آپ کا مرید و خلیفہ تھا وہ امیر الامرائی اور شاہان چغتائیہ کا منصب چھوڑ کر آپ کی خدمت میں آگیا تھا اس فرقہ کے سب لوگ وحدت وجود کے قائل اور علانیہ لفظ ہمہ اوست کے قائل تھے اس موضوع پر دیوان ملا شاہؒ۔ دیوان داراشکوہؒ اور دیوان ولی ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

وفات ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۶۳۷ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ یہ شاہ جہان کا زمانہ تھا۔ مفتی غلام سرور لاہوریؒ اور مولوی نور احمد چشتی نے تاریخ وفات ۱۰۶۹ھ تحریر کی ہے۔ ج لطیف نے اپنی تاریخ انگریزی میں ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۱ء تحریر کی ہے۔ ۱۶۶۱ء میں ہی عالم گیر نے اپنے بھائی شہزادہ مراد کو قید خانہ میں مروا دیا تھا۔

مزار اقدس اندرون قصبہ میاں میر واقع ہے یہ مقبرہ شہزادہ داراشکوہؒ نے سنگ مرمر کا بنوایا تھا جو رنجیت سنگھ نے اپنے عہد اقتدار میں اتروا کر رام باغ امرتسر کی تعمیر و تزئین کے لئے بھیج دیا تھا۔ موضع میاں میر ایک پختہ چار دیواری سے محصور تھا جو دراصل باغ ملا شاہ تھا۔

تذکرہ علماء لاہور مؤلفہ منشی محمد دین فوق میں لکھا ہے کہ روضہ پاک کی دوسری منزل اورنگ زیب لی

تعمیر کردہ ہے اور نچلی منزل اور مسجد جو سنگ مرمر کی ہے وہ داراشکوہؒ کی بنی ہوئی ہے۔ داراشکوہ لکھتا ہے کہ ملا شاہ اور میاں میرؒ عالم گنج اور داراپور کے گردو نواح میں مدفون ہیں مگر اب ان دونوں گاؤں کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔

میری تصنیف "سوانح حیات حضرت میاں میرؒ" میں آپ کے مفصل حالات درج ہیں۔ شائقین وہاں سے آپ کے حالات پڑھ کر محظوظ ہوں۔

۹۸- حضرت ماہی شاہ قادریؒ

آپ کا مزار ہال روڈ پر برلب سڑک حضرت درگاہی شاہ قادری کے مزار کے باہر دکانوں کے ساتھ واقع ہے۔ آپ حضرت شاہ چراغ قادری لاہوری کے مرید اور حضرت درگاہی شاہ قادری کے پیر بھائی تھے۔ آپ کے مزار کے پاس ہی چاہ پانی والتیاں والا مسجد شاہ بدر اور قبرستان سادات گیلانیاں اجداد پیر محمد شاہ گیلانی وغیرہ تھے۔ مگر اب ان کے نشانات تک باقی نہیں ہیں جو بزرگان اس جگہ دفن تھے ان کے نام یہ ہیں۔ سید محمد فاضل متوکل بن سید محمد ہاشم گیلانی المتوفی سنہ ۱۱۱۲ھ۔ حاجی عبداللہ گیلانی بن سید اسماعیل بن قاسم بن سید صوفی گیلانی المتوفی سنہ ۱۱۲۱ھ وغیرہ وغیرہ۔

مسجد شاہ بدر تین گنبدوں والی مسجد تھی جو سردار خاں بلوچ نمبردار مزنگ نے مسمار کروا دی تھی۔ گورستان سادات گیلانیہ کے پاس مقبرہ غازی الدین حیدر بھی تھا۔ اس کے ساتھ برلب سڑک سید اسماعیل بخاری محدث کا بھی مزار مقدس ہے۔ اس قبرستان گیلانیاں میں حضرت محمد فاضل متوکل گیلانی کی بھی قبر تھی۔

۹۹- حضرت شیخ حاجی عبدالجلیل قادریؒ

شیخ حاجی عبدالجلیل خاندان قادریہ میں شیخ رنگ بلاول کے مرید تھے جو شیخ مادھو لال اور وہ شیخ لال حسین لاہوری قادری کے خلیفہ تھے بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کا نام حاجی شیخ عبدالجلیل کے زیر عنوان لکھا ہے۔

درگاہ قدم رسول، درگاہ قدم رسول نزد مسجد دائی انگہ ریلوے سٹیشن آپ نے ہی تیار کروائی تھی۔

بہت بڑے سیاح تھے. سات حج کئے آخری عمر میں لاہور قیام کیا اور جو قدم رسول آپ حرمین الشریفین سے لائے تھے اس کو ایک خانقاہ میں محفوظ کر لیا جو ریلوے سٹیشن کے پاس واقع تھی بعد ازاں ایک سوداگر غلام رسول نامی نے اس پر روضہ بنوا دیا جو عہد انگریز تک قائم رہا جب ریلوے سٹیشن کی توسیع ہوئی تو یہ گنبد گرا دیا تھا اور قدم رسول یہاں سے درگاہ حضرت لال حسین قادری باغبان پورہ میں منتقل کر دیا گیا جو آج تک مرجع عوام و خواص ہے۔

وفات ۱۰۸۰ھ مطابق ۱۶۶۹ء میں ہوئی۔ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر فرمانروائے ہندوستان تھا صوبیدار لاہور محمد امین خاں تھا. مزار اقدس اندرون چار دیواری درگاہ حضرت لال حسین باغبانپورہ موجود ہے۔ پہلے آپ کا مزار گنبد قدم رسولؐ نزد ریلوے سٹیشن کے قرب و جوار میں تھا۔

۱۰۰- حضرت شاہ عبدالحق مجذوب قادریؒ

• حضرت میاں میرؒ قادری کے مریدوں میں سے تھے

قصبہ بدھو کا آوا؛ بدھو کا آوا جی ٹی روڈ پر واقع ہے جو لاہور سے شالامار باغ کو جاتی ہے. عہد جہانگیر میں بدھو نام ایک کمہار نے یہاں پزاوہ بنا رکھا تھا جس کی اینٹیں اُمرا اور وزراء اپنی عالیشان عمارات اور حویلیوں کی تعمیر میں خرید تے تھے عہد شاہ جہان میں اس کے بیٹے بدھو کو نواب علی مردان خاں اور نواب خلیل اللہ خاں نے اینٹوں کا ٹھیکہ دے دیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت میاں میرؒ قادری کا ایک مرید شیخ عبدالحق مجذوب اُدھر آ نکلے. سردی کا موسم تھا اور وہ پزاوا پر چڑھ گئے۔ ملازمین نے آپ سے استہزا کیا اور آپ کو وہاں سے نکال دیا. ادھر خدا کی قدرت سے اینٹیں پکنی بند ہو گئیں اور وہ سرخ ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھیں. نتیجہ یہ ہوا کہ بدھو کو اس کا بہت غم ہوا. وہ اس کی ٹوہ میں لگا۔ تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کے ملازمین نے ایک درویش کو دھکے دے کر نکال دیا ہے. چنانچہ بدھو اس کی تلاش میں نکلا اور اس کو پا لیا چنانچہ اس مجذوب کی دعا سے اینٹیں تو سرخ نہ ہو سکیں مگر اچھے خاصے عمارتی پر پک گئیں چنانچہ بعد وفات شیخ عبدالحق مجذوب. بدھو نے آپ کا مقبرہ گنبد ذلب بہادر خاں کے پاس بنوا دیا۔

وفات ۱۰۸۱ھ مطابق ۱۶۷۰ء میں بمقام لاہور ہوئی. عہد حکومت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر

تھا اور مزار اقدس نہر باری دوآب کے کنارے ریلوے کی کوٹھیوں میں گاف گراونڈ کے پاس ہے یہ مزار نہر۔ مقبرہ نواب بہادر خان نزد پل ریلوے نہر۔ مسجد مولوی تاجدین (پرانا قصاب خانہ۔ مزار حضرت جان محمد سہروردیؒ) اور گاف گراونڈ کے مابین ہے۔ پی۔ ڈبلیو۔ آر گاف کلب سے آگے ریلوے کی طرف کوٹھی نمبر ۴۸ میں یہ مرقد منور ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ ارد گرد بے شمار درخت ہیں اور نیچے ایک نالی نہر سے آ رہی ہے۔ محکمہ ریلوے نے اس مزار کے ارد گرد لوہے کا جنگلہ لگا دیا ہے۔

۱۰۱۔ حضرت سید مصطفیٰ شاہ گیلانیؒ

آپ حضرت شاہ چراغ کے فرزند تھے نہایت نیک نفس اور پاکباز بزرگ تھے اور اپنے والد ماجد کے صحیح سجادہ نشین تھے۔

وفات ۱۳ شعبان المعظم ۱۰۸۴ھ مطابق ۱۶۷۳ء میں بعہد اورنگ زیب عالمگیر لاہور میں ہوئی۔ مزار مقدس اندرون چار دیواری مقبرہ حضرت شاہ چراغ قادری نزد ہائی کورٹ واقع ہے۔

۱۰۲۔ حضرت سید عبدالوہاب قادریؒ

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں صاحب تصوف وزہد وریاضت بزرگ تھے۔ رائے بہادر کنہیا لال اپنی کتاب تاریخ لاہور میں لکھتے ہیں کہ آپ کا مقبرہ موضع گڑھی شاہو کی سرزمین میں سڑک میاں میرؒ سے جنوب کی سمت قدیم زمانہ کا بنا ہوا ہے۔ صورت اس کی مربع چار پہلو ہے اور ہر پہلو میں تین تین در ہیں اور ہر ایک در کے اوپر محراب مقطع وخوب صورت بنا ہے۔ درمیان در کلاں اور دونوں بغلوں کی خورد سقف کے برابر گردنہ سقف تابوتی سقف کے اوپر مدور نہایت خوب صورت دیوار میں پختہ چونہ گچ۔ مقبرہ کے اندر قبر پختہ مع فرش سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ ۱۰۸۴ھ مطابق ۱۶۷۳ء میں فوت ہو کر یہاں دفن ہوئے۔ پہلے اس مقبرہ سے متعلق بہت سی عمارت تھی۔ اب صرف مقبرہ باقی ہے۔ بڑا چاہ جس کو تالاب کہنا چاہئیے اب بھی مقبرہ کی باقیات عمارت میں سے موجود ہے اندر کا فرش اور قبر کا فرش مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے نکال لیا گیا۔ قبر گرا دی گئی۔ خشتی عمارت کچھ خشتی فروش کشمیری گرا لے گئے۔ صرف مقبرہ خشتی باقی رہ گیا۔ اس مقبرہ کی مرمت سرکار انگریزی

نے مؤلف تاریخ لاہور کی نگرانی میں کرائی تھی۔ موجودہ وقت میں یہ مقبرہ موجود نہیں ہے

۱۰۳۔ حضرت حاجی محمدؒ ہاشم گیلانیؒ

سید صوفی علی گیلانیؒ قادری لاہوری کے فرزند ارجمند تھے جو سید بدرالدین اور وہ سید اسمٰعیل گیلانی اور وہ سید عبداللہ ربانی اور وہ حضرت سید محمد غوث اُوچی حلبی کے فرزند تھے۔

سیر و سیاحت : بارہ برس تک عرب و روم شام و ایران کی سیر و سیاحت فرماتے رہے اور بیشمار مشائخ کرام کی صحبت سے برکات حاصل کیں شہر حلب میں اپنے جد بزرگوار حضرت سید شمس الدین محمد والد حضرت مخدوم سید محمد غوث اُوچی حلبی گیلانی کے مزار پُرانوار کی زیارت سے مشرف ہو کر لاہور میں تشریف لائے اور اپنے والد مکرم کے رہائشی مکان میں اقامت اختیار کی اور دنیا کو راہِ ہدایت دکھانے لگے۔

آپ جلیل القدر قادری شیوخ میں شمار ہوتے ہیں

بمطابق گنج تاریخ وفات ۷ محرم ۱۰۸۰ھ مطابق ۱۶۶۹ء میں ہوئی جو محی الدین عالمگیر اورنگ زیب کا عہد تھا۔ عمر ۱۲۰ سال کی ہوئی۔ مزار اقدس تکیہ اہلی والا (نئی انار کلی) میں واقع ہے اور اپنے والد گرامی کے پاس ہی دفن ہوئے۔

۱۰۴۔ حضرت سید عبدُاللہ قادریؒ

حضرت سید عبداللہ قادری لاہوری بن سید عبدالقادر بن سید عبدالوہاب بن سید عبدالرزاقؒ ابن سید عبدالخالق بھاکریؒ کے فرزندِ ارجمند تھے آپ نے ظاہری و باطنی تربیت اپنے والدِ مکرم کی زیرِ نگرانی کی۔

وفات ۱۰۹۰ھ مطابق ۱۶۷۹ء میں بعہدِ اورنگ زیب عالمگیر ہوئی۔ اس وقت قوام الدین خان گورنر لاہور تھا۔ مزارِ اقدس اندرون چار دیواری حضرت سید جان محمد حضوریؒ علامہ اقبال روڈ پہ واقع ہے

۱۰۵۔ حضرت سید حمید گیلانیؒ

آپ سید سعیدؒ بن سید فتح محمدؒ بن حاجی ابوبکر بن سید عبدالقادر ثانی گیلانی لاہوریؒ کے

فرزند تھے۔ آپ جامع شرافت ونجابت اور علوم ظاہری و باطنی میں ممتاز و مکرم تھے تمام عمر رشد و ہدایت اور تلقین وارشاد میں بسر کی۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۰۹۰ھ مطابق ۱۶۷۹ء عہد اورنگ زیب عالمگیر میں ہوئی اس وقت قوام الدین خان صوبیدار لاہور تھا۔ اور لاہور میں اپنے آباؤ اجداد کے قبرستان میں دفن ہوئے جو وارث روڈ کے عقب میں ہے۔

۱۰۶۔ حضرت سید زین العابدین قادری ؒ

سید زین العابدین بن سید شاہ چراغ قادری لاہوری ہیں نہایت متعبد اور عارف کامل تھے آپ کی ظاہری و باطنی تربیت اپنے والد مکرم کی زیر نگرانی ہوئی۔ آپ سادات گیلانی تھے۔ مزار اندرون مقبرہ حضرت شاہ چراغ نزد ہائی کورٹ ہے اور اپنے والد کی قبر کے پاس ہی اندرون مقبرہ ہے۔

۱۰۷۔ حضرت سید عبدالقادر ثانی قادری ؒ

حضرت شاہ چراغ گیلانی کے فرزند ارجمند تھے اور بڑے بزرگ عالم۔ عامل اور علم شریعت وطریقت میں یگانۂ آفاق تھے۔ کشف و کرامات سے احتراز کرتے تھے۔ بے شمار خلق خدا سلوک ومعرفت کی منازل طے کرنے کے لئے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتی تھی۔

مزار اندرون مقبرہ حضرت شاہ چراغ نزد ہائی کورٹ ہے قبر اندرون مقبرہ واقع ہے۔

۱۰۸۔ حضرت سید عبداللہ قادری نوشاہی ؒ

آپ نواب مرتضیٰ خاں سید فرید بخاری کے فرزند اور حضرت نوشہ گنج بخش کے مُرید تھے۔ سادات صحیح النسب خاندان بخاری سے تھے۔ والد شیخ فرید بخاری لاہوری اُمراء وقت سے ہے جنہوں نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی نیز اُن کے محلات و باغات بھی یہاں تھے۔ اس مسجد میں ایک دفعہ حضرت نوشہ صاحب بمعہ یاران سفر حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی قطب مکۃ مکرمہ کی زیارت کو گئے تھے۔ منصب ہفت ہزاری رکھتے تھے پہلے شاہی منصبدار تھے پھر مجذوب ہو گئے۔

ڈنیا ترک کردی اور لاہور چلے آئے۔ مرزا احمد بیگ لاہوری نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔

مزار اقدس لاہور میں ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری صاحب خزینۃ الاصفیاء نے آپ کی وفات ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء لکھی ہے یہ فرخ سیر کا زمانہ ہے اور ناظم لاہور نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ تھا مگر خاندانی بیاضوں میں ۱۰۹۲ھ مطابق ۱۷۱۸ء تحریر ہے۔

۱۰۹ حضرت پہلوان پائے تخت قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ نام نامی شیر علی خاں تھا اور جہانگیری عہد سے متعلق ہیں۔ مغل زادہ تھے اور بیجاپور سے تشریف فرما تے۔ لاہور آئے تھے۔ جہانگیر بادشاہ نے آپ کو پہلوان پائے تخت لاہوری کے خطاب سے نوازا گیا۔

وفات تقریباً سن ۱۱۰۱ھ مطابق ۱۶۸۹ء لاہور میں ہوئی۔ مزار اقدس لاہور میں ہے مگر با وجود تلاش بسیار کے پتہ نہیں چل سکا۔

۱۱۰۔ حضرت سید سرور دینؒ حضوری قادری

والد صاحب کا اسم گرامی شیخ جان محمد حضوریؒ قادری لاہوری تھا۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے خلافت حاصل کی آپ کے پردادا سید محمود حضوریؒ سے لے کر آپ تک چار پشت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کرانے کی کرامت رکھتے تھے ان بزرگان کی وجہ سے سینکڑوں اصحاب نے سعادتِ دیدار محمدیؐ حاصل کی یہی وجہ تھی کہ یہ چاروں حضرات حضوریؒ کہلاتے تھے۔ آپ صاحب مقامات بلند اور کرامات ارجمند تھے۔

وفات سن ۱۱۰۱ھ مطابق ۱۶۸۹ء میں ہوئی یہ اورنگ زیب عالمگیر کے حکومت کا زمانہ تھا مزار اقدس اندرون چار دیواری مقبرہ حضرت جان محمد حضوری قادریؒ بالمقابل مین بازار گڑھی شاہو واقع ہے

۱۱۱۔ حضرت پیر عبدالرحمٰن قادریؒ

آپ عالمگیری عہد میں ہوئے ہیں تمام عمر شادی نہیں کی۔ کوٹلی پیر عبدالرحمٰن میں آپ کے بھائی کی

اولاد سے۔ مزار گاؤں کوٹلی پیر عبدالرحمٰن سے جنوب کی طرف واقع ہے۔ وفات آپ کی ۱۱۰۲ھ مطابق ۱۶۹۰ء میں ہوئی یہ عالمگیری عہد تھا اور اس وقت لاہور کا گورنر خان جہان تھا۔ کوٹلی پیر عبدالرحمٰن مضافات لاہور پاکستان ٹکسال کے عقب میں ایک قدیم آبادی ہے۔

مزار کے ساتھ ایک مسجد ہے اور ایک بڑ کا قدیم درخت بھی ہے۔ باہر کی طرف ایک بہت بڑا قبرستان ہے جس میں عظیم مقابر بھی ہیں کچھ مقابر عہدِ اورنگ زیب عالمگیر کے ہیں۔ ایک قدیم چار دیواری میں شہنشاہ عالمگیر کی ملکہ کی بھی قبر بتائی جاتی ہے۔ قبرستان میں شاہ عبدالحق قادری شطاری المتوفی ۱۹۶۰ء پیر عبدالواحد قادریؒ نوشاہی لدھیانوی المتوفی ۱۹۴۵ء کی بھی قبور ہیں۔

۱۱۲- حضرت شیخ اشرف قادریؒ

آپ اورنگ زیب عالمگیر کے مصاحب تھے اور زمانہ آپ نے سید شاہ میر بن سید صفی الدین بن حضرت شاہ مقیم حجرہ ی قادری کا پایا ہے۔ پہلے آپ کا مقبرہ بیرون بھاٹی گیٹ واقع تھا اور ایک نہایت عالی شان گنبد بنا ہوا تھا۔ عہدِ رنجیت سنگھ میں اس مقبرہ کو مسمار کر دیا گیا اور تمام قیمتی پتھر اور سنگ مرمر سکھ لٹیرے اکھاڑ کر لے گئے چنانچہ ان کا تابوت مدفن سے نکلوا کر فقیر نورالدین کی زیرِ نگرانی موجودہ چوکھنڈی میں دفن کیا گیا۔ عہدِ چغتائیہ میں یہ آبادی محلہ ڈولا واڑی کے نام سے آباد تھا۔

وفات ۱۱۰۴ھ مطابق ۱۶۹۲ء بعہد اورنگ زیب عالمگیر ہوئی اس وقت خاں جہاں بہادر صوبیدار لاہور تھا۔ مزار اقدس ایک چوکھنڈی میں جنرل پوسٹ آفس کے بالمقابل آبادی بنک اسکوائر میں واقع ہے۔

۱۱۳- حضرت شیخ محمد امین قادری نوشاہی

آپ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے مرید تھے۔ لاہور سے علومِ ظاہری و باطنی میں تکمیل کی پھر آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا وہاں سے واپسی کے بعد آپ کو بادشاہ کی نوکری اور قرب حاصل ہو گیا۔ رسالہ احمد بیگ میں ان سے ایک روایت کی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے مرید تھے کیونکہ صاحب رسالہ نے آپ کی زبان سے ایک قصہ درج کتاب

کیا ہے۔ عہد عالمگیری ہے۔ آپ سال تصنیف رسالہ الاعجاز ۱۱۰۷ھ مطابق ۱۶۹۵ء میں زندہ موجود تھے۔ مزارِ اقدس لاہور میں ہے۔

۱۱۴۔ حضرت سید عبدالحکیم گیلانیؒ

سید عبدالرزاق بن سید عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے تھے۔ آپ کے اجداد میں سے سید یعقوبؒ عہد مبارک شاہ میں ۸۴۳ھ مطابق ۱۴۳۹ء میں ایران سے سرزمین ہندوستان میں تشریف لائے۔ ان کی اولاد میں سے ۹۳۴ھ مطابق ۱۵۲۷ء میں شہنشاہ ظہیر الدین بابر کے عہد میں دہلی آئے اور شاہی ملازم ہوئے اُن کے فرزندان میں سے ایک سید نظام الدین لاہور آئے۔ یہیں ان کے گھر ایک فرزند بایزید پیدا ہوا جس کے تین صاحبزادے تھے (۱) سید عبداللہ (۲) سید الٰہ داد (۳) سید عبدالحکیم۔ ولادت ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۶۲۱ء ہے جو کہ جہانگیر کا عہدِ حکومت تھا۔ آپ سید عبداللہ قادری لاہوری سے بیعت تھے صاحب طریقت و شریعت بزرگان میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ بڑے متحمل مزاج اور پردہ پوش تھے۔

شجرہ نسب: سید عبدالحکیم بن سید بایزید بن سید نظام الدین بن سید محمد بن سید مبارک بن سید نجم الدین بن سید نور الدین بن سید بہاء الدین بن سید یعقوب بن سید یحییٰ بن سید قاسم بن سید منصور بن سید شرف الدین بن سید عبدالرحمان بن سید الملک بن سید عبداللہ صالح نصر بن سید عبدالرزاق بن سید عبدالقادر جیلانیؒ

شجرہ طریقت: سید عبدالحکیم مرید سید عبداللہ قادریؒ مرید شاہ فیروز گیلانی لاہوری مرید شاہ عالم گیلانی لاہوری مرید شیخ نور الدین مرید شیخ احمدؒ مرید شیخ حامد گیلانی مرید شاہ امیر مرید سید احمد مرید سید صوفی مرید سید عبدالوہابؒ مرید سید عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ۔

وفات ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۶ء ہے جو کہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کا زمانہ تھا۔ گورنر لاہور مہابت خاں ابراہیم تھا۔ عمر ۷۷ سال کی ہوئی۔

مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ نشان عمارت مقبرہ مال روڈ (شاہراہ قائداعظم) پر کمپنی باغ (جناح باغ) میں غرب رویہ واقع ہے۔ آٹھ نشان قبور اب بھی نظر آتے ہیں۔ کسی زمانہ میں اس پہ ایک نہایت عظیم الشان گنبد تھا جو امتدادِ زمانہ سے مسمار ہو گیا۔ مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں کہ مقبرہ سید عبدالحکیمؒ غرب رویہ مقبرہ حضرت شاہ شمس الدین قادریؒ اور جنوب رویہ کوٹھی لیفٹیننٹ

گورنر پنجاب کے تھا۔ ابتدائے عملداری حکومت انگلشیہ میں منہدم ہو کر اس سڑک میں (رمال روڈ) جو انار کلی سے کمپنی باغ جدید میں سے ہو کر چھاؤنی میانمیر جا ملتی ہے۔ آگیا۔ اب ایسے نشان کہیں نظر نہیں آتے۔

۱۱۵- حضرت سید جعفر گیلانیؒ

حاجی محمد ہاشم گیلانی کے فرزند تھے۔ ولادت بروز پنج شنبہ ۹ جمادی الثانی ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۳۱ء ہے۔ یہ حاجی محمد ہاشم گیلانی صوفی علی گیلانی کے فرزند ارجمند تھے۔ جن کا مرقد منور تکیہ ایلی والا نئی انار کلی میں واقع ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں خرقہ خلافت اپنے والد معظم سید حاجی محمد ہاشم قادری سے حاصل کیا۔ آپ جامع سیادت۔ نجابت وکرامات وشرافت تھے۔

وفات ۱۱۰۷ھ مطابق ۱۶۹۶ء میں ہوئی جو اورنگ زیب کا زمانہ تھا اس وقت صوبیدار لاہور مکرم خاں تھا۔ مزار اقدس تکیہ ایلی والا (نئی انار کلی) واقع ہے جو علیحدہ چبوترے پر واقع ہے

۱۱۶- حضرت مرزا احمد بیگ قادریؒ نوشاہی

آپ شیخ نور محمد سیالکوٹی کے مرید وخلیفہ تھے جو کہ حضرت نوشاہ گنج بخشؒ کے خلیفہ تھے۔ نام نامی احمد بیگ اور تخلص احمد تھا۔ آپ کے والد شاہی ملازم تھے آپ نے کافی سیر وسیاحت کی۔ دہلی۔ سیالکوٹ۔ کشمیر۔ علاقہ پنجاب اور ساہن پال شریف بھی گئے۔ آپ نے بھی شاہی ملازمت کی تھی اور شاہی منصبدار تھے بعد ازاں آپ نے ملازمت ترک کر دی۔ آپ کو شعر کہنے میں کمال حاصل تھا رسالہ الاعجاز میں آپ کی کئی نظمیں درج کی گئی ہیں۔ نہایت عالم فاضل بزرگ تھے۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ (۱) مرزا قاقشال خاں شاہجہان آبادی اور دوسرے مرزا لطف اللہ بیگ لاہوری۔ رسالہ الاعجاز الموسوم بہ رسالہ احمد بیگ آپ نے تحریر فرمایا تھا جس میں حضرت نوشہ گنج بخشؒ اور آپ کی اولاد اور خلفاء کا حال تحریر ہے۔

وفات آپ کی ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۷ء میں بمقام لاہور ہوئی اس وقت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ دہلی تھا اور شہزادہ محمد معظم کے نائب لاہور پر حکومت کرتے تھے۔ مزارِ اقدس

لاہور میں ہے۔

۱۱۷- حضرت سیّد عُمر گیلانی

سیّد ہاشم گیلانی کے فرزند ارجمند اور خلیفہ اعظم ہیں۔ ولادت سنہ ۱۰۴۰ھ مطابق ۱۶۳۱ء ہے جو کہ شجرۃ الانوار کے مطابق ہے۔ آنجناب شیخ باوقار۔ گوشہ نشین۔ عالم فاضل اور عارف کامل بزرگ تھے آپ نے سلوک نسبت قادریہ میں ایک رسالہ لکھا ہے نیز اہل سنت کے عقائد میں آپ نے ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی۔

وفات سنہ ۱۱۱۰ھ مطابق ۱۶۹۸ء ہے ان دنوں اورنگ زیب بادشاہ دہلی تھا۔ عُمر شریف ۸۴ سال کی ہوئی۔ نظم اعجاز میں تاریخ وفات سنہ ۱۱۱۵ھ ۱۶ شعبان المعظم تحریر ہے جو کہ ۱۲ جنوری ۱۷۰۴ء کے مطابق ہے۔ مزار اقدس تکیہ املی والا میں حضرت سید صوفی علی۔ سید ہاشم اور سید عبدالقادر المشہور شاہ گدا کے مقابر کے ساتھ واقع ہے۔

۱۱۸- حضرت سیّد محمّد فاضل متوکّل گیلانی

سیّد محمد ہاشم گیلانی کے فرزند تھے جن کے والدِ ماجد کا اسمِ گرامی سیّد صوفی علی گیلانی تھا۔ آپ توکل۔ مجاہدہ اور زہد و ورع میں یگانۂ عصر اور ترک و تجرید میں شہرۂ آفاق تھے۔ دنیا اور دنیا والوں سے سخت متنفر تھے۔ عمر بھر تنہائی پسند رہے۔ دائم القوم اور دائم القیام عالم اور عامل تھے۔ ہمیشہ کتاب جواہر خمسہ ساتھ رکھتے اور اوقاتِ فرصت میں اس کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ جامع کرامات تھے اورنگ زیب عالمگیر آپ کا بے حد عقیدت مند تھا۔ لاہور میں بادشاہ نے حاضرِ خدمت ہو کر جاگیر پیش کی جو آپ نے قبول نہ فرمائی۔

بمطابق گنج تاریخ وفات سنہ ۱۱۱۱ھ مطابق سنہ ۱۷۰۰ء ہے اورنگ زیب عالمگیر کا یہ زمانہ تھا۔ مزار ہال روڈ پر سید محمد اسماعیل محدث کے مقبرہ کے پاس تھا۔ اب اس کا وجود بھی باقی نہیں ہے۔ عالمگیر نے اپنے دورِ حکومت میں اس پہ ایک بلند و بالا روضہ تعمیر کروایا تھا اور ساتھ ہی ایک عالیشان مسجد اور رفیع الشان عمارت بھی بنوائی تھیں جو امتداد زمانہ سے نیست و نابود ہو گئیں۔ ان عمارات

مسجد اور مقبرہ کو مسمار کرکے مرتنگ کے زمینداروں نے اینٹیں نکال کر بیچ دیں بے رحم سکھوں نے اپنے زمانہ میں پتھروں کی بڑی بڑی سلیں اکھاڑ لیں اور مقبرہ منہدم کر دیا۔

۱۱۹۔ حضرت شاہ رضا قادریؒ شطاری

بیعت آپ نے شیخ محمد فاضل قادری لاہوری سے کی۔ شجرہ طریقت اس طرح ہے
شاہ محمد رضا قادری شطاری مرید شیخ محمد فاضل لاہوری مرید شیخ الٰہ داد قادری اکبر آبادی مرید شیخ محمد جلال مرید شیخ نور مرید زین العابدین چشتی مرید شیخ عبدالغفور مرید شیخ وجیہہ الدین گجراتی مرید شیخ محمد غوث گوالیاری قادری شطاری۔ آپ رشد و ہدایت کے سرچشمہ تھے۔ زبردست فقیہہ تھے نیز آپ کا لاہور میں فتویٰ چلتا تھا۔ بڑے جید عالم اور شیخ کامل تھے۔ زہد و ورع اور ارشاد طریقت میں باکمال تھے۔ کرامات و خوارق آپ سے بے شمار صادر ہوئے۔ اسمائے الٰہی کے ورد کی دعوت اور اوراد وظائف کے ارشاد اور ادعیہ ماثورہ میں ان کا حکم محکم تھا۔ علوم ظاہر میں صاحب فتویٰ اور علوم باطن میں صاحب ارشاد تھے۔ آپ کی ذات سے کبھی خطا سرزد نہ ہوئی۔ آپ کے خلفاء میں شاہ عنایت قادری لاہوری بہت مشہور و معروف ہیں۔ رائے بہادر کنہیا لال لکھتے ہیں کہ یہ ایک قدیم و متبرک مزار محلہ نبی واقع ٹکسالی دروازے میں ایک کشادہ احاطہ میں چبوترہ مزار کا بنا ہوا ہے جس پہ اس بزرگ کی قبر ہے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء آپکے محامد و مناقب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ متاخرین صوفیا میں آپ جن ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بہرہ ور تھے۔ وہ لاہور اور پنجاب میں دوسروں کا حصہ نہ بن سکیں۔ مصنف تذکرہ علمائے ہند لکھتا ہے
شاہ رضا لاہوری قادری شطاری لاہور کے ممتاز عالم۔ کامل اور صاحب فتویٰ و ارشاد تھے۔ ظاہر و باطن میں جو فتوحات حاصل ہوتی تھیں پنجاب میں کسی دوسرے کو حاصل نہ تھیں۔ آپ کو پنجاب کے صوفیاء میں خاص عظمت و شہرت حاصل ہے۔

بمطابق گنجینۂ سروری وفات ۱۲ جمادی الاوّل ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۷۰۶ء ہوئی اورنگ زیب عالمگیر شاہ دہلی تھا۔ اس وقت شہزادہ معظم کے ایجنٹ لاہور پر حکومت کرتے تھے مزار بازار حکیم محمد لطیف اندرون ٹکسالی دروازہ میں واقع ہے۔

۱۲۰- حضرت شاہ کنٹھ قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت نوشاہ گنج بخش کے مرید تھے اصلی وطن افغانستان تھا۔ ۱۰۲۰ھ مطابق ۱۶۱۱ء بعہدِ سلطان نور الدین جہانگیر لاہور آئے۔ بیعت کے بعد جب لاہور آئے تو اس کو دارالارشاد بنا لیا۔ کافی دیر تک یہاں معتکف رہے اور یہیں وفات پا کر دفن ہوئے۔ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔

خانقاہ شاہ کنٹھ نوشاہی؛ پتہ اس خانقاہ کا شاہ کنٹھ سٹریٹ نمبر ۵۔ گوالمنڈی لاہور ہے۔ گنبد میں چار قبور ہیں۔ باہر قبرستان ہے۔ وسیع و عریض احاطہ ہے۔ اس میں ایک عالیشان مسجد بھی تعمیر ہو چکی ہے جس میں دینی مدرسہ قائم ہے۔ قبرستان میں قبور خاندان ملک ہیرا المتوفی ۱۹۴۱ء بعمر ۷۱ سال و اولاد ملک دین محمد اینڈ سنز تاجر کتب بھی ہے۔ بڑے کھجور اور ون کے بھی پرانے درخت ہیں۔ سید شرافت نوشاہی نے آپ کا ذکر اپنی کتاب شریف التواریخ جلد ۳ حصہ اوّل موسومہ بہ تحایف الاظہار میں کیا ہے۔

وفات ۱۴ ربیع الاوّل ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۵ جون ۱۷۰۷ء میں ہوئی۔ مغربی قبر آپ کی دوسری محمود شاہ کی۔ تیسری بھائی خاں کی اور چوتھی بابا الٰہی شاہ کی ہے۔ گنبد پر یہ کتبہ تحریر ہے۔

"مرقد مبارک شاہ کنٹھ و الٰہی شاہ صاحب مرحوم از خاندان نوشاہ قادریہ عالیہ و خلفائے حضرت پاک رحمٰنؒ" مرتبہ۔ سائیں جواہر شاہ طالب الٰہی شاہ صاحب"۔ پہلے قبر کے گرد کھنگروں کی چار دیواری تھی۔ ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء میں بابا الٰہی شاہ لاہوری نے ایک چوبارہ عمارت پاس بنوائی ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں بابا جواہر شاہ نے اس پہ گنبد بنوایا اور مسجد بھی پختہ بنوائی۔ مسافر خانہ اور حجرے بھی بنائے گئے۔

۱۲۱- حضرت سید میر فتح محمد گیلانیؒ

آپ سید حاجی بن سید عبدالقادر گیلانی ثانی لاہوریؒ کے فرزند تھے اور اپنے والد کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ مولوی نور احمد چشتی لکھتا ہے کہ شاہ جہان کے عہدِ حکومت

میں سیّد محمد معروف بن سید سلطان اکبر نے اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ رسائی حاصل کرکے حضرت میر فتح محمد پر دعویٰ تقسیم معافی کر دیا مگر شاہ جہان نے فیصلہ حضرت میر فتح محمدؒ کے حق میں کر دیا۔

مزار عالی مزنگ میں اپنے آباؤاجداد کے پاس برڈ وڈ روڈ انسٹیٹیوٹ کے پاس واقع ہے عہدِ سکھاں میں ان مزارات اور مقابر کو بہت نقصان پہنچا۔

۱۲۲- حضرت درگاہی شاہ قادریؒ

سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ حضرت شاہ چراغ قادری لاہوری کے مرید اور خلیفہ تھے اپنے پیرو مرشد کے ساتھ لاہور آئے قادری خلافت کے علاوہ خاندان چشتیہ صابریہ میں بھی فیض حاصل کیا بڑے عابد۔ زاہد۔ متقی اور عارفِ کامل تھے۔

چاہ پانی والیاں: ہال روڈ پر مال روڈ کو جاتے ہوئے بائیں طرف یہ کنواں واقع تھا جس کے پانی میں نہانے سے بیشمار مریض صحتیاب ہوتے تھے اس کے سامنے مقبرہ سید اسماعیل بخاری محدث ہے متولی نے اس کنواں کو بند کروا کر ہینڈ پمپ لگوا دیا ہے۔

مسجد: مرقد معلّٰی کے ساتھ ہی ایک مسجد ہے جس میں سے ہو کر مقبرہ میں جاتے ہیں محراب سنگِ مرمر کا ہے۔ یہ مسجد دو منزلہ ہے اور اس کو سوداگر رحیم بخش نے بنوایا تھا اس کے باہر دکانیں ہیں اور ساتھ انسپکٹر آف سکولز لاہور ڈویژن کا دفتر ہے۔

وفات ۱۱۲۲ھ مطابق ۱۷۱۰ء میں ہوئی۔ قطب الدین شاہ عالم اوّل (بہادر شاہ اوّل) شاہِ دہلی تھا اور سید اسلم خان نائب ناظم لاہور تھا۔ مزار ہال روڈ پر چوک میں مسجد کے اندر نزد کوٹھی خان بہادر ڈاکٹر یار محمد خاں واقع ہے جو ہال روڈ اور میکلوڈ روڈ کا مقام اتصال ہے۔

۱۲۳- حضرت سید بدر الدّین گیلانیؒ

آپ سید علی بن سید حاجی ہاشم شاہ کے فرزند تھے۔ والدہ ماجدہ کا نام سید بی بی تھی جو سادات بخاری سے متعلق تھیں اور ایمن آباد میں رہتی تھیں۔ آپ اپنے زمانے کے فاضل متبحر اور متوکل

باللہ تھے درس وتدریس میں مشغول رہتے اور مسائل دینی بیان کرنے میں کمال حاصل تھا۔ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاتے۔ ایک دفعہ محمد معزالدین بن بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر نے ایک لاکھ روپیہ نقد اور چند قطعہ اراضی بطور نذر پیش کی مگر آپ نے قبول نہ کی۔

وفات ۱۱۳۰ھ مطابق ۱۷۱۷ء میں ہوئی۔ شاہ دہلی فرخ سیر تھا کچھ مؤرخین نے آپ کی تاریخ وفات ۱۱۳۶ھ مطابق ۱۷۲۴ء عہد محمد شاہ رنگیلا تحریر کی ہے۔

۱۲۴۔ حضرت سید محمد ہاشم دریا دل قادری نوشاہی

آپ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے فرزند و مرید تھے اور لاہور تشریف لے آئے۔ نزہتہ الخواطر میں لکھا ہے کہ آپ کی وفات لاہور میں ہوئی۔ مزید براں تحفۃ الابرار مصنفہ مرزا نواب بیگ چشتی نظامی سے بھی یہی ظاہر ہے کہ آپ کا مزار پُرانوار لاہور میں ہے مگر مرقد مقدس کا پتہ نہیں چل سکا۔

وفات ۱۱۳۰ھ مطابق ۱۷۱۷ء میں ہوئی۔

۱۲۵۔ حضرت سید علی گیلانیؒ

حاجی محمد ہاشم شاہ گیلانیؒ کے فرزند تھے۔ اپنے زمانہ کے ولی کامل اور متوکل بزرگ تھے۔

مزار اقدس تکیہ املی والا نئی انارکلی لاہور میں واقع ہے۔

۱۲۶۔ حضرت میاں نور محمد مدقق قادریؒ

آپ کا ذکر حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری نے اپنی تالیف میں کیا ہے کہ جب آپ لاہور تشریف لائے تھے تو آپ سے ملاقات کی تھی۔ قائم اللیل اور مستغنی المزاج بزرگ تھے نیز بڑے بلند پایہ بزرگ۔ صاحب علم وفضل۔ متوکل اور عبادت گو تھے۔ حضرت شاہ محمد غوثؒ نے آپ کے پاس ایک مہینہ قیام کیا اور بہت سے باطنی فیوض سے نوازے گئے۔

وفات لاہور میں پائی۔

۱۲۷- حضرت شیخ محمد فاضل قادریؒ

آپ قادری سلسلہ کے ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں جن کا ایک مدرسہ بھی تھا جس میں آپ درس و تدریس کا سلسلہ جاری کئے ہوئے تھے آپ بڑے صاحب کمال اور نامی کاتب اور خوشنویس تھے آپ کے تحریر کردہ قطعات مدتوں لوگ نہایت اشتیاق سے خریدتے رہے۔ مولوی نور احمد چشتی اپنی تالیف تحقیقات چشتی میں لکھتا ہے کہ "عجائب گاہ پنجاب میں ۱۸۶۴ء معرفت راقم کے وہ قطعات داخل ہوئے تھے" اس مدرسہ کو شاہ جہاں کی طرف سے امداد ملتی تھی اور لوگ مفت تعلیم پاتے تھے۔

وفات ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء میں ہوئی جو کہ فرخ سیر شاہ ہند کا عہد تھا۔ نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ ناظم لاہور تھا۔ مزار اقدس مزنگ روڈ پر نند دفتر سکنڈری بورڈ واقع ہے اس کے بالمقابل مسجد جو شیخ محمد دین مالک نشنل مین نے بنوائی ہے واقع ہے اس مسجد کا نام موتی مسجد ہے۔ تین مزار (۱) حضرت شاہ محمد فاضل مرشد شاہ شرف قادری (۲) حضرت شاہ شرف قادریؒ بٹالوی مرید حضرت شاہ محمد فاضل اور (۳) حضرت محمد عزیز اللہ مرید حضرت شاہ شرف ایک تنگ گلی میں واقع ہیں اس کے اوپر ایک نیم کا قدیم درخت ہے۔ ارد گرد آبادی ہے اور یہ نہایت متبرک مزارات ان میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں اور کسی آنے جانے والے کو مطلقاً علم نہیں ہو سکتا کہ یہاں کسی زمانہ میں ایک بہت بڑا دینی مدرسہ قائم تھا۔

وفات شاہ شرف سنہ ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۷۴۷ء اور وفات محمد عزیز اللہ ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۴ء میں ہوئی۔

۱۲۸- حضرت سید قاسم گیلانیؒ

شجرہ نسب: سید قاسم گیلانی بن سید صوفی گیلانی بن سید بدرالدین بن سید اسمٰعیل بن سید عبداللہ ربانی ہے۔ تمام عمر ریاضت و مجاہدات میں گزاری۔ قطب وقت تھے اور متوکل محض تھے۔ مزار پُر انوار متصل چاہ آب پاشی اس احاطہ تکیہ اٹلی والا میں ایک علیحدہ چار دیواری

کے اندر واقع ہے۔ حاجی محمد افضل پراچہ نے جو مرید سید اسماعیل بن سید قاسم قادریؒ تھا۔ گنبد عالی پاکیزہ تیار کرایا تھا جو سکھوں کے ہنگامہ میں سوختہ و تاراج ہو گیا۔

۱۲۹۔ حضرت سیّد عبدالوہاب قادریؒ

اسمِ مبارک سید عبدالوہاب بن سید سرور دین بن سید جان محمد حضوری قادری ہے۔ علومِ ظاہری و باطنی میں کامل اور زہد و تقویٰ میں مکمل شیخ تھے لاہور میں خلقِ خدا نے آپ سے بے شمار فیوض و برکات حاصل کئے

وفات ۲۱ شوال ۱۱۳۱ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۷۱۹ء میں ہوئی۔ ان دنوں فرخ سیر بادشاہ دہلی تھا یہ زمانہ نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ ناظم لاہور کا تھا۔ مزارِ اقدس چار دیواری حضرت جان محمد حضوریؒ بالمقابل مین بازار گڑھی شاہو لاہور میں واقع ہے۔

۱۳۰۔ حضرت سیّد غلام مُصطفیٰ گیلانیؒ

سید غلام مصطفیٰؒ ولد سید حاجی محمد ہاشم بن صوفی ہیں۔ ظاہری تعلیم و تربیت اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ عارفِ کامل اور جامع صفاتِ حمیدہ بزرگ تھے۔ مزار اقدس تکیہ اہلی والا نئی انارکلی میں ہے۔

۱۳۱۔ حضرت سیّد بدرالدّین گیلانیؒ

نام نامی سید بدرالدین گیلانی بن حاجی سید ہاشم گیلانی ہے۔ والدہ ماجدہ کا نام بی بی شید بی بی سادات بخاری کی اولاد سے تھیں جو امین آباد میں رہتی تھیں۔ اپنے عہد کے ولی۔ فاضل۔ متجر اور متوکل بزرگ تھے وعظ میں مسائل دینی بیان فرماتے۔ آپ کے دبدبہ اور ہیبت کے آگے کسی کو مجالِ دم زدن نہ تھی قلندرانہ گزران تھی اور بات بے باکانہ کرتے۔ سلطان محمد معزالدین بن بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ جس نے حضرت مادھو لال حسین کا باغبانپورہ میں مقبرہ تعمیر کرایا تھا جب لاہور آیا تو آپ کو ایک لاکھ روپیہ اور چند قطعہ اراضی بطورِ نذر پیش کی

مگر آپ نے قبول نہ فرمائی

وفات ۱۱۳۷ھ مطابق ۱۷۲۴ء میں ہوئی جو کہ محمد شاہ کا عہدِ حکومت تھا۔ عہدِ نظامت نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ تھا۔

۱۳۲۔ حضرت شاہ شرف قادریؒ

شاہ شرفؒ علاقہ بٹالہ کے متوطن تھے ان کے آباؤ اجداد ہندو کھتری پوری تھے آپ کے دادا مشرف بہ اسلام ہو کر بٹالہ میں قانون گوئی کے عہدہ پر مامور ہوئے بوقت ولادت آپ کا نام سعادت مند رکھا گیا جب آپ تیس سال کے ہوئے تو آپ کے بڑے بھائی عبدالرحیم قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ان کی بیوہ کا نام بیگم تھا۔ آپ نے از راہِ ہمدردی اپنی بھاوج کی خبرگیری شروع کر دی تو آپ کی بیوی نے آپ پر تہمت دھری۔ آپ کو اس بات کا بہت صدمہ ہوا تو آپ بٹالہ سے لاہور تشریف لے آئے اور یہاں حضرت شیخ محمد فاضل قادری شطاری کے مرید ہوئے اور شاہ شرف کے خطاب سے سرفراز ہوئے کچھ عرصہ کے بعد آپ کی زوجہ بٹالہ سے آپ کو لینے کے لئے لاہور آئی تو آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور یادِ حق میں مصروف ہو گئے۔

بڑے کامل بزرگ تھے دنیاوی علوم والد بزرگوار سے حاصل کئے آپ حضرت شاہ رضاؒ قادری شطاری کے خواجہ تاش تھے یعنی دونوں حضرات حضرت شیخ محمد فاضل قادری شطاری کے مرید تھے آپ کے مریدوں میں شیخ محمد عزیز اللہ قادری نے بہت نام پیدا کیا۔ آپ کا زہد اور علمی قابلیت شہرہ آفاق تھی۔

مسجد شاہ شرفؒ: آپ کی قبر کے ساتھ ایک مسجد تھی جو مسمار ہو گئی تھی اس میں حضرت محمد فاضلؒ درس دیا کرتے تھے آپ کو شاہجہان کی طرف سے مدرسہ کے لئے امداد ملتی تھی بے شمار لوگ مفت تعلیم حاصل کرتے تھے۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۱۳۷ھ مطابق ۱۷۲۵ء میں ہوئی ان دنوں محمد شاہ رنگیلا بادشاہ دہلی تھا۔ مزار اقدس مزنگ روڈ پر نزد دفتر محکمہ تعلیم (سیکنڈری بورڈ) واقع ہے۔ مولوی نور احمد چشتی نے آپ کی خانقاہ کا پتہ اس طرح لکھا ہے کہ خانقاہ دہنی طرف سڑک جیل کے متصل

ٹیلہ ہائے چاند ماری موجود ہے۔

ایک خشتی چبوترے پر تین قبریں ہیں (۱) شاہ شرف قادری شطاری کی (۲) ان کے مرشد محمد فاضل قادری شطاری کی اور تیسری حضرت شاہ شرفؒ کے مرید محمد عزیز اللہ قادری شطاری کی۔ آپ نے ایک سو بیس سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ کسی زمانہ میں آٹھ بیگھہ اراضی مزروعہ اور سات بیگھہ اراضی غیر مزروعہ خانقاہ کے ساتھ معاف تھی اور دو چاہ تھے۔

۱۳۳۳۔ حضرت سید عبداللہ قادریؒ

آپ سید عبدالقادرؒ بن سید عبدالوہابؒ بن سید عبدالرزاقؒ قادری بن سید عبدالخالقؒ کے فرزندِ ارجمند تھے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ تعلیم و تربیت اپنے والدِ ماجد کے زیرِ نگرانی حاصل کی۔

وفات ۱۱۴۰ھ مطابق ۱۷۲۷ء میں بعہدِ محمد شاہ رنگیلا ہوئی۔ پنجاب میں عہدِ نظامت نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ تھا۔ مزار اقدس اندرون چار دیواری اپنے آباؤ اجداد کے گڑھی شاہو میں ہے۔

۱۳۳۴۔ حضرت حاجی عبداللہ گیلانیؒ

سید اسماعیل گیلانی بن سید قاسم بن سید صوفی بن سید بدرالدین بن سید اسماعیل بن سید عبداللہ ربانی کے فرزند تھے نہایت مستغنی المزاج بزرگ تھے۔ ساری زندگی امراء سے تعلق قائم نہیں کیا۔ ساری عمر درس و تدریس اور تلقین و ارشاد میں بسر کی۔ نواب زکریا خاں ناظم لاہور اور اس کے اُمراء آپ کے عقیدت مند اور مرید تھے۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۱۴۱ھ مطابق ۱۷۲۸ء میں ہوئی۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی تھا۔ ناظم لاہور نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ تھا۔ مزار اقدس ہال روڈ پر بالمقابل مقبرہ حضرت سید اسماعیل محدثؒ کے واقع تھا جو اب موجود نہیں ہے۔

۱۳۵۔ حضرت شاہ عنایت قادری شطاری

نام نامی عنایت اللہ۔ کنیت ابوالمعارف اور ارائیں خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد پیر محمد قصور ضلع لاہور میں اپنے سسرال کے ہاں جا رہے تھے اور اسی جگہ عہد شاہجہان میں ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۶ء پیدا ہوئے بقول مؤلف تذکرہ علمائے لاہور پانچ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا نو برس کی عمر میں فارسی۔ عربی کی درسی کتب پر حاوی ہو گئے۔ بارہ برس کی عمر میں دستارِ فضیلت حاصل کی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی طرف توجہ فرمائی اور لاہور آ گئے۔ آپ حضرت شاہ رضا قادری شطاری کے مرید و خلیفہ تھے۔ لاہور میں آپ نے اپنے پیرو مرشد سے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور قصور چلے گئے اور وہاں تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ بیشمار لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں آ گئے جن میں سید بلھے شاہؒ بہت معروف ہیں جن کا عارفانہ کلام آج تک لوگوں کی نظروں میں نہایت اہم مقام رکھتا ہے

قصور کی سکونت :جس زمانہ میں آپ قصور رہتے تھے تو وہاں کی ایک مطربہ جس کا شوہر فوت ہو گیا تھا اور وہ مفلس تھی۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کنیز بن گئی چھ ماہ کے بعد اس کے گھر ایک نہایت حسین و جمیل دختر تولد ہوئی چنانچہ وہ آپ کے گھر ہی پلتی رہی جب جوان ہوئی تو اس نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور دینی علوم میں کافی دستگاہ حاصل کر لی۔ ایک دن اس لڑکی کی والدہ نے آپ سے کہا کہ اس لڑکی کا کہیں رشتہ کر دیں چنانچہ آپ نے یہ رشتہ اپنے لئے طلب کر لیا اور اس سے نکاح ہو گیا جس پر مطربہ کے لواحقین نے نواب حسین خاں حاکم قصور کے پاس استغاثہ کر دیا چنانچہ آپ کو طلب کیا گیا۔ آپ نے وہاں جا کر کہا کہ جو کام عند اللہ۔ عند الرسول اور عند الشرح درست ہوں اس پر تمہارا اعتراض درست نہیں ہے۔ افغان حاکم آپ کے اس جواب پر برافروختہ ہوا اور آپ کے درپئے آزار ہوا چنانچہ آپ اپنے اہل و عیال سمیت قصور سے لاہور کی طرف روانہ ہو گئے اس موقع پر خلقت کثیر۔ خادمہ۔ مرید اور معتقد حضرات کے ساتھ ہی عازم لاہور ہو گئے۔ کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ حسین خاں نے ایک شخص رنگو برہمن کو مسلمان کر لیا اس کے رشتہ داروں نے امرتسر جا کر سکھوں کے سردار گلاب سنگھ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا جس پر انہوں نے قصور پر حملہ کر

دیا۔ اس معرکہ میں حسین خاں قتل ہُوا۔

قصور میں ہی سید وارث شاہ قادریؒ اور سید بلھے شاہ قادری نے آپ سے بیعت کی تھی۔

قصور سے لاہور آنا: آپ اپنی عمر کے آخری حصے میں قصور کے حاکم حسین خاں سے ناراض ہو کر لاہور چلے گئے آپ آرائیں زمیندار قوم کے فرد تھے اس بنا پر سید بلھے شاہؒ کو ان کے رشتہ داروں نے طعنہ دیا تھا کہ تم نے سید ہو کر ارائیں کی بیعت کی ہے اس پر آپ نے فرمایا

بُلھے نوں سمجھاون آئیاں — بھیناں نے بھرجائیاں
آل نبیؐ اولاد علیؓ دی — توں کی لیکاں لائیاں
چھڈ دے پلّا ارائیاں

پھر فرمایا۔

بُلھیا اجے توں چاہیں باغ بہاراں چاکر تھیں ارائیں دا
بُلھے شاہ دی ذات کی پچھیں شاکر ہو رضائیں دا

پھر فرمایا۔

تسیں وِچ اُوچ دے اچے او — اسیں وِچ قصور قصوری آں
شاہ عنایت دی باغ بہاراں — اسیں اوہدی وِچ لسوڑی آں

ازاں بعد آپ لاہور چلے آئے۔ سید بلھے شاہؒ نے شاہ عنایت سے اونچی مسجد اندرون بھاٹی گیٹ میں بیعت کی تھی جو ان کے خاندان کی تولیت میں تھی۔ آپ فقیہہ اور کامل بزرگ تھے۔ شرح وقایہ کے حواشی المسمّی بہ غایت الحواشی دو جلدوں میں تصنیف کئے اور کنز الدقائق کی شرح لکھی۔ علم سلوک میں آپ کی دو کتابیں مشہور ہیں۔ ایک کا نام دستور العمل ہے جو عملیات کی ایک جامع کتاب ہے دوسری کا نام لطائف غیبی ہے جس میں اوراد مسنون اور اشغال و افکار درج ہیں آپ کے درس میں قرآن شریف۔ تفسیر۔ حدیث۔ مثنوی مولانا رُوم اور دیگر کتب تصوّف شرح و بسط کے ساتھ پڑھائی جاتی تھیں۔ طالبان علم و حق دُور دراز مقامات سے آکر فیضان حاصل کرتے تھے۔ آپ کے ہاں محفل سماع بھی ہوتی تھی جس میں دیوان حافظ۔ دیوان ملا محمد شیریں۔ دیوان شمس تبریز۔ احمد جام۔ فخر الدین عراقی اور ملا شاہ بدخشانی وغیرہ عرفائے کاملین کا کلام پڑھا جاتا تھا۔

وفات سنہ ۱۱۴۱ھ مطابق ۱۷۲۸ء میں ہوئی جو کہ محمد شاہ رنگیلا کا عہدِ حکومت تھا۔ نواب عبدالصمد خاں دلیرِ جنگ ناظم لاہور تھا۔ مزارِ اقدس کوئینز روڈ پر واقع ہے۔ پانچ سیڑھیاں چڑھ کر آپ کی خانقاہ کا احاطہ آتا ہے مزارِ اقدس ایک اونچے چبوترے پر ایک کمرہ میں واقع ہے اس چار دیواری کے دونوں اطراف میں لمبے لمبے ویرانڈے ہیں۔ صحن میں اٹھارہ قبور ہیں جو آپ کی اولاد کی بتائی جاتی ہیں۔ بڑ اور نیم کے قدیم درخت موجود ہیں کمرہ کے اندر تین مزارات ہیں ایک آنجناب کا اور دو آپ کے صاحبزادوں کے باہر ایک کنواں ویران ہے ساتھ ہی حجرے بھی بطور رہائش مستعمل ہیں۔

۱۳۶۔ حضرت مرزا لالہ بیگ قادری نوشاہیؒ

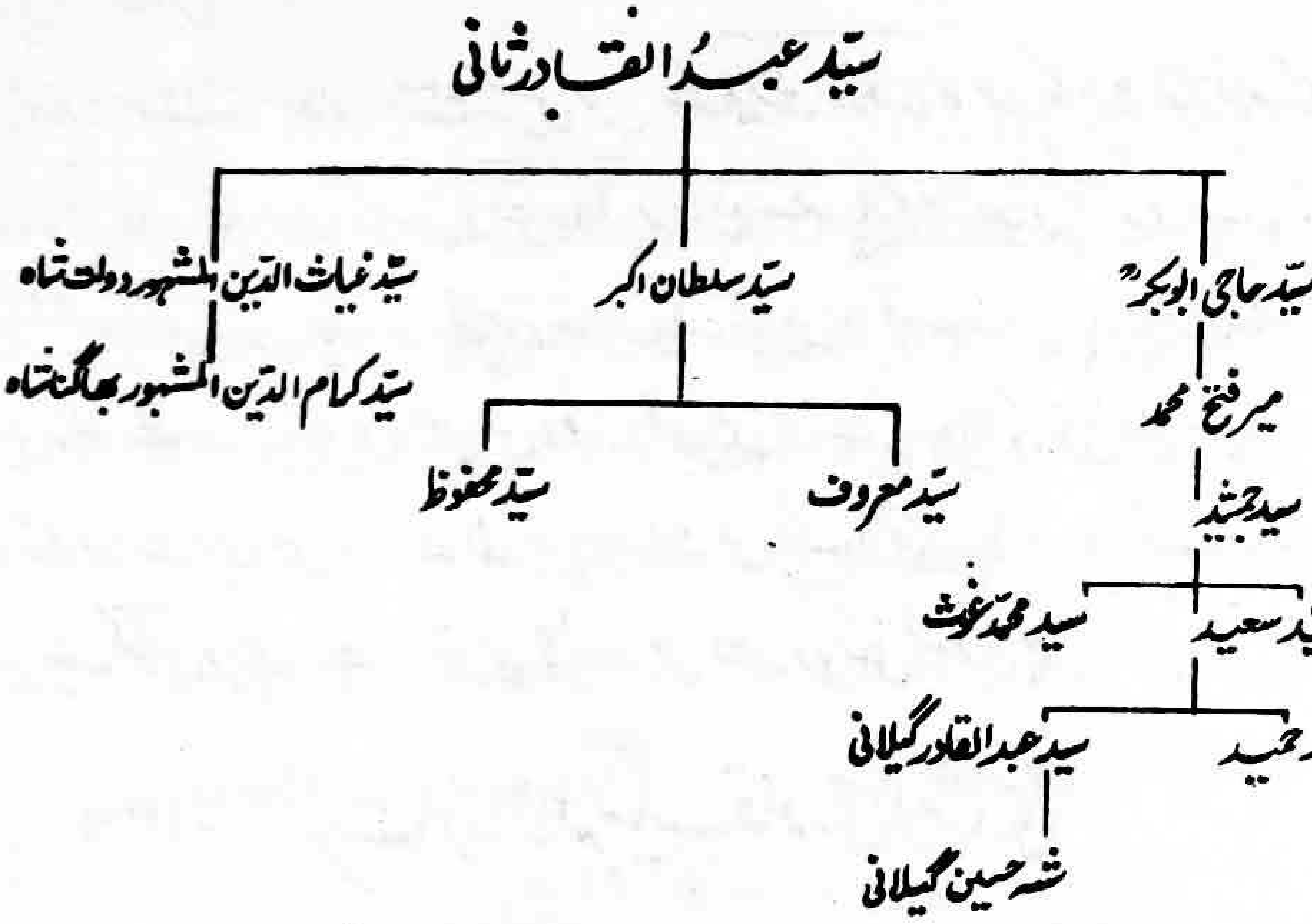
آپ حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی کے مرید و خلیفہ ہیں اصل نام لال بیگ مشہور لالہ بیگ تھا۔ قوم مغل لاہور کے باشندے تھے پہلے نقشبندی سلسلہ میں مرید اور صاحبِ خلافت تھے حضرت پیر محمد سچیار صاحب سے ملنے کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک ہو گئے۔ مرزا لالہ بیگ سالی تصنیف ثواب المناقب سنہ ۱۱۲۶ھ مطابق ۱۷۱۴ء میں زندہ تھے۔ سید شرافت نوشاہی نے اپنی تالیف قلمی شریف التواریخ جلد سوم حصہ دوم موسوم بہ لطائف الاخیار میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ عہدِ محمد نوشاہی ہے۔

وفات :۔ آپ کی وفات تقریباً سنہ ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۰ء کے حدود میں ہوئی۔ مدفن لاہور۔

۱۳۷۔ حضرت سید سعید گیلانیؒ

آپ سید فتح محمد بن سید حاجی ابوبکر گیلانی بن سید عبدالقادر گیلانی لاہوری کے فرزند ارجمند تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانۂ آفاق تھے

مرقد منور لکھی محلہ۔ پٹیالہ۔ وکیل خانہ گراؤنڈ۔ میکلوڈ روڈ میں واقع ہے۔



۱۳۸۔ حضرت قاضی عبدالرحمن قادری نوشاہیؒ

آپ مرید و خلیفہ شیخ عبدالرحمن پاک صاحب بھڑلوالہ کے ہیں آبائی وطن شہر لاہور اندرون ٹکسالی دروازہ تھا۔ آباؤ اجداد عالم فاضل تھے۔ لاہور کا منصب قضا انہی سے متعلق تھا۔ آپ بھی اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں لاہور کے قاضی تھے جب شیخ پاک رحمان نوشاہی کو لاہور میں احتساب کے لیے بلایا گیا تو آپ بھی اس میں شامل تھے مگر بعد ازاں آپ تائب ہوئے اور ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور پھر منصب قاضی ترک کر دیا۔ ریاضت و عبادت میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی مسجد مستی دروازہ۔ لاہور میں مسجد قاضی کے نام سے مشہور تھی۔

آپ کے دو خلیفے مشہور تھے (۱) شاہ فاضل قلندر لاہوریؒ (۲) بابا چھجو شاہ درویشؒ سنہ ۱۱۴۰ھ مطابق ۱۷۲۸ء کے بعد وصال فرمایا۔ عہد عالمگیریؒ محمد شاہی تھا۔ آپ کی قبر لاہور ریلوے سٹیشن کے متصل تکیہ فاضل شاہ کی چار دیواری میں واقع ہے۔ تکیہ علامہ اقبال کی کوٹھی کے عقب میں ہے موجودہ صورت میں جاوید منزل کے عقب میں ہے۔

۱۳۹۔ حضرت میاں غلام حسین قادری نوشاہی

ابتدا میں لاہور کے کسی امیر کے ہاں ملازم تھے۔ شراب نوشی۔ رنڈی بازی اور فضول خرچی

کے عادی تھے جب راہِ حق کی طرف آئے تو پہلے شیخ لدھا چشتی لاہوری کے پاس گئے پھر شیخ محمد فاضل لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری کے پاس ساہنپال شریف گئے اور ان سے بیعت کرلی اور تائب ہوکر راہِ حق میں مساعی ہو کر مقامِ ولایت حاصل کیا۔

وفات ۱۱۴۴ھ مطابق ۱۷۳۱ء لاہور میں ہوئی

۱۴۰۔ حضرت حکیم سُلطان قادری نوشاہیؒ

آپ لاہور میں شاہی طبیب تھے راہِ حق کا شوق ہوا تو دہلی سے لے کر کابل تک سب جگہ گئے بڑے بڑے مشائخ دیکھے اور جب کہیں سے تسکین نہ ہوئی تو شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان نوشاہی برخورداری ساہنپالوی لاہور میں تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ان کی دعوت کی اور توجہ کی التجا کی۔ آپ نے اس پر نگاہ کی تو آپ کی حالت دِگرگوں ہو گئی اور بیعت کی۔

وفات سال تصنیف کتاب تذکرہ نوشاہی ۱۱۴۶ھ مطابق ۱۷۳۳ء سے پہلے ہو چکی تھی۔

۱۴۱۔ حضرت شیخ فتح محمد چشتی قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت فریدالدین گنج شکر کی اولاد سے تھے اور شیخ عبدالغفور چشتی کے چھوٹے بھائی تھے ابتدائے شباب میں بڑے مکار۔ بدعتی اور شرارت پیشہ تھے جب حضرت شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری لاہور آئے تو ان کی نظرِ توجہ سے توبہ کی اور شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے اہل ترک و تجرید تھے۔

وفات ۱۱۴۵ھ مطابق ۱۷۳۳ء بمقام لاہور ہوئی۔

۱۴۲۔ حضرت شیخ فتح شاہ قادری شطاریؒ

المعروف حضرت فتا شاہ سرمست رحمۃ اللہ علیہ

آپ شاہ لطیف برہان پوری کے عظیم المرتبت خلفا میں سے تھے ان کا سلسلہ طریقت چند واسطوں سے سید محمد غوث گوالیاری سے اس طرح جا ملتا ہے شیخ فتح شاہ سرمست لاہا

خلیفہ شاہ لطیف برہان پوری خلیفہ شیخ برہان اسرار الٰہی خلیفہ شیخ عیسٰی زندہ دل خلیفہ شیخ وجیہ الدین گجراتی خلیفہ سید محمد غوث گوالیاری۔ آپ کے والد ماجد آپ کو سات سال کی عمر میں ان کے پیر و مرشد کے پاس لے گئے اور ان کے حلقۂ ارادت میں داخل کر دیا۔

لاہور میں آمد: آپ اپنے پیر و مرشد کے ارشاد پر لاہور تشریف لے آئے اور گڑھی شاہو لاہور میں رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ بابا فیض محمد کمبو سکنہ گڑھی شاہو جن کی عمر اب زائد از ایک سو سال ہے نے بتایا ہے کہ آپ کا مزار اس جگہ واقع تھا جہاں اب لوکو ورکشاپ کا صدر دروازہ ہے مگر نہ تو اب ان کی خانقاہ موجود ہے اور نہ ہی مزارات۔ توسیع و تعمیر ورکشاپ میں یہ سب کچھ منہدم ہو گیا۔ تحقیقات چشتی کے مصنف نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ خانقاہ کے جنوب رویہ نہر جاری ہے اور باغات نواحی شہر کو سیراب کرتی ہے پاکستان بننے کے بعد ختم کر دی گئی اب کوئی نہر نہیں ہے یہ نہر ۱۹۶۰ء سے ختم ہو گئی ہے۔

وفات ۱۱۵۰ھ مطابق ۱۷۳۷ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ مزار گڑھی شاہو میں ہے۔ ان دنوں محمد شاہ رنگیلا دہلی کی حکومت کا مالک تھا۔ آپ کی خانقاہ میں یہ قبور تھیں (۱) فتح شاہ سرمت قادری شطاری (۲) عبد اللہ قادری امام۔ (۳) بہادر شاہ (۴) چراغ شاہ (۵) جمال شاہ امام مسجد کبوتر شاہ چونا منڈی بازار لاہور۔

۱۴۳۔ حضرت سید محی الدین مہدی گیلانیؒ

آپ سید قطب شاہ گیلانی کے فرزند اور حضرت پیر محمد شاہ گیلانی کے اجداد میں سے تھے مزار اقدس ایک علیحدہ چبوترے پر تکیہ اہلی والا نئی انار کلی میں اپنے بزرگان کے مزارات کے پاس مکان کے احاطہ میں واقع ہے۔

۱۴۴۔ حضرت شاہ محمد غوث گیلانیؒ

آپ سید حسن پشاوری کے فرزند رشید تھے اور ان کی دوسری زوجہ کے بطن سے ۱۰۸۵ھ مطابق ۱۶۷۴ء میں بمقام پشاور پیدا ہوئے۔ صحیح النسب سادات سے تھے سلسلہ نسب چند

واسطوں سے سید عبد القادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے۔ قرآن مجید اپنے والدِ گرامی سے پڑھا۔

بیعت: بیعت آپ نے اپنے والد مکرم سے کی اور انہوں نے ہی انہیں سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت لے کر اشغال و اذکار سکھائے اس کے بعد چھ سال تک نہایت قلیل غذا پر قناعت کی اور گوشہ نشین رہے۔

تعلیم و تربیت: خود فرماتے ہیں کہ ابتدائی تعلیم و تربیت آپ نے اپنے والد سے ہی حاصل کی تھی سات سال کی عمر میں قرآن پڑھا مگر ضبط نہ ہوا۔ جناب والد صاحب نے باطنی طور پر حضرت غوث الاعظمؒ کے حضور میں عرض کی کہ اس بیٹے پر مہربانی فرمادیں۔ آپ نے عنایت فرمائی اور ظاہری و باطنی علوم سے نوازا گیا اس مہربانی کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علوم کے دروازے کھل گئے اور بہت تھوڑی مدت میں علم ظاہری حاصل ہو گیا چنانچہ اٹھارہ برس کی عمر میں تمام علوم کی مروجہ کتابیں پڑھ لیں۔ مطول کو چھ ماہ میں پڑھ لیا۔ تلویح توضیح جناب عالم علوم ظاہری و باطنی اخوند مولانا محمد نعیم سے پڑھی۔ علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد حدیث پڑھنے کے لئے لاہور تشریف لائے۔

سیر و سیاحت: والد گرامی کی وفات کے بعد آپ نے سیر و سیاحت کی ٹھانی اور اس عرصے میں جن بزرگانِ دین سے استفادہ کیا اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

پشاور: پشاور میں حافظ عبد الغفور کاشمیری نقشبندی سے اکثر ملاقات رہی۔ پشاور کے قریب قصبہ لنڈی میں ایک مرتاض متقی بزرگ سے ملاقات کی۔

اٹک: پشاور سے اٹک گئے وہاں شیخ یحییٰ سے ملے جو کہ ایک نہایت باکمال بزرگ تھے چند روز ان کی خدمت میں بھی رہے۔ اٹک میں شاہ محمد فاضل سے بھی صحبت رہی جو ایک نہایت صاحبِ تاثیر بزرگ تھے اس کے علاوہ شاہ زندہ فقیر سے بھی ملاقات کی جس نے چالیس سال سے بول و براز نہیں کیا تھا۔

مضافات اٹک: اٹک کے گرد و نواح میں ایک بزرگ میاں نور محمد سے بھی اکتساب فیض فرمایا۔ پنڈی نزد اٹک میں شاہ لطیف مجذوب کے پاس بھی رہے۔

محمود کامہ (نزد جلال آباد۔ کابل) جب آپ یہاں گئے تو اخوند محمد نعیم سے ملے جو علوم ظاہری

باطنی میں یکتائے زمانہ تھے ان صاحب سے کتاب تلویح اور توضیح پڑھی۔

پچکلی نزد پشاور: یہاں شاہ حسین جو کہ شافعی المذہب تھے سے بھی ملاقات رہی۔

پوٹھوہار: اس علاقہ میں شاہ چراغ قادریؒ سے ملاقات ہوئی۔

نوشہرہ (گجرات): حضرت شیخ پیر محمد سچیار قادری نوشاہی سے ملاقات کی جنہوں نے آپ پر خصوصی توجہ فرمائی۔ دوسری مرتبہ جب یہاں آئے تو حضرت شاہ عصمت اللہ صاحبؒ نوشاہی کی خدمت میں مقام ساہنپال پہنچے جو حضرت حاجی نوشہ گنج بخش کے پوتے تھے خود اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ میں بارہ سال تک ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا جذبہ اور رقت قلب ان سے حاصل ہوا۔

کنجاہ: یہاں محمد جعفر صاحب سے ملاقات ہوئی۔

لاہور: حضرت شاہ محمد غوث قادری لکھتے ہیں کہ اس کے بعد میں لاہور میں جو کہ ایک پرانا شہر اور بزرگوں کا مسکن ہے اولیاؤں کے بعض مقبروں پر راتیں کاٹیں۔ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری کے مقبرہ پر رات قیام کیا یہاں ہی شیخ حامد درویش کی زیارت گاہ پر حاضر ہوا جو حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مزار کے پاس ہی دفن ہیں یہاں آپ نے میاں جان محمد محدث سے بھی ملاقات کی۔ آپ لاہور کے محلّہ قصاب پورہ میں مقیم تھے اس کے بعد میاں نور محمد مدقق لاہوری کی خدمت میں ایک ماہ رہا جنہوں نے مجھے باطنی اشغال سکھائے اس کے علاوہ لاہور میں آپ نے شیخ جان محمد ثانی جن کی قبر حضرت میاں وڈا سہرورڈی کی چار دیواری میں ہے سے بھی ملاقات کی۔ قیام لاہور کے زمانہ میں آپ نے شیخ جان محمد حضوریؒ جن کا مرقدِ منوّر گڑھی شاہو میں ہے سے بھی ملاقات فرما کر روحانی فیض حاصل کیا تھا۔

شاہ جہان آباد: اس شہر میں یہاں شیخ محمد چشتی سے چند مفید باتیں حاصل کیں۔ شیخ حکیم اللہ چشتی سے بھی ملاقات ہوئی ان کے علاوہ سید بھیک چشتی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے جب آپ اجمیر سے دہلی آئے تو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ چشتی اور دوسرے بزرگان کے مزارات پر حاضری دی۔

سرہند شریف: اس شہر میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پوتوں میں ایک بزرگ صبغت اللہ نقشبندی مجددی سے ملاقات کی اس کے بعد حضرت میاں عبدالاحد المشہور بہ میاں گل کی زیارت حاصل ہوئی۔ یہ بزرگ بھی امام ربانی کی اولاد سے تھے۔ یہ مجھ پر بہت مہربانی فرماتے اور اپنے دادا کے مقبرہ

پہلے جا کر توجہ فرماتے۔

سیام چوراسی: یہ شہر دوابہ میں واقع ہے اس قصبہ میں شیخ عبدالنبی نقشبندی سے ملاق ہوا۔ یہ بزرگ بہت کم گفتگو کرتے تھے۔

اکبر آباد: اس جگہ شاہ مشتاق مجذوب خادم شاہ مرتضیٰ سے ملا۔

اجمیر شریف: حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مرقد منور پہ حاضر ہوا

درُودِ لاہور: اپنے تصنیف کردہ رسالہ غوثیہ میں لکھتے ہیں کہ جب میں تلاشِ حق کے سلسلہ میں لاہور پہنچا تو حضرت میاں میرؒ کے مقبرہ میں کئی راتیں گذاریں۔ ایک رات حضرت میاں میرؒ ظاہر ہوئے اور میری طرف توجہ فرمائی۔ پھر اگلے روز آپ لاہور کے ایک قادری درویش شیخ حامد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت داتا گنج بخشؒ کے مرقدِ منور کے متصل رہائش پذیر تھے انہوں نے فرمایا کہ حضرت میاں میرؒ نے جو شغل آپ کو عطا فرمایا ہے وہی کافی ہے۔

آپ محمد شاہ رنگیلے کے عہدِ حکومت میں پشاور سے لاہور آکر اقامت گزیں ہوئے۔

مسجد: یہ عالیشان مسجد غلام نبی کی تیار کردہ ہے لاہور گائیڈ میں لکھا ہے غلام نبی کو ٹھیدار کی مسجد کی جگہ میاں عزیز لکڑ والئیں بارہ مولا کشمیر نے ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں بنوائی ہے سجادہ نشینوں کے پختہ مکانات اور ایک غوثیہ ہال ہے جسے انجمن غوثیہ نے ۱۸۹۶ء میں تعمیر کرایا تھا۔

لاہور میں آپ کے ہمعصر بزرگان: آپ کے زمانہ قیام لاہور میں یہ حضرات آپ کے ہمعصر تھے۔

شاہ رضا قادری۔ شاہ درگاہی قادری۔ شاہ بدرالدین گیلانی۔ شاہ شرف لاہوری۔ شاہ عنایت قادری۔ شیخ عبدالقادر شاہ گدا گیلانی۔ شاہ فرید قادری نوشاہی شیخ جان محمد سہروردی۔ شیخ حامد قادری سہروردی۔

تصنیفات۔ (۱) اسرار الطریقت: اس کتاب میں درج ذیل باب ہیں۔ اعمال شریعت کے بیان میں نماز تہجد۔ اُن مراقبات کے بیان میں جو ذکر کے بعد کئے جاتے ہیں۔ در بیان حقیقت۔ در بیان معرفت۔ در بیان مراتب وجود ظہورِ حق۔ در بیان بیعت و ارادت کے مراقب۔ شجرہ بزرگان۔ اس کو رسالہ غوثیہ بھی کہا جاتا ہے۔

دُرج الدُّرَر فی اصول حدیث خیر البشر:
یہ ایک چھوٹا سا رسالہ عربی زبان میں آپ کی تالیف ہے جو کہ جامعیت اور اصول حدیث پر
ایک علمی تعلیق ہے اس کو رسالہ اصولِ حدیث بھی کہا جاتا ہے۔

اسرار التوحید: یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اس کا موضوع توحید باری تعالیٰ ہے اس کا ایک قلمی
نسخہ کلکتہ کے کتب خانہ میں موجُود ہے۔

شرح قصیدہ غوثیہ: یہ فارسی زبان میں رسالہ ہے اس میں حضرت غوث الثقلینؒ کے مشہور عربی قصیدے
کی شرح بیان کی گئی ہے۔

شرح غوثیہ: یہ بخاری شریف کی شرح ہے اور آپ کی نادر و نایاب کتاب ہے جو آپ نے ۱۱۷۸ھ
میں تالیف فرمائی۔

ترجمہ قرآن: ترجمہ فارسی زبان میں ہے اس کا ایک قلمی نسخہ مولوی نور محمد سروری کے ذاتی کتب خانے
میں محفوظ ہے۔

رسالہ ذکرِ جہر: یہ بھی آپ کا عربی زبان میں قلمی رسالہ ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ اونچی آواز
سے ذکرِ الٰہی کرنا درست ہے۔

اولاد: آپ کے چار فرزند تھے۔

۱۔ سیّد میر محمد عابد شاہؒ
۲۔ سیّد میر شاکر شاہؒ
۳۔ سیّد شاہ میرؒ
۴۔ سیّد میر باقر شاہؒ

ہر چہار آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کے علاوہ خلفاء میں حافظ محمد سعید۔ حافظ
محمد صدیق۔ محمد غوث۔ شیخ وجیہ الدین المعروف پیر زہدی لاہوری اور آپ کے پوتے حضرت
حضرت شاہ غلام بھی آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔

بمطابق گنج سروری المعروف بہ گنجینۂ سروری مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری وفات
۱۱۵۲ھ مطابق ۱۷۳۹ء میں ہوئی۔ بادشاہِ دہلی محمد شاہ تھا۔ نواب زکریا خاں ناظم لاہور تھا

مزارِ اقدس بیرون دہلی دروازہ میونسپل باغات میں برلب سڑک سرکلر روڈ ایک چار دیواری میں واقع ہے جہاں آپ کا مزار ہے وہاں کسی زمانہ میں اورنگ زیب کے صوبیدار فدائی خاں کوکہ کا شاندار محل تھا جس کے زیرِ اہتمام بادشاہی مسجد لاہور بنی تھا۔

سکھوں کے عہد حکومت میں ولاد وسن فرنگی نے کنور نونہال سنگھ کو تجویز پیش کی کہ لاہور شہر کے اِرد گرد دُور دُور تک تمام درخت اور عمارات صاف کر کے میدان بنا دیا جائے تاکہ شہر کی خوب صورتی میں اضافہ ہو۔ چنانچہ بے شمار درخت کاٹ دیئے گئے اور عمارات منہدم کر دی گئیں جب آپ کے مقبرہ تک پہنچے تو بیرونی درخت اور عمارات منہدم کر دیں اور اندرونی چار دیواری کی نوبت آئی تو کنور نونہال سنگھ کا باپ کھڑک سنگھ مرگیا اور جب بیٹا باپ کی لاش کو نذرِ آتش کر کے واپس ہُوا تو شاہی قلعہ لاہور کی دیوار سے ایک پتھر گر کر اس کے سر پہ پڑا اور یہ نوعمر شہزادہ موقعہ پر ہی ہلاک ہوگیا اور حضرت شاہ محمد غوث کا مزار منہدم ہونے سے بچ گیا اس دن کنور نونہال سنگھ کے ساتھ میاں اودھم سنگھ پسر راجہ گلاب سنگھ والئی کشمیر بھی مرا تھا یہ واقعہ ۱۸۴۰ء کا ہے۔

دیگر قبور: ۱۔ سردار احمد علی خاں ولد سردار محمد علی خاں درانی اور امیر شیر علی خاں والئی افغانستان۔

۲۔ سردار ولی محمد خاں خلف امیر دوست محمد خاں درانی والئی افغانستان المتوفی ۱۸۸۹ء

۳۔ سردار محمد اسماعیل خاں خلف سردار محمد امین خاں والئی قندہار ولد امیر دوست محمد خاں فرمانروائے افغانستان المتوفی ۱۸۷۳ء۔

۴۔ شہزادہ محمد حشمت رسالدار میجر شہزادہ سلطان سعد نبیرہ احمد شاہ ابدالی۔

۵۔ سید بہادر شاہ عجائب روزگار ۱۹۲۳ء۔

۶۔ خان بہادر چوہدری رحمت اللہ خاں کوتوال لاہور۔

۷۔ خان بہادر ڈپٹی محمد برکت علی خاں ۱۹۰۵ء۔

۸۔ میاں فیروز الدین احمد۔ ۹۔ مولوی سلطان محمد

۱۰۔ محمد بشیر علی خاں ولد خان بہادر ڈپٹی محمد برکت علی خاں ۱۹۲۰ء۔

۱۱۔ خان بہادر خواجہ عبید اللہ او۔ بی۔ ای ۱۹۴۹ء۔

۱۲۔ آغا سید تجمل حسین شاہ ولد سید سکندر شاہ ۱۹۲۶ء۔

۱۴۵- حضرت سید عبدالقادرؒ المعروف بہ شاہ گدا گیلانیؒ

سید عمر بن سید حاجی محمد ہاشم کے فرزند تھے ولادت ۱۰۶۳ھ مطابق ۱۶۵۲ء ہے عہد طفولیت سے وفات تک ریاضت و مجاہدہ میں عمر بھر بسر کی۔ آپ کو شکار کا بہت شوق تھا اور اکثر راتوں کو دریائے راوی کے کنارے گورستان میں تنہائی کی حالت میں بسر اوقات فرماتے تھے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ بہت کم کھاتے۔ دن کے وقت طبابت کرتے اور بیماروں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے۔ خورد سالی میں سید عبداللہ مکی سے جو دریائے راوی کے کنارے پر رہتے تھے سے اکتساب فیض کیا جب سید عبداللہ حرمین الشریفین کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کو سید عبدالرحمٰن کے حوالے کر گئے جب ان کا وصال ہوا تو سید محمد بن سید علاؤالدین حسینی کے پاس جاکر جواہر خمسہ۔ سراج السالکین و علم جفر و تکسیر حاصل کیا۔ علم طب شاہ عبدالرسول زنجانی لاہور سے حاصل کیا۔ علوم تفسیر و حدیث و فقہ کی سند حضرت سید اسماعیل محدث گیلانی جو آپ کے خال تھے سے حاصل کی اور خرقہ خلافت خاندان عالیہ قادریہ اپنے والد مکرم سید عمر گیلانی قادری سے حاصل کیا۔ کتاب کشف الاسرار خورد اور کشف الاسرار بزرگ آپ کی ہی تصانیف ہیں اور رسالہ اسرار الکتمانی کو بھی علم حقائق و دقائق میں تالیف فرمایا آپ کے مصاحبین میں سید محمد یار مجذوب۔ حافظ بلاقی اور محمد خاں بہت مشہور ہیں جو کہ آپ کے ہم عصر اور ہم جلیس بھی تھے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے (۱) سید یوسف شہید۔ ۲۔ سید محمد غوث ۳۔ سید اصغر علی مؤلف کتاب شجرۃ الانوار۔ ۴۔ سید ابوالصالحؒ۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۱۵۴ھ مطابق ۱۷۴۱ء ہے۔ شاہ دہلی ان دنوں محمد شاہ تھا۔ ان دنوں نواب زکریا خاں ناظم لاہور تھا۔ مزار اقدس تکیہ اہلی والا نزد انار کلی میں ایک اونچے چبوترے پر ایک احاطہ چار دیواری میں ہے۔

۱۴۶- حضرت سید عبدالرسول گیلانیؒ

نام نامی سید عبدالرسول گیلانی بن سید غلام مصطفیٰ بن سید حاجی محمد ہاشم بن سید صوفی علی گیلانی ہے۔ آپ نہایت بزرگ اور واجب الاحترام ہستی تھے۔ سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

مزار اندرسن تکیہ املی والا نئی انارکلی میں ہے۔

۱۴۷- حضرت شیخ فاضل شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ مرید و خلیفہ قاضی عبدالرحمٰن لاہوریؒ کے تھے جن کی بیعت حضرت پاک رحمٰن بھڑ لوالہ سے تھی۔ والد کا نام میاں نور محمد تھا۔ آپ عالمگیر کے زمانہ میں پیدا ہوئے قریباً ۱۶۷۴ء کا زمانہ تھا۔ لدھیانہ کے رہنے والے اور قوم کے راجپوت تھے۔ ۱۶۸۶ء میں لاہور آ گئے۔ آپ کے والد میاں نور محمد اور میاں عادل شاہ آپ کے ہمراہ تھے۔ محلہ گنج میں قیام فرمایا جب جوان ہوئے تو قاضی عبدالرحمٰن سے بیعت کی۔ مشرب "قلندرانہ" تھا۔ ان کا لقب "شاہ فاضل قلندر" اور "داتا فاضل شاہ" مشہور ہیں۔

وفات ۱۱۵۵ھ مطابق ۱۷۴۲ء میں ہوئی عہد زمانہ نواب خان بہادر زکریا خاں ناظم لاہور کا ہے۔ آپ کا مزار مقدس ایک چار فٹ اونچے چبوترے پر واقع ہے داخل ہوتے ہی اندر آپ کے مزار کے دائیں طرف ایک اور بائیں طرف دو قبور ہیں۔ مزار کے جنگلے کے باہر چار قبور ہیں ان میں سے ایک سائیں محمد دین ولد سائیں کریم بخش قادری نوشاہی متوفی ۱۹۶۲ء کی قبر ہے یہ خانقاہ علامہ اقبال کی کوٹھی کے عقب میں ہے اس کے دوسری طرف ریلوے کی کوٹھیاں ہیں۔ خانقاہ کے احاطہ میں چار پانچ درخت ہیں اور باہر بھی قبور ہیں۔ اس کے علاوہ حجرے بھی ہیں موجودہ سجادہ حاجی محمد اشرف یہاں ہی رہتا ہے۔ چوکھنڈی میں جو قبور ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ مزار حضرت فاضل شاہ قادری نوشاہیؒ۔

۲۔ مزار عبدالرحمٰنؒ۔

۳۔ مزار میاں نور محمد والد فاضل شاہ نوشاہیؒ۔

۴۔ مزار عادل شاہ برادر فاضل شاہ نوشاہیؒ۔

مزار مقدس جاوید منزل۔ علامہ اقبال روڈ کے عقب میں ایک احاطہ چار دیواری میں آپ بھی مرجع خلائق ہے۔

۱۴۸۔ حضرت مرزا لطف اللہ بیگ قادری نوشاہیؒ

آپ مرزا احمد بیگ لاہوری مصنف رسالہ الاعجاز کے فرزند اور مرید و خلیفہ تھے اوچ میں جاکر سید عبدالقادر خامس گیلانی صاحب سجادہ غوثیہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۳ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)

وفات ۱۱۵۵ھ مطابق ۱۷۴۲ء کے لگ بھگ ہوئی۔ لاہور میں دفن ہوئے۔

۱۴۹۔ حضرت مولانا خیر اللہ فِدا قادری نوشاہیؒ

اصل نام خیر اللہ اور تخلص فِدا ہے۔ صاحبِ علم و فضل اور فارسی کے بہترین شاعر تھے۔ شیخ فرید لاہوریؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ نے ۱۷۴۳ء میں قصہ مرزا صاحبان فارسی میں نظم کیا لاہور کی تعریف میں کافی اشعار لکھے (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۳ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)

وفات ۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۶ء کے لگ بھگ ہے۔ مزار کا کھوج نہیں لگایا جاسکا۔

۱۵۰۔ حضرت شیخ محمد سلطان مرگ نینی قادریؒ

نام آنجناب کا شیخ محمد سلطان المشہور بہ مرگ نینی یعنی آہو چشم والے تھے مرگ نینی کا خطاب آپ کو آپ کے مرشد نے عطا کیا تھا آپ قادری سلسلہ میں شیخ سعدی شاہ کے مرید تھے جو شیخ عاقل شاہؒ کے وہ ملّا شاہؒ کے وہ علی شاہؒ کے وہ سلیمان شاہؒ کے وہ نور جمال دہلویؒ کے وہ شیخ محمد شفیع سدھورئیؒ کے وہ شیخ محمد حیاتؒ کے وہ حضرت شاہ قمیص گیلانی قادریؒ کے۔ آپ مجذوبوں میں سالک اور سالکوں میں مجذوب صاحب جذب و سُکر اور عشق و محبت تھے۔

وفات ۹ شوال ۱۱۵۸ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۷۴۵ء میں ہوئی۔ اس وقت محمد شاہ رنگیلا شاہِ دہلی تھا۔ نواب یحییٰ خاں ناظم لاہور تھا۔ مزار اقدس ایک وسیع و عریض احاطہ میں ریلوے کے اونچے پل نزد گڑھی شاہو کوٹھیوں میں موجود ہے نواب شاہنواز خاں ناظم لاہور نے آپ کا مزار تعمیر کرایا تھا۔ اب مزار انتہائی خستہ حالت میں ہے۔ مقبرہ کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ احاطہ میں مسجد

بھی ہے۔ آنجناب کے مزار کے علاوہ اس احاطہ چار دیواری میں مزارات لکھی شاہ۔ حضوری شاہ عہدِ اکبر بادشاہ۔ رانجھے شاہ۔ والدہ مرگ نینی۔ کمال شاہ اور خدا بخش بھی ہیں۔

۱۵۱۔ حضرت شیخ محمد المشہود ممون قادری نوشاہیؒ

لاہور میں گھوڑوں کی سائیسی کرتے تھے پھر ملازمت چھوڑ کر حضرت شاہ میر قلندر لاہوریؒ کے مرید ہو گئے۔ رقیق القلب تھے۔ وفات سنہ ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۷۴۷ء بعہد احمد شاہ ابدالی ہوئی نواب شاہنواز خاں ناظم لاہور تھا۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۳۔ موسوم بہ معارف الابرار قلمی) مزار کا پتہ نہیں چل سکا۔

۱۵۲۔ حضرت شیخ عبد الغفور قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت فرید الدین گنج شکر کی اولاد سے لاہور میں سکونت رکھتے تھے۔ حضرت سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری ساہنپالوی سے رشد و ہدایت پائی۔ سواری کے لئے ہاتھی۔ اونٹ۔ گھوڑے اور پالکیاں ہوتی تھیں جس پہ توجہ ڈالتے درست ہو جاتا۔ ان کے زمانہ میں اگر آپ کے پیر و مرشد شہر لاہور تشریف لاتے تو پانچ میل شہر سے باہر آ کر استقبال کرتے اور اپنے مکان پر ڈیرہ کراتے (شریف التواریخ جلد ۳۔ حصہ ۳۔ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)

وفات سنہ ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۷۴۷ء کے لگ بھگ لاہور میں ہوئی۔

۱۵۳۔ حضرت شیخ عبد الکریم قادری نوشاہیؒ

آپ پہلے لاہور میں کسی امیر کے ملازم تھے۔ شیخ میاں غلام حسین لاہوری کے ساتھ ساہنپال شریف گئے اور سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حلقہ مریدین میں شامل ہوئے۔ لاہور واپس آ کر ملازمت ترک کر دی۔ عزلت و تنہائی اختیار کی اور بلند مرتبہ حاصل کیا۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۳۔ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)

وصال لاہور میں سنہ ۱۱۶۵ھ مطابق ۱۷۵۲ء کے لگ بھگ ہوا۔

۱۵۴ - حضرت سید فضل علی قادریؒ

آپ میر محمد یعقوبؒ گیلانی کے پیرو مرشد تھے جو حضرت شیخ عبدالرحیم جار اللہ کے مرید تھے سلسلہ بیعت قادریہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی تک جا پہنچتا ہے۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۷۴۶ء میں ہوئی۔ احمد شاہ مغل بادشاہ حکومت دہلی تھا۔ مزار اقدس قلعہ میر یعقوب (مزنگ) میں ہمبوبڈ وڈ روڈ پہ واقع ہے۔

۱۵۵ - حضرت سید محمد قادری لاہوری المعروف سید میرؒ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید علاؤالدین تھا۔ آپ نے شیخ عبداللہ مؤلف سراج السالکین سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی تھی جو کہ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری مصنف جواہر خمسہ کے مرید تھے آپ لاہور میں ڈھل محلہ میں رہائش رکھتے تھے۔ عالم باعمل۔ ولی کامل اور شیخ الطریقت تھے۔

مزار اقدس محلہ کاغذ کوباں میں بنام مزار سید میر مشہور اور موجود ہے۔

۱۵۶ - حضرت شاہ میر قلندر قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد شہر فرید آباد کے رہنے والے تھے آپ کا نام نکہ میر تھا۔ مرشد کی طرف سے شاہ طریقت ملا۔ آپ کی پیدائش ۱۰۵۹ھ مطابق ۱۶۴۹ء میں بعہد شاہ جہان ہوئی جب ذرا بڑے ہوئے تو لاہور آ گئے۔ میاں مولانا علی محمد صاحب سے معقول تک کتابیں پڑھیں۔ لاہور ہی میں آپ نے مولانا نور محمد مدقق سے بھی ملاقات کی اور کئی شرعی مسائل میں بحث و مباحثہ کیا۔ پھر آپ مولانا جان محمد صاحب سے بھی ملے آپ حافظ قائم الدین برقندار کے ساتھ نوشہرہ گئے تھے۔ جہاں انہوں نے حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشاہی سے ملاقات کی اور نذرانہ پیش کیا۔ بیعت ہونے کے وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی یعنی ۱۰۷۷ھ مطابق ۱۶۶۷ء میں مرید ہوئے پھر حضرت سچیار صاحب کے حکم سے آپ نے لاہور میں مستقل اقامت اختیار کی جس مسجد میں آپ قیام رکھتے تھے وہ اکبر بادشاہ کے عہد میں تعمیر شدہ تھی اور آپ نے اس کو آباد

کیا۔اس کے ساتھ ہی پھر آپ نے ایک مسافر خانہ بنوایا۔آپ کا نواب خان بہادر ناظم لاہور کے منصبداروں سے بھی رابطہ تھا مگر نہ تو کسی کے گھر سے آئی ہوئی چیز تناول فرماتے اور نہ ہی غنی الوسع کسی امیر کے دردازے پر دستک دیتے۔ سید عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری اور سید صبغت اللہ بن سید ابن یمین بھی آپ سے ملتے رہے۔

"تحائف قدسیہ" مصنفہ پیر کمالؒ لاہوری آپ کے حالات پر ہے۔جب آپ لاہور میں مستقل طور پر اقامت گزیں ہوگئے تو آپ کی والدہ بھی فرید آباد سے آگئیں چنانچہ اس کی فرمائش پر آپ نے شادی کر لی جو قصور کی تھی۔دوسری شادی آپ نے مولانا نور محمد بن شیخ احمد لاہوری کے دختر سے کی۔آپ کے دو صاحبزادے تھے (۱) قطب الدینؒ (۲) شیخ عثمان جو آپ کے بعد سجادہ نشین ہوئے آپ کے خلفا بے شمار تھے۔

وفات کے بعد آپ کا جنازہ مولانا محمد تقی نے پڑھایا اور مسجد شیخ بڈھا میں جو گزر تلہ لاہور میں واقع تھی۔مدفون ہوئے۔عمر ۹۰ سال ہوئی اور ۱۱۶۹ھ بمطابق ۱۷۵۵ء میں وفات پائی۔ یہ عالمگیر ثانی بن جہاندار شاہ کا زمانہ تھا۔ان دنوں آدینہ بیگ خاں صوبیدار لاہور تھا۔مزار اقدس لاہور میں ہے اور اندرون بلدۂ لاہور تلہ موجود ہے مگر تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکا۔

(شریف التواریخ جلد ۳۔حصہ ۲۔موسوم بہ لطائف الاخیار قلمی)

۱۵۷۔ حضرت محمد یعقوب گیلانیؒ

آپ سید فضل علی لاہوریؒ کے سلسلۂ قادریہ میں مرید تھے جن کا مزار قلعہ میر یعقوب میں ہے۔

شجرۂ نسب: میر یعقوب بن میر محمد زمان بن میر محمد حاجی بن میر صدر الدین بن سید نور الدین بن سید بدر الدین محمود بن سید جعفر بن سید محسن بن میر حیدر بن شاہ قمیص قادری بن ابی الحیات بن تاج الدین محمود بن بہاؤ الدین محمد بن شیخ جلال الدین احمد بن سید علیؒ جمال الدین قاضی ابو صالح نصر بن سید الآفاق بن شیخ سلطان ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی۔

شجرۂ قادریہ: میر یعقوبؒ مرید سید فضل علی لاہوری مرید شیخ عبد الرحیم جار اللہ مرید حاجی محمد سعید لاہوری مرید سید محمود کرُدی مرید سید جلال الدین مرید سید شہاب الدین مرید سید جلال الدین عبد اللہ مرید سید شمس الدین

ابوالوفا مرید سید شہاب الدین احمد مرید سید قاسم مرید شیخ عبدالباسط مرید سید بہاء الدین ابوالعباس احمد مرید سید بدرالدین ابوالحسن مرید سید علاؤالدین مرید سید شمس الدین یحییٰ تاتاری مرید سید ابوالنصر مرید قطب الآفاق سید عبدالرزاق مرید غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی ہیں۔

آپ نہایت عالم۔ عامل اور کامل بزرگ تھے۔ لاہور کے باہر قلعہ یعقوب میں مقیم تھے۔ اسمائے الٰہی کی دعوت سے انہیں حکومت حاصل تھی۔ خلقِ خدا کو ان سے بے انتہا فیضان تھا۔ دیوانے کتے کے کاٹے ہوئے زخم پر آپ کا لعابِ دہن تریاق تھا۔ آپ کو دوسرے سلسلوں سے بھی فائدہ ملا تھا آپ کا شمار مقتدایانِ وقت میں سے تھا۔

اولاد: آپ کے تین فرزند تھے (۱) سید محمد یوسفؒ (۲) میر سید علیؒ (۳) میر اسماعیلؒ تینوں صاحبان علم و عمل تھے اور علوم ظاہری و باطنی میں شہرۂ آفاق۔

مرقدِ منور برڈ وڈ بارکس وارث روڈ کے پاس ایک وسیع و عریض احاطہ میں ایک اونچے ٹیلے پر ایک چار دیواری میں ہے۔ آپ کے ساتھ آپ مرشدِ طریقت میر فضل علی قادری کی بھی قبر ہے۔ یہ جگہ محکمہ اوقاف کے زیرِ انتظام ہے۔ ساتھ ہی مکانات بھی ہیں۔

وفات میر فضل علی ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء میں ہوئی جو عالمگیر ثانی شاہ دہلی تھا۔ آپ کی تاریخ وفات ۲۹ صفر ۱۱۷۹ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۷۶۵ء بعہد جلال الدین شاہ عالم تحریر ہے۔ اس وقت دیوانِ کابلی مل نائب صوبیدار لاہور تھا۔

۱۵۸- حضرت شیخ عادل شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت فاضل شاہ قادری نوشاہی لاہوری کے بھائی اور مرید تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۰۸۹ھ مطابق ۱۶۷۸ء میں لدھیانہ ہوئی۔ بعمر آٹھ سال اپنے والد میاں نور محمد اور اپنے بڑے بھائی شیخ فاضل شاہ کے ہمراہ لاہور آئے اور محلہ گنج میں اقامت کی۔ میاں وارث شاہ نے آپ کی پرورش کی اور اپنی برادری میں آپ کی شادی کر دی۔

آپ کا سلسلہ رشد و ہدایت کافی ہے۔ آپ کے چار خلیفوں شیخ علی اکبر شاہ اور شیخ جیون شاہ اور شیخ امیر شاہ اور شیخ جوڑے شاہ سے آپکا سلسلہ فقر پنجاب اور سرحد کے علاقوں میں جاری ہے۔

وفات ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء کے لگ بھگ لاہور میں ہوئی اپنے برادر بزرگ کے پہلو میں دفن ہوئے مزار ایک احاطہ چار دیواری میں جو جاوید منزل۔ علامہ اقبال روڈ کے عقب میں واقع ہے اب بھی موجود ہے۔ راستہ درگاہ گلی میں سے ہے۔

۱۵۹۔ حضرت سید عبدالقادر گیلانیؒ

سید حمید گیلانی لاہوریؒ کی اولاد سے تھے اور ان کے بعد مسند ارشاد کی زینت بنے۔

خانقاہ سید عبدالقادر۔ یہ خانقاہ برڈ ووڈ انسٹیٹیوٹ کے پاس واقع ہے اس میں ان اصحاب کی قبور ہیں۔

۱۔ سید عبدالقادر ثانی گیلانیؒ۔

۲۔ سید حاجی ابوبکر بن سید عبدالقادر گیلانیؒ۔

۳۔ سید فتح محمد بن سید حاجی ابوبکرؒ۔

۴۔ سید حمید گیلانی بن سید سعید گیلانیؒ۔

۵۔ سید عبدالقادر بن سید حمید گیلانیؒ۔

۶۔ سید سلطان اکبر بن سید عبدالقادر گیلانیؒ۔

۷۔ سید غیاث الدین المشہور بہ دولت شاہ گیلانیؒ۔

یہ خانقاہ تقریباً ۲ کنال میں ہے لوگوں نے اس خانقاہ کے ارد گرد کوٹھیاں اور مکانات تعمیر کر لئے ہیں اور اب اس خانقاہ تک جانا آسان کام نہیں۔

وفات ۱۳ رجب ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۷۶۴ء بعہد جلال الدین شاہ عالم ہوئی کہ اس وقت نائب صوبیدار لاہور دیوان کابلی مل تھا۔ مزار اقدس مزنگ میں اپنے آباؤ اجداد کے قبرستان میں ہے جو کہ برڈ ووڈ بیرکس سے ملحق ہے۔

۱۶۰۔ حضرت محمد اشرف قادری شطاریؒ

آپ حضرت خواجہ محمد سعید قادری شطاری المتوفی ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۲ء کے

پیر و مرشد تھے۔ لاہور میں آپ کے مزار کا پتہ نہیں چل سکا۔

۱۶۱۔ حضرت شیخ محمد عظیم قادریؒ

آپ حضرت شاہ مقیم محکم الدین حجرہ والے پیر صاحب کی اولاد سے تھے اور موضع بیگم کوٹ لاہور دریائے راوی کے کنارے اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ جب کابلی افغانوں نے لاہور پہ حملہ کیا تو آپ نے ارد گرد کے تمام دیہات میں ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ سب لوگ بیگم کوٹ میں اکٹھے ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہزار ہا افراد بیگم کوٹ میں جمع ہو گئے تو ان رہزنوں نے بیگم کوٹ کا رُخ تک بھی نہ کیا۔ مزید تفصیلات کے لئے میری تالیف "سوانح حیات حضرت شیخ محمد عظیم قادری بیگم کوٹی" کا مطالعہ کریں۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۱۸۱ھ مطابق ۱۷۶۷ء میں ہوئی۔ احمد شاہ ابدالی کا پنجاب پہ یہ آٹھواں حملہ تھا۔ لاہور کے بھنگی سردار پنجور کی طرف بھاگ گئے اور ابدالی کو لاہور میں کوئی قابل آدمی نہ ملا جو یہاں کا انتظام سلطنت چلا سکتا۔ مجبوراً اس نے لہنا سنگھ کو لاہور کا قبضہ دے دیا اور خود کابل واپس چلا گیا جہاں چھ برس بعد وفات پا گیا۔ مزار مقدس عثمان سٹریٹ بیگم کوٹ میں ہے۔ ساتھ ہی قبرستان اور مسجد بھی ہے ایک دیوان خانہ ہے۔ مریدین کے لئے رہائش کی جگہ ہے بڑ کے قدیم درخت بھی ہیں بلکہ اس جگہ کو گاؤں کا تکیہ کہا جائے تو بہتر ہے۔

۱۶۲۔ حضرت خواجہ محمد سعید قادری شطاریؒ

آپ نقشبندی سلسلہ سے بھی منسلک تھے اور میری پہلی تالیف "لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں" میں آپ کا ذکرِ مبارک آچکا ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے خواجہ محمد سعید بن فتح اللہ فیروز لاہوری قادری ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کی بیعت پیر محمد اشرف قادری شطاری لاہوری سے تھی وہ مرید حضرت بایزید ثانی کے وہ مرید شیخ وجیہہ الدین گجراتی کے اور وہ مرید حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری قادری شطاری کے تھے۔ آنجناب حضرت نور محمد مدقق قادری لاہوری کے ہم درس تھے بڑے سیاح اور عالم متبحر تھے۔ دوران سیاحت کابل پہنچے اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے

احمد شاہ ابدالی آپ کا بڑا گرویدہ تھا جب اس نے لاہور پہ تیسرا حملہ کیا تو شہر آپ کی وجہ سے لوٹ مار سے محفوظ رہا وہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نذرانہ پیش کیا۔ آپ علی گوہر شاہ عالم کے زمانہ میں مشہور ہوئے۔ آپ کی ایک خاندانی شاخ جلال آباد (افغانستان) میں اور دوسری لاہور میں رہتی ہے جب سردار سلطان محمد خاں برادر امیر دوست محمد خاں والیٔ افغانستان لاہور میں بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ آئے تو اکثر اس مزار پہ حاضری دیا کرتے تھے۔

وفات ۵ ربیع الاول ۱۱۸۱ھ مطابق ۱۷۶۷ء میں ہوئی۔ دو بیٹیاں تھیں جن سے اولاد چلی ان دنوں دیوان کابلی مل نائب ناظم لاہور تھا۔ مزار پُر انوار بنک اسکوائر نزد نیلا گنبد لاہور میں واقع ہے۔

۱۶۳۔ حضرت شاہ سردار قادریؒ

آپ مصاحب شاہ قادری لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے جنہوں نے حضرت شاہ میرؒ سجادہ نشین حضرات حجرہ سے خلافت پائی تھی اور موضع بابک وال میں اقامت گزیں ہوئے۔ آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد فقہ۔ حدیث اور تفسیر میں کمال حاصل کیا تھا۔ علوم ظاہری و باطنی فقہ حدیث اور تفسیر میں یگانہ آفاق تھے۔ احمد شاہ ابدالی نے جن دنوں لاہور پہ حملہ کر کے اِرد گرد کے تمام دیہات میں لوٹ مار مچائی تھی تو آپ کی دعا سے موضع بابک وال ان کی لوٹ مار سے محفوظ رہا بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۱۸۴ھ مطابق ۱۷۷۰ء میں ہوئی جو کہ احمد شاہ ابدالی کا دورِ حکومت تھا اور ملک عجیب قسم کے خلفشار میں مبتلا تھا۔ مزار بابک وال میں ہے جو شاہدرہ نارووال ریلوے لائن پہ دوسرا اسٹیشن ہے یہاں مڈل سکول بھی ہے۔

۱۶۴۔ حضرت سید محمد شاہ رزاق گیلانیؒ

آپ شاہ محمد ہاشم گیلانی کے فرزند تھے جن کا نسب نامہ حضرت سید عبداللہ ربانی بن سید محمد غوث گیلانی اُوچی حلبی سے ملتا ہے۔

وفات ۱۱۸۴ھ مطابق ۱۷۷۰ء میں ہوئی۔ ان دنوں احمد شاہ ابدالی کا راج تھا اور تمام پنجاب اس کی اماجگاہ بنا ہوا تھا۔

۱۶۵- حضرت میاں غلام محمد قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شاہ میر قلندر لاہوری کے مرید تھے۔ شیخ پیر کمال لاہوری لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ میر قلندر لاہوری کھچڑی کھا رہے تھے میں بھی کھانے میں شریک تھا۔ اتفاقاً میاں غلام محمد آگئے۔ آنجناب نے ایک لقمہ اس میں سے آپ کو دیا۔ کھاتے ہی آپ کو رونا جاری ہوگیا۔ میں کسی وجہ سے ہنسنے لگا۔ تو حضرت قلندر صاحب نے مجھکو ایسا کرنے سے روکا۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)

وفات ۱۱۸۵ھ مطابق ۱۷۷۱ء کے لگ بھگ ہوئی۔ مزار لاہور میں بنی۔

۱۶۶- حضرت مہر عوض قادری نوشاہیؒ

غالباً ارائیں تھے حضرت شاہ میر قلندر لاہوری کے مریدوں میں شامل تھے اور عاشقانِ شیخ سے تھے۔ ادب اور خدمت میں خاص مقام تھا۔ شیخ یعقوب اور یار محمد آپ کے واسطہ سے ہی قلندر صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تھے۔ تحائفِ قدسیہ میں آپ کا حال درج ہے۔

آپ سال تصنیف تحائفِ قدسیہ ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۲ء سے قبل وفات پا چکے تھے۔

(شریف التواریخ ج ۳ حصہ ۲۔ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)

۱۶۷- حضرت شیخ یار محمد قادری نوشاہیؒ

آپ بہ وساطت مہر عوض حضرت شاہ میر قلندر لاہوریؒ کے مرید ہوئے انہوں نے ذکر و شغل میں مشغول کیا۔ یہاں تک کہ مجلس محمدی میں حضوری کا شرف آپ کو حاصل ہوا۔ تحائفِ قدسیہ میں ہے۔

چہ گویم حالِ آں یار محمد
شدہ داخل بہ یار محمد

۱۷۷۲ء سے قبل وفات پا چکے تھے۔

(شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲۔ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)

۱۶۸- حضرت شیخ لعل خیاط قادری نوشاہیؒ

لاہور میں درزی کا پیشہ کیا کرتے تھے حضرت شاہ میر قلندر لاہوری کے ارادت مندوں میں سے تھے۔ اکثر وجد و جذب کی حالت میں کوٹھے سے گر پڑتے تھے مگر چوٹ نہ لگتی تھی۔

وفات ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۲ء کے لگ بھگ ہے۔

(شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۳ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)

۱۶۹- حضرت شیخ یعقوب قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شاہ میر قلندر لاہوری کے مریدوں میں سے تھے۔ تحائف قدسیہ میں آپ کا ذکر ہے ۱۷۷۱ء سے قبل وفات پاچکے تھے۔

(شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۳ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)

۱۷۰- حضرت شیخ عبدالحکیم قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت سید حافظ قائم الدین برقنداز سبزواری نوشاہی پاک پتنی کے مرید و خلیفہ تھے رہائش گزر دولا تالواراں میں تھی۔ بڑے صاحب جذب و سکر بزرگ تھے۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۳ موسوم بہ لطائف الاخیار قلمی سے بعض خلفائے حافظ برقنداز صاحبؒ آپ کا اسم گرامی آتا ہے)

وفات تقریباً ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ء کے جسور میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے)

۱۷۱- حضرت شیخ رحمت شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شاہ میر قلندر لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ ٹھٹھی سجن میں اقامت گزیں تھے اپنے مرشد کے خواص یاروں میں سے تھے۔ آداب طریقت و حفظ احکام شریعت میں بے نظیر تھے آپ کا نام شریف التواریخ جلد ۳۔ حصہ ۲۔ میں بعض خلفائے حضرت شہمیر قلندر مذکور ہے۔

وفات تقریباً ۱۱۸۹ھ مطابق ۱۷۷۵ء میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

۱۷۲۔ حضرت میاں عبدالرحمٰن قادری نوشاہیؒ

آپ سید حافظ قائم الدین برقندار سبزواری مدفون پاک پٹن شریف کے مرید و خلیفہ تھے۔
بڑے بزرگ شیخ تھے دنیا سے متنفر اور لوگوں کو اس مضمون پر تلقین کرتے تھے۔ شریف التواریخ
جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ لطائف الاخیار قلمی میں خلفائے حافظ برقنداز میں آپ کا نام تحریر ہے۔
وفات تقریباً ۱۱۸۹ھ مطابق ۱۷۷۵ء کے حدود میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۷۳۔ حضرت شیخ عثمان خان قادری نوشاہیؒ

آپ قبیلہ شمس زئی کے افغانوں سے تھے حضرت شاہ میر قلندر لاہوری کی دعا سے آپ
کو جاگیر عطا ہوئی تو آپ اُن کے مرید ہو گئے اور روزانہ سید شیخ کی خدمت میں سلام کو حاضر ہوا
کرتے اور نذرانہ بھی ہر روز ادا کیا کرتے تھے تحائف قدسیہ میں آپ کا ذکر موجود ہے۔
(شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۳ موسوم بہ معارف الابرار قلمی!)
وفات تقریباً ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء میں لاہور میں ہوئی۔

۱۷۴۔ حضرت مصاحب خان خورد قادریؒ

آپ سید سردار شاہ قادری کے مرید و خلیفہ تھے۔ کامل چھ سال پیر و مرشد کی خدمت اقدس
میں حاضر رہ کر فیوض و برکات سے متمتع ہوئے۔
نہایت عالم با عمل اور زہد و تقویٰ میں شہرۂ آفاق تھے۔ آنجناب نے پانچ سو اشخاص کو
قرآن مجید حفظ کرایا۔
بمطابق گنج تاریخ ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء میں وفات ہوئی اور موضع بابکوال میں دفن ہوئے
یہ وہ انتشار اور افراتفری کا زمانہ تھا جب کہ لاہور میں احمد شاہ ابدالی کی عطا کردہ سکھ سرداروں
کی حکومت تھی اور دہلی میں شاہ عالم جلال الدین حکمران تھا۔ اس وقت پنجاب پر تیمور شاہ درانی کی
حکومت تھی۔

۱۷۵۔ حضرت میاں نور محمد قادری نوشاہیؒ

قوم کمبوہ سے تعلق رکھتے تھے حضرت شاہ میر قلندر لاہوری کے مریدوں میں سے تھے۔ طلب حق کے واسطے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ کی کچھ زمین دریائے راوی کے کنارے تھی اپنا کنواں تھا کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ معارف الابرار قلمی) وفات تقریباً ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۹ء مسعود دد میں لاہور میں ہوئی۔

۱۷۶۔ حضرت پیر سید بلاق شاہ قادریؒ

آپ پیر سید بہارن شاہ قادری کے والد گرامی قدر تھے اور سادات بارہ میں سے تھے۔ سیادت۔ شرافت۔ عبادت و ریاضت میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کا شجرہ حضرت میاں میر بالا پیرؒ سے اس طرح ملتا ہے۔ سید بلاق شاہ قادری مرید شاہ عبدالرشید لاہوری وہ مرید شیخ محسن شاہ اور وہ مرید حضرت ملا شاہ بدخشانی کے اور وہ مرید حضرت میاں میر بالا پیر قادری کے۔ آپ کے فرزند سید عبدالکریم المشہور بہ پیر بہارن شاہ تھے وہ بھی قادری سلسلہ سے متعلق تھے پہلے موضع فرنگ میں سکونت پذیر ہوئے۔ پھر شیخوپورہ کے جنگل میں جاکر بارہ برس مجاہدہ کیا ازاں بعد بمقام میر پور چلے گئے وہاں کی قوم لبگر آپ کی مرید ہوئی اور وہاں ہی فوت ہوئے۔ آپ کا مزار میو ہسپتال ہوسٹل کے اندر واقع ہے اونچے چبوترے پر ایک قبر ہے جس کے ارد گرد چار دیواری ہے مزار پر سنگ مرمر کی ایک تختی پر یہ عبارت تحریر ہے۔ "مزار پر انوار اعلیحضرت و پیر سید بلاق شاہ صاحب قادری والد بزرگوار پیر بہارن شاہ صاحب۔

(از سلسلہ حضرت میاں میر بالا پیر سر دفتر عارفان")

۱۷۷۔ حضرت شیخ اللہ داد آہنگر قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شاہ میر قلندر خلیفہ حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہرویؒ کے مرید تھے۔ آپ روشن ضمیر صاحب حال۔ کسب حلال پیشہ آہنگری کرتے اور اپنے باطنی احوال کو ظاہری دنیا

کے پردہ میں مخفی رکھا ہوا تھا۔ آپ نام شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ لطائف الاخیار
قلمی پہ خواص مریداں

وفات تقریباً ۱۱۹۵ھ مطابق ۱۷۸۱ء میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۷۸۔ حضرت مرزا محمد امین خان قادری نوشاہیؒ

قصور کے افغانوں میں سے تھے حضرت شاہ فرید بھاکری لاہوری کی بیعت ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا اور ترک وطن کر کے لاہور شیخ کی خدمت میں آ پہنچے۔ بڑے زاہد تھے۔ حضرت شاہ فرید کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے۔ مرزا محمد صدیق بیگ لاہوری آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ وفات بیس اگست ۱۷۳۳ء مطابق ۱۱۴۶ھ میں ہوئی۔ قبر ڈھولن وال میں احاطہ درگاہ میں چشتی چبوترہ پر ہے۔ لاہور پہ زمان شاہ دُرانی کا تسلط تھا۔

(شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۳ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)

۱۷۹۔ حضرت سید صبغت اللہ قادری نوشاہیؒ

حضرت نوشہ گنج بخش کی اولاد سے تھے۔ والد کا نام سید ابن عین تھا بن سید رحمت اللہ عارف بن حضرت سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق بن قطب الاولیا حضرت نوشہ گنج بخش قادری قدس اسرارہم آپ کی بیعت حضرت شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان نوشاہی سے تھی۔ صاحب علم و فضل تھے۔ لاہور میں سکونت رکھتے۔ آپ اوراد وظائف سے اوقات کو معمور رکھتے۔ یادِ خدا سے غافل نہ رہتے۔ آپ کی مُہر کا تھا۔ "صبغۃ اللہ رنگ نوشہ یافت" لاہور میں شہمیر قلندر لاہوری سے گاہ بگاہ ملاقات ہوتی رہتی۔ (شریف التواریخ جلد ۲۔ موسوم بہ طبقات نوشاہیہ قلمی)

وفات تقریباً ۱۱۹۶ھ مطابق ۱۷۸۲ء میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۸۰۔ حضرت شیخ شاہ محمد قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شاہ میر قلندر لاہوریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ قوم بلوچ سے لاہور کے رہنے:

والے تھے۔ دریائے راوی پر جا کر عبادت کیا کرتے۔ ابتدا میں کچھ عرصہ دہلی میں بھی گزارا تھا۔ آپ اُمرا سے نہ ملا کرتے تھے۔ کئی دفعہ نواب بہادر خاں نے آپ سے ملنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا آخر ایک مرتبہ آپ کی زیارت کے لئے آیا مگر آپ نے نظر تک نہ کی اور اس کا نذرانہ بھی قبول نہ کیا۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)

وفات ۱۱۹۷ھ مطابق ۱۷۸۳ء کے لگ بھگ ہوئی۔ لاہور میں دفن ہوئے۔

۱۸۱- حضرت شیخ غلام فریدؒ قادری نوشاہی

مرید و خلیفہ حضرت شاہ میر قلندر لاہوری تھے۔ صاحب آداب طریقت۔ برگزیدہ صاف باطن تھے آپ کا نام شریف التواریخ جلد ۳- حصہ ۲ موسوم بہ لطائف الاخیار قلمی میں خلفائے حضرت شہمیر قلندر میں درج ہے۔ آپ دلال شتراں تھے۔

وفات ۱۲۰۱ھ مطابق ۱۷۸۶ء کے لگ بھگ ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۸۲- حضرت شاہ فرید قادری نوشاہیؒ

آپ شیخ پیر محمد سچیارؒ نوشہروی کے مرید و خلیفہ تھے۔ والد بزرگوار کا نام سید محمد علی بن سید علی بن سید فتح علی تھا۔ آباد اجداد سادات بھاکری سے تھے۔ سالِ ولادت ۹۸۳ھ مطابق ۱۵۷۵ء ہے۔ جو کہ اکبر بادشاہ کا عہد تھا آپ شاہانِ چغتائیہ کے منصبدار تھے پھر بعد میں تائب ہوئے تو شاہی نوکری چھوڑ دی اور عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ شہمیر قلندر لاہوری نے جب آپ کی آمد کی خبر سُنی تو بہت خوش ہوئے اور میل ملاقات جاری رکھی پھر جہاں آپ نے رہائش کے لئے ایک حجرہ بنایا تھا۔ لوگ آباد ہونے شروع ہو گئے اور یہ آبادی ٹلہ شاہ فرید کہلانے لگی۔ حضرت شہمیر قلندر لاہوریؒ نے آپ کی حضرت سچیار صاحب کے روبرو بہت تعریف کی تھی۔

آپ کے مورثِ اعلیٰ سید علی بن سید فتح علی شاہ دریائے چناب کے کنارے واقع شہر رسول نگر میں آباد تھے لیکن خود شاہ فرید کا بیشتر حصہ لاہور میں گذرا۔ لاہور میں آپ کی کافی

جاگیر تھی۔ شہر سے باہر بھی آپ کی عالیشان حویلیاں۔ زرعی اراضیات اور دیگر احوال و املاک کا وسیع سلسلہ تھا۔ آپ اپنے دور کے متبحر عالم۔ فقیہہ۔ محدث۔ مفسر قرآن اور اعلیٰ پایہ کے انشا پرداز تھے آپ ایک صاحب طرز خطیب اور مقبول صوفی شاعر تھے کلام سوز و ساز میں ڈوبا ہوا ہے۔ مجموعہ کلام دستیاب نہیں ہے۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت شاہ میر قلندر کے نام خط لکھا تو اس میں یہ شعر لکھا۔

کاغذ نہیں یا مس نہیں یا نہیں تمہاری ریت
یا تم لکھ نہیں جانتے یا من سے اُتری پیت
مُورکھ من کیا جانے پیت — سُوجھت پاوے سچا میت
اس کا جگ میں راج پے پیارے
جو وحدت کے درشن کارے

میں ڈھونڈوں اس پیتم لکھ کو جو دیکھا نہ جاوے
شام سحر بے چین فریدا پرہا من کو کھاوے
ہر کا بھید نہ پاوے کوئی جو پاوے سو بھاوے
نگر نگر میں گلشن گلشن وحدت رنگ رچاوے

آپ کی عمر ۸[illegible] سال ہوئی۔ خزینۃ الاصفیا نے تاریخ وفات ۱۱۵۵ھ لکھا ہے۔ وفات کے بعد آپ کے خلیفہ مرزا محمد امین بیگ سجادہ نشین ہوئے ان کے بعد مرزا احمد بیگ علی الترتیب باپ اور بیٹا درگاہ شاہ فرید کے متولی اور منتظم رہے۔ آجکل یہ مزار زیر انتظام اوقاف ہے خانقاہ میں ان اصحاب کی قبور کے علاوہ آپ کی ہمشیرہ جان بی بی اور نبیرہ محمد بیگ کی بھی قبور ہیں کسی زمانہ میں اس خانقاہ کے ساتھ ۱۰ کنال اراضی بھی تھی۔ ساتھ ہی قبرستان وغیرہ بھی ہے۔ مزارِ اقدس لاہور (ڈھولن وال) میں موجود ہے۔ گنج تاریخ میں تاریخ وصال ۱۱۵۶ھ درج ہے۔

۱۸۳۔ حضرت شیخ ضیاءُ اللہ قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شاہ میر قلندر کے مرید و خلیفہ تھے آپ علم طب میں خاصا درک رکھتے تھے۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ لطائف الاخیار قلمی) وفات تقریباً ۱۲۰۳ھ مطابق ۱۷۸۸ء کے حدود میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۸۴۔ حضرت شیخ عبداللہ انصاری قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت سید حافظ قائم الدین برقنداز کے خلیفہ تھے لاہور میں سکونت رکھتے تھے۔ آپ حکیم محمد اسحاق کے بیٹے تھے۔ احمد شاہ ابدالی کے عہد میں کشمیر کے عدالتی رہے۔ آپ ۱۲۰۲ھ مطابق ۱۷۸۷ء میں زندہ تھے۔ لاہور پر خاندان درانی کے بادشاہ زمان شاہ کا تسلط تھا۔ قبر آپ کی باغیچہ اندرون ٹکسالی دروازہ لاہور میں ہے۔

(شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۳ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)

۱۸۵۔ حضرت شاہ حسین گیلانیؒ

نام شاہ حسین بن سید عبدالقادر بن سید حمید گیلانی لاہوری ہے۔ بڑے زاہد، عابد اور پیر کامل و عارف مکمل تھے۔ آباو اجداد سے دست بدست بیعت کا سلسلہ چلا آتا ہے۔ آپ کی دُعا تیر بہدف اور لے خطا تھی ہر ادنیٰ حاجت مند آپ سے فیض پاتے تھے۔ آپ زمان شاہ درانی کابل کے حملہ لاہور کے وقت حیات تھے جب اس نے لاہور پر حملہ کیا تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہمارا محلہ محفوظ رہے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ کسی افغان نے اس طرف کا رُخ ہی نہیں کیا اور آپ کی دُعا و برکت سے تمام محلہ محفوظ و مامون رہا۔ آپ سے بے شمار کرامات و خوارق ظہور میں آتے جن کی تفصیل کتب تواریخ میں پڑھی جا سکتی ہیں

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۷ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۷۹۰ء ہے۔ محلہ سید مٹھا لاہور میں مزار ہے جو کہ احمد شاہ ابدالی کے فرزند تیمور شاہ کا زمانہ تھا۔ عمر ۶۹ سال ہوئی

اپنے رہائشی مکان کے ایک گوشہ میں وصال کے بعد مدفون ہوئے۔ موجودہ پتہ مزار حضرت سید مٹھا سے اس طرف نزد کنواں ماموں بھانجا واقع ہے۔

۱۸۶۔ حضرت شیخ جیون قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شاہ میر قلندر لاہوری خلیفہ حضرت سچیار صاحب نوشہروی کے مرید و خلیفہ تھے آپ کی تاثیر و توجہ سے اکثر لوگوں کو فیض حاصل ہوتا تھا۔ صاحب جذب و سکر تھے۔ آپ کا ذکر شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ لطائف الاخیار قلمی میں یاران خواص حضرت شہیر قلندر میں آیا ہے۔ وفات تقریباً ۱۲۰۶ھ مطابق ۱۷۹۱ء میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۸۷۔ حضرت شیخ جان محمدؒ قادری

آپ مصاحب خاں خورد قادری کے خلیفہ تھے مرشد کے وصال پر ان کے سجادہ نشین ہوئے بڑے باکمال اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ بے شمار خلقت خدا نے آپ سے رہنمائی حاصل کی۔ جب خاندان چوغطیاں کی مرکزی حکومت کا کوئی احترام نہ رہا اور ڈاکوؤں اور رہزنوں نے لوٹ مار شروع کر دی تو بابکسوال اور اس کے ارد گرد کے دیہات کے زمینداروں نے آپ سے عرض کی کہ ہمیں ان ظالموں سے بچایا جائے تو آپ نے فرمایا کہ میرا عصا لے جاؤ اور اسے اپنے اپنے گاؤں کے گرد خط کھینچ دو۔ انشاءاللہ اس کے اندر کوئی چور اچکا داخل نہ ہو گا چنانچہ اسی طرح ہوا۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۲۰۶ھ مطابق ۱۷۹۲ء میں ہوئی جو کہ تیمور شاہ پسر احمد شاہ ابدالی کے اقتدار کا زمانہ تھا۔ مزار اقدس بابک وال جو شاہدرہ کے ایک طرف نارووال لاہور ریلوے لائین پر ایک چوکھنڈی پر واقع ہے۔ جس میں دیگر بزرگان کی بھی قبور ہیں۔ مزید حالات کے لئے میری تصنیف "سوانح حیات حضرت شیخ جان محمدؒ قادری بابکوال۔ لاہور ملاحظہ فرمائیں۔

۱۸۸۔ حضرت شیخ عبدالرحیم قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شاہ میر قلندر لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ لطائف الاخیار قلمی میں آپ کا نام خلفائے شہمیری میں درج ہے۔ وفات آپ کی تقریباً ۱۲۰۷ھ مطابق ۱۷۹۲ء کے مدد دمیں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے اور ٹھٹھی سجن میں مقیم تھے۔

۱۸۹۔ حضرت شیخ سوندھا قادری نوشاہی

آپ شاہ میر قلندر لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے جذب و سکر آپ کی طبیعت پہ غالب تھی کئی مرتبہ وجد کی حالت میں مکان کی چھت سے گر پڑتے مگر ضرب سے محفوظ رہے۔ حضرت قلندر صاحب نے آپ کو شادی سے روکا مگر آپ نہ رُکے اور شادی کر لی مگر وہ عفیفہ جلد ہی فوت ہو گئی (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۳ موسوم بہ معارف الابرار قلمی) وفات تقریباً ۱۲۰۷ھ مطابق ۱۷۹۲ء میں ہوئے۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۹۰۔ حضرت شیخ کبیر قادری نوشاہیؒ

آپ مرید و خلیفہ حضرت شاہ میرؒ قلندر لاہوری تھے اپنے پیر کے شیدا و عاشق۔ کاملین وقت سے تھے عبادت و مجاہدہ آپ کا شیوہ تھا۔ آپ کا نام شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ لطائف الاخیار قلمی بعض خلفائے حضرت شہمیر قلندر آتا ہے۔ وفات تقریباً ۱۲۰۹ھ مطابق ۱۷۹۴ء ہے۔ مزار اقدس لاہور میں ہے۔

۱۹۱۔ حضرت عبداللہ شاہ بلوچ قادریؒ

مزنگ کے محلہ پیر عزیز میں رہائش رکھتے تھے۔ شروع میں ساربانی پیشہ تھا۔ آپ شیخ شرف الدین قادری پانی پتی کے سلسلہ عالیہ قادریہ میں مرید و خلیفہ تھے۔ سلسلہ ارادت چار واسطوں سے حضرت میاں میرؒ لاہوری تک جا پہنچتا ہے جب مرشد سے بیعت کی تو تمام

مال و متاع راہِ خدا میں دے دیا اور بقایا سے مزنگ کے قریب کوٹ عبداللہ شاہ آباد کیا۔

آپ نہایت عابد۔ زاہد اور صاحب خوارق اور کرامات بزرگ تھے۔ پنجابی زبان کے شاعر بھی تھے۔ عارفانہ کلام آج تک زبان زد خلائق ہے۔ آپ نے سہ حاکمان لاہور (سکھ) کا عہد پایا۔

آپ کے خلفاء: (۱) امام غلام محمد المشہور گاموں: آپ مسجد وزیر خاں کے امام تھے۔

(۲) حافظ اللہ یار پشاوری: ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے بذاتِ خود پشاور جا کر بیعت کیا تھا۔

(۳) شیخ فیض بخش قریشی: مفتی غلام سرور لاہوری صاحب حدیقۃ الاولیا کے پدر جدّ مادری ہیں ان کا مزار آپ کے مقبرہ کے پاس ہی ہے۔ شیخ فیض بخش نے آپ کا قطعہ تاریخ وفات اس طرح لکھا ہے۔ ؎

چوں عبداللہ شاہ مسرد عجیب شد ز دنیا بہ سوئے دوست قریب

جستم از دل چو سالِ تاریخش گفت ہاتف بگوش ہوش غریب

۱۲۱۲ھ

آپ کی تعمیرات:۔

آپ نے اپنے زمانہ حیات میں بہت سی تعمیرات کیں۔ مسجد نہایت عالیشان ہے۔ سطح زمین سے کافی اونچی ہے اور بہت وسیع و عریض ہے۔ صحن مسجد میں بڑ کا ایک درخت ہے۔ ساتھ ہی تالاب بھی ہے۔ مسجد میں جنوب کی طرف چار مزارات ہیں۔ مسجد نفاست میں بے مثال ہے۔ دو چھوٹے مینار اور تین نفیس ترین گنبد ہیں۔ مسجد سے پچھلی طرف دو بڑے بڑے اُونچے مینار ہیں۔ جو نہایت شکستہ حالت میں ہیں۔

وفات ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں ہوئی جو کہ احمد شاہ ابدالی کے پوتے زمان شاہ درانی شاہِ افغانستان کا عہدِ حکومت تھا۔ سہ حاکمان لاہور گوجر سنگھ۔ لہنا سنگھ اور سوبھا سنگھ شہر میں کھلے بندوں دندنا رہے تھے اور تمام مسلم آثار مساجد اور مقابر کو ویران کیا جا رہا تھا۔ گنج تاریخ میں تاریخ وصال ۱۲۱۳ھ درج ہے۔ مقبرہ موضع مزنگ میں ہی واقع ہے۔ موجودہ گنبد سردار علی بلوچ نمبردار مزنگ نے ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۸۵۸ء میں تعمیر کروایا تھا۔ اور اس نے اس کے نزدیک اور وسیع مسجد تعمیر کروائی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ مسجد کے چار مینار بنائے گا۔ مگر ابھی دو مینار ہی پائے تکمیل کو پہنچے تھے کہ اس کا وقت آخر آ پہنچا اور اس کی وفات ہو گئی

مقبرہ پرانا تیار کردہ ہے اور اس پہ چار چھوٹی چھوٹی گنبدیاں بھی ہیں اور باہر کی طرف دیواروں پر شیشے لگے ہوئے ہیں۔ رنگ و روغن بھی کیا گیا ہے۔ گنبد سبز رنگ کا ہے۔ میں نے آپ کی سوانح حیات کو ایک علیحدہ کتاب میں منضبط کیا ہے جس سے آپ کے حالات زندگی تفصیلاً مل سکتے ہیں۔

۱۹۲۔ حضرت شیخ عثمان قادری نوشاہیؒ

آپ شمشیر قلندر لاہوری کے مرید تھے اپنے پیر کے عاشق صادق۔ صاحب عبادت و ریاضت تھے۔ آپ کا نام شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲۔ موسوم بہ لطائف الاخیار قلمی میں خلفائے حضرت شمشیرؒ کے تحت درج ہے۔ آپ سانڈہ میں رہائش رکھتے تھے۔

وفات آپ کی تقریباً ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء کے حدود میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۹۳۔ حضرت حافظ محمد حیات قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شاہ میر قلندر خلیفہ پیر سچیار قادری نوشاہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ مقبول درگاہ الٰہی سلسلہ نوشاہی کے درویشوں میں خاص مقام کے مالک تھے۔ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ تلاوتِ کلامِ پاک سے خاص شغف تھا۔ آپ کا نام شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ لطائف الاخیار قلمی میں حضرت شمشیر قلندر کے احباب گرامی میں درج ہے۔

وفات تقریباً ۱۲۱۴ھ مطابق ۱۷۹۹ء میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۹۴۔ حضرت شیخ دولہو لاہوریؒ

حضرت شاہ میر قلندر لاہوری کے محبوب مریدوں میں سے تھے۔ آپ اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ حضرت شیخ محمد فاضل لاہوری کی مجلس میں جاتے تھے۔ آپ چونکہ عالم شباب میں تھے اور نہایت عمدہ لباس پہنتے تھے یعنی دولہا والے کپڑوں میں ملبوس مجلس میں قریب بیٹھے تھے۔ قلندر صاحب نے نظر کی تو ان کو آپ بہت پسند آئے۔ انہوں نے آپ کو اپنے سامنے بلایا اور پوچھا اے بیٹے کسی درویش سے نسبت قائم کی ہے آپ نے عرض کی کہ ایک درویش کے پاس جاتا رہتا ہوں لیکن اس نے ابھی تک

رہبری دستگیری نہیں کی۔ قلندر صاحب نے فرمایا۔ اس نے تجھ پر نگاہ تو کی ہے لیکن تم اپنی کم استعداد سے متاثر نہیں ہوسے چنانچہ آپ نے بیعت کی اور مراتب کو پہنچے۔ (شریف التواریخ جلد ۲ حصہ ۲ موسوم بہ معارف الابرار قلمی) وفات تقریباً ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۰ء میں ہے۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۹۵۔ حضرت شیخ سُلطان قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شاہ میر قلندر قادری نوشاہی لاہور کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ اپنے مشائخ سلسلہ سے بڑی عقیدت رکھتے۔ صاحب کمال اور اہل فضائل تھے۔ آپ کا اسم شریف۔ کتاب شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ لطائفُ الاخبار میں حضرت شہیر قلندر کے خلیفوں میں درج ہے۔

وفات تقریباً ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۰ء میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۹۶۔ حضرت شیخ خوشی محمد قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شہیر قلندر خلیفہ حضرت سچیار صاحبؒ کے مرید و خلیفہ تھے آپ پر مشرب توحید غالب تھا اپنے اقران میں فائق تھے۔ آپ کا نام شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ لطائف الاخبار قلمی میں حضرت شہیر قلندر خلفا کے با اختصاص میں درج ہے۔

وفات تقریباً ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۱ء میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۹۷۔ حضرت شیخ مُصطفٰے قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شاہ میر قلندر کے مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب باطن۔ کشادہ مزاج۔ سیف اللسان تھے۔ بزرگان وقت سے آپ محبت رکھتے۔ آپ کا اسم گرامی سید شرافت نوشاہی نے شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ لطائف الاخبار قلمی حضرت شہیر قلندر کے خلیفوں میں تحریر کیا ہے۔

وفات تقریباً ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۸۰۳ء میں ہے۔ مزار لاہور میں ہے۔

۱۹۸۔ حضرت سیّد عادل شاہ المشہور بہ نتھو گیلانیؒ

آپ سید فاضل شاہ متوکل بن حاجی محمد ہاشم گیلانی کے صاحبزادے تھے۔ ولادت آپ کی

سنہ ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۶۹۹ء ہے۔ عمر ۱۱۰ سال کی پائی۔ آپ بڑے صاحب کمال عالم عامل کامل زاہد اور عابد ہوتے ہیں۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ ایک دفعہ شاہ دہلی لاہور آیا تو وہ برہنہ پا آپ کی زیارت کے واسطے آیا تھا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ نے بیعت اپنے والد مکرم سے کی تھی۔
وفات سنہ ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں ہوئی۔ اس وقت پنجاب پر رنجیت سنگھ حکمران تھا۔

۱۹۹۔ حضرت سید شادی شاہ قادریؒ

اوائل میں آپ موضع کھوال ضلع گجرات میں مقیم تھے پھر حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری کے مزار اقدس پر چلہ کشی کے لاہور آئے تو یہاں ہی کے ہو کر رہ گئے۔ آپ بے نظیر فقیر تارک الدنیا اور نمونہ اخلاق محمدی تھا۔ لاہور میں آپ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا تو ہزارہا لوگ آپؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ آپ سادات گیلانی قادریہ سلسلہ کے فقیر تھے۔ راجہ دینا ناتھ آپ کا بے حد معتقد تھا۔ اس نے مقبرہ و متعلقہ عمارات بنوائی تھیں۔

وفات سنہ ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء میں ہوئی جو کہ رنجیت سنگھ کا عہد اقتدار تھا۔ رائے بہادر کنہیا لال نے آپ کی تاریخ وفات سنہ ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء تحریر کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ مقبرہ لاہور سے بہ جانب غرب باغ دیوان چند کے پاس پختہ عمارت کا بنا ہوا ہے۔ مقبرہ کے ساتھ ایک دالان معہ بالاخانہ بھی تعمیر ہوا۔ مقبرہ کے شرقی و غربی دو دروازے ہیں۔ وسط میں سعدی شاہ کی قبر پختہ بنی ہے۔

۲۰۰۔ حضرت شیخ عثمان قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شاہ میر قلندر لاہوری کے فرزند ارجمند اور مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی ولادت اور تربیت لاہور میں ہوئی۔ والد صاحب نے آپ کو قصور میں بھیج دیا۔ وہاں لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے دو بیٹے تھے (۱) شیخ برہان الدین قصوری (۲) شیخ پیر کمال لاہوری مصنف کتاب تحائف قدسیہ۔ وفات سنہ ۱۲۲۴ھ مطابق ۱۸۰۹ء میں ہوئی۔ مزار اقدس لاہور میں ہے۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۳ موسوم بہ معارف الابرار قلمی)۔

۲۰۱- حضرت شاہ سردار قادریؒ

آپ کے والدین کابل میں سکونت رکھتے تھے۔ وہاں ہی پیدا ہوئے۔ جب بالغ ہوئے تو ماں باپ نے شادی کرنی چاہی۔ نکاح میں دو روز باقی تھے کہ بے اختیار جذب حقیقی کے تحت گھوڑے پر سوار ہو کر کابل سے پشاور چلے آئے اور وہاں سے لاہور چلے آئے اور موضع بابک وال میں حضرت جان محمد قادری کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور ان سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کر لی۔ بڑے زاہد۔ عابد۔ عالم۔ فاضل اور شریعتِ محمدیہ کے مد کھوالے تھے۔ ریاضت۔ مجاہدہ اور زہد و تقویٰ میں لاثانی تھے۔ روزانہ بابک وال سے گندم سر پہ اٹھا کر شاہدرہ منڈی میں لاتے۔ اس کو بیچتے۔ اس سے اپنا گزارا چلاتے اور جو بچتا وہ خانقاہ کے درویشوں اور غریب طالب علموں پر خرچ کر دیتے۔ آپ اکثر اوقات شاہدرہ میں ہی رہتے۔

ایک دفعہ سید قطب الدین بن سید صدرالدین گیلانی مقیم شاہی حجرہ جب شاہدرہ تشریف لائے تو آپ سے بھی ملاقات ہوئی چنانچہ سید صاحب آپ کے خیالات اور کمالات سے بہت متاثر ہوئے۔

بمطابق گنج تاریخ وفات ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء ہے جو کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا عہد تھا مزارِ اقدس بابک وال میں ہے جو لاہور کے نواحی علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔

۲۰۲- حضرت سید علی شاہ قادریؒ

آپ ۱۲۱۷ھ مطابق ۱۸۰۲ء میں احمد آباد دکن سے لاہور تشریف لائے اور دریائے راوی کے کنارے بیلے میں قیام کیا اور اس طرح آپ نے خلقتِ خدا کی خدمت کرنی شروع کی آپ گیلانی سادات میں سے تھے۔ شجرہ طریقت حضرت غوث الاعظم تک اس طرح پہنچتا ہے۔

سید علیؒ مرید پیر غازیؒ کے وہ مرید شاہ اعظمؒ کے وہ شاہ اکرمؒ کے وہ شاہ خلیلؒ کے وہ شاہ فتاحؒ کے وہ شاہ مصطفیٰؒ کے وہ شاہ میاں جیؒ کے وہ سید پیرؒ کے وہ شاہ کرم علیؒ کے وہ شاہ مسعودؒ کے وہ شیخ نور محمدؒ کے وہ شیخ احمد کے وہ شیخ صوفی کے وہ شیخ رحمت اللہ کے وہ شیخ فضل اللہ

فضل اللہؒ کے وہ سید عبدالوہابؒ کے اور وہ حضرت غوث الاعظمؒ کے مرید و خلیفہ و فرزند تھے۔
آپ نے رنجیت سنگھ کا زمانہ پایا۔ رنجیت سنگھ آپ کا بے انتہا معتقد تھا۔
ایک دفعہ دریا میں اتنا سیلاب آیا کہ پانی شہر لاہور کی فصیل تک پہنچ گیا اور آپ کی خانقاہ گر گئی۔ رنجیت سنگھ نے آپ کو لاہور لانے کے لئے کشتی بھیجی تاکہ آپ غرقابی کے صدمے سے محفوظ رہیں مگر آپ نے اس کو منظور نہ کیا اور فرمایا کہ خدا میرا حافظ و ناصر ہے۔
جھنگی چراغ شاہؒ : سید علی شاہ کے مرید چراغ شاہ نے یہاں بہت سے درخت لگائے اور مکان کو خوب رونق دی۔ تبھی سے یہ مکان جھنگی چراغ شاہ کے نام سے موسوم ہوا۔ سید علی شاہ کی وفات کے بعد چراغ شاہ یہاں کا سجادہ نشین بنا۔ چراغ شاہ ۱۸۳۹ء میں فوت ہو کر یہاں مدفون ہوئے۔

وفات ۱۲۲۷ھ مطابق ۱۸۱۲ء میں ہوئی جو کہ رنجیت سنگھ کا زمانہ حکومت تھا۔ مزار اقدس منٹو پارک (اقبال پارک) بالمقابل شاہی قلعہ لاہور میں جھنگی چراغ شاہ میں واقع ہے اس کے نزدیک ہی مسلم ہیلتھ کلب ہے چار دیواری کے اندر ایک عالیشان مسجد ہے اور مسجد سے جنوب میں ایک احاطہ میں آپ کا مرقد مقدس ہے اس کے علاوہ چار اور مزارات ہیں (۱) سید علی شاہ قادریؒ (۲) چراغ شاہ قادری۔ (۳) برادر خیر شاہ (۴) خیر شاہ خادم سید علی شاہؒ۔
چار دیواری سے باہر بھی بہت سی قبور ہیں۔ درخت بھی یہاں بے شمار ہیں۔

۲۰۳۔ حضرت شیخ فیض بخش قریشی قادریؒ

آپ حضرت عبداللہ شاہ بلوچ قادری مرنگوی کے خلیفہ اعظم تھے۔ نہایت بزرگ اور سالک راہ محبت تھے۔ آپ کی نسبت آبائی چند واسطوں سے مفتی کمال الدین سہروردی سے اس طرح ملتی ہے شیخ فیض بخش بن شیخ اعظم بن شیخ مفتی محمد اکرم بن مفتی محمد مکرم بن شیخ محمد اکبر بن مولانا مفتی کمال الدین قریشی لاہوری۔
آپ حضرت عبداللہ شاہؒ کے خاص الخاص خادم تھے اور رات دن ان کی خدمت میں حاضر رہتے۔ نہایت عالم۔ عامل اور فقیر کامل بزرگ تھے۔

مزار اقدس روضہ حضرت عبداللہ شاہ قادری مزنگ کے قریب واقع ہے۔

۲۰۴۔ حضرت شیخ محمد عزیز اللہ قادریؒ

آپ حضرت شاہ شرفؒ قادری شطاری لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی قبر کے ساتھ ہی حضرت شاہ شرف لاہوری اور محمد فاضل قادری لاہوری کی بھی قبور ہیں۔ لاہور میں ان کا مدرسہ یادگار زمانہ تھا جہاں بے شمار طالبانِ دین حق علوم ظاہری و باطنی سے سرفراز ہوا کرتے تھے۔

وفات ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۴ء میں ہوئی جو کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا عہدِ حکومت تھا۔
مزار اقدس مزنگ روڈ پہ نزد دفتر سیکنڈری بورڈ واقع ہے اس گلی کے سامنے موتی مسجد واقع ہے۔

۲۰۵۔ حضرت سید اسماعیل شاہ قادریؒ

سید اسماعیل شاہ بن سید غلام شاہ بن سید عبداللہ بن سید عبدالقادر بن سید عبدالوہاب بن سید عبدالرزاق بن سید عبدالخالق بھاکری تھے۔ سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ عارفِ کامل اور متشرع بزرگ تھے۔

وفات ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۸۱۵ء میں بعہدِ رنجیت سنگھ ہوئی۔ مزار اقدس اندرون چار دیواری حضرت جان محمد حضوریؒ واقع ہے جو کہ مین بازار گڑھی شاہو کے بالمقابل ہے۔

۲۰۶۔ حضرت امام غلام محمد قادریؒ المشہور امام گاموں

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حافظ محمد صدیق تھا اور آپ کے اباؤ اجداد چند پشت سے مسجد وزیر خاں کی امامت پہ فائز تھے۔ آپ نے مغلیہ خاندان کے بادشاہ محمد اکبر ثانی کا عہد پایا۔ امام محمد صدیق لاہوری کے جلیل القدر عالم اور مسجد وزیر خاں کے بے نظیر امام تھے احمد شاہ ابدالی آپ کے علم و فضل کا بے حد معترف تھا۔

شادی، آپ کی شادی مسماۃ خیر النساء دختر حنیف شاہ بن معصوم شاہ منبردار بن جعفر شاہ بن مہدی شاہ

بن محمد شریف خواہرزادہ حضرت میاں میرؒ بالا پیر سے ہوئی تھی۔

آپ فاضل اجل اور واعظ سحر بیان تھے۔ طریقت میں عبداللہ شاہ بلوچ قادری کے مرید تھے رائے بہادر کنہیا لال لکھتا ہے کہ یہ صاحب مسجد کا امام۔ عالم فاضل سلسلہ قادریہ کے فقیر تھے۔ مہاراجہ آپ کی بے حد عزت کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسجد وزیر خاں آپ کی وجہ سے سکھ گردی سے محفوظ رہی وگرنہ اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو بادشاہی مسجد، سنہری مسجد اور دیگر شاہی عمارات کا ہوا تھا۔ قرآن مجید کی کتابت آپ کا پیشہ تھا۔ اس میں سے جو کچھ بچتا فقراء اور درویشوں پر خرچ کرتے۔ آپ شاعر بھی تھے ان کے عاشقانہ ابیات زبان زد خلق رہے ہیں۔ گنج مخفی نام ایک کتاب منظوم تصوف کے علم پر ان کی یادگار ہے آپ کی دوسری تالیف شمس التوحید فارسی میں ہے۔ پنجابی میں عارفانہ کلام بھی ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیے۔ ؎

ابن غریب ابن حافظ صدیق
از دل و جان غلام ایں ہر چار

سنی و قادری و حنفی آم
از روافض خوارجی بے زار

ہم ابابکر و عمر و عثمان نیز
چارم آں شاہ حیدر کرار

گر تو پرسی کہ اسم جسم چیست
تو غلام محمدم پندار

در تخلص غریب پنداری
گر بخوانی تو نظم من اے یار

بہ حقیقت اگر نظر بہ کنی
نہ تخلص نہ اسم و جسم شمار

ان کے بعد امام اللہ بخش پسر حافظ غلام محمد مسجد وزیر خاں کے امام ہوئے جن کی وفات ۱۸۶۱ء میں ہوئی۔ پھر ان کے بعد ان کے پسر امام محمدؐ امام ہوئے۔ امام اللہ بخش کی وفات ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں ہوئی۔

وفات ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۸۲۶ء میں بعہد رنجیت سنگھ ہوئی۔ مقبرہ مسجد وزیر خاں کے پاس موجود ہے جہاں مغلیہ عہد کا بنا ہوا آسمانی چاہ موجود تھا۔ انگریزی عہد میں کسی ارادتمند نے اس مزار پر پختہ گنبد بنوا دیا۔

۲۰۷ - حضرت سیّد غلام محی الدّین قادریؒ

آپ حضرت سیّد جان محمد حضوریؒ کی اولاد سے تھے۔ پیر روشن ضمیر تھے۔ وفات ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۷ء بعہد رنجیت سنگھ ہوئی۔ مزار اقدس اندرون احاطہ حضرت جان محمد حضوریؒ واقع ہے جو کہ علامہ اقبال روڈ پر واقع ہے۔

۲۰۸ - حضرت شاہ غلام نبی قادریؒ

اسم گرامی حضرت شاہ غلام نبیؒ بن محمودؒ بن محمد عظیم قادریؒ ہے اپنے والد ماجد کے خلیفہ ہیں اور حجرہ شاہ مقیم کی اولاد سے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے مرید شیخ عمر دین کے ساتھ حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کے عرس میں شامل ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت دریائے راوی بہت طغیانی پر تھا اور کشتی بھی نہ چل سکتی تھی۔ مرید نے خدشہ ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ؕ اللہ تعالیٰ بیشک ہمارے ساتھ ہے۔ پس آپ نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر دریا میں قدم ڈال دیا اور عمر دین سے کہا کہ تم بس قدم بہ قدم میرے پیچھے آجاؤ۔ چنانچہ اس نے آپ کی تقلید کی اور وہ دونوں دریا پار کرکے حضرت داتا صاحب کے مرقدِ منور تک پہنچ گئے۔

وفات ۱۲۴۷ھ مطابق ۱۸۳۱ء ہے جو کہ رنجیت سنگھ کی سکھ گردی کا زمانہ تھا۔ مزار اقدس بیگم کوٹ میں واقع ہے۔

۲۰۹ - حضرت سیّد حامد شاہ قادریؒ

یہ بزرگ حضرت سیّد جان محمد حضوری لاہوریؒ کی اولاد سے تھے۔ بڑے صاحب کمال بزرگ گزرے ہیں جن سے لوگ آپ کے مُرید تھے۔

وفات ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء میں ہوئی۔ یہ عہدِ رنجیت سنگھ ہے۔ مزار اقدس اندرون چار دیواری حضرت جان محمد حضوریؒ واقع ہے جو علامہ اقبال روڈ پر واقع ہے۔

۲۱۰- حضرت سید قطب الدین قادریؒ

آپ قطب الانام سید صدر الدین کے فرزندِ رشید تھے۔ دادا کا اسم گرامی سید عبدالرزاق تھا آپ کے والد اور دادا لاہور میں رہتے تھے آپ سن ۱۱۸۰ھ مطابق سن ۱۷۶۶ء میں پیدا ہوئے۔ نہایت صاحب علم و حلم جود و سخا اور اپنے عہد کے اولیاء کے سردار تھے آپ میں بے پناہ جذب و استغراق تھا اور دنیائے ناپائیدار سے سخت متنفر تھے۔ آپ کی بے شمار کرامات تھیں جو کہ آپ سے سرزد ہوئیں۔ وفات ۶ جمادی الآخر سن ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۰ اکتوبر سن ۱۸۳۴ء عہدِ رنجیت سنگھ میں ہوئی۔ مزار پہلے بیگم کوٹ لاہور میں بنا پھر سید مدد علی شاہ آپ کی لاش بمقام حجرہ لے گئے اور وہاں دفن کیا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا یہ عہد تھا اور سکھ گردی اپنے پورے عروج پہ تھی۔

۲۱۱- حضرت فقیر غلام محی الدین قادری نوشاہیؒ

آپ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ میں شاہ امانت کے مرید تھے وہ شاہ عبدالغفور جالندھری کے اور وہ مرید و خلیفہ حضرت حافظ قائم الدین برقنداز نوشاہی پاک پتنی کے تھے۔ والد ماجد کا نام غلام شاہ تھا۔ آپ چونیاں سے لاہور تشریف لائے تھے۔ تین فرزند تھے (۱) حکیم فقیر عزیز الدین آزاد (۲) فقیر امام الدین (۳) حکیم فقیر نور الدین منور۔ ساری اولاد نہایت ذہین و فطین تھی۔ پیر مراد شاہ لاہوری نے ایک منظوم خط اپنے چھوٹے بھائی پیر فرح بخش فرحت مولف "اذکارِ قلندری" کو لکھا تھا جس میں آپ کا تعارف ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

افتخارِ دوستانِ بے ریا — آں غلام شاہ محی الدین ما
عارف باللہ حکیم حاذقے — دوستے در دوستی ہا صادقے
ہم سرش نہ بود کسے در ہم سراں — مثل نوشاہی نسبت او را درجہاں
میرساند ہم سلام و ہم دعا — می کند بہر تو ہر صبح و مسا
می رساند ہم عزیز الدین سلام — لیں عزیز است از عزیزاں تمام
ہم امام الدین و نور الدین دگر — نیز صدر الدین فرخندہ سیر

بندگی ہا می رساند از نیاز — یا الٰہی عمر شاں بادا دراز

یہ خط اس زمانہ کا ہے جب کہ آپ کے صاحبزادے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وہاں وزیر نہیں تھے اور بازار حکیماں کا نام بھی بازار حکیماں نہ تھا۔ آپ نے لاہور آتے ہی بڑے بڑے امرا اور رؤسائے لاہور سے تعلقات استوار کر لئے تھے مگر جب آپ نے اپنے آپ کو فقیر امانت شاہ قادری نوشاہی سے وابستہ کر لیا تو گوشہ نشین ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور اپنے نام کے ساتھ لفظ فقیر زائد کر لیا اور آج تک یہ اعزاز آپ کی اولاد کے ناموں کے ساتھ منسلک ہے۔

وفات آپ کی ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۵ء میں ہوئی۔ مزار اقدس کوچہ فقیر خانہ اندرون بھاٹی دروازہ واقع ہے۔ ایک چار دیواری کے اندر بڑے بڑے کمرے ہیں۔ ایک کمرے کے دروازے پر ایک پتھر نصب ہے جس پر یہ کندہ ہے۔ "مزار حضرت فقیر الی اللہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب بخاری قادری نوشاہی الملقب بہ نوشاہ ثانی نور اللہ مرقدہٗ" ناصب سنگ کا نام میجر سید مغیث الدین تحریر ہے۔

۲۱۲۔ حضرت بابا نمانے شاہ قادری نوشاہی

حضرت نمانے شاہ نوشاہی کے مرشد جمعہ شاہ تھے جن کا مزار اچھرہ میں پیر غازی روڈ پر واقع ہے اور تکیہ لہری شاہ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور نمانے شاہ کا خادم و مرید چراغ شاہ عرف بھاگے شاہ نوشاہی اچھرے والے تھے۔

تکیہ کبابیاں، کسی زمانہ میں جب کہ یہ بزرگ یہاں اقامت پذیر تھے تو اس علاقہ کو تکیہ کبابیاں کہا جاتا تھا حضرت پاک رحمان قادری نوشاہی جب لاہور آئے تو آپ باگھے شاہ (چراغ شاہ۔ اچھرہ) ان کو لے کر یہاں آئے تھے۔

وفات آپ کی ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء میں ہوئی۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۷ موسوم بہ مناہج الاثار قلمی)

آپ کا مزار اقدس گڑھی شاہو میں میو گارڈنز کے ساتھ واقع ہے ایک اونچے پختہ چبوترے

پر آپ کا مقبرہ ہے۔ چاروں اطراف پر برجیاں ہیں۔ درمیان میں گنبد ہے۔ ساتھ ہی ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس میں یہاں کئی سال میرے منجھلے فرزند عزیزی حافظ افتخار احمد نے رمضان المبارک میں نمازِ تراویح میں قرآن پاک سنایا تھا۔ مقبرہ کے ساتھ ہی قبرستان بھی ہے اردگرد گوجر اپنے مویشی باندھتے ہیں۔ اور سکھار لوگ برتن بناتے ہیں۔ اب محکمہ اوقاف کا اس پر قبضہ ہے۔ مقبرہ بھاگے شاہ نوشاہی نے بنوایا تھا جس کا مقبرہ اچھرہ پیر غازی روڈ پر واقع ہے۔

۲۱۳۔ حضرت شیخ لدھے شاہ موئینہ ساز قادریؒ

آپ نہایت زاہد، عابد، متقی، خدا ترس اور صاحب علم وفضل بزرگ تھے اور ہنگی سازی (گھوڑے کے بالوں سے چھلنی بنانا) سے رزق حلال کماتے تھے۔ ایک چھلنی باہر دیوار کے ساتھ بطورِ نشان لٹکائے رکھتے۔ گاہک کنڈی کھڑکا کر آپ کو مطلع کرتا تو آپ دروازے سے اوپر کے دریچے سے سر باہر نکال کر اسے مال دے دیتے اور قیمت وصول کر لیتے۔ اس فروخت سے آپ تیسرا حصہ اپنے تصرف میں لاتے اور باقی دو تہائی راہِ خدا میں صرف کر دیتے۔ حاجت مند کو قرض دینے میں انتہائی فراخدلی سے کام لیتے۔ آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں مگر آپ نے حتی الوسع ان کو ظاہر نہیں ہونے دیا اور دُنیا سے کنارہ کشی ہی کرتے رہے۔ جب آپ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو فرمایا کہ مجھے ایک طرف حضرت داتا گنج بخش اپنی طرف بلاتے ہیں اور دوسری طرف سید محمد غوث گیلانی قادری بلاتے ہیں۔ مگر مجھے حضرت قادری سے دلبستگی ہے اس لئے مجھے از وفات وہاں ہی دفن کرنا۔

وفات ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء میں ہوئی۔ حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ کے مزار بیرون دہلی دروازہ کی چار دیواری کے اندر مدفون ہیں۔ رنجیت سنگھ کا دورِ حکومت تھا۔

۲۱۴۔ حضرت پیر کمال شاہ قادری نوشاہیؒ

سید شریف احمد شرافت نوشاہی قادری نے بتایا ہے کہ آپ قادری نوشاہی تھے حالانکہ میں نے اپنی تالیف "لاہور کے اولیائے چشت" میں آپ کا ذکر کیا ہے کہ آپ کو چشتی بزرگ کہا

گیا ہے۔ وفات ۱۲۵۹ھ مطابق ۱۸۴۳ء میں ہوئی جبکہ مہاراجہ شیر سنگھ حاکم پنجاب تھا۔ محکمہ اوقاف کے زیرِ انتظام ہے۔ مزار بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور میں واقع ہے آپ کی درگاہ پر یہ تحریر ہے درگاہ سخی کمال شاہ بخاری۔ احاطہ کافی وسیع و عریض ہے۔ بے شمار درخت ہیں پیپل کے بھی بڑے بڑے درخت ہیں۔ کیلوں کے پودے بھی موجود ہیں۔ احاطہ میں رنگائی کرنے والوں کا بھی وسیع کاروبار ہے۔ ساتھ ہی مسجد ہے۔ رہائش بھی ہے۔ روضہ کے اِرد گرد چار دیواری ہے۔ اس جگہ پر ورزش کے لئے اکھاڑا بھی ہے۔ روضہ چار دیواری سے باہر بھی قبور ہیں جن میں سے ایک سائیں لالو کی بھی قبر ہے۔

۲۱۵۔ حضرت فقیر عزیز الدین قادری نوشاہیؒ

آپ مرید و خلیفہ فقیر فضل دین گوندلانوالہ کے تھے جو حضرت شاہ امانت قادری نوشاہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ والد ماجد کا اسمِ گرامی حکیم فقیر غلام محی الدین شاہ تھا۔ آپ نے مروجہ علوم کی تکمیل کے بعد علمِ طب حکیم لالہ حاکم رائے لاہوری سے حاصل کی اور پھر خیر پور جا کر حکیم محمد یار سے طب کے علاوہ دیگر علوم بھی حاصِل کئے۔ ڈاکٹر مارٹن سے دوا سازی اور کیمیاگری سیکھی۔ ۱۲۱۴ھ مطابق ۱۷۹۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں ایک معالج کی حیثیت سے پہنچے اور اپنی خداداد علمیت اور قابلیت سے مہاراجہ کے دِل میں اس قدر گھر کر لیا کہ وہ آپ کا معتقد ہوا اور پھر آپ کو وزیرِ خارجہ بنا دیا۔ آپ کی سیاسی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ بڑے باذوق۔ سخن شناس اور سخن ور تھے۔ اس زمانے کے لاہور کے تمام علماء و فضلا اور مشائخ سے نہایت اعلیٰ مراسم تھے۔ حضرت قلندر شاہ سہروردی پیر مراد شاہ اور پیر سکندر شاہ سہروردی لاہوری سے آپ کی منظوم خط و کتابت تھی۔ آپ کا تخلص آزادؔ تھا۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں۔

چوں سایۂ درخت ندارد جہاں قرار — اے دل اگر نگاہ نمائی بہ اعتبار

در عالمِ خیال ترا اضطرار چیست — در کار ہائے خویش نداری چو اختیار

بگذار کارِ خود بہ خداوند کارِ خویش — خود را بہ بر پروانہ خودہم زدل بہار

فقیر عزیز الدین کو حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی اولاد میں سے سید حافظ نور اللہ فرشتہ صفات

۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۴ء کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ رہتا تھا چنانچہ فقیر صاحب کا ایک مکتوب شریف التواریخ جلد سوم حصہ ششم موسوم بہ صحائف الاسرار میں درج ہے۔

فقیر عزیز الدین کے چھ بیٹے تھے (۱) نادر الدین (۲) فضل الدین (۳) شاہ دین (۴) چراغ دین (۵) جمال دین (۶) رکن دین۔ ان سب میں سے چراغ دین صاحب اولاد ہوئے۔ ان کے پانچ بیٹے تھے۔ (۱) سراج دین (۲) شہسوار دین (۳) شہ نواز دین (۴) نجیب الدین (۵) حسین الدین۔ ان میں سے سراج دین صاحب اولاد ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے (۱) فیروز دین (۲) سلطان الدین فیروز الدین ریاست بہاول پور میں وزیر اعظم تھا اور وہاں ہی قتل ہوئے۔

وفات ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء میں ہوئی۔ مزار کوچہ فقیر خانہ اندرون بھاٹی دروازہ میں واقع ہے۔ جب رنجیت سنگھ کے حکم سے شہر لاہور کے گرد پختہ خندق بننے لگی تو بھاٹی دروازے کے باہر حضرت شاہ شرفؒ کا مقبرہ بھی گرا دیا گیا چنانچہ آپ کی لاش کا صندوق نکلوا کر فقیر عزیز الدین کی معرفت احاطہ مزار حاجی محمد سعیدؒ میں بمقام دولا واشی (بنک اسکوائر نیلہ گنبد) میں دفن کر دیا گیا۔

۲۱۶۔ حضرت سید بڈھے شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ کریم شاہ قادری نوشاہی کے مرید تھے جو کہ فاضل شاہ کے خلیفہ و مرید تھے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلہ ارشاد و فقر لاہور میں کافی تھا۔ عہد انگریزی ہے۔ وفات آپ کی ۸، ذی الحجہ ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۷ء میں ہوئی۔ مزار تکیہ سردار شاہ نزد دربار داتا گنج بخش ہجویریؒ محلہ میں واقع ہے۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۵ موسوم بہ عوارف الانوار قلمی)

۲۱۷۔ حضرت فقیر امام الدین قادری نوشاہیؒ

آپ فقیر غلام محی الدین لاہوری کے فرزند ثانی تھے اور فقیر فضل دین ساکن گوندلانوالہ کے مرید تھے وہ مرزا شاہ امانت نوشاہی کے مرید و خلیفہ تھے آپ صاحب علم و فضل تھے۔ اظہر تخلص کیا کرتے تھے۔ کتاب چار باغ پنجاب میں آپ کی تعریف میں لکھا ہے۔ ” امام الدین

کہ در دین خود متین است۔" فقیر امام الدین کی اولاد میں سے تاج الدین اور اس سے معراج الدین اور اس سے جمیل الدین ہوئے۔ آپ کی وفات بعمر شاستہ سال ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۶ء میں ہوئی۔ مزار لاہور شہر میں کوچہ فقیر خانہ اندرون بھاٹی دروازہ میں واقع ہے۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۹ موسوم بہ صحائف الاسرار قلمی)۔

۲۱۵۔ حضرت سید صدیق شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت نوشاہ گنج بخشؒ کی اولاد سے تھے۔ والد کا نام نامی سید محبوب شاہ تھا بن سید ابن علینی بن سید رحمت اللہ عارف بن سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق بن حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ۔ آپ کا سلسلہ مریدین کافی تھا خصوصاً علاقہ ملتان اور لاہور میں۔ آپ نے اندرون موچی دروازہ ایک قطعہ زمین ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۷ء میں خرید کر اپنا مکان بنایا اور ساری عمر وہیں رہے۔ آپ کے دو صاحبزادے سید پیر شاہ اور سید امام شاہ تھے۔ (شریف التواریخ جلد ۳ موسوم بہ طبقات نوشاہیہ قلمی۔ طبقہ ۲۔ باب ۶)۔

وفات آپ کی تقریباً ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۲ء میں ہوئی۔ مزار اقدس رنگ محل لاہور میں ہے۔

۲۱۶۔ حضرت فقیر نور الدین منور قادری نوشاہیؒ

آپ فقیر فضل دین گوندلانوالہ کے مرید تھے جو حضرت شاہ امانت قادری نوشاہیؒ کے خلیفہ تھے۔ فقیر عزیز الدین وزیر خارجہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے برادر خورد تھے اس کے علاوہ مہاراجہ نے آپ کو اپنے ذاتی سرکاری دواخانہ کا انچارج بنا دیا تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر مارٹن سے انگریزی دوا سازی سیکھی تھی۔ شعر کہتے تھے۔ منور تخلص تھا۔ آپ کے متعلق صاحب گنج تاریخ و خزینۃ الاصفیاء یوں لکھتے ہیں۔ "از اعاظم امرائے لاہور مردے صاحب علم و حلم و سخاوت و تلطف و کرم بود، در علم طب ید بیضا داشت مہاراجہ رنجیت سنگھ او را بسیار محترم داشتے۔"
فقیر نور الدین اپنے والد فقیر غلام محی الدین نوشاہی کے بعد ان کے سجادۂ ہدایت پر بیٹھے اور خلیفہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ تبرکات بزرگان آپ کے پاس تھے چنانچہ حضرت نوشہ

گنج بخش کی کلاہ متبرک اور الفی آپ کے پاس تھی۔ (حجت نامہ ج ۲ ص ۲)

دریائے راوی کے کنارے حضرت بلاول قادری کا نہایت عالیشان گنبد تھا۔ جب عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ میں دریا کے سیلاب سے اس کی ایک دیوار گر گئی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فقیر نور الدین کو حکم دیا کہ شاہ بلاول کا صندوق قبر سے نکلوا کر کسی اور جگہ دفن کر دو چنانچہ فقیر نور الدین نے قبر کھدوائی۔ تابوت نکلوایا اور ہزار ہا مسلمانوں کو اس بندگ کی نعش کی زیارت کرائی جو دو سو سال قبل سے دفن تھا اور ویسے ہی پائی گئی چنانچہ اس تابوت کو باغ راجہ دینا ناتھ (سلطان پورہ روڈ) کے قریب ایک قبرستان میں دفنا دیا گیا۔ تین کتابیں۔ دیوان منور۔ تاریخ کوہ نور نیاز نامہ اہل بیت۔ آپ کی تصنیف میں فقیر خانہ میں موجود ہیں۔ فقیر نور الدین کے چار بیٹے تھے

۱۔ ظہور الدین جس کا بیٹا نوبہار دین جوانی میں فوت ہوا۔ ۲۔ شمس الدین آنریری مجسٹریٹ لاہور المتوفی ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء۔ ۳۔ قمر دین آنریری مجسٹریٹ۔ ۴۔ حفیظ الدین۔ فقیر شمس الدین کے تین بیٹے تھے (۱) برہان الدین اکسٹرا اسسٹنٹ (۲) زین العابدین وکیل۔ (۳) شہاب الدین۔ فقیر قمر الدین کے دو بیٹے تھے۔ (۱) مظفر الدین (۲) جلال الدین۔ فقیر حفیظ الدین کا بیٹا اقبال دین تھا۔ (شریف التواریخ جلد ۳۔ حصہ ۶ موسوم بہ صحائف الاسرار قلمی)۔

مزار بمقام لاہور کوچہ فقیر خانہ اندرون بھاٹی دروازہ میں واقع ہے۔ وفات ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۲ء میں ہوئی۔

۲۲۰۔ حضرت سید فضل شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ سید پور تحصیل ظفر وال ضلع سیالکوٹ کے باشندے تھے۔ سکھوں کے عہد میں لاہور آئے اور ایک مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ بعد ازاں عینک سازی شروع کی اس کے بعد جب شاہ رحمان قادری نوشاہی لاہور آئے تو ان سے بیعت کر لی۔

سلسلہ ارادت: فضل شاہ قادری نوشاہیؒ مرید رحمان شاہ کے وہ مرید محمد صدیق کے وہ مرید شاہ فرید لاہوری کے وہ مرید پیر محمد سچیارؒ قادری نوشاہی کے وہ مرید حاجی محمد نوشاہؒ گنج بخش کے

آپ سکھوں کی حکومت کے آخری ایام میں شہریان لاہور سے متعارف ہوئے۔ مہاراجہ

سکھ سردار اور ہندو اُمراء کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ سینکڑوں روپے نذر کرتے جو ان کا جواں سال فرزند بلند شاہ اٹھا کر لے جاتا۔ آپ مجذوب حالت میں رہتے اور گلی کوچوں میں لوگوں کو بسا اوقات گالیاں دیتے۔ راجہ دینا ناتھ فضل شاہؒ کا بہت زیادہ معتقد تھا۔ انہوں نے ان کے پاس ایک منشی جیون داس مقرر کر رکھا تھا وہ ان کی باتیں لکھ کر راجہ کو پیش کیا کرتا بلکہ اسی طرح جس طرح جہانگیر نے شاہ حسینؒ کی باتیں لکھنے کے لئے منشی بہار خاں کو مقرر کر رکھا تھا جس نے شاہ حسینؒ کی ڈائری بنام "بہاریہ" لکھی تھی۔ راجہ نے ان کے لئے ایک عالیشان مکان بھی بنوایا تھا جو شاہی قلعہ کے پاس میونسپل باغ میں واقع ہے راجہ مذکور اس کے بیٹے کو نقد و جنس اور ہزارہا روپیہ وقتاً فوقتاً دیتا رہتا تھا۔ راجہ دینا ناتھ تقریباً روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ نذرانہ پیش کرتا۔ آپ قبول نہ فرماتے۔ مجذوبانہ حالت میں راجہ کو گالیاں دیتے۔ پتھر مارتے مگر راجہ ناراض ہونے کی بجائے مجذوب کی کرم فرمائی تصور کرتا

وفات ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۴ء میں ہوئی۔ ہندوستان پر ان دنوں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت تھی۔ دہم ساون سمت ۱۹۱۰ بکرمی میں یہ بزرگ بوجہ مرض استسقا فوت ہوگیا۔ راجہ دینا ناتھ وغیرہ اُمرائے شہر ان کے جنازے پر حاضر ہوئے اور قیمتی دوشالے سب نے لاش پر ڈالے اور بڑے اعزاز سے دفن کیا۔ من بعد جب تک راجہ دینا ناتھ زندہ رہا سالانہ عرس ان کا بڑی دھوم دھام سے کرتا رہا۔ مزار بیرون مستی دروازہ لاہور میں میونسپل باغ میں واقع ہے۔ جہاں راجہ دینا ناتھ نے ان کی زندگی ہی میں جگہ بنوادی تھی۔ آپ کا مزار ایک چار دیواری میں واقع ہے جس پر یہ کتبہ ہے۔ آخری آرامگاہ سید فضل شاہ تاریخ وفات ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۳ء موجودہ مقبرہ جالی غوری ماربل سٹور والوں نے ۲۶۰۰ روپے کے خرچ سے تعمیر کرایا ہے۔ مسجد فقیر اعزاز الدین کی والدہ سعیدہ بیگم نے بنوائی ہے۔ اس کی تعمیر ۱۹۶۲ء میں ہوئی تھی۔ بیری کا درخت بھی احاطہ میں ہے۔ پہلا مزار راجہ دینا ناتھ نے بنوایا تھا۔

۲۲۱۔ حضرت محمد باقر قادریؒ المعروف چھٹانکی شاہ قادریؒ

آپ کا اصل نام محمد باقر تھا اور پیر چھٹانکی شاہ کے نام سے لاہور میں موسوم ہوئے۔

آپ کی بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ میں جعفر شاہ قادریؒ سے تھی۔ آپ کے مریدوں میں سید عنایت شاہ قادری بہت مشہور تھے جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے درباری حکیم تھے۔ مہاراجہ ان کا بے حد احترام کرتا تھا۔ حکیم صاحب نے اپنے پیرو مرشد کی تعریف و توصیف میں تین چھٹانکی نامے منظوم تصنیف کئے۔ دو اُردو اور ایک فارسی میں ہے۔ یہ چھٹانکی نامے و دیگر اوراد وظائف یکجا قلمی مجلا حکیم صاحب کی نواسی کے صاحبزادے سید واجد علی شاہ ایڈووکیٹ محلہ چلہ بیبیاں لاہور کے پاس محفوظ ہیں حکیم صاحب کی آخری آرامگاہ ان کی نشست گاہ واقع بازار چہیاراں مابین کوچہ حکیم عنایت شاہ موصوف و کوچہ رتا تیلیاں ہے۔ آپ کے مسقف مزار پر جو کتبہ نصب ہے۔ اس پر آپ کی تاریخ وفات ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۶۰ھ مطابق ۳ جنوری ۱۸۴۵ء بروز جمعہ تحریر ہے۔ آپ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ صرف ایک صاحبزادی تھی جن کے بطن سے حکیم سید مراتب علی شاہ اور حکیم سید نوازش علی شاہ میونسپل کمشنر لاہور تولد ہوئے۔ رائے بہادر کنہیا لال مصنف تاریخ لاہور نے لکھا ہے کہ نتھو شاہ حکیم عنایت شاہ کے اجداد میں سے تھے جن کی تصانیف تبصرۃ الاطبا اور مراۃ الشفا ہیں اور حکیم محمد شاہ۔ حکیم بہادر شاہ اور حکیم بزرگ شاہ۔ حکیم عنایت شاہ کے بھانجے ہیں۔

پیر چھٹانکی شاہ کا مزار مصری شاہ میں کوچہ پیر چھٹانکی میں اب تک مرجع خلائق ہے۔ آپ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے آخری حصے میں فوت ہوئے اور یہاں دفن ہوئے۔ مزار پر یہ کتبہ ہے۔ روضہ مبارک۔ جناب حضرت محمد باقر گنجینہ محبوب سبحانی المشہور پیر چھٹانکی شاہ صاحب قدس سرہ۔ پیشوا حضرت سید حکیم عنایت شاہ صاحب مرحوم و مغفور۔

مرقدِ سید محمد باقر اہل حق ولی — جو کہ تھے گنجینۂ محبوب سبحانی دلی
عرف میں سائیں چھٹانکی شاہ جن کا نام تھا — عہدِ رنجیتی کے آخر میں وصال انکا ہوا
اس مزار پاک کی تعمیر اب اخلاص سے — کی غلام درگہہ عالی محمد نام ہے
خادم درگاہ پاک و خاک بوس ہر ولی — بندہ شوکت علی یا نام علی

ساتھ ہی بڑ کا ایک قدیم درخت ہے جس کے ساتھ مسجد ہے اِرد گرد مکانات ہیں۔

۲۲۲۔ حضرت بابا ولی شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ قوم افغان سے تھے۔ اصلی وطن موضع کرتو ضلع گوجرانوالہ تھا۔ بابا چھوٹے شاہ مجذوب لاہوری کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ آپ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے قابل بزرگ ہوئے ہیں جو لاہور میں اس سلسلہ کی اشاعت کا کام کرتے ہیں۔ اپنے پیر کے مزار پہ سجادہ نشین ہوئے۔ دو کوٹھے مسافروں کے واسطے اور ایک مسجد بطور چبوترہ بنائی۔ آپ کی وفات انگریزوں کی حکومت کے ابتدائی سالوں میں ہوئی (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ دہم موسوم بہ عمائد الادوار قلمی)

مزار تکیہ بطقاں والا لاہوری اور موری دروازہ کے درمیان نزد گودام آبکاری قدیم موجود ہے

۲۲۳۔ حضرت پیر سید محمد شاہ گیلانیؒ

ولادت باسعادت ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں بمقام رائے سر علاقہ ریاست پٹیالہ میں ہوئی وہاں ہی ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ والد ماجد کا نام حاجی سید غلام محی الدین گیلانی تھا سلسلہ نسبی ۱۹ واسطوں سے حضرت غوث الاعظمؒ تک جاتا ہے اور والدہ کی طرف سے سید عادل گیلانی اپنے نانا سے بھی ۱۹ واسطوں سے آنحضور تک جا ملتا ہے۔ خرقہ خلافت سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے حقیقی نانا سید میر عادل گیلانی سے حاصل کیا۔ نہایت عارف کامل بزرگ گزرے ہیں۔ مزار اقدس تکیہ اِملی والا میں ہے۔ وفات ۷ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء ہے۔ آپ کا روضہ مبارک کا سنگ بنیاد حضرت سید علی نقی گیلانی نے ۱۹۱۹ء میں رکھا تھا جس کے ساتھ ایک شاندار مسجد، لنگر خانہ کی بھی تجویز تھی مگر مکمل نہ ہو سکی۔

۲۲۴۔ حضرت سید بلند شاہؒ قادری نوشاہی

فرزند سید فضل شاہ مجذوب قادری نوشاہی تھے۔ شمس العلماء سید محمد لطیف نے لکھا ہے کہ سید فضل شاہ مجذوب اصل میں موضع سید پور۔ تحصیل ظفروال ضلع سیالکوٹ کا باشندہ تھا۔ جو لاہور آ کر مقیم ہوا۔ لکھا ہے کہ جب راجہ دینا ناتھ اس کے باپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آتا اور

ہزاروں روپے نذرانہ پیش کرتا تو بلند شاہ یہ روپے لے لیتا۔ پھر اس کی سواری کے لئے عمدہ عمدہ گھوڑے اور پہننے کو عمدہ عمدہ قیمتی پوشاکیں اور دوہرے دوہرے طلائی کڑے وکنٹھ و مالا سے مروارید وغیرہ موجود و حاضر کرتے۔ راجہ دینا ناتھ کی وفات کے بعد بلند شاہ تلاشش اور مفلس ہو کر فوت ہوئے۔ ان کی صرف ایک لڑکی تھی جس کا نام نادرہ بیگم تھا۔ اس کا شوہر حافظ محمد عمر دراز بھی یہاں ہی رہائش پذیر تھا۔ حویلیاں اور مکانات جتنے تھے سب بلند شاہ فروخت کر کے مر گیا تحقیقات چشتی کے مطابق احاطہ فضل شاہ مجذوب میں یہ قبور بھی تھیں۔ (۱) بھاگ علی فقیر سیلانی (۲) سید وسن شاہ۔ (۳) سید گوگل شاہ سیلانی: (۴) محمد بخش درویش سیلانی۔ (۵) لال شاہ پسر بلند شاہ نبیرہ سائیں فضل شاہ۔ (۶) جانی شاہ سجادہ نشین اول۔ (۷) گلو شاہ سجادہ نشین دوم فرزند جانی شاہ وغیرہ۔

وفات ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں ہوئی۔ ملکہ وکٹوریہ ان دنوں ہندوستان پر حکومت کر رہی تھی۔ مزار بیرون مستی دروازہ کمپنی کے باغ میں لاہور میں واقع ہے جہاں آپ کے باپ فضل شاہ نوشاہی قادری کا مزار ایک چار دیواری میں واقع ہے۔ قبر کی شمالی طرف سنگ مرمر کی تختی پر یہ عبارت لکھی ہے۔ "تاریخ وفات سیادت پناہ سید بلند شاہ غفر اللہ لہ"

سہ شنبہ از صفر بست و نہم بود	کہ واصل شد بحق آں دیں پناہی
بگو از سال ترحیلش کہ بادا	مقامش جنت الماویٰ الٰہی

آپ کے مزار کے ساتھ ایک مزار کمال شاہ المعروف گلو سائیں کا ہے۔ اس کے علاوہ سیدہ نادرہ بیگم دختر بلند شاہ۔ کاظم علی شاہ خلف نادرہ بیگم۔ عابد حسین خلف نادرہ بیگم۔ جمال شاہ المعروف جانی شاہ خادم سید فضل شاہ مجذوب کی بھی قبور ہیں۔

نادرہ بیگم کے دو لڑکے تھے۔

(۱) سید نثار علیؒ ۔ (۲) سید ساجد حسینؒ

موجودہ متولی سید اختر حسین پسر سید نثار علی ہیں۔ سید نثار علی کی قبر سید جان محمد حضوریؒ کے احاطہ قبرستان گڑھی شاہو میں ہے۔

۲۲۵- حضرت بابا جمعہ شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ نے قادری نوشاہی سلسلہ میں بیعت بابا دلیل شاہ موضع بٹہ ضلع سیالکوٹ سے کی وہ میاں عبدالرحیم کے مرید تھے اور وہ مرید میاں کرم قلی اور وہ مرید میر شاہ سلطان بگہ شیر کے وہ مرید شیخ پیر محمد سچیار نوشہری کے۔ موضع گرمالی ضلع امرتسر میں رہتے تھے۔ وہاں سے لاہور چلے آئے۔ چندے اپنے مرید بابا نمانے شاہ مقیم گڑھی شاہو میں رہے وہ آپ کے آنے سے قبل فوت ہو چکے تھے۔ ان کے مرید بابا باگے شاہ نے آپ کے دادا مرشد ہونے کی حیثیت سے اپنے پاس موضع اچھرہ میں رکھا اور وہیں وفات پائی۔

سال وفات ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۸ء ہے۔ مرقد اچھرہ پیر غازی روڈ پہ واقع ہے

(شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۶۔ موسوم بہ صحائف الاسرار قلمی)

۲۲۶- حضرت بابا سدّے شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ میں سلطان شاہ شیر گڑھی کے مرید تھے اور وہ سخی روشن دین موضع ایریہ ضلع مظفر گڑھ کے اور وہ شیخ فیض بخش امین آبادی کے اور وہ شاہ عصمت اللہ کے اور وہ حضرت پاک رحمٰن قادری نوشاہی کے خلیفہ و مرید تھے۔ آپ کی رہائش انارکلی لاہور میں تھی۔ آپ کا سلسلہ رشد و ہدایت علاقہ دوابہ مانجھ میں بہت ہے۔

وفات آپ کی ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸۵۹ء میں ہوئی۔ مزار انارکلی میں واقع ہے۔

(شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۶۔ موسوم بہ صحائف اسرار قلمی)

۲۲۷- حضرت سید پیر شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی اولاد سے تھے۔ والد کا نام سید صدیق شاہ تھا بن سید محبوب شاہ بن سید ابن یحییٰ بن سید رحمت اللہ عارف بن سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق بن شیخ الاسلام حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ آپ لاہور میں سکونت رکھتے تھے صاحب علم درویش بزرگ

تھے۔ آپ کی مہر کا نقش تھا۔ "فقیر پیر شاہ اولاد نوشاہ"

آپ کی وفات ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۲۲۸۔ حضرت سید امام شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت نوشہ گنج بخش کی اولاد سے تھے۔ والد کا نام سید صدیق شاہ بن سید محبوب شاہ بن سید ابن یمین بن سید رحمت اللہ عارف بن سید حافظ برخوردار بحر العشق بن قطب المشائخ حضرت سید حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ۔ آپ صاحب خوارق وکرامات اہل کشف تھے۔ اولاد نرینہ نہیں رکھتے تھے۔ مدت العمر موچی دروازہ لاہور میں سکونت رکھی۔ وفات سے ایک مہینہ پہلے اپنے گاؤں ساہنپال شریف ضلع گجرات میں چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

وفات ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۷ء میں ہوئی (شریف التواریخ جلد ۲ حصہ موسوم بہ طبقات نوشاہیہ قلمی)

۲۲۹۔ حضرت شیخ الٰہی شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ بابا گامے شاہ قادری نوشاہیؒ کے مرید وخلیفہ تھے جو کہ محمد زمان بھڑلوالہ کے اور وہ شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان کے مرید تھے اور وہ پاک رحمٰن قادری نوشاہیؒ کے خلیفہ ومرید تھے۔ نہایت پاکباز بزرگ تھے۔ آپ قوم آرائیں سے تھے پہلے کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شاہ کمنتھ لاہوری کے مزار کے پاس درخت وَن کے نیچے سو گئے۔ خواب میں شاہ کمنتھ کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے سینہ سے لگایا اور روحانی فیض عطا کیا اور حکم دیا کہ نوشاہی سلسلہ میں بیعت ہو جاؤ چنانچہ آپ شیخ گامے شاہ نوشاہی ساکن ڈھلانوالی ضلع گوجرانوالہ کے مرید ہو گئے۔ ان سے مستفیض ہوئے اور درگاہ شاہ کمنتھ کی مجاورت کرتے رہے۔ ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء میں ایک دو منزلہ چوبارہ تعمیر کرایا۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۵ موسوم بہ عوارف الانوار قلمی)

وفات تقریباً ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں ہوئی۔ حضرت شاہ کمنتھ قادری نوشاہیؒ کا مقبرہ لاہور میں آپ نے ہی بنوایا تھا۔ مزار لاہور میں ہے۔

۲۳۰۔ حضرت سائیں قطب شاہ قادریؒ

صاحب مزار تارک الدنیا خدا پرست اور مجرد طبع تھے۔ دن کو رزق حلال کے لیے کوشاں رہتے اور رات کو خدا کی یاد میں بسر کر دیتے۔ بیعت آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں شیخ حسین ساکن دایاں والے سے کی تھی۔ رائے بہادر کنہیا لال کہتے ہیں کہ اس آخر زمانہ میں ایسا بے طمع شخص جس کو دنیا کے ساتھ کسی طرح کا لگاؤ نہ ہو اور صرف اپنے ہاتھ سے محنت کر کے گزارا کرے کم پیدا ہوتا ہے تمام رات اس کو خدا کی یاد میں گزر جاتی تھی اور دن کو محنت مزدوری سے غرض تھی۔ ہر چند اپنے آپ کو چھپاتا تھا اور کسی سے نہ ملتا تھا مگر لوگ ڈھونڈ کر بھی ملتے تھے۔ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ حصولِ قوت حلال کے واسطے جلاہوں کا کام کرتے تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری اپنی تالیف حدیقۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کے دونوں فرزندوں غلام صفدر و غلام اکبر بعارضہ آشوب چشم بیمار ہو گئے اور بیماری دو سال تک چلی گئی۔ آخر ایک دوست کے کہنے پر بندہ (مفتی صاحب) ایک پاؤ قند سیاہ اور ایک پاؤ تیل لے کر حاضر ہوا۔ لڑکوں کی حالت دیکھ کر حضرت نے افسوس کیا اور دست مبارک ان کے منہ پر پھیر کر کہا کہ اب طبیب کا علاج نہ کرنا۔ یہ کہہ کر رخصت کہا۔ دوسرے روز لڑکوں کی آنکھوں سے بہت سی غلاظت بہتی رہی اور یہی حال دوسری رات کو رہا۔ تیسرے روز جب لڑکے صبح کو سو کر اٹھے تو بالکل تندرست تھے۔ گویا کبھی ان کو عارضہ ہوا ہی نہ تھا۔

۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں وفات پائی۔ سر رابرٹ ہنری ڈیوس نائب گورنر پنجاب تھے۔ مزار اقدس موضع کھوئی میراں کے مشرق کی طرف واقع ہے یہ مزار اس کی حیثیت کے مطابق پختہ نہیں بنایا گیا۔ درختوں نے تمام مکان چھپا ہوا ہے۔ ساتھ ہی چاہ ہے موجودہ حالت میں یہ مزار کوٹ خواجہ سعید سے شمال کی طرف ہے۔ اس تکیہ کے شمال میں سمادھ مہاراجہ شیر سنگھ اور مقبرہ دائی شہزادہ دارا شکوہ ہے۔ مغرب میں شہزادہ پرویز کا مقبرہ ہے جنوب میں کوٹ خواجہ سعید کا حصہ اور حجرہ میر مہدی (محراب قدیم) واقع ہے اور مشرق میں حقیقت رائے کی سمادھ ہے کسی زمانہ میں یہاں سے نزدیک ہی شمال کی طرف حضرت شاہ بلاول قادری کا مزار خانقاہ اور

دریائے راوی کے کنارے تھا باغ راجہ تیجا سنگھ اس تکیہ کے شمال مغرب میں ہے تکیہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔

۲۳۱۔ حضرت رمضان شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ کے پیر و مرشد کا نام بڈھے شاہ قادری نوشاہی تھا سلسلہ نوشاہی فاضل شاہی میں مشہور بزرگ تھے صاحب خوارق و کرامات تھے۔

وفات آپ کی ۱۱ر رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۱ر اکتوبر ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔ (شریف التواریخ جلد ۳ر حصہ ۶۔ موسوم بہ صحائف الاسرار قلمی)۔ آپ کا مزار داتا دربار کے عقب مین ڈیلدار روڈ سے ہو کر ہجویری محلہ تکیہ سردار شاہ میں واقع ہے۔ یہ دربار بازار میں ہی واقع ہے۔ نزدیک ہی دو قدیم بڑ کے درخت ہیں اور تکیہ سردار شاہ کہلاتا ہے۔ آپ کے مزار کے ساتھ شاہ سردار نوشاہی۔ بڈھن شاہ نوشاہی وغیرہ کی بھی قبور ہیں۔ ساتھ ہی مسجد ہے۔ مزار تکیہ سردار شاہ قادری میں واقع ہے جو کہ مزار پرانوار حضرت داتا گنج بخشؒ سے جانب شمال واقع ہے۔

۲۳۲۔ حضرت سید قطب شاہ قادریؒ

آپ حضرت مخدوم جہاں جہانیاں گشت سہروردی اوچ شریفؒ کی اولاد سے تھے۔ ولادت ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۸۱۶ء میں ہوئی۔ آپ کا شجرۂ قادریہ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری سے ملتا ہے۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے عہد میں لاہور تشریف لائے۔ حضرت پیر محمد شاہ گیلانی قادریؒ آپ کے پیر بھائی تھے۔ شاہ سردار گیلانی سے بھی آپ کی بہت محبت تھی۔ نواب شیخ امام الدین خاں نے چوبلہ چھجو بھگت (میو ہسپتال کے اندر) کے پاس ان کو رہائش کے لئے جگہ دے دی تھی۔

وفات ۱۸۸۰ء کے لگ بھگ ہوئی۔ مزار آپ کا تکیہ قطب شاہ بیرون بھاٹی دروازہ کربلا گامے شاہ کے مغرب میں اس سڑک پر واقع ہے جو سانده کو جاتی ہے اور قطب روڈ کہلاتی ہے۔

۲۳۳۔ حضرت سیّد چراغ شاہ قادریؒ

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں سید علی گیلانی قادری جو ملک دکن سے آئے تھے سے بیعت تھے اور ان کے ساتھ ہی دکن سے لاہور تشریف لائے تھے۔ سلسلہ بیعت حضور غوث الاعظمؒ سے ملتا ہے۔ اپنے پیر و مرشد کی تقلید میں عبادات و ریاضات میں بڑا نام پیدا کیا اور کافی عرصہ درس و تدریس اور تلقین و ارشاد میں مشغول رہے۔

وفات سن ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء کے لگ بھگ ہوئی جو کہ انگریزوں کا عہد حکومت تھا۔ لیفٹیننٹ گورنر پنجاب سر چارلس امفرسٹون ایچیسن تھے۔ مزار اقدس متصل چراغ شاہ اندرون منٹو پارک (اقبال پارک) بالمقابل شاہی قلعہ لاہور واقع ہے۔

۲۳۴۔ حضرت بابا باگے شاہ قادری نوشاہیؒ

نام نامی چراغ شاہ المعروف باگے شاہ نوشاہی تھا۔ آپ کے والد کا نام بہادر قوم گوجر قرآن مجید کی تعلیم پائی تھی پہلے دودھ دہی فروشی کا کام کرتے پھر بابو رائے کرنیل کے اردلیوں میں ملازم ہو گئے۔ چند سال تک نوکری کی پھر جاذب الہٰی نے مدد کی تو بابا نما نے شاہ قادری نوشاہی کے مرید ہوئے اپنے مرشد کی وفات کے بعد گڑھی شاہو میں ان کا روضہ بنوایا اور اپنے دادا مرشد بابا جمعہ شاہ کا روضہ اچھرہ میں بنوایا۔

وفات شوال سن ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں ہوئی۔ آپ کے مزار کے ساتھ ہی لہری شاہ خادم چراغ شاہ نوشاہی ۶ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء۔ جمعہ شاہی نوشاہی المتوفی ۳۰ جیٹھ سمت ۱۹۱۵۔ یتیم شاہ نوشاہی اور مزار بابا عطار اندرون مسجد ہیں۔ وسیع و عریض احاطہ میں مسجد کے اندرون مزار بابا عطار ہے۔ اس کے ساتھ ہی بڑ کا درخت ہے۔ مسجد کے ساتھ مدرسہ ہے اور داتا شفا خانہ بھی۔ خانقاہ زیر انتظام محکمہ اوقاف ہے۔ بڑ کا ایک قدیم درخت سکول کے پاس ہے اور تیسرا بڑ کا درخت شفاخانہ کے پاس ہے۔ مزار پیر غازی روڈ اچھرہ پر واقع ہے۔

۲۳۵۔ حضرت بابا شیر شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ کو عرفِ عام میں "قادو شاہ" کہا جاتا تھا۔ آثمہ جالندھری کے مرشد تھے اور برقندازی تھے۔ مرشدی سلسلہ اس طرح ہے: شیر شاہ مرید میاں غلام حسن جالندھری مرید محمد اعظم جالندھری مرید قاضی محمد علی جالندھری مرید شاہ عبدالغفور جالندھری مرید حافظ قائم الدین برقنداز پاک پٹن شریف۔ آپ لاہور سے پا پیادہ چل کر متعدد مرتبہ جالندھر بستی شیخ میں اپنے پیر صاحب کی زیارت کو جایا کرتے۔ اپنے پیر صاحب کا نام سنتے تو جھک کر سجدہ کر دیتے۔

آپ کی وفات سنہ ۱۳۰۱ھ مطابق سنہ ۱۸۸۴ء میں ہوئی۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ موسوم بہ مناہج الآثار قلمی)۔ مزار ایک حجرہ میں جامع مسجد سلطان پورہ میں برلب سڑک گھوڑے شاہ روڈ واقع ہے۔ تکیہ بھی ہے۔ کمرہ میں تین قبور ہیں۔ ایک آپ کی دوسری بابا صوبہ کی اور تیسری نامعلوم الاسم ہے۔ مسجد کے باہر تکیہ میں ایک قدیم بڑ کا درخت بھی ہے۔ تکیہ سے باہر دو مزارات ہیں۔

۲۳۶۔ حضرت شیخ جواہر شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ حضرت شیخ الٰہی شاہ قادری نوشاہی کے مرید و خلیفہ تھے جو مرید گامے شاہ کے وہ مرید محمد زمان بھڑیوالہ کے وہ مرید شاہ عصمت اللہ کے اور وہ مرید پاک رحمٰن قادری نوشاہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ اپنے پیر صاحب کے بعد درگاہ شاہ کنتھ قادری نوشاہی لاہوری کے مجاور رہے اور سنہ ۱۲۹۱ھ مطابق سنہ ۱۸۷۴ء میں ان کا مقبرہ نیا بنوایا۔ نیز مسجد بھی تعمیر کرائی۔

وفات آپ کی سنہ ۱۳۰۲ھ مطابق سنہ ۱۸۸۴ء میں ہوئی اور حضرت شاہ کنتھ کے جوار میں دفن ہوئے۔

(شریف التواریخ جلد ۳۔ حصہ ۶۔ موسوم بہ صحائف الاسرار قلمی)

۲۳۷ - حضرت شیخ عیدے شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ شیخ جواہر شاہؒ کے مرید تھے وہ الٰہی بخشؒ کے وہ گامے شاہ کے وہ محمد زمان کے وہ شاہ عصمت اللہؒ کے اور وہ پاک رحمٰن قادری نوشاہی بھڑیوالہ کے خلیفہ اور مرید تھے۔

آپ قوم حجام سے تھے۔ شروع میں کچھ سرکاری ملازمت کی جب شیخ جواہر شاہ سے بعیت کی تو ملازمت ترک کرکے راہِ حق میں مساعی ہوئے۔ آپ کا سلسلہ فقر جاری ہے۔

(شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۲۵۔ موسوم بہ مناہج الآثار قلمی)

وفات تقریباً ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں ہوئی۔ عہد ملکہ وکٹوریہ کا ہے۔ مزار لاہور میں ہے۔

۲۳۸ - حضرت پیر شاہ سردار گیلانیؒ

اصلی نام سید محمد حسین ہے مگر مشہور پیر شاہ سردار ہوئے۔ عہد طفولیت سے وفات تک رضائے الٰہی پر شاکر اور آفات وبلیات پر صابر رہے۔ فقرا کی مجالس میں عام طور پر شریک ہوتے۔ کبھی قطب شاہ کے تکیہ میں۔ سائیں قطب شاہ کے پاس اور کبھی قطب غوری کے تکیہ میں اور کبھی مکان اِنبلی والا میں فقرا اور درویشوں کے ساتھ نظر آتے۔ سخاوت میں بے مثال تھے۔ سید رکن عالم آپ کے فرزند تھے جو عین حالت شباب میں انتقال کر گئے۔ سید رکن عالم کی شادی پیر سید صفدر حسین گیلانی کی صاحبزادی جو آپ حقیقی پھوپھی زاد ہیں۔ لاہور میں ہوئی۔ اکیس برس کی عمر میں وفات پائی جو کہ یکم ذی قعدہ ۱۲۹۰ھ تھا۔ مزار سید رکن عالم اپنے جدِ امجد کے پاس ہی ہے۔ مکان انبلی والے کی آبادی وزینت میں آپ نے بڑا حصہ لیا۔ ابھی آپ کا اپنے اقارب سے مقدمہ چل ہی رہا تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

وفات ۱۶ ر رمضان المبارک ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں ہوئی اور مزار مبارک اپنے والد ماجد حضرت پیر سید محمد شاہ گیلانی کے پاس بنا۔

۲۳۹۔ حضرت پیر نظام الدینؒ بودیانوالہ گیلانی

سلسلہ نسب حضرت سید ایوب صابر میر میراں تک پہنچتا ہے۔ والد کا نام سید احمد شاہ بن سید قائم شاہ تھا۔ لاہور کا محلہ پیر گیلانیاں انہی کے آباؤ اجداد کے نام سے آباد ہے جہاں آپ کی حویلی اب تک موجود ہے اس خاندان کا فیضان کئی پشتوں سے لاہور میں جاری ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ سید نظام الدین پیر بودیانوالہ بن سید احمد شاہ بن سید قائم شاہ بن سید جان شاہ بن سید احمد شاہ بن سید رسول شاہ بن سید المشہور بالو شاہ بن سید عبدالواحد بن سید نظام الدین حسن بن سید ایوب صابر میر میراں بن سید مبارک حقانی گیلانی اوچی۔ آپ کے فرزند کا نام پیر جانی شاہ تھا۔

وفات ۲۲ رجب ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں سرکار انگلشیہ کے عہد میں ہوئی عمر ۹۱ سال ہوئی۔ آپ کے گنبد سے آگے ایک چھوٹا سا چبوترہ ہے جس پہ حضرت پیر میراں ایوب صابر گیلانی کے ایک خلیفہ کی قبر ہے۔ مزار قبرستان میانی میں احاطہ شاہ نظام الدین بودیانوالہ میں واقع ہے گنبد مقبرہ پیر اصغر علی شاہ نے بنوایا جو ان کے خواہر زادہ تھے۔ سنگ مرمر کا سفید و سیاہ ٹائیلوں کا نفیس فرش ہے۔ گنبد پہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام لکھے ہیں۔ مقبرہ کی دیواروں میں چاروں اطراف میں ہوا کے لئے جالیاں ہیں۔ آپ کے گنبد کے سامنے مرقد منور سیدہ والدہ سید امیر حیدر علی امام حسن پیر الحسنی الحسینی قادری الجیلانی (والدہ حسن پیر) ہے۔ یہ حسن پیر حضرت پیر اصغر علی شاہ کے فرزند تھے۔ پیر اصغر علی شاہ نے مقبرہ کے ساتھ ایک نہایت عالیشان مسجد بھی بنوائی تھی جو اب غیر آباد ہے۔ کیونکہ اس کی دیواریں پھٹ گئی ہیں مسجد کے تین گنبد ہیں۔ مسجد کے ساتھ بڑ کا ایک قدیم درخت بھی ہے۔ ریلوے روڈ سے جنازگاہ سے آگے اونچی گھاٹی والی سڑک پہ قبرستان میانی میں جائیں تو آگے بائیں ہاتھ ایک بے انتہا وسیع و عریض چار دیواری ہے جس میں قبور سادات گیلانیاں وغیرہ ہیں گنبد کا کلس سنہری ہے مقبرہ میں دو قبریں ہیں جن پہ یہ تحریر ہے۔ یاستار۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا غفار

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

مرقدِ پُر نور حضرت پیر گیلانی ولی | شاہ نظام الدین سید بود یا نوالہ سخی
کرد ایں دنیا بعمر نود و یک سالش سفر | روز جمعہ و بست و دو ماہِ رجب وقت سحر
بہر سال ہجری آں ماہ جبین مومنین | گفت شائق ماہ جبین شد رونق خُلد بریں

۱۳۱۱ھ

شد بنا ایں روضہ در عہد جناب محترم
ہر سید حضرت اصغر علی شاہ ذی کرم

در ۱۳۴۶ھ | میر عمارت ملا رحیم بخش | ناظر عمارت میراں بخش
شاگرد | اللہ بخش معمار میاں کریم بخش |

دوسری قبر پہ یہ کتبہ ہے۔ یا ستار یا غفار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوۡلُ اللّٰہِ

مرقدِ پُر نور حضرت سید عالی مقام | ہادیٔ حق پیر سید بادشاہ جانن امام
عُرف حضرت پیر جانی شاہ گیلانی ولی | ابن حضرت پیر سید شاہ نظام الدین سخی
در سنِ ہفتاد و نہ عمرش نمودار نا سفر | روز شنبہ ہفدہم ذی قعدہ قبل از سحر

جُست شائق سال فوت آں امام متقین
قُدسیانِ خُلد گفتند اُو خلوہا خالد من ۲

۱۳۴۲ھ

اِن عمارات کے بنانے والے سجادہ نشین حضرت پیر سید اصغر علی شاہ صاحب خواہر زادہ پیر سید جانن امام لاہور ۱۳۴۵ھ۔

۲۴۰۔ حضرت شاہ محمد قریش عباسی قادری رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی شاہ محمد تھا اور نسباً قریشی عباسی۔ لاہور کے ساکن تھے۔ بیعت آپ نے حضرت شاہ محمد خان لودھی سے کی جو سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت بابا پیر محمد خاں لودھی جن کا مرقد

ﮯ

سوات قریب اخوند صاحب ہے کے مرید تھے۔ بڑے صاحب تقوٰی بزرگ تھے۔ شب بیدار متواضع اور اہلِ نظر بزرگ ہوئے ہیں۔ قادری نسبت کا غلبہ تھا۔

وفات لاہور میں ہوئی اور یہیں دفن ہوئے۔

۲۴۱۔ حضرت سردار شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ رمضان شاہ قادری نوشاہی کے مرید تھے۔ آپ کا سلسلہ بیعت بواسطت شیخ فاضل قلندر لاہوری کے حضرت پاک رحمان نوشاہی بھڑلوالہ کو ملتا ہے جو حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے اکابرہ خلیفوں سے تھے۔ آپ کا فیضان لاہور میں تھا۔

تکیہ سردار شاہ : ہجویری محلہ میں آپ کے نام سے تکیہ سردار شاہ موجود ہے۔ مسجد بھی ہے اور بڑ کے درخت بھی اس تکیہ میں کئی قبور ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) مزار مسمی سردار شاہ قادری نوشاہی المتوفی ۲۴ر اگست ۱۹۰۴ء (۲) مزار سید بڈھے شاہ قادری نوشاہی المتوفی ۱۸۴۷ء (۳) مزار رمضان شاہ نوشاہی المتوفی ۱۸۷۵ء (۴) مزار بہار شاہ نوشاہی المتوفی ۲۳ر جولائی ۱۹۳۹ء (۵) مزار الحاج شیخ بابا قطب الدین پٹیالوی چشتی صابری المتوفی ۲۵ر جون ۱۹۵۱ء (۶) مزار بابا حیات محمد شاہ ولی اللہ المتوفی ۱۹۵۳ء بھی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی دس بارہ قبور ہیں۔

عہدِ انگریزی ہے۔ وفات ۲۴ر اگست ۱۹۰۴ء مطابق ۱۱ ارجادی الآخر ۱۳۲۲ھ کو ہوئی۔ سر سی ایم۔ ریواز ان دنوں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب تھے۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۷، موسوم: مناہج الآثار قلمی) مزار اقدس تکیہ سردار شاہ بطرف شمال درگاہ حضرت داتا گنج بخش لاہوریؒ واقع ہے۔

۲۴۲۔ حضرت بابا لہری شاہ قادری نوشاہیؒ

لہری شاہ نوشاہی خادم چراغ شاہ نوشاہی المعروف باگھے شاہ تھے۔ سلسلہ نوشاہی کے مشہور درویشوں سے تھے اپنے پیران طریقت کے عرس کیا کرتے۔ صاحب وجد و حال تھے آپ کی وفات ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ہوئی۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۸

موسوم بہ شواہد الافکار قلمی)۔ مزار اچھرہ لاہور میں پیر غازی روڈ پر واقع ہے۔

۲۴۳۔ حضرت عبداللہ صحرائی قادری شطاریؒ

آپ کی ولادت سُرخ ڈھیری علاقہ ہوتی۔ مردان میں ہوئی۔ یوسف زئی پٹھان تھے۔ آپ کے پیر و مرشد کا نام حبیب اللہ شاہ قادری تھا۔ جن کا مزار بمبئی میں ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد پشاور آ گئے۔ وہاں آپ کی ملاقات حضرت حبیب اللہ قادری سے ہوئی چنانچہ کچھ عرصہ یہاں قیام کرنے کے بعد ان کے ہمراہ بمبئی چلے گئے۔ جب ان کے پیر و مرشد کا وصال ہو گیا تو پھر آپ دکن کے جنگلوں میں چلے گئے جہاں آپ نے بڑے بڑے کٹھن اور سخت مجاہدات کئے۔ پھر آپ لاہور تشریف لے آئے۔ یہاں آپ کا قیام شالامار باغ لاہور میں اس کمرہ میں جو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بنوایا تھا اور اس میں ولیم مور کرافٹ مشہور سیاح قیام پذیر رہا تھا۔ باغبان پورہ بھی آتے۔ یہاں مسجد خواجہ ایاز غیر مسلم تصرف میں تھی جس کی واگزاری میں آپ کا ہاتھ ہے اور پھر اس کو آپ نے آباد کیا اور نزدیک ہی رہائش اختیار کر لی۔

معاصر بزرگان میں میاں شیر محمد شرقپوریؒ، مولوی تاج دین لاہوریؒ۔ مولوی غلام قادر بھیرویؒ قابلِ ذکر ہیں جن سے اکثر آپ کی ملاقات رہی۔ خلافت آپ نے مولوی محمد دین لاہوریؒ اور صوفی محمد الیاسؒ کو عطا کی۔ مریدین میں مولوی محمد شفیع ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ مولوی فضل دین والد مولوی محمد شفیع۔ حاجی فضل الرحمٰن باغبانپورہ۔ حافظ مولوی عبدالغنی باغبانپورہ ریٹائرڈ اکاؤنٹس آفیسر ہیں۔

وفات ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۱۰۸ سال کی تھی۔ مقبرہ میاں فیروز دین جو کہ میاں امین الدین باغبانپورہ کا لڑکا تھا اس نے بنوایا۔ یہ مقبرہ سبز گنبد سے مزین ہے۔

۲۴۴۔ حضرت سوہنے شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ کا نام مولوی رحیم اللہ تھا اور مرید و خلیفہ شیخ عیدے شاہؒ کے تھے جو جواہر شاہ کے اور وہ الٰہی شاہ کے اور وہ گامے شاہ کے اور وہ محمد زمان بھڑ یوالہ کے اور وہ

شاہ عصمت اللہ کا اور وہ پاک رحمٰن بھڑ والہ کے خلیفہ تھے۔ آپ علوم دینیہ کے عالم تھے پہلے ایک مسجد میں امامت کے فرائض ادا کرتے رہے۔ کچھ عرصہ تک فتویٰ نویسی بھی کی۔ راہِ فقر کا شوق ہوا تو شیخ عبیدے شاہ نوشاہیؒ کے مرید ہو گئے۔ اپنے دادا پیر بابا جواہر شاہ کی زیارت بھی کی کچھ عرصہ ان کی خدمت میں بھی رہے۔

آپ کی وفات بعمر ستر سال ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں ہوئی۔ (شریف التواریخ جلد ۲ حصہ ۸ موسوم بہ شواہد الافکار قلمی) مزار لاہور میں ہے اور آبادی وسن پورہ میں چوک عمر دین روڈ پر بائیں ہاتھ مسجد کے پاس ایک تکیہ میں واقع ہے۔ پاس ہی بڑ کا ایک قدیم درخت ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک نئی مسجد بہت عالی شان بنی ہے۔ مقبرہ کے باہر بھی مزار ہیں۔

۲۴۵۔ حضرت سید علی نقی گیلانی قادریؒ

سید سلطان عالم سید محمد تقی گیلانی لکھنوی کے فرزند اور حضرت حاجی پیر قادری لاہوری کے پوتے اور حضرت پیر سید شاہ سردار گیلانی کے حقیقی نواسے تھے۔ ولادت ۱۲ ربیع الاوّل بروز سہ شنبہ ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۷ء میں ہوئی۔ علم فقہ اور تصوف میں استعداد کافی رکھتے تھے۔ ابتدائے عمر میں مرزا محمد اسماعیل فصیح دہلوی سے علوم متداولہ حاصل کئے۔ عین جوانی میں مکان املی والا کی آبادی میں حصہ لینے لگے تو پیر نظام الدین لودیانوالہ نے بہت مزاحمت کی اور مقدمات شروع ہو گئے۔ آپ اس الجھن میں الجھے رہے۔ بیعت اپنے والد مکرم سے کی تھی جن کی وفات ۱۳۰۹ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ سجادہ نشین مقرر ہوئے اور لاہور کے مکان املی والا اور مکھڈ شریف کے گدی نشین مقرر ہوئے اور دونوں جگہوں کے انتظامات نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ ۱۳۳۱ھ کو حضرت حاجی پیرؒ کے مزار مبارک واقعہ مکھڈ شریف ضلع کیمبل پور پر ایک شاندار مقبرہ کا سنگ بنیاد رکھا اور جو آپ کی توجہ سے صرف چھ ماہ میں تیار ہو گیا۔ جو مقدمات لاہور میں چل رہے تھے ان کی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف دیتے تھے مگر جب ۱۶ ارمئی ۱۹۱۲ء کو پیر جانی شاہ کے ساتھ فیصلہ ہو گیا تو بہت خوش ہوئے اور ارادہ کیا کہ روضہ مبارک حضرت پیر سید محمد شاہ گیلانی تعمیر کریں گے۔ مگر

زندگی نہ وفا نہ کی اور اثنائے دورۂ سفر مکھڈ شریف بیمار ہوئے۔ ۲۰ صفر ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء مکھڈ شریف سے لاہور تشریف لائے اور پانچ ماہ کی کامل بیماری کے بعد شب سہ شنبہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء وصال فرمایا۔

مزار اقدس لاہور میں تکیہ املی والا میں ہے۔

۲۴۶- حضرت مولانا تاج دین قادریؒ

ولادت ضلع گجرات کے ایک قصبہ میانوالی راجیال میں ہوئی۔ والدِ مکرم کا نام شیخ محمد علیؒ تھا جو سوداگر چرم تھے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں سے ہی حاصل کی۔ پھر لاہور تشریف لے آئے اور مسجد پٹولیاں میں مولانا شہاب الدین کے درس میں شامل ہوئے۔ پیر جماعت علی شاہؒ۔ پیر مہر علی شاہؒ اور مولانا غلام قادر بھیروی آپ کے ہم درس تھے۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد کچھ عرصہ یکی دروازہ پولیس لائنز کے پاس ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ پھر مانکی شریف چلے گئے۔ وہاں سے واپسی کے بعد آپ گاف گراؤنڈ گڑھی شاہو کی قدیم مسجد (مسجد قصاباں والی) میں اقامت گزیں ہوئے اور وعظ و تبلیغ اور تلقین و ارشاد کی محافل گرم کیں۔

بیعت: آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں پیر مانکی شریف سے بیعت کی تھی اور پھر اس کے بعد آپ لاہور تشریف لائے تھے۔

ورودِ لاہور اور قیام: جب آپ لاہور تشریف لائے تو گاف گراؤنڈ گڑھی شاہو میں مسجد قصاب خانہ میں مقیم ہوئے اور اس مدرسہ میں وعظ و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ "مولانا تاج الدین لاہوریؒ" پر میرا مقالہ قابلِ مطالعہ ہے۔

جس زمانہ میں امرتسر ریلوے لائن کی تعمیر ہو رہی تھی تو آپ کو بدیں مضمون نوٹس ملا کہ اس مسجد کو خالی کر دیا جائے تاکہ ہم ریلوے حدود کی توسیع کر سکیں مگر آپ نے انکار کر دیا کہ وہ مسجد کو نہیں گرانے دیں گے مگر ریلوے والوں نے اصرار کیا جس پہ تنازعہ نے طول پکڑا چنانچہ اہالیان لاہور نے وائسرائے ہند کو ایک درخواست ارسال کی جس میں خان بہادر مولوی محرم علی چشتی نواب زادہ سعادت علی خاں۔ نواب محمد علی خاں۔ محمد امین وکیل کے علاوہ سینکڑوں افراد نے دستخط

گئے چنانچہ یہ مسجد آپ کی سعی و کوشش سے منہدم ہونے سے بچ گئی اور آج تک آباد ہے۔
مزار گاف گراؤنڈ میں (پرانی مسجد قصابیاں) میں واقع ہے اور قبر پر جو کتبہ ہے وہ اس طرح ہے۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تاریخ وصال۔ العابد الزاہد المرتاض العارف الکامل الفیاض امام العابدین شمس العارفین ہادی السالکین مرشد الناسکین المولوی الصوفی جناب حضرت محمد تاج الدین نور اللہ مرقدہٗ۔ بتاریخ ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء بروز چہار شنبہ۔ مسجد کے صحن کے ساتھ ایک وسیع و عریض کمرہ میں آپ کا مرقد منور ہے۔ فرش سنگِ مرمر کا ہے۔ مرقد کے اوپر چھت کا حصہ خالی ہے۔ پختہ لینٹر کی چھت ہے۔ اونچے تھڑے پر قبر کا حصہ کچا ہے۔

۲۴۷۔ حضرت شیخ فضل نور نوری قادری نوشاہیؒ

سلسلۂ عالیہ قادریہ میں آپ نے سید جلال شاہ گیلانی قادریؒ سے بیعت کی۔ والد ماجد کا نام نامی لال بیگ اور والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ تھا۔ ہوتی مردان کے قریب موضع بغدادہ میں ولادت ہوئی تو آپ کا نام فضل نور رکھا گیا۔ جوان ہوئے تو فوج میں بھرتی ہوکر ملک برما چلے گئے۔ سات سال کی ملازمت کے بعد راہِ حق کی طرف آئے تو نوکری چھوڑ دی اور دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش لاہور میں حاضر ہوئے اور میاں غلام حسین سجادہ نشین داتا دربار کی وساطت سے سید جلال شاہ سے بیعت کی۔ پھر بحکمِ مرشد مؤذن مسجد داتا دربار رہے اور کلید بردار کے فرائض بھی سرانجام دینے لگے۔ پچاس ساٹھ سال تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔

آپ عارفِ کامل بزرگ تھے۔ تمام عمر ریاضت، عبادات اور ترک و تجرید میں گزار دی خلوت نشینی اور تنہائی کو پسند کرتے تھے۔

وفات ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ انگریزوں کا عہدِ حکومت تھا۔ بعد میں قبر آپ کی چک سادہ ضلع گجرات میں بنی جہاں کہ آپ کو اپنے پیر و مرشد کے قرب میں دفن کیا گیا۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۹ بحوالہ فوائد الاذکار قلمی)

۲۴۸۔ حضرت سید دیدار علی شاہ قادریؒ

آپ کے حالات زندگی میری تصنیف "لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں" میں ملاحظہ فرماویں۔ مختصراً یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

بیعت: آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اعلیحضرت مولانا احمد رضا خانؒ بریلوی سے بھی مجاز تھے اور بسلسلۂ خطابت و تبلیغ و اشاعت اوّل آگرے میں سات سال قیام پذیر رہے بعد ازاں معززین شہر لاہور مولوی محرم علی چشتی لاہوری اور مولوی تاج الدین صاحب۔ مولوی مفتی سلیم اللہ اور مولوی نور بخش صاحب ایم لے وغیرہ کی درخواست پہ لاہور مسجد وزیر خاں کی خطابت اور درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت کے لئے لاہور تشریف لائے۔ یہاں انہوں نے مستقل سکونت اختیار کر لی اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا جب پہلی مرتبہ آپ لاہور تشریف لائے تھے تو آپ انجمن نعمانیہ اندرون ٹیکسالی دروازہ لاہور سے منسلک رہے تھے۔ یہاں آپ شیخ الحدیث کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

خطابت مسجد وزیر خاں: دوسری مرتبہ جب آپ ۱۹۲۳ء میں لاہور میں تشریف لائے تو اہالیان لاہور کے اصرار پہ آپ نے خطابت مسجد وزیر خاں قبول فرمائی۔ علاوہ ازیں درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ لاہور کے ہزاروں بلکہ لاکھوں باشندے آپ کی تعلیم و تدریس سے مستفید ہوئے اور آپ کی وجہ سے ہی اہل سنت والجماعت کو بے پناہ فروغ حاصل ہوا۔ اور اللہ کریم کی مہربانی سے آج تک اس میں دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔ اس وقت لاہور میں تقریباً پچاسی فیصد سے زائد مساجد میں اہل سنت والجماعت کا چرچا ہو رہا ہے اور یہ لاکھوں انسان صرف آپ کی وجہ سے ہی اس رشتہ میں مربوط ہیں۔

مرکزی انجمن حزب الاحناف: سب سے پہلے اعلیحضرت احمد رضا خاں قادری بریلویؒ کے صحیح حنفی مسلک کی آپ نے لاہور میں اشاعت کی اور اس کے لئے آپ نے یہ بہتر خیال کیا کہ اس نشر و اشاعت کے لئے ایک انجمن بنائی جاوے چنانچہ آپ نے اپنے ہم مسلک علماء کے تعاون سے "مرکزی انجمن حزب الاحناف" کی بنا ڈالی۔ رفتہ رفتہ یہ ایک عظیم درس گاہ بن گئی جس سے

ہزار ہا علماء نے دینی اور روحانی برکات حاصل کیں۔ پہلے اس انجمن کا دفتر اندرون دہلی دروازہ محلہ چھنگواں میں تھا بعد ازاں پاکستان بننے کے بعد ۱۹۶۳ء میں یہ مدرسہ داتا گنج بخش روڈ پر منتقل ہو گیا جہاں آپ کے صاحبزادے ابوالبرکات سید احمد بحیثیت امیر اور شیخ الحدیث اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ موجودہ وقت میں ہزار ہا علماء اس مدرسہ سے فارغ التحصیل ہو کر پاکستان و ہندوستان کی مختلف مساجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا ابوالبرکات بہت بڑے فقیہہ ہیں اور ان کے فتوٰی کو پاکستان میں وقعت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

آپ کے دوسرے صاحبزادے ابوالحسنات سید محمد المتوفی ۱۹۶۱ء تا حیات مسجد وزیر خاں کی خطابت پر متمکن رہے۔ وفات کے بعد ان کو اندرون احاطہ حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری دفن کیا گیا۔ آپ اپنے عہد کی نہایت ہی واجب الاحترام ہستی تھے۔

نمونہ کلام سید دیدار علی شاہ مرحوم :-

یا محی الدین دین مصطفٰی ! نورِ چشم مصطفٰی و مرتضٰی !
مخزنِ اسرار اسرار خدا مطلع الانوار پُر نور و ضیا !
عبد قادر قدرتت از قادر است آمدی زاں در دمنداں را دوا

رُوحی فداک اے مدنی البطحی لقب اے ہاشمی و مُطلبی سید العرب
بحر العلوم و مخزنِ اسرارِ کردگار اُمی لقب و معجز بلغائے کل عرب
از فرش تا عرش منور ز نورِ تو بہر وجود ہر دو جہاں توئی سبب

اے دلِ پُر ضیا بیا صلِّ علیٰ محمدؐ صلِّ علیٰ رسولنا صلِّ علیٰ محمدؐ
چہرۂ پاک و پُر ضیا جلوۂ نور کبریا مظہر رحمتِ خدا صلِّ علیٰ محمدؐ
قول و قرارِ انبیاء دادہ بشارتش ہمہ زاں شدہ شاہِ انبیاء صلِّ علیٰ محمدؐ

اے شہ عالم نور مجسم صلی اللہ علیک وسلم — انت معظم انت مکرم صلی اللہ علیک وسلم

آدم یافت ز نام تو توبہ نوح بہ نابت گشتہ ناجی — از تو عیسیٰ یافتہ آں دم صلی اللہ علیک وسلم

از تو موسیٰ آں ید بیضا حسنِ یوسف از تو ہویدا — روح امین شیدائے تو ہر دم صلی اللہ علیک وسلم

اے سرور ما سلطان ما سلطان علی ہجویریؒ — محبوب خدائے ہر دو سرا سلطان علی ہجویریؒ

شور لاہور ز لاہوری لا اور کناں ہر یک ہندی — از تست روا حاجاتِ ما سلطان علی ہجویریؒ

اے معدنِ علم و حلم و حیا و سے کان کرم و بحر سخا — کرمے فرما بر ما شاہا سلطان علی ہجویریؒ

دیدار کمینہ بر در تو جویائے عطا ہا از بحر تو — باشد کہ کنی نظرے بہ عطا سلطان علی ہجویریؒ

وفات آپ کی ۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء میں ہوئی اور اندرون دہلی دروازہ مسجد چینگرد محلہ میں مدفون ہوئے۔ تاریخ وفات اس طرح ہے۔

حافظ پس سرکوبیٔ اعداء شریعت

دیدار علی یافتہ دیدار علی را

جہاں ہر سال ۲۲ رجب کو سالانہ عرس ہوتا ہے جس میں ملک کے بے شمار مشائخ اور علماء حضرات تشریف لاتے ہیں اور اب اس مسجد کی خطابت آپ کے پوتے مولوی سید مسعود احمد کے سپرد ہے۔ وہ خطابت و امامت کے فرائض وہیں سرانجام دے رہے ہیں اور وہاں ہی مقیم ہیں۔

۲۴۹۔ ترجمانِ حقیقت مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبال قادریؒ

"اقبال ریویو" مجلہ اقبال اکیڈمی پاکستان کراچی جنوری ۱۹۶۷ء کے شمارے میں محمد مسعود احمد صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج میرپور خاص نے بعنوان "حضرت مجدد الف ثانی اور علامہ اقبال" یوں تحریر کیا ہے۔

علامہ اقبال نے بھی سلسلہ قادریہ میں اپنی بیعت اور حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار اپنے مکتوب محررہ ۱۳ نومبر ۱۹۱۷ء میں کیا ہے جو موصوف نے

سید سلیمان ندوی مرحوم ۱۹۵۳ء کے نام لکھا تھا۔ فرماتے ہیں۔

"خواجہ نقشبند اور مجدد سرہند کی میرے دل میں بہت بڑی عزت ہے مگر افسوس ہے کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت کے رنگ میں رنگ گیا ہے یہی حال سلسلہ قادریہ کا ہے جس میں میں خود بیعت ہوں حالانکہ حضرت محی الدین کا مقصود اسلامی تصوف کو عجمیت سے پاک کرنا تھا۔"

اقبال نامہ جلد اول۔ مصنفہ شیخ عطاء اللہ۔ مکتوب نمبر ۳۵ صفحہ ۸۰۔ رسالہ خاتون پاکستان کراچی کے غوث الاعظم نمبر ۱۹۶۷ء میں علامہ اقبال کا ایک خط حضرت مولانا شاہ سلیمان قادری چشتی پھلواری کے نام ۹ مارچ ۱۹۱۶ء کا درج ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مفکر اسلام علامہ اقبال ترجمان اسلام تھے۔ صوفی صافی تھے۔ قادری تھے۔ مرشد گیلانی کے دامن فیض سے وابستہ تھے۔

علامہ اقبال کے استاد مولانا شیخ غلام قادر گرامی جالندھری کو مولانا خلیفہ محمد ابراہیم جالندھری سے تلمذ تھے جو خاندان قادری نوشاہی کے اکابر مشائخ و علماء سے تھے جن کی تصانیف سے گلزار معانی اور کلید گنج الاسرار مشہور و معروف ہیں۔ اس نسبت سے بھی علامہ اقبال کو قادری طریقت کا فیضان پہنچا تھا۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۶ موسوم بہ صحائف الاسرار قلمی)

وفات ۱۹۳۸ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ شاہی مسجد لاہور کے زیر سایہ دفن ہوئے۔ مؤلف کتاب ہذا بھی اس نماز جنازہ میں شامل تھا۔

۲۵۰۔ حضرت سید بہار شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ سید سردار شاہ ولد سید رمضان بخاری کے فرزند تھے اور سلسلہ نوشاہی میں اپنے والد کے مرید تھے۔ آپ ابتدا میں سب انسپکٹر پولیس تھے بعد میں ترک کرکے درویشی مسلک اختیار کیا درگاہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ پر حاضری دیا کرتے۔ لاہور میں آپ کا حلقہ مریدین وسیع تھے۔

آپ کی وفات ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔ (شریف التواریخ جلد ۳ حصہ ۸ موسوم بہ شواہد الافکار قلمی)۔

مزار اقدس تکیہ سردار شاہ قادری نوشاہی نزد مزار حضرت سید علی ہجویریؒ داتا گنج بخشؒ واقع ہے۔

۲۵۱۔ حضرت آغا تجمل حسین قادریؒ

آپ شاہ محمد غوث قادری لاہوریؒ کے اولاد امجاد میں سے تھے۔ رہائش پشاور میں تھی کیونکہ سید حسن قادریؒ کی درگاہ وہیں ہے لیکن آپ نے پشاور اور لاہور میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی تبلیغ کے لئے سنٹر کھول رکھے تھے۔ آپ سید سکندر شاہ کے فرزند ارجمند تھے۔ ۱۸۹۱ء میں بمقام پشاور پیدا ہوئے۔ حافظ دراز پشاوری سے فقہ، منطق اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ حدیث مولانا عبدالقادر اور مولانا محمد ایوب سے پڑھی۔ تفسیر حافظ محمد عثمان سے مکمل کی۔ اور اس طرح آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ بیعت اپنے والد مکرم سے تھی اپنے برادر بزرگ آغا سعید جان کے وصال کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے۔

وفات کے بعد آپ کو بیرون دہلی دروازہ خانقاہ حضرت سید شاہ محمد غوث قادری میں آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر پر یہ تختی نصب ہے۔ تاریخ وفات حسرت آیات حضرت آغا سید تجمل حسین صاحب مرحوم و مغفور بن حضرت الحاج آغا سید سکندر شاہ صاحب حسنی حسینی قادری چشتی بغدادی ثم پشاوری۔

چوں تجمل حسینؒ آغا یم | پیکر فقر و مخزن عرفان
جان شیریں بحق سپرد آں روز | بود شنبہ و بست و یک رمضان
گفت تاریخ رحلتش نشتر | مشعل معرفت دل ایمان
۱۳۶۶

جس زمانہ میں آپ تبلیغ و ارشاد کے لئے چونیاں کے دورہ پر تھے تو آپ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء وہیں انتقال فرما گئے اسی زمانہ میں ملا شور بازار آپ کو دیکھنے کے لئے چونیاں گئے تھے۔ زبردست عالم اور فقیہہ تھے اور زہد و ورع اور نیکو کاری میں بھی بے مثال تھے جن لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا اُن میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ۔ خواجہ محمد قاسم موہڑویؒ پیر حیدر شاہ جلال پوریؒ۔ سید وارث حسن شاہ صابری لکھنویؒ۔ جناب مجذوب گوالیاری بہت معروف ہیں مزار اقدس اندرون چار دیواری حضرت شاہ محمد غوث قادری بیرون دہلی دروازہ میں واقع ہے۔

۲۵۲ - حضرت وحید حسین قادریؒ

آپ لاہور کے ایک قابل احترام بزرگ تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے خادم۔
آپ کا مقبرہ قبرستان بدھو کا آوا۔ جی۔ ٹی۔ روڈ بالمقابل سابقہ سکھ نیشنل کالج واقع ہے نہایت عالیشان مقبرہ ہے جو صرف کیثر سے تیار کیا گیا ہے۔ سنگِ مرمر کا تعویذ مقبرہ کے اندر ایک اونچے بہترین چبوترے پر ہے۔ نقش و نگار لاجواب ہیں۔ لوحِ مزار پہ تحریر ہے۔
شیخ المشائخ حضرت وحید حسین قادریؒ۔ تاریخ وصال ۱۱ ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء۔ مجسمۂ خیر و برکت ہادیٔ راہِ حقیقت المعروف کلن خاں صاحب۔

حضرت وحید حسین رہنمائے علم و دین
جلوۂ آئینہ انوار ربُّ العالمین

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کیمیا پیدا کن گر مُشت گلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے

آپ کے مقبرہ کے ساتھ ہی قبر حضرت فیروز الدین شرف لاہوری (مشہور پنجابی شاعر المتوفی ۱۹۵۵ء) کی ہے۔

اس مقبرہ کے جانب جنوب میرے دوسرے صاحبزادے اعجاز احمد جو ۱۹۵۲ء میں بعمر چار سال وفات پا گیا تھا ایک اونچے ٹیلے پہ مدفون ہیں۔ مرحوم مادر زاد ولی اللہ تھے اور انتہائی حسین و جمیل تھے۔

۲۵۳۔ حضرت مفتی غلام جان ہزاروی قادریؒ

والد ماجد کا نام احمد جی ابن مولانا محمد علم تھا۔ آپ ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں بمقام اوگرہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب ۳۲ واسطوں سے خلیفہ چہارم حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد کے زیر نگرانی حاصل کی پھر ہندوستان چلے گئے۔

شمس العلماء مولانا عبدالحق خیرآبادی سے معقول کی کتب پڑھیں اس کے بعد بے شمار علماء فضلاء سے اکتساب فیض کرکے بریلی شریف میں گئے جہاں آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی شاہ احمد رضا خاں قادری کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء کے جلسہ دستار بندی میں آپ کو دستار فضیلت اعلیٰ حضرت نے باندھی۔ زاں بعد آپ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور واپس آکر تونسہ شریف اور مکھڈ شریف میں درس و تدریس کے فرائض سنبھالے۔ کچھ عرصہ بعد لاہور تشریف لے آئے اور یہاں درس و تدریس اور ارشاد و تلقین میں مصروف رہے۔

۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء میں وصال فرمایا۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث سید احمد قادری نے پڑھائی۔ اور لاہور کے قبرستان میانی صاحب میں دفن ہوئے۔ مولوی مظفر اقبال مدرس جامعہ نعمانیہ آپ کے فرزند ہیں۔

۲۵۴۔ حضرت ابوالحسنات سید محمد احمد قادریؒ

نام نامی سید محمد احمد قادری فرزند ارجمند امام اہل سنت مولانا سید دیدار علی شاہؒ مسجد وزیر خاں کے خطیب تھے۔ درس نظامی کی تحصیل آپ نے اپنے والد ماجد کے علاوہ صدر الافاضل مولینا نعیم الدین مرادآبادیؒ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ سے کی۔ جب ۱۹۲۶ء میں لاہور آئے تو مسجد وزیر خاں کی خطابت کے فرائض آپ کو تفویض کیے گئے۔ قیام پاکستان کے لیے آپ کی مجاہدانہ سرگرمیاں نہایت قابل تحسین و آفرین تھیں۔

عربی فارسی کے بڑے اچھے معلم اور فاضل تھے۔ صاحب تصنیف بزرگ تھے بعض کتابوں کے نام یہ ہیں۔ صبح نور۔ النا صح۔ اوراق غم۔ رفیق الفرائی بلا خیر البشر۔ علاوہ بریں آپ شاعر

اور طبیب بھی تھے۔ آپ نے تفسیر الحسنات کے نام سے قرآن حکیم کی تفسیر لکھی۔ حافظ تخلص تھا۔ آپ نے حضرت داتا گنج بخش کی کتاب کشف المحجوب کا بھی ترجمہ کیا جو کہ "المعارف" نے شائع کیا ہے

۱۹۴۶ء میں آپ نے مقتدر رہنمایان اہل سنت والجماعت کے ساتھ بنارس سنی کانفرنس میں شرکت کی۔ ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت تحریک کے آپ روح رواں تھے جس کا مرکز مسجد وزیر خاں ہی تھا۔ رہائش آپ کی باغیچی صمد و اندرون اکبری دروازہ میں تھی۔ وہاں ہی آپ کا مطب تھا اب وہاں آپ کے صاحبزادے مولانا الحاج خلیل احمد صاحب قادری خطیب مسجد وزیر خاں قیام پذیر ہیں اور وہیں مطب کرتے ہیں۔

وفات ۳۰ جنوری ۱۹۶۱ء میں ہوئی اور آخری آرام گاہ اندرون احاطہ چار دیواری حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری میں بنی۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے تاریخ کہی ؎

لَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ مَوْلَانَا"

۲۵۵ - حضرت سیّد نذر محی الدین قادریؒ

حضرت عارف کابلی سیّد نذر محی الدین قادری علیہ الرحمۃ بمقام بٹالہ شریف ۱۸۸۱ء میں حضرت حافظ سید ظہور الحسین قادری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہفتم دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی فارسی علوم کی تحصیل اپنے والد محترم کے زیر اہتمام مدرسہ قادریہ فاضلیہ میں فرمائی تھی سال ۱۹۰۱ء میں اپنے والد محترم موصوف کی وفات کے بعد آپ دربار قادریہ فاضلیہ کے سجادہ نشین کی مسند پہ بموجب روایات قدیمی فائز ہوئے۔ پراونشل درباری و جاگیرداری اور دیگر اعزازات دینوی وراثت میں آپ کو ملے۔ آپ کے متقدمین میں سے کسی نے بھی اس قدر طویل عرصہ سجادۂ قادریہ فاضلیہ کی مسند آرائی نہیں فرمائی جتنا عرصہ آپ کا عہد سجادہ نشینی ہے یعنی تقریباً ساٹھ سال۔ آپ کے دستِ رشد و طریقت پہ ہزاروں لوگوں نے بیعت کی۔ ایک اچھی خاصی تعداد غیر مسلم لوگوں کی تھی جس نے آپ کے دستِ مبارک پہ اسلام قبول کیا۔ دربار کے لنگر کو آپ نے بہت ترقی دی۔ ایک اچھی خاصی تعداد علماء و طالبان فقر کی تھی جو آپ کی نگاہِ کرم سے فیض یاب ہوئے اور ان کی زبان حال کی یہ کیفیت ہو گئی تھی ؎

عالم رنگ و بُو نظاروں میں گلگشت کرتے تھے
انہی کی بدولت مجھے علم و عرفان کی دولت ملی

ماہِ اگست و ستمبر ۱۹۴۷ء میں آپ معہ اپنے خاندان عزّ و علاء اور رفقاء کے ہجرت فرما کر لاہور میں اقامت گزیں ہو گئے اور دربار قادریہ فاضلیہ کا مرکز یہاں لاہور میں قائم فرما دیا۔ آپ کی ساری زندگی پہ دربار قادریہ فاضلیہ کی اشاعت و ابلاغ کے پُر جوش خلوص کا اثر غالب رہا آپ کی وفات ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ء کو بمقام لاہور وقوع پذیر ہوئی اور حضرت قدوۃ العارفین شاہ سکندر کیتھلی قادریؒ کے خلیفہ عظیم حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ کی درگاہ عالیہ کے قریب لاہور میں آپ کی تدفین ہوئی۔ نہایت عالی شان مقبرہ آپ کے مزار شریف پہ تعمیر ہو گیا ہے۔

دربار قادریہ فاضلیہ کا مرکز فیروزپور روڈ لاہور پہ قائم ہے اور آپ کے فرزندِ اکبر قوی الارادہ کثیر العلم شدید الذکار جناب سید میاں بدر محی الدین قادری آپ کے بعد منصب سجادہ نشین پہ فائز ہوئے۔ آپ علوم عربی و فارسی اور جدید تعلیم کے جید عالم ہیں اور دربار کی اشاعت و ابلاغ نہایت قابلیت و فراست سے کر رہے ہیں۔ جناب سید میاں بدر محی الدین قادری کی توجہ سے طریقت قادریہ فاضلیہ کی تبلیغ و تنظیم میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے اور اب تک ہزاروں لوگ آپ کے ہاتھ پہ بیعت کر کے طریقت قادریہ فاضلیہ میں داخل ہو چکے ہیں آپ بٹالہ شریف میں آنریری مجسٹریٹ درجہ اوّل، سب رجسٹرار اور ممبر پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی رہ چکے ہیں۔

دربار قادریہ فاضلیہ فیروزپور روڈ لاہور میں سالانہ عُرس شریف کی شان اہتمام بینظیر ہے جوہر آباد کا مدرسہ "جامعہ قادریہ فاضلیہ" بھی طریقت قادریہ فاضلیہ کے علمی فیضان کا ہی سرچشمہ ہے۔

دربار قادریہ فاضلیہ کی بُنیاد حضرت قدوۃ العارفین مرشد سالکین ابوالفرح سید محمد فاضل الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اورنگ زیب کے عہدِ مغلیہ میں بمقام بٹالہ شریف ضلع گورداسپور (انڈیا) قائم فرمائی تھی جب کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہٗ نے اس سلسلہ طریقت کی ترقی اور نمو مستمر کے لیے بشارت فرمائی تھی چنانچہ اس سلسلہ کی تاریخ اس بشارت کی صداقت پہ شاہد ہے اور اس خاندان کی دینی اور دنیوی وجاہت کے جواہرات روشن ہیں۔ مجد و شرف کی وجہ سے یہ خاندان والیان ریاست ہائے پنجاب اور جلیل القدر زعماء کی تاریخ پنجاب چیفس میں شامل ہے۔

۲۵۶ - حضرت میاں شہاب الدین قادریؒ

آنجناب حضرت میاں رحمت اللہ ابن حضرت قاضی محمد عمر بخش قادری کے فرزند ارجمند تھے ولادت ۱۸۶۹ء میں ہوئی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کا فیضان اپنے والدِ مکرم سے تھا۔ شروع سے ہی آپ درگاہوں۔ خانقاہوں اور مزارات پہ حاضری دیا کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ اکثر و بیشتر خانقاہ حضرت شیخ محمد افضل قادری کلانوری اور حضرت ابوالفرح فاضل الدین بٹالہ شریف پہ حاضری دیا کرتے تھے۔ علاوہ بریں گورداسپور میں پیر سراج الحق خلیفہ حضرت صوفی محمد حسین مراد آبادی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے جو چشتی سلسلہ کے ایک نامور بزرگ تھے۔ فتح گڑھ چوڑیاں میں حضرت مولانا محمد علی قادری چشتی کے ہاں بھی آمد و رفت تھی۔ رمداس میں مولانا نواب دین چشتی صابری کے خاصے مداح تھے۔ ان بزرگان سے آپ نے خاصہ فیضان حاصل کیا۔ لاہور میں بھی آپ بزرگان سلسلہ عالیہ قادریہ کے مقابر و مزارات پہ حاضری دینا اپنا مقدس فریضہ خیال کرتے تھے۔ کوٹ میاں صاحب کے گدی نشین حضرت میاں الٰہی بخش اور حضرت میاں شہاب الدین سے آپ کے اعلیٰ مراسم تھے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ مہرالنساء بیگم نہایت عارفہ اور کاملہ تھیں۔

صاحبزادگان میں محمد طفیل۔ محمد عبداللہ۔ محمد علی۔ محمد دین۔ محمد اسحاق اور محمد ابراہیم نسیم تھے۔ ماسوائے محمد ابراہیم نسیم کے جن کا انتقال اکیس سال کی عمر میں ۱۹۳۹ء میں ہوا سب صغر سنی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ مولف کتاب ہذا آپ کا اکلوتا لڑکا اب حیات ہے۔ جہاں تک خانقاہوں کا تعلق ہے آپ ہر سال کاستی وال۔ رتڑ چھتڑ۔ بٹالہ۔ کلانور۔ گورداسپور۔ فتح گڑھ چوڑیاں۔ کاہنووان وغیرہ مقامات پہ سالانہ عرسوں میں شمولیت نہایت پابندی سے کرتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ سرزمین بھارت سے پاکستان چلے آئے۔ چندے سیالکوٹ اور لائل پور میں اقامت گزیں رہے اور پھر مستقل طور پہ لاہور میں میرے پاس مقیم رہے۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم نسیم قادری : آپ حضرت میاں شہاب الدین قادری کے گھر ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے گاؤں سے حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان ۱۹۳۲ء میں پاس کیا۔ دینی علوم و فنون میں مختلف علماء سے اکتساب فیض کیا۔ عارف کامل اور روشن ضمیر درویش تھے۔ خاندان سلسلہ میں بیعت قادریہ حاصل تھی۔ اوائل عمر سے ہی درویشوں اور فقرا سے بہت محبت کرتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ایک اعلیٰ مقام حاصل کر لیا اور صوفیانہ زندگی بسر کرنی شروع کر دی اور تاحیات اس پہ قائم رہے۔ نماز۔ روزہ کے اس قدر پابند تھے کہ اِدھر آذان ہوئی اور اُدھر آپ مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ عربی۔ فارسی۔ اردو اور پنجابی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے اور اپنے جدِ امجد کے ہم شکل۔ نہایت حسین و جمیل تھے۔ زہد و ورع اور مجاہدات کی وجہ سے جلد ہی صوفیاء کرام میں ایک اونچا مقام حاصل کر لیا۔ صیام و قیام میں شہرۂ آفاق تھے۔ بے اختیار کرامات آپ سے ظاہر ہوا کرتی تھیں۔ بے شمار بزرگان کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ سماع سے محترز تھے۔ اسلام کی تبلیغ میں شب و روز مصروف رہتے یہی وجہ تھی کہ ارد گرد کے مواضعات والے لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور آپ کو انتہائی عزت اور تکریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حشرات الارض بھی آپ کے سامنے مطیع و فرمانبردار ہو جاتے تھے۔ اور ایسے کئی ایک واقعات مشہور اور زبان زدِ خلائق ہیں۔ غرضیکہ آپ علوم ظاہر و باطن اور رموز طریقت و حقیقت کے جامع اور قراتِ قرآن میں لاثانی تھے۔ اور قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے تلاوت فرماتے تھے۔ نماز تہجد کے بھی بہت پابند تھے۔ کچھ عرصہ لاہور میں بھی قیام رہا۔ تو اس زمانہ میں آپ حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ۔ حضرت میاں میر قادری۔ حضرت موج دریا بخاریؒ اور دیگر بزرگان کے مزارات پہ کثرت سے حاضری دیا کرتے تھے۔ مشکوک کھانے کی طرف قطعاً متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ آپ کی شکل نورانی تھی اور اس میں انتہائی جاذبیت اور کشش تھی۔ جو بھی ایک دفعہ آپ سے ہم کلام ہوتا مطیع ہو کر جاتا۔ صاحب مقامات بلند اور کرامات ارجمند تھے۔ توکل میں یگانۂ عصر اور ترک و تجرید میں شہرۂ آفاق تھے دنیا اور اہلِ دنیا سے بہت کم سروکار رکھتے۔ یہی وجہ تھی کہ جو بھی زبان گوہر بار سے

ارشاد فرماتے وہی ظہور پذیر ہوتا۔ عقائدِ اہلِ سنت کے زبردست ترجمان تھے۔ مخلوقِ خدا کو راہِ ہدایت کی طرف لانا اور خلقِ خدا کو فیض پہنچانا آپ کا شیوہ تھا کچھ مدت مجذوب صاحب جذب و سکر بھی رہے۔ اپنے عہد کے ابدال تھے۔

جن ایام میں آپ مجاہدات و ریاضت میں مصروف تھے اس زمانہ میں آپ پیر مکھہ جھنگی حاجی حسین۔ تکیہ منی شاہ۔ خانقاہِ معلی حضرت حاجی شاہ حسین چہرہ پوش سیاح۔ تکیہ امام شاہ۔ درگاہ رو کڑ شاہ۔ مسجد گشاں والی۔ مسجد خلیل خاں۔ خانقاہ حضرت شیخ محمد افضل قادری کلانوری وغیرہ مقامات پر اکثر گھوما پھرا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بیابانوں میں بھی آپ کی گشت جاری تھی۔ کرن ندی سے تخت اکبری و خانقاہ جمیل بیگ میں بھی اکثر پھرا کرتے تھے۔ یہ انتہائی بے آباد۔ ویران اور بھیانک جگہ تھی۔ ایسی کیفیت تقریباً دو سال تک رہی۔ آپ مؤلف کتاب ہذا کے برادر بزرگ تھے۔

وفات ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں ہوئی اور اپنے آبائی قبرستان واقع کوٹ میاں صاحب ضلع گورداسپور بھارت میں جدِّ امجد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کی اہلیہ محترمہ کا وصال ۱۹۵۳ء میں بمقام لائل پور ہو گیا تھا جہاں ان کی آخری خوابگاہ ہے۔

دیال پور ضلع گورداسپور میں آپ کے ہاں بے شمار کتابیں تھیں جن میں خاندانی تحریرات مسودات اور مخطوطات بھی تھے جو ہجرت کے وقت وہاں ہی رہ گئے۔ اگست ۱۹۴۷ء میں تمام دیہہ خالی ہو گیا مگر آپ نے چند دوسرے معزز ساتھیوں کے ساتھ گاؤں خالی کرنا مناسب نہ خیال کیا چنانچہ سکھوں نے گاؤں پر حملہ کر دیا جی بھر کر لوٹ مار کی کئی مکانات کو نذرِ آتش کر دیا اور آپ کو گرفتار کر کے ساتھ والے گاؤں میں ایک جگہ بند کر دیا مگر اللہ کریم کے لطفِ عمیم اور فضل و کرم سے ملکہ از سہ ایک ماہ کے آپ پاکستان آ گئے۔ اس طرح آپ اپنے آبائی گھر سے ایک حبہ بھی نہ لا سکے حالانکہ دوسرے سارے لوگ اپنا قیمتی سامان لے آئے تھے۔

وفات ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں گڑھی شاہو میں ہوئی۔ اور وہاں ہی قبرستان محلہ فیروز گنج میں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے۔ ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

۲۵۷۔ حضرت سید احمد شاہ قادریؒ

آپ سید محمود شاہ المتوفی ۱۸۵۵ء ابن سید غلام محی الدین قادری کے فرزند ارجمند اور درگاہ حضرت سید جان محمد حضوریؒ کے سجادہ نشین و متولی تھے۔ آپ بڑے پرہیزگار اور پارسا بزرگ تھے ساری عمر گڑھی شاہو میں اپنے آباؤاجداد کی گدی پر متمکن رہے اور نہایت اعلیٰ دینی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے مصنف تحقیقات چشتی مولوی نور احمد چشتی اور صاحب خزینۃ الاصفیا و حدیقۃ الاولیا مفتی غلام سرور لاہوری سے ملاقات کی ہے۔ آپ کے گھر خاندان مفتیاں کی ایک صاحبزادی بیاہی گئی تھیں جس سے ان دونوں خاندانوں کے تعلقات خاصے ہو گئے۔ مفتی غلام سرور کے ایک لڑکے مفتی غلام اصغر کی قبر یہیں ہے۔ اب مفتی محمود عالم ہاشمی جب وفات پا گئے ہیں تو ان کی قبر بھی مسجد کے عقب میں بنی۔ ہاشمی صاحب مولف کتاب ہذا کے دوستوں میں سے تھے۔

وفات ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں ہوئی اور مقبرہ حضرت سید جان محمد حضوریؒ کے باہر جانب شمال مزار بنا۔

۲۵۸۔ حضرت سید سردار شاہ قادریؒ

والد ماجد کا نام نامی سید احمد شاہ تھا جو درگاہ حضرت جان محمد حضوریؒ کے سجادہ نشین تھے آپ بڑے بزرگ تھے اور اٹھراہ کے مرض کا علاج کرتے تھے جو ورثہ کے طور پر آپ کو بزرگان سے نسل بر نسل ودیعت ہوا تھا۔ حضرت مولانا تاج دین قادری جن کا مزار قلعہ منور گلاب گراؤنڈ مسجد مولوی جان محمد وسدی میں ہے آپ کے دوستوں میں سے تھے اور اکثر آپکے پاس آتے تھے۔ عہد انگریزی میں جب لوکو اور کیرج شاپ کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو اس نواح میں خانقاہ حضرت فتح شاہ سرمست قادری شطاریؒ تھی چنانچہ انگریز حاکم نے اس کو منہدم کرا دیا جس سے

سید سردار شاہؒ نے بڑا احتجاج کیا کیونکہ وہاں ایک اور بزرگ پیر لال شاہ کی بھی قبر تھی۔ ایسی صورت حال سے نپٹنے کے لئے مسٹر الفورڈ چیف انجینیئر ریلوے سید سردار شاہ کے پاس آیا اور کہا کہ اگر آپ ان دونوں حضرات حضرت فتح شاہ سرمست قادری اور پیر لال شاہ کی لاشیں وہاں سے لا کر قبرستان حضرت جان محمد حضوریؒ میں دفن کرا دیں تو اس خستہ حال مسجد کی از سرِ نو مرمت کرا دی جائے گی چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا مگر انگریز انجینیئر اپنا وعدہ ایفا نہ کر سکا۔

آپ کی وفات ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۵ء لاہور میں ہوئی اور قبر اپنے والدِ محترم کے پاس مسجد اور مقبرہ سید جان محمد حضوریؒ کے درمیان بنی۔

۲۵۹۔ حضرت سید بہادر شاہؒ

ولادت ۱۸۸۶ء میں سید سردار شاہ کے گھر ہوئی جو سجادہ نشین حضرت سید جان محمد حضوریؒ تھے۔ آپ نے اپنے زمانۂ حیات میں مقابر حضرت سید محمود حضوری اور حضرت سید جان محمد حضوریؒ کی تعمیرِ نو کی طرف خصوصی توجہ دی کیونکہ ان ہر دو مقابر کی حالت بہت خراب ہو چکی تھی اور چھ چھ فٹ تک تمام عمارت خستہ و بوسیدہ ہو چکی تھی چنانچہ آپ نے صرفِ کثیر سے ان کی تعمیرِ نو کرائی۔ علاوہ ازیں ہر سال ان کی مرمت اور سفیدی بھی کرواتے رہے نیز ہر سال عرس کا خاص اہتمام کرتے رہے۔ مؤلف کتاب ہذا کے ساتھ آپ کے مراسم نہایت گہرے تھے۔ عبدالرحمٰن شوق امرتسری آپ کے دوستوں میں سے تھے۔ آپ نے اپنی حیات میں مسجد میں درس کا اہتمام بھی کر دیا تھا۔

وفات ۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۷۵ء ہوئی اور قبر اپنے والدِ محترم کے جوار میں درمیان مقبرہ سید جان محمد حضوریؒ اور مسجد بنی۔ موجودہ سجادہ نشین سید انور علی شاہ ہیں جو نہایت مخلص اور متین نوجوان ہیں اور درگاہ عالیہ کا ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں جن کا تقرر آپ نے خود اپنی حیات میں بطور سجادہ نشین اور کیا تھا۔ پیر انور شاہ صاحب نہایت خلیق متواضع اور ہمدرد انسان ہیں اور ہر وقت کارِ خیر میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ کا حلقۂ ارادت کافی وسیع ہے اور بزرگوں کی روایات کو نہایت احسن طریق سے سرانجام دے رہے ہیں۔

۲۶۰ - حضرت سیّد محمد معصوم شاہ گیلانیؒ

ولادت ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں چک سادہ شریف ضلع گجرات میں ہوئی ابتدائی تعلیم و تربیت بمبانوالی ضلع سیالکوٹ میں مفتی امام الدین سے حاصل کی جو ایک جیّد عالم اور علوم ظاہری و باطنی سے شناسا تھے۔ حضرت فضل نور نوری قادری نوشاہیؒ آپ کے چچا اور پیر و مرشد تھے جو حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مرقدِ منور پہ رہتے تھے۔

تعمیر مساجد: ریلوے سٹیشن کے نزدیک مسجد نوری آپ کے ہی زیرِ انتظام تعمیر ہوئی۔ اس کے علاوہ آپ نے متعدد مساجد بنوائیں جن کی پچیس کے لگ بھگ ہے۔ جامعہ مسجد نوری بالمقابل ریلوے سٹیشن لاہور اہل سنت والجماعت (بریلوی) کا تبلیغی مرکز ہے اور مرکزی مجلس رضا لاہور کا دفتر بھی اس مسجد کی ملحقہ عمارت میں ہے اور ہر سال اسی مسجد میں "یوم رضا" انعقاد پذیر ہوتا ہے۔ حضرت داتا صاحب سے آپ کو کمال اُلفت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اس درگاہ میں کشف المحجوب کے درس کا انتظام کیا ہوا تھا جو روزانہ نمازِ ظہر سے نمازِ عصر تک باقاعدگی سے ہوتا تھا۔ ۱۹۴۵ء میں مسلک بریلوی کی اشاعت کے لئے آپ نے مکتبہ نوری قائم کیا جس نے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ اعلیحضرت فاضل بریلویؒ اور مفتی احمد یار خاں کی کُتب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

وفات ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں لاہور میں ہوئی اور قبر اپنے آبائی گاؤں چک سادہ ضلع گجرات میں بنی۔ آپ کی پہلی نماز جنازہ داتا صاحبؒ کے دربار میں پڑھی گئی۔ گجرات میں دوسری نماز جنازہ مفتی احمد یار خان نے پڑھائی اور تیسری چک سادہ میں پڑھی گئی۔ آپ کو ان کے پیرو مرشد شیخ فضل نور نوریؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

۲۶۱ - حضرت مفتی اعجاز ولی رضوی قادری

۱۹۱۴ء میں آپ کی ولادت بریلی شریف میں مولانا سردار ولی خاں بن مولانا ہادی علیخاں بن مولانا رضا علی خاں (جدِ امجد شاہ احمد رضاخاں بریلوی) ہوئی۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی سے قرآن مجید شروع کیا پھر حافظ عبدالکریم قادری سے تکمیل کی۔ درسی کتب برادرِ معظم مولانا تقدس علی خاں شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ سندھ مولانا حسنین رضا خاں بریلوی اور مولانا مختار احمد سلطان پوری سے پڑھیں۔ تفسیر جلالین مولانا سردار علی خاں اور شرح جامی مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضاخاںؒ بریلوی سے پڑھیں نیز سندِ حدیث حاصل کی بعد ازاں حجۃ الاسلام مولانا امجد علی خاں اعظمی مولّف بہار شریعت سے بھی استفادہ کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں امام اہلِ سنت شاہ احمد رضا خاںؒ بریلوی سے بیعت ہوئے نیز مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضاخاں سے بھی سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت و خلافت حاصل کی۔ دارالعلوم منظرِ اسلام دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی۔ مدرسہ منہاج العلوم پانی پت۔ جامعہ محمدی شریف جھنگ۔ دارالعلوم اہلِ سنت جماعت جہلم جامعہ نعیمیہ لاہور۔ جامعہ نعمانیہ لاہور۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں بھی درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے۔ جمعیت العلماء پاکستان سے بھی آپ کے گہرے تعلقات تھے اور مسلم لیگ کے احیا میں بہت کام کیا۔ ۱۹۵۷ء میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے جوار میں جامعہ گنج بخش قائم کیا۔ آپ نے گنج بخش کے نام سے ایک ماہنامہ بھی جاری کیا۔

تصنیفات میں ترجمہ کشف الاسرار۔ ترجمہ مکتوبات شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی۔ تنویر القرآن (تفسیر قرآن پر حاشیہ کنزالایمان) قانونِ میراث۔ تسہیل الواضح خلاصہ وغیرہ وغیرہ یادگار ہیں۔

۲۴ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۷۳ء بروز منگلوار آپ کا وصال ہوا۔ نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات نے پڑھائی مزارِ اقدس میانی قبرستان بہاول پور روڈ نیز مزار مولانا غلام ترنم۔

۲۶۲ - حضرت شاہ یعقوبؒ صدر دیوان زنجانی چشتی

تذکرۃ الصلحا موسوم بہ اسم تاریخی تاریخ احسن مصنفہ مولانا عبدالحی چشتی قادری بدایونی میں آپ کو چشتی تحریر کیا گیا ہے۔ لکھا ہے کہ سید یعقوب المخاطب بہ صدر دیوان زنجانی خلیفہ سید علی موسیٰ چشتی زنجانی مدفون لاہور۔ وفات ۱۶ رجب ۶۰۱ھ ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ آپ کا سلسلہ بیعت اولیائے چشت سے ہے مگر کسی اور کتاب سے اس امر کی تصدیق نہیں ہوتی کیونکہ آپ کی لاہور میں آمد ۴۲۰ھ میں ہوئی اور حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ کا ورودِ لاہور ۵۸۱ھ کے لگ بھگ ہے۔ وفات حضرت سید یعقوب ۵۰۰ھ میں ہوئی۔ ان دونوں بزرگوں کی آپس میں لاہور میں ملاقات ہوئی تھی جیسا کہ گلزار ابرار مصنفہ محمد غوثی شطاری سے ظاہر ہے۔ تحقیقات چشتی صفحہ ۲۲۷ میں لکھا ہے کہ اوّل نشان محرابی نشست گاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سجزیؒ کا تھا۔ اب وہ محرابی طاق غرق زمین ہوگیا۔ مزار پُر انوار ہسپتال روڈ سے جو گلی رتن چند کی سرائے کے عقب اور لیڈی ایچیسن ہسپتال کے درمیان سے نکلتی ہے اس کے آخر میں واقع ہے۔ ساتھ ہی ایک قدیم مسجد ہے جس کے ساتھ ایک احاطہ میں چند قبور ہیں۔ چار دیواری ہسپتال کے ساتھ لگتی ہے۔ وفات آنجناب کی ۵۰۰ھ میں لاہور میں ہوئی۔ آپ لاہور کے قدیم ترین بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

۲۶۳ - حضرت شاہ سروانی چشتیؒ

آپ کا اصلی وطن حیدر آباد دکن تھا۔ آپ کا اسم گرامی رکن الدین تھا اور شاہ سروانی مرشد نے خطاب عطا فرمایا تھا۔ صاحب تذکرہ حدیقۃ الاولیاء نے ان کا نام شاہ ضیاء الدین تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ ان کا اصلی وطن شیروان تھا۔ صاحب تذکرۂ شاہ کاکو چشتی فرماتے ہیں کہ حضرت کا اصلی نام شاہ سر ربانی سلیم الدین ہے اور سر ربانی کا خطاب پیر روشن ضمیر نے دیا تھا۔

سلسلہ بیعت: حضرت مخدوم علاؤالدین صابر کلیریؒ۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے بھانجے

اور ممتاز خلفاء میں سے تھے ان کے نامور خلفاء میں سے حضرت شمس الدین ترک پانی پتی بھی تھے جن کے دو خلیفے تھے۔ پہلے حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء، اور دوسرے حضرت شاہ سرِ ربانی چشتی المعروف شاہ سروانی لاہوری۔ حضرت شمس الدین ترک پانی پتی کی وفات کے بعد آپ تبلیغ و ہدایت کے لئے لاہور تشریف لے آئے۔ آپ لاہور میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے لاہور میں قیام فرما کر عوام و خواص میں رشد و ہدایت کا کام کیا۔

لاہور میں آمد: مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ وفات کے وقت آپ احمد آباد میں تھے اور بوقت رحلت وصیت فرمائی کہ جب آپ انتقال کر جائیں تو جنازہ ملک پنجاب میں لے جانا۔ مرید جنازہ کا تابوت لے کر منزل بہ منزل چلے آئے اور لاہور تک پہنچے چونکہ رات کا وقت تھا اس لئے شہر سے باہر ہی شب باش ہوئے۔ علی الصبح جنازہ اٹھانا چاہا تو نہ اٹھ سکا چنانچہ یہیں دفن کر دیئے گئے اور جنازہ لانے والے واپس اپنے ملک کو چلے گئے مگر یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ آپ نے شیر پہ بارہا سواری کی تھی۔ اس لئے لوگوں نے ان کا نام شاہ شبیرِ ربانی مشہور کر دیا۔ رائے بہادر کنہیا لال لکھتا ہے کہ آخیر عمر میں اس نے تمام ہند کی سیر کی اور لاہور میں آکر فوت ہوا۔

سکھوں کے عہد میں مقبرہ کی حالت: سکھ غارت گری میں اس مقبرہ کو بہت نقصان پہنچا اور یہ ہرزہ عمارت سے ملحقہ باغیچہ اکھاڑ کر لے گئے بلکہ یہاں تک کہ کنوئیں کی اینٹیں بھی اکھاڑ کر لے گئے الغرض شدید نقصان پہنچایا۔ انگریزی عملداری میں اس کی مرمت کی گئی، سفیدی کرائی گئی۔ درخت لگوائے گئے اور اس تکیہ کو دوبارہ آباد کیا گیا۔ موجودہ حالت میں ایک پختہ کمرہ ہے نوجوانوں کے لئے کشتی کا اکھاڑہ بھی ساتھ ہے۔ کنواں ہے باغیچہ ہے اور مقبرہ کی حالت بھی کچھ اچھی ہے۔ ساتھ ہی برلبِ سڑک ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔

وفات آپ کی سنہ ۱۳۳۴ء میں بعہدِ محمد تغلق ہوئی۔ تاریخ لاہور میں چشتیہ خاندان کے اس بزرگ کا مقبرہ سب سے قدیم ہے۔ مزار پُر انوار فین روڈ پہ مزنگ اڈا کے پاس واقع ہے۔ مفتی صاحب نے تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

رونق و زینت چشت اہلِ بہشت
شیخ دین منیر سرِّ ربّانی
سال وصلش چو از خرد جستم
شد عیاں پیر سرِّ ربّانی

تاریخ لاہور میں آپ کی وفات کا سال ۷۳۵ھ مطابق ۱۳۳۴ء درج ہے۔ صاحبِ تذکرہ شیخ چوہڑ بندگی کے قول کے مطابق آپ کی تاریخ وفات ۷۴۹ھ مطابق ۱۳۴۸ء ہے۔

۲۶۴ - حضرت شیخ پیر محمد چشتیؒ

حضرت شاہ کاکو چشتی لاہوری المتوفی ۱۴۷۰ء ایک طویل عرصہ تک آپ کی خدمت میں بھی رہے تھے اور آپ سے انہوں نے اکتساب فیض باطنی کر کے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ حضرت شیخ سے ہی شاہ کاکوؒ نے لاہور کی ولایت حاصل کی۔ شیخ جان اللہ چشتیؒ جن کا مقبرہ نسبت روڈ پر ہے آپ کے پیر بھائی تھے۔ کافی تحقیق کے باوجود آپ کے مزار اور سنِ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔

۲۶۵ - حضرت شاہ کاکو چشتیؒ

آپ حضرت شیخ علاؤالدین علاء الحق بنگالی لاہوری کے صاحبزادے و خلیفہ حضرت نور قطب عالم کے مرید تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوریؒ "حدیقۃ الاولیاء" میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ کی اولاد سے تھے اور چند واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب آنجناب سے ملتا ہے۔ "یادِ رفتگان" میں منشی محمد دین فوقؒ نے تحریر کیا ہے کہ آپ نظام الدین سلطان المشائخ دہلی کے مرید ہیں اور چند ملاقاتیں آپ کی حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ سے بھی ہوئی ہیں جو کہ غلط ہے۔ چشتی نور احمد لکھتے ہیں کہ آپ حضرت خواجہ نظام الدینؒ سلطان المشائخ زری زر بخش کے مرید تھے۔ "مآثر لاہور" میں لکھا ہے کہ آپ ابتداء میں شیخ نورالدین نام ایک بزرگ سے تحصیلِ علم کرتے رہے حالانکہ حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کی وفات ۶۶۰ھ مطابق

۱۲۱۷ء میں ہو چکی تھی اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا وصال ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۵ء میں ہو چکا تھا۔ یہ اور اس قسم کی کئی فروگذاشتیں ہوئی ہیں جن سے آپ کی تاریخ وفات اندھیرے میں پڑ جاتی ہے۔

بیعت: سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ نے حضرت نور قطب عالمؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور انہوں نے بنگال سے آپ کو رشد و ہدایت کے لئے لاہور بھیجا۔ جلد ہی آپ کی شہرت تمام شہر میں پھیل گئی اور بے شمار خلقت آپ کی خدمت میں استفادہ کرنے کے لئے آنے لگی

لاہور میں آپ نے حضرت پیر محمد چشتی سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا۔ علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا۔ تذکرہ قطبیہ جو حضرت جمال الدین ابوبکرؒ قریشی کی تصنیف ہے میں لکھا ہے کہ سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں راجہ سین پال سلہریہ نے سلطان سے سرکشی اختیار کی تو اس کی تادیب اور سرزنش کے لئے سلطان نے فوج روانہ کی۔ راجہ مذکور نے اپنے مہنت جوگی اجے پال کو اپنا سفیر بنا کر سلطان کی خدمت میں روانہ کیا جس نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ اگر سلطان کا خیال قوم سلہریہ کو اسلام میں داخل کرنے کا ہے تو آپ کسی صاحب حال بزرگ سے مجھے ہم کلامی کا موقع دیں اگر وہ مجھ پہ غالب آ جائے تو تمام قوم سلہریہ اسلام قبول کرے گی اور اگر وہ مجھے قائل نہ کر سکے تو پھر سلطان ہماری قوم سے مزاحم نہ ہو۔ اور راجہ سے خراج وصول کر کے اُسے آزاد رہنے دیں گے۔ سلطان نے یہ بات مان لی اور حضرت شاہ کاکو چشتیؒ لاہوری کو بلایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں بوجہ کبر سنی بہت کمزور ہوں اس لئے اس کام کی تکمیل کے لئے حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی سہروردی لاہوریؒ کو نامزد کرتا ہوں چنانچہ مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی۔ جوگی مذکور حقانیت اسلام کا قائل ہو گیا تو تمام سلہریہ قوم بمعہ راجہ و جوگی اسلام لے آئے۔

جس محلہ میں آپ کی رہائش تھی وہ محلہ گزر شاہ کاکوؒ یا محلہ شاہ کاکوؒ کے نام سے موسوم تھا۔ وفات سے قبل مزار کے قریب ایک مسجد بھی تعمیر کرائی گئی بعد میں ایک عظیم الشان محلہ بنام محلہ دارا شکوہ آباد ہوا۔

آپ جامع الکمالات اور بڑے ہی صاحب عبادت و ریاضت بزرگ تھے۔ زہد و ورع

میں کامل اور متوکل تھے۔ مرجع خلائق تھے۔ تمام عمر درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں گزری۔ لودھیوں کے عہدِ حکومت میں لاہور میں مدرسہ و خانقاہ شاہ کاکو چشتی ایک اعلیٰ مقام رکھتی تھی۔ مولوی نور احمد چشتی اس طرح بیان کرتے ہیں۔ "شرق رویہ سرائے محمد سلطان کے زیرِ دیوار مسجد قدیم جس میں اب سکھ لوگ رہتے ہیں اور سرِراہ پانی اور بھنگ پلاتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا چبوترہ زیرِ درخت بنا ہوا ہے۔ اس پر قبر حضرت شاہ کاکو چشتی کی ہے" یہ تقریباً سنہ ۱۸۶۰ء کا واقعہ ہے۔

حضرت شاہ کاکو چشتی کے مزار کے شمال کی طرف دروازہ نخاس عہدِ چوغطہ میں بنا ہوا تھا جو کہ دو منزلہ تھا۔ یہ دروازہ نہایت عالی شان تھا اور مسجد وزیر خاں کے دروازہ کی مانند چینی کے کام والا تھا نیز کاشی کا کام نہایت اعلیٰ کیا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں اس جگہ گھوڑوں کی منڈی لگا کرتی تھی۔ احمد شاہ ابدالی نے جب لاہور پر حملہ کیا تھا تو اس دروازہ پر بیٹھ کر اس نے ناظم لاہور نواب شاہ نواز خاں کو اپنے حضور میں آہنی پنجرہ میں قید کرا کر پیش کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔ یہ عالی شان دروازہ میاں محمد سلطان نے عہدِ انگریزی میں مسمار کروا دیا تھا۔

اولاد: آپ کے فرزندوں میں سے حضرت شیخ اسحاق کاکو نے علم و فضل میں بہت نام پیدا کیا آپ کے ایک فرزند نے ایک مطربہ کی وساطت سے حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی لاہوری پر تہمت لگائی۔ سکندر لودھی نے اس کی تصدیق کے لئے دہلی سے خواص خاں نامی ایک امیر کو لاہور بھیجا تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت شاہ کاکو کے ایک فرزند نے مطربہ کو ایک ہزار بہلولی (سکہ رائج الوقت) دینے کا وعدہ کیا تھا۔ چار سو نقد دے دیا اور بقایا چھ سو بطور امانت دانو بقال کے پاس رکھ دیئے جو کام کی تکمیل کے بعد دیئے جائیں گے۔ جب خواص خاں کو حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو دہلی واپس جا کر بادشاہ کو تمام قصہ سنایا۔ چنانچہ مجرموں کو ملک بدر کر دیا گیا مگر بعد ازاں حضرت چوہڑ بندگی کی سفارش پر ان کو معاف کر دیا گیا۔ یہ واقعہ پیر غلام دستگیر نامی نے تاریخ جلیلہ میں تحریر کیا ہے۔

وفات اور مزارِ اقدس: مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ کاکو کی وفات بقول

تذکرہ شیخ چوہڑ بندگی ۸۸۲ھ مطابق ۱۴۷۷ء میں لاہور میں بعہد سلطان بہلول لودھی ہوئی۔
مفتی صاحب نے تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

چو از دنیائے دوں رخت سفر بست
جناب شاہ والا جاہ کاکوؒ
چو سرور جست تاریخ وصالش
ندا شد "شاہ اکبر شاہ کاکوؒ"

"حدیقۃ الاولیاء" میں سال وفات ۸۸۰ھ تحریر ہے اور "تاریخ جلیلہ" میں ۱۴۷۵ء مطابق ۸۸۲ھ درج ہے۔ تذکرہ قطبیہ میں لکھا ہے کہ خط کوٹ کروڑ (جہاں حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی کا مزار ہے اور میکلوڈ روڈ پر ریلوے پولیس لائنز سے مسجد نقیباں کی طرف واقع ہے) اور مزار حضرت شاہ کاکوؒ (شہید گنج۔ لنڈا بازار) کے درمیان کا علاقہ بے آباد تھا بلکہ اس زمانہ میں تو دہلی دروازہ سے باہر ریلوے سٹیشن تک کا علاقہ بے آب و گیاہ اور ویران و غیر آباد تھا اور یہاں حضرت شاہ کاکوؒ کا مزار تھا۔ یہاں کسی زمانہ میں نخاس بازار تھا جس میں گھوڑوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور ناظمان لاہور کے زمانہ میں یہاں باغی سکھوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں سکھوں نے اس جگہ کو شہید گنج کے نام سے موسوم کیا۔ حضرت شاہ کاکوؒ کا عرس شیخ خوجے کیا کرتے تھے۔ آپ کے مزار کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر ہوئی تھی۔ عہد اکبری میں اس محلہ کو محلہ شاہ کاکوؒ کہا جاتا تھا۔

عہد مغلیہ میں مزار کی حالت: اکبری عہد کے اس نامور چشتی بزرگ کے مزار کے ساتھ ایک مسجد بھی تھی جس کے تین گنبد اور دو مینار تھے۔ عہد شاہجہان میں جب شہزادہ داراشکوہؒ نے موجودہ لنڈا بازار میں اپنی فلک بوس حویلی تعمیر کرائی تو اس محلہ کا نام چوک داراشکوہ مشہور ہوا۔ حضرت میاں میر قادریؒ اکثر اوقات آپ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے آیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ مزار ایک ولی کامل کا ہے۔ عہد مغلیہ میں اس محلہ کی شان و شوکت روز بروز ترقی کرتی رہی یہاں تک کہ یہ محلہ لاہور کے امیر ترین محلوں میں شمار ہوتا تھا کیونکہ یہاں شاہی محلات اور مساجد بہت سی تھیں۔

سکھوں کے عہد میں مزار کی حالت : مغلیہ خاندان کی جب مرکزیت ختم ہوگئی اور ناظمانِ لاہور کا وقت آیا تو سکھوں نے افراتفری کی انتہا کر دی اور ایک وقت تو سکھوں نے لاقانونیت کی انتہا کر دی اور امین آباد کے اِرد گرد وہ لوٹ مار مچا دی کہ توبہ ہی بھلی۔ نواب یحییٰ خاں کے دیوان لکھپت رائے نے اپنے بھائی دیوان جسپت رائے کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے سکھوں کو گرفتار کر کے لاہور لانا شروع کیا اور یہاں دہلی دروازہ سے باہر جہاں حضرت شاہ کاکوؒ کا مزار تھا۔ ان کی گردنیں ماری شروع کیں۔ عہدِ سکھاں میں سکھوں نے اس مقتل کو شہید گنج کا نام دیا جو اب تک مشہور ہے اور مزار اور مسجد پہ ناجائز قبضہ کر لیا۔

مفتی صاحب "حدیقۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں کہ سکھوں نے ان حضرت کا سالانہ عرس بند کر دیا اور مریدوں سے پوچھا کہ ان کا عرس تم کیوں کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ بزرگ ولی عابد و زاہد تھے۔ اس واسطے ان کا عرس ہوتا ہے۔ یہ سن کر ایک سکھ بولا کہ میں اس کا امتحان کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اس بیر کے درخت پر جو حضرت کی قبر پہ ہے، چڑھ گیا اور قبر پہ پیشاب کرنے لگا۔ اسی وقت پاؤں پھسل کر نیچے آ پڑا اور ٹانگ ٹوٹ گئی اس روز سے پھر سکھ مانع عرس نہ ہوئے۔

انگریزوں کے عہد میں مزار کی حالت : انگریزی عہد میں سکھوں نے مسجد کو گوردوارہ میں تبدیل کر لیا کیونکہ اپنے عہدِ حکومت سے اس عہد تک ان کا قبضہ برقرار رہا تھا اور ایک وقت آیا کہ انہوں نے قبر کے نشان اور چبوترہ کو بھی مٹا دیا نیز مسجد مسمار کر دی۔ یہی وہ مسجد تھی جس کو بعد ازاں مسجد شہید گنج کے نام سے موسوم کیا گیا اور جس پہ جولائی ۱۹۳۵ء میں بہ زمانہ وزارتِ عظمیٰ سر سکندر حیات خاں اور سر ہیچ ڈبلیو ایمرسن گورنر پنجاب کے مسلمانوں پہ گولی چلائی گئی تھی۔

۲۶۶ - حضرت شیخ اسحاق کاکو چشتیؒ

آپ حضرت شاہ کاکو چشتی کے فرزندِ ارجمند تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی سے حاصل کی۔ تمام عمر درس و تدریس میں گزاری۔ جوانی میں شکار کا بہت شوق تھا جب درس سے فارغ ہوتے تو عقاب، باز اور شکاری کتے لے کر شہر سے باہر شکار کو نکل جاتے۔ ساری عمر کسی امیر کے درِ دولت پر نہیں گئے اور نہ ہی کسی کے آگے دستِ سوال دراز کیا۔ نہایت

مستغنی المزاج اور قناعت پسند تھے حق گوئی میں یکتا اور مظہر انوار صوری و معنوی تھے نیز صُوفی منش بزرگ تھے۔ اہلِ لاہور آپ کی ولایت کے بہت قائل تھے "طبقاتِ اکبری" میں ملّا نظام الدین لکھتے ہیں کہ آپ نہایت عالم اور متبحر فاضل تھے بلکہ سرزمین ہند میں اس پائے کے بہت کم اشخاص ہیں۔

ملّا عبدالقادر بدایونی تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے ۹۵۵ ہجری مطابق ۱۵۴۸ء میں شیخ موصوف سے لاہور میں شرفِ ملاقات حاصل کیا تھا۔ آپ کے ارشد تلامذہ میں شیخ سعد اللہ بنی اسرائیلی شیخ منصور لاہوری اور شیخ منوّر لاہوری بہت مشہور بزرگ تھے۔ بدایونی کے علاوہ ملک الشعرا فیضی اور شیخ ابوالفضل بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ ہر وقت یادِ حق میں مشغول رہتے اور جب تک کوئی بات نہ پوچھتا تھا جواب نہ دیتے تھے۔ بدایونی لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک نامعقول شخص نے راستہ میں آپ کو پکڑ لیا اور آپ کے سر پر مٹی کا ایک دیگچہ رکھکر اپنے ساتھ چلنے کو کہا آپ نے بلا تامّل اسے سر پہ اٹھا لیا اور اس کے مکان تک اس کو پہنچا آئے جس سے وہ شخص آپ کا غلام بن گیا اور دنیاداری چھوڑ کر عالم دین بن گیا۔ شیخ عارف چشتی لاہوریؒ آپ کے ہی مریدان باکمال میں سے تھے۔

وفات: تقریباً ایک سو سال کی عمر پا کر ۹۹۶ھ مطابق ۱۵۸۸ء میں لاہور ہی میں وفات پائی۔ یہ زمانہ شہنشاہ جلال الدین اکبر کا تھا اور اپنے والد گرامی حضرت شاہ کاکو چشتیؒ کے مزار کے نزدیک موجودہ لنڈا بازار (مسجد شہید گنج) میں دفن ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں بہ زمانہ وزارت نواب سر سکندر حیات خاں سکھوں نے مسجد شہید گنج۔ مزار حضرت شاہ کاکوؒ اور آپ کا مزار اقدس ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا تھا۔

۲۶۷ - حضرت شیخ محمد سلیم چشتی صابریؒ

آپ کی ارادت خاندانِ چشتیہ عالیہ سے تھی۔ مفتی غلام سرور "خزینۃ الاصفیاء" میں لکھے ہیں۔ "جامع بود میاں عشق و محبت و جذب و سکر و سماع و وجد و فقر مقامی بلند و درجہ معلّٰی داشت۔" سماع میں حالت غیر ہو جاتی۔ بعض اوقات دو دو تین تین دن مست اور بے خود پڑے رہتے۔ عوام سمجھتے کہ آپ انتقال فرما چکے ہیں۔ سلسلہ صابریہ چشتیہ ہے۔

اور حضرت شاہ سروانیؒ جن کا مزار فیض انوار فین روڈ پر ہے سے ملتا ہے۔

تذکرہ صوفیائے پنجاب وغیرہ کتب میں آپ کو شیخ محمد صدیق چشتی کا خلیفہ ظاہر کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ حقیقت میں وہ دوسرے شیخ محمد سلیم چشتیؒ تھے۔ شیخ محمد صدیق چشتی کی وفات تو ۱۶۷۴ء میں واقع ہوئی تھی پھر آپ کس طرح ان سے بیعت کر کے خلافت نامہ حاصل کر سکتے تھے۔ قدوسی صاحب نے شیخ محمد سلیمؒ کی تاریخ وفات ۱۰۳۰ھ مطابق ۱۶۲۱ء اور شیخ محمد صدیق چشتی کی تاریخ وفات ۱۰۸۴ھ مطابق ۱۶۷۴ء تحریر کی ہے جو کہ حالات سے مطابقت نہیں رکھتی۔ تذکرۃ الصلحاء میں لکھا ہے کہ آپ ۲۷ رمضان ۱۰۳۰ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۶۲۱ء عہد نورالدین جہانگیر میں لاہور ہی میں اس دنیائے فانی سے کوچ فرما گئے مگر حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار میں آپ کی تاریخ وفات ۱۰۳۰ھ بعہد اکبر بادشاہ درج ہے اور بیرون موچی دروازہ میدان زین خاں میں چیمبرلین روڈ۔ احاطہ تادر بخش میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار سطح زمین سے دس سیڑھیاں اتر کر نیچے آتا ہے۔ قدیم قبر معلوم ہوتی ہے۔ تاریخ وفات مفتی صاحب نے اس طرح لکھی ہے۔

چو از دنیا بہ فردوس بریں رفت
سلیم آں شاہ عالم شاہ حق بیں
"حبیب کبریا سرور سلامت"
بگو سال وصال آں ھشہ دیں

مصنف تذکرۂ اولیائے ہند و پاکستان نے آپ کی تاریخ وفات ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء تحریر کی ہے جو غلط ہے۔

۲۶۸ ۔ حضرت شیخ دوست محمد چشتیؒ

آپ خواجہ نظام الدین شیخ عبدالشکور بلخی تھانیسریؒ کے خلفائے نامدار میں سے تھے جن کی وفات ۱۶۲۶ء میں بمقام بلخ ہوئی تھی۔ تذکرہ اولیائے ہند و پاک" میں آپ کو شیخ اللہ دادؒ لاہوری چشتی، مرید حضرت نظام الدین بلخی تحریر کیا گیا ہے۔

کافی تگ و دَو کے باوجود آپ کے مزار اور سنِ وفات کے متعلق کوئی علم نہیں ہو سکا اور نہ ہی مزید حالات مل سکے۔

۲۶۹۔ حضرت حاجی شیخ جان اللہ چشتیؒ

آپ صابری چشتی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت شیخ نظام الدین بلخی چشتیؒ (مدفون بلخ) کے خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں استعداد کامل تھی۔ تمام عمر لاہور ہی ارشاد و ہدایت کے کام میں مصروف رہے۔ لاہور سے آپ پیرو مرشد کی تلاش میں تھانیسر پہنچے اور وہاں حضرت شیخ نظام الدین بلخی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ بعد ازاں ان کے ساتھ زیارت حرمین الشریفین سے سرفراز ہوئے وہاں سے آپ کے ساتھ بلخ چلے گئے۔ بلخ سے پھر آپ لاہور تشریف لائے تو آپ کی بزرگی اور عظمت کا بہت چرچا ہو گیا اور بے شمار خلقت خدا کی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی اور بقیہ عمر عبادات و ریاضات شاقہ میں گذاری۔ آپ کے لاہوری پیر بھائیوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ عبدالکریم چشتی لاہوری مدفون نواں کوٹ نزد باغ زیب النساء۔

۲۔ بندگی شیخ الہ بخش لاہوری چشتیؒ۔

۳۔ سید الہ بخش بھکری چشتی۔

۴۔ شیخ دولت محمد لاہوری چشتیؒ

آپ کے پیر و مرشد: آپ کے پیرو مرشد حضرت نظام الدین بن عبدالشکور بلخی حضرت شیخ جلال الدین چشتی تھانیسری کے نامور خلفاء میں سے تھے جو بلخ میں دفن ہوئے۔ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی کے جانشین و خلیفہ تھے۔ خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ جب حضرت نظام الدین بلخی اپنے وطن بلخ میں دنیا کی سیر و سیاحت کے بعد واپس آئے تو ایک دفعہ بلخ کی جامع مسجد کے پیش امام کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے بادشاہ سے شکایت کی۔ بادشاہ نے آپ کو بلایا اور وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ امام رافضی ہے جب امام کو معلوم ہوا تو وہ اپنے بارہ ہزار مقتدیوں کے ساتھ تیغ برہنہ لیے آپ کے گھر پر حملہ آور ہوا اور کہا کہ یا تو مجھے رافضی ثابت کرو یا قتل کر دیئے جاؤ گے۔ آپ نے

فرمایا کہ بادشاہ کے رُوبرُو بات ہوگی۔ جب بادشاہ کے رُوبرُو یہ مقدمہ پیش ہُوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے پاؤں کا موزہ اتار کر پھاڑیں اور دیکھیں کہ اس میں کیا ہے چنانچہ جب ایسا کیا گیا تو اس موزہ میں سے ایک کاغذ برآمد ہُوا جس پر شیخین رضوان اللہ علیہم (حضرات صدیق اکبرؓ عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ) کے نام لکھے تھے۔ بادشاہ یہ دیکھ کر نہایت غضبناک ہُوا اور امام کو اسی وقت قتل کرادیا۔

وفات: آپ نے ۹ جمادی الآخر ۱۰۳۹ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۶۳۰ء عہدِ شہاب الدین شاہجہان لاہور میں وفات پائی اور موجودہ نسبت روڈ (قدیم علاقہ باغ میہاں سنگھ) نزد دیال سنگھ لائبریری پر آپ کا مقبرہ عالی وقار ہے جو ایک تنگ گلی میں واقع ہے۔ مفتی صاحب نے تاریخ لکھی ہے۔

شیخ جان اللہ چوں بحکمِ قضا
زین جہان رفت سوئے دارِ جناں
ہست "فیض الحسن" بتاریخش
ہم دگر "اہل فیض جہان جہاں"

۲۷۰- حضرت حاجی شیخ عبدالکریم چشتیؒ

آپ مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری کے صاحبزادے تھے۔ مضافات لاہور میں سلطان پور کے انصاری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد عہدِ اکبر کے جیّد عالم تھے جو تمام علوم و فنون میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ ہمایوں بادشاہ نے اپنے ابتدائی دَور میں ان کو شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا۔ تمام عمر بدعت اور الحاد کے خلاف معرکہ آرا رہے مگر اس قدر فضل و کمال کے باوجود دنیا کی محبت میں بُری طرح پھنسے رہے۔ جب اکبر مخدوم الملک سے ناراض ہوگیا اور ان کے ہندوستان سے اخراج کا حکم صادر کیا۔ تو یہ حج کے لئے چلے گئے۔ واپسی پر ابھی آپ گجرات میں ہی تھے کہ آپ کو مسموم کردیا گیا۔ باپ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد نے لاہور میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ حاجی عبدالکریمؒ اپنے والد کے ہمراہ حرمین الشریفین گئے تھے۔ علوم درسی کی تکمیل اپنے والد عبداللہ انصاریؒ مخدوم الملک بن شمس الدین سلطان پوری سے کی۔

بیعت: آپ قطب دوراں حضرت شیخ نظام الدین بلخی چشتی کے خلیفہ شیخ جان اللہ چشتی لاہوری کے پیر بھائی اور مخدوم الملک عبداللہ انصاری کے صاحبزادے تھے چونکہ آپ ایک عالی وقار خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے آپ نے درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کر دیا اور موجودہ نواں کوٹ میں رہائش اختیار کر لی جہاں شاہی باغات اور محلات وغیرہ تھے۔ مصنف حدیقۃ الاولیاء نے تحریر کیا ہے کہ جب اکبر بادشاہ نے نظام الدین اور ان کے پیر پر ناراض ہو کر ان کو ہند سے نکال دیا۔ اور وہ حرمین الشریفین کو چلے گئے تو یہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ یہ غلط ہے۔ آپ اپنے والد مخدوم الملک عبداللہ انصاری کے ساتھ شہنشاہ کی ناراضگی کے بعد حرمین الشریفین گئے تھے۔

مدرسہ: قیام لاہور میں آپ نے ایک مدرسہ قائم کر لیا جس کے آپ صدر مدرس تھے چونکہ آپ علم و فضل میں معروف و ممتاز شخصیت کے مالک تھے اس لئے آپ کے مدرسے کی شہرت بہت جلد پھیل گئی بے شمار طالبان علم حق آپ کے مدرسہ میں داخل ہو کر فیض حاصل کرنے لگے۔ آپ نے ساری عمر وعظ و نصیحت اور رشد و ہدایت میں ہی گزار دی۔ مدرسہ کے ساتھ آپ نے ایک خانقاہ بھی بنوائی تھی آپ فقہ و اصول کے نامور علماء میں سے تھے۔

تصنیفات: قیام لاہور میں آپ نے کئی ایک کتب تصنیف کیں جن میں شرح "فصوص الحکم" خاص طور پر مشہور ہے جو کہ فارسی زبان میں ہے۔ آپ کا تصنیف کردہ ایک رسالہ "اسرار عجیبہ" پیران چشت کے ذکر و شغل کے بیان میں مقبول خاص و عام ہے۔

پہلی دفعہ تو آپ اپنے والد کے ساتھ حج کے لئے گئے تھے۔ دوسری دفعہ جب آپ لاہور سے اپنے مریدین کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے پا پیادہ گئے تو راستہ بھول گئے۔ احباب پیاس سے العطش العطش کرنے لگے۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔ اسی وقت ایک تیتر نظر آیا اور آپ کے سر پہ بولنے لگا آپ نے سمجھ لیا کہ پانی نزدیک ہے۔ تلاش پہ چند قدم کے فاصلے پہ چشمہ نظر آیا۔ چنانچہ شکر الٰہی تمام احباب بجا لائے۔ پانی پیا۔ وضو کیا اور غسل بھی۔ پھر فرمایا کہ ایک تیتر ہماری سلامتی کا باعث بنا ہے۔ اس لئے میرے مرید آئندہ سے تیتر کا شکار نہ کریں اور نہ ہی اس کا گوشت کھائیں۔

وفات: آپ کی وفات حسرت آیات ۲۰ رجب ۱۰۴۵ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۶۳۵ء بعہد شہاب الدین شاہ جہان ہوئی۔ ان دنوں نواب وزیر خاں لاہور کے گورنر کے عہدے پر فائز تھا اور باغ زیندہ بیگم کے باہر نواں کوٹ میں مدفون ہوئے۔ آج کل اس علاقہ کو قادر پارک کہا جاتا ہے۔

نزہتہ الخواطر میں آپ کی تاریخ وفات ۲۴ رجب ۱۰۲۵ھ مطابق ۱۶۱۶ء تحریر ہے۔

ایک معمولی سے احاطہ میں چار قبور ہیں۔

۱۔ حاجی عبدالکریم چشتی رح۔

۲۔ حضرت دیوان صاحبزادہ کلاں شیخ یحییٰ رح۔

۳۔ اللہ نور منجھلے صاحبزادے۔

۴۔ عبدالحق صاحبزادہ خورد۔

مزید برآں دیگر قبور موسیٰ حضوری (اعلیٰ حضور) صاحبزادہ حاجی صاحب۔ عظیم شاہ خادم اعلیٰ حضور۔ غلام شاہ سجادہ نشین۔ اور فرزند غلام شاہ بھی ہیں۔ حاجی صاحب کے چار فرزند تھے اور چاروں کی قبور اس جگہ ہیں۔ چوکھنڈی کے ارد گرد ایک بہت بڑا احاطہ ہے جس کے جانب شمال ایک عظیم الشان مسجد بھی ہے۔

۲۷۱ - حضرت شیخ عبداللہ پاک بندگی چشتی

محلہ حاجی نالہ لاہور کے رہنے والے تھے۔

شجرہ طریقت: آپ حضرت نظام الدین بلخی چشتی کے مرید تھے۔ وہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری کے۔ وہ حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی کے۔ وہ مرید و خلیفہ حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کے اور وہ حضرت شیخ علی احمد صابر کلیری کے اور وہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کے

آپ کے حالات معلوم کرنے کی بڑی کوشش کی گئی مگر کہیں سے بھی نہ مل سکے۔

مزار: آپ کا مزار باغ بھگت رام میں واقع ہے جس کا اب کوئی نام و نشان تک نہیں ہے نیز سن وصال کا بھی پتہ نہیں چل سکا۔ مزید تفصیلات کے لئے میری تالیف "سوانح حیات حضرت گھوڑے شاہ سہروردی" ملاحظہ فرمادیں۔

۲۷۲ - حضرت سید اللہ بخش چشتیؒ

آپ حضرت شیخ نظام الدین عبدالشکور بلخیؒ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔ صائم الدہر تھے اور ایک مٹھی کھیلیں آٹھ روزے افطار کرنے میں خرچ آتی تھیں۔ ہمیشہ ترک اور تجرید کے ساتھ رہتے تھے۔ لاہور کے عوام الناس آپ کو خدا بین اور بعض لوگ خدا نما کہتے تھے۔

تذکرۃ الاولیائے ہند میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ آدم بنوری نقشبندیؒ نے آپ کو خط لکھا کہ "تم کو مردم جس طرح کہتے ہیں وہ تمہاری مرضی سے کہتے ہیں یا بے مرضی اگر تمہاری مرضی سے کہتے ہیں تو اس عقیدۂ بد سے توبہ کرو جو معتقد رویت پروردگار دنیا میں ملحد و زندیق ہیں۔" آپ نے خط پڑھ کر فرمایا۔ شیخ آدمؒ نعمت رویت سے محروم ہیں مگر تجھ کو مشرف کراتا ہوں چنانچہ وہ شخص بے ہوش ہوا اور دوپہر کے بعد اس کو ہوش آیا۔ سید اللہ بخشؒ سے عرض کی کہ اب میں امیدوار ہوں کہ باقی زندگی خدمت حضور میں گزاروں۔ آپ نے فرمایا کہ اب کے بار تو شیخ کے پاس جا۔ میرا جواب دو اور حقیقت رویت سے آگاہ کر نیز اسے مرتبہ علم الیقین مشرف کرایا۔

مزار ان کا لاہور میں ہے مگر دریافت نہیں ہو سکا اور نہ ہی سن وفات کا پتہ چل سکا ہے۔ آپ کے خلفاء میں سے شیخ محمد مرزا سرہند میں آسودہ ہیں جو ایک کامل درویش گزرے ہیں۔ آپ کے مرشد کی وفات ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶ء میں ہوئی تھی اور مزار بلخ میں ہے۔

۲۷۳ - حضرت شیخ عبدالخالق چشتی صابریؒ

آپ کے ابتدائی حالات کے بارہ میں تاریخ بالکل خاموش ہے۔

بیعت؛ آپ حضرت شیخ جان اللہ چشتی کے نامور خلفاء میں سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانۂ آفاق تھے۔ سماع کا بے انتہا شوق تھا۔ حالت سماع میں ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کے جسم سے روح پرواز کر چکی ہے اور لوگوں کو شبہ ہو جاتا کہ

آپ کا وصال ہو چکا ہے نیز حالت سماع میں جس پہ نظر ڈالتے اس کو مدہوش کر دیتے جو شخص بھی آپ کے سلسلہ میں شامل ہوتا، کامل ہو جاتا۔ آپ کا لنگر خانہ عام لوگوں پہ ہر وقت کھلا رہتا تھا اور دونوں وقت فقراء اور مساکین آپ کے لنگر خانہ سے کھانا کھاتے تھے۔

رائے بہادر کنہیا لال "تاریخ لاہور" میں (مقابر مقبرہ و احاطہ میدان زین خاں) کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ اس میں ایک پختہ احاطہ جامع مسجد و باغیچہ و پختہ قبور بنی ہوئی ہیں۔ یہ قبور بزرگان خاندان چشت کی ہیں اسمائے گرامی یہ ہیں۔ محمد صدیق۔ محمد سلیم۔ محمد عبدالخالق۔ فاضل خورد و فاضل کلاں۔ یہ سب بزرگ اپنے وقت کے عالم و فاضل و فقیر، صاحب زہد و ریاضت تھے۔ ان میں سے محمد صدیق ۸ ر ذی الحجہ ۱۰۹۰ ہجری میں فوت ہوا اور محمد سلیم ۲ ر ذی الحجہ ۱۱۳۰ھ میں فوت ہو کر یہاں دفن ہوئے اور عبدالخالق نے ۱۱ ر ذی الحجہ ۱۱۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔ اس کے بعد خیر شاہ جانشین ہوا۔ اس کی عمر ایک سو بیس سال کی ہوئی یہ ساتویں ذالحجہ ۱۲۴۶ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی قبر بھی اسی احاطہ میں ہے۔ بعد ازاں رکن الدین جانشین ہوئے وہ بھی اب چند سال ہوئے فوت ہو گئے ہیں۔ رکن الدین اس مکان کی بہت خدمت کرتے تھے۔ خاندان صابریہ چشتیہ سے بیعت تھے یہ سلسلہ شاہ سر ربانی کے ساتھ ملتا ہے۔ رائے بہادر موصوف نے یہ کتاب ۱۸۸۴ء میں شائع کرائی تھی تحقیقات چشتی میں سال وفات ۱۱۳۵ھ درج ہے۔

وفات: آپ کا وصال لاہور میں ۱۲ ر جولائی ۱۹۴۹ء مطابق ۱۲ ر رجب المرجب ۱۰۵۹ھ کو بعہد شہاب الدین شاہ جہان ہوا۔ اس وقت لاہور کا گورنر قاضی افضل تھا۔ آپ کا مزار پرانوار میدان زین خان (بیرون موچی دروازہ) میں واقع ہے۔

۲۷۴ - حضرت شیخ عارف چشتی رح

شیخ موصوف حضرت شیخ اسحاق بن شاہ کاکو چشتی کے خلیفہ مجاز تھے۔ زہد و تقویٰ اور فقر و استغنا کی وجہ سے میاں عارف کے نام سے معروف تھے۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ لکھا ہے کہ آپ جامع کرامات تھے۔ ہر مہینے کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے اور اپنے حجرے کا دروازہ دس روز تک بند کر کے عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے

اور کھانا تک نہ کھاتے جب اگلے ماہ کی پہلی تاریخ کو حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو تمام لوگوں کو جو آپ کے دیدار کے لئے حاضر ہوتے دور کر دیا جاتا۔ اگر کوئی وہاں رہ جاتا تو آپ کی نظرِ جلالت سے اس پر تین دن تک بے ہوشی طاری رہتی اور تارک الدنیا ہو جاتا۔ سماع میں بھی آپ کی حالت غیر ہی رہتی۔ یہاں تک نوبت پہنچ جاتی کہ لوگوں کو شبہ ہوتا کہ آپ انتقال فرما چکے ہیں۔

شہزادہ دارا شکوہؒ سے مسائل توحید میں گفتگو کرتے اور دونوں بزرگ خوب محظوظ ہوتے۔

رائے بہادر کنہیا لال لکھتا ہے کہ اس مزار کی دوبارہ مرمت کی گئی ہے۔ موضع مزنگ کے مسن و ضعیف لوگ بیان کرتے ہیں کہ رات کو دور سے اس قبر پر چراغ جلتا نظر آتا ہے۔ جب نزدیک ہوتے ہیں تو کوئی چراغ نظر نہیں آتا۔

وفات: آپ کی وفات ۱۰۶۴ھ مطابق ۱۶۵۴ء میں بعہد شہاب الدین شاہجہان لاہور میں ہوئی۔ شیخ عبدالکریم صوبہ لاہور کے تھے۔ قبرستان میانی میں دفن ہوئے۔ آپ کی وفات حالتِ اعتکاف میں ہوئی جس کا آپ نہایت التزام سے اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ مفتی صاحب نے تاریخ وفات یوں لکھی ہے۔

چوں جناب عارف چشتی ولی
سوئے جنت شد ازیں عالم رواں
سال وصلش گو "فرید حق پرست"
بارِ دیگر "عارفِ چشتی بجاں"

موجودہ حالت میں مزار ایک اونچے چبوترے پر نہایت شکستہ حالت میں حاجی نور کی چار دیواری کے شرقی رویہ قبرستان پراچیاں میں لٹن روڈ پر دل افروز سٹریٹ جو بہاولپور روڈ پر چلتی ہے واقع ہے۔ مزار کے ایک طرف کچے راستے پر شفاء الملک حکیم فقیر محمد چشتی لاہوری کی قبر ہے اور اندرون احاطہ دوسری طرف قبرستان پراچہ برادری ہے۔ مزار کے اوپر دن کا درخت ہے۔ اسی احاطہ میں ایک چھوٹا سا اور احاطہ ہے جس میں حاجی نور اور محمد بخش پراچہ کی قبور وغیرہ ہیں۔

حاجی نور محمد عہدِ شاہجہان میں لاہور کے ایک نہایت امیر کبیر رئیس تھا۔ ایک دفعہ شاہجہان کو ایک مہم کے سلسلہ میں روپیہ کی ضرورت پڑی تو حاجی صاحب نے بادشاہ کو چار کروڑ روپیہ دیا تھا۔ فتح کے بعد جب بادشاہ نے یہ رقم واپس کرنی چاہی تو آپ نے یہ کہہ کر رقم نہ لی کہ تو میرا فرزند ہے۔ اب یہ روپیہ تمہارا مال ہے۔ آپ کی قبر پہ سنگِ مرمر کا کتبہ لگا ہے جس چار دیواری میں آپ کا مزار ہے اس کو چار مصلّٰی بھی کہتے ہیں کیونکہ چار دیواری میں ہر اطراف محرابیں ہیں۔

۲۷۵ - حضرت سیّد صبور شاہ ولی چشتیؒ

تحقیقاتِ چشتی کے صفحہ ۸۹ پر تحریر ہے کہ مسجد حضرت شاہ چراغ کے غریب رو یہ ایک اور چبوترہ ہے اس پہ چار دیواری بوسیدہ بمعہ مزار ثبوت شاہ مرید حضرت شاہ چراغ کے ہے اور درخت وَن کا کھڑا ہے۔ حضرت شاہ چراغ قادری گیلانی کا وصال ۱۶۵۷ء میں لاہور میں ہی ہُوا تھا۔ پتہ نہیں۔ یہ صبور شاہ ولی وہی ہیں یا کوئی اور چشتیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

مزار: سٹیٹ بنک آف پاکستان اور اکونٹنٹ جنرل حکومت مغربی پاکستان کے دفاتر کے درمیان ایک اونچے چبوترے پر آپ کا مزار واقع ہے۔ احاطہ کے باہر ایک بورڈ آویزاں ہے جس پہ تحریر ہے" مزار حضرت صبور شاہ ولی چشتی۔ موجودہ حالت میں اس احاطہ میں جس کے چاروں طرف لوہے کے خاردار جنگلے لگے ہیں۔ ایک تھڑے پر تین قبور ہیں اور نچلے حصّہ میں ایک قبر ہے۔ ہر جمعرات کو یہاں مجاور پھول چڑھاتا ہے۔ سن وفات اور حالات نہیں مل سکے۔

۲۷۶ - حضرت شیخ محمد عارف چشتیؒ

شیخ موصوف شیخ عبدالخالق چشتی لاہوری کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ علوم شریعت و طریقت میں فریدالعصر تھے۔ جامع علم و عمل اور عارف باللہ ہونے کے علاوہ علوم ظاہری و باطنی میں خانوادہ چشتیہ سے منسلک تھے۔ فقر و تجرید میں بلند شان رکھتے تھے۔ سماع کے رسیا تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری "حدیقۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں

"تجرید و تفرید میں بلند شان رکھتے تھے جو کچھ زبان مبارک سے فرماتے ظہور

میں آجاتا۔ ایک روز خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا اور آپ وجد کی حالت میں تھے، قوال یہ بیت پڑھ رہے تھے۔ ؎

آں مسیحائے کہ جاں در دستِ اوست
می دہد جاں گز بمیرم چند بار

اچانک اس وقت ایک شخص اپنے بیمار لڑکے کو جو قریب مرگ تھا۔ چارپائی پہ ڈال کر اس مجلس میں لے آیا اور التجا کی کہ حضرت اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک اس کے چہرے پر پھیرا تو اُسے اسی وقت شفا ہو گئی۔

وفات : آپ کی وفات ۷ ذی الحجہ ۱۰۷۱ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۶۶۱ء میں بعہدِ اورنگ زیب عالمگیرؒ لاہور میں ہوئی۔ اس وقت نواب خلیل اللہ خاں گورنر لاہور تھا۔ مفتی صاحب نے تاریخِ وفات یوں قلمبند کی ہے، ؎

شیخ عارف عارفِ اہلِ کمال
شد چو از دُنیا بخُلدِ جاوداں
رحلتش عارف ثریا جاہ گو
ہم بخواں "عارفِ شہنشاہِ جہاں"

مزار میدانِ زین خاں، بیرون موچی دروازہ واقع ہے۔

۲۷۷ - حضرت شیخ محمد صدیق چشتی صابریؒ

بارہ برس کی عمر میں آپ علوم ظاہری کی تکمیل میں کوشاں ہوئے اور بیس سال کی عمر میں علومِ دینی کی طرف مائل ہوئے۔

بیعت : آپ حضرت شیخ محمد عارف چشتی لاہوریؒ کے مریدانِ باصفا اور نامور خلفا میں سے تھے علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے آفاق تھے۔ تمام دن بچوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے اور رات کو طالبانِ حق کی تربیت فرماتے۔ ہزارہا کی تعداد میں خلقتِ خدا نے آپ سے علوم دینی و دنیوی کی تکمیل کی۔ سماع کا بہت شوق تھا۔ حالتِ وجد و سماع میں جس پہ نظر پڑ جاتی

، رکُ الدنیا ہو جاتا تھا۔ صاحب نزہتہ الخواطر نے لکھا ہے کہ آپ کا تمام وقت ارشاد و تلقین اور درس و تدریس میں ہی گزرتا تھا۔

وفات: شیخ موصوف ۸ ذی الحجہ ۱۰۷۱ھ مطابق ۵ مارچ ۱۶۶۱ء بعہدِ محی الدین اورنگزیب عالمگیرؒ لاہور میں انتقال فرما گئے۔ اور بیرون موچی دروازہ میدان زین خاں میں مدفون ہوئے موجودہ حالت میں آپ کی قبر میکلوڈ روڈ پر احاطہ قادر بخش میں لکڑی کی دو دکانوں کے پاس ہے۔ اس کے نزدیک ہندو بالمیکاں بھی ہے۔ مزار سے شمال مغربی گوشہ میں مسجد بھی ہے۔ نزدیک ہی پیپل کے دو قدیم درخت ہیں وسیع احاطہ ہے جس جگہ پر اب قبور ہیں۔ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں یہاں نواب زین خاں کا باغ تھا جس کے آثار اوائل عہد انگریزی تک موجود تھے نیز باغ کا دروازہ بھی شکستہ حالت میں موجود تھا۔ سید محمد لطیف نے "ہسٹری آف لاہور" میں آپ کی تاریخ وفات ۱۵۸۲ء عہدِ اکبر تحریر کی ہے۔ تحقیقاتِ چشتی میں سالِ وفات ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ء درج ہے۔

۲۷۸ - حضرت سید محمد شاہ المعروف بہ پیر شیرازیؒ

آپ کا اسم گرامی محمد شاہ اور مشہور پیر شیرازی کے نام سے تھے۔ بلوچ قوم کے افراد جو مزنگ میں رہائش پذیر تھے سب حضرت کے مرید تھے۔ ان کا اصلی وطن شاہ پور تھا اور اپنے مریدوں کے پاس مزنگ میں اکثر و بیشتر آیا کرتے تھے۔ آپ کی بیعت خاندان چشتیہ سے تھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں میانی میں ایک خانقاہ اور مسجد بھی بنوائی۔ جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے لاہور میں دفن کرنا چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔

وفات: آپ کی وفات ۱۰۲۰ھ مطابق ۱۶۱۱ء بعہدِ اورنگ زیب عالمگیر لاہور میں ہوئی اور میانی قبرستان میں دفن ہوئے جہاں آپ کا مزار ہے اس کو تکیہ پیر شیرازی والا کہا جاتا ہے۔

۲۷۹ - حضرت سید غلام محمد چشتی سبزواریؒ

آپ کے آباؤ اجداد علاقہ سبزوار سے نقل مکانی کر کے صوبہ ملتان میں اقامت گزیں ہوئے

بعد ازاں اوچ شریف کے موضع احمد پور میں آباد ہوئے۔ شاہ عالم بادشاہ عالمگیر کے بیٹے نے جب آپ کی علمیت کا چرچا سُنا تو دہلی بلا بھیجا اور آپ کو لاہور کے قاضی کا عہدہ پیش کیا جس کو آپ نے قبول فرما لیا اور کئی سال تک لاہور کے قاضی رہے۔ آپ فنِ طبابت میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ ہزار ہا لوگوں نے آپ سے دینی و دنیاوی فیض حاصل کیا۔

موچی دروازہ کے اندر جو "مبارک حویلی" ہے اور جس میں بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ شاہ افغانستان مع اپنی بیگمات کے اقامت گزیں ہوا تھا اور پھر نواب فتح علی خاں قزلباش انگریزی عملداری میں قابض رہا۔ انہی قاضی صاحب کے برادر زادہ میر ذوالفقار علی نے تعمیر کروائی تھی جو کہ ایک امیر کبیر تھے۔

قاضی غلام محمدؒ عربی فارسی کے جیّد عالم تھے۔ فقہ و حدیث اور علمِ منطق و معقول میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ لاہور کی علمی مجالس کے رُوحِ رواں تھے۔ فاضلِ اجلّ اور عالم متبحر ہوتے ہوئے فنِ طبابت میں دمِ عیسوی کی حیثیت رکھتے تھے کہ جو بیمار آیا جان تازہ پا کر گیا۔ آپ سیّد چراغ علی شاہ چشتی لاہوری کے آباؤ اجداد میں سے تھے۔

وفات، وفات لاہور میں ہوئی اور قبرستان میانی میں دفن ہوئے مگر موقعۂ قبر معلوم نہ ہو سکا۔

۲۸۰ - حضرت سیّد رحمت اللہ شاہ چشتیؒ

آنجناب نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ ناظم لاہور کے پیر و مرشد تھے۔ نواب صاحب محمد شاہ کی طرف سے سکھوں کی سرکوبی کے لئے خاص طور پر ناظم لاہور مقرر ہوئے تھے۔

سکھوں کی غارت گری کے زمانہ میں رنجیت سنگھ نے اپنی فوج کے ایک حصّہ کی چھاؤنی آپ کے مزار کے قرب وجوار میں بنادی تھی۔ فوجیوں نے مزار کے تقدس کا کوئی خیال نہ رکھا تو وہاں سے سانپ نکلنے شروع ہو گئے جنہوں نے کئی سکھ فوجیوں کو کاٹ کھایا اور وہ مر گئے اس دہشت سے فوجی خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے یہ جگہ خالی کر دی اس لئے آج سے سو سال قبل زمیندار لوگوں نے آپ کو "سپاں والہ پیر" کے نام سے موسوم کیا۔

وفات ۱۱۴۷ھ سیّد اسلم خاں نائب ناظم لاہور کے عہدِ میں ہوئی۔ آپ کا مزار موجو

وقت میں ایک معمولی سے احاطہ میں واقع ہے۔ جو ایک کنویں کے نزدیک ٹوٹی پھوٹی حالت میں مزروعہ کھیتوں کے درمیان واقع ہے۔ مزار کے شمال میں سرو والا مقبرہ (نواب شرف النساء بیگم مغرب کی طرف بیگم پورہ اور جنوب کی طرف مقبرہ دائی انگہ اور گلابی باغ واقع ہے۔ چار دیواری کے اندر دوسری قبر آپ کے صاحبزادے سید برکت اللہ شاہ کی ہے۔

مصنف تحقیقاتِ چشتی لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد نواب عبدالصمد خاں نے اپنے دورِ اقتدار میں آپ کا مقبرہ بنوایا تھا مگر اب تو مقبرہ کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے صرف کنویں کے پاس کھیتوں میں ایک چھوٹی سی چار دیواری میں دونوں مزارات واقع ہیں اب یہ کھیت بھی نہیں رہے اور اس جگہ ایک نئی آبادی معرضِ وجود میں آ چکی ہے۔

۲۸۱ - حضرت شیخ دریام شاہ چشتیؒ

آپ بہادر شاہ کے عہد حکومت ۱۷۰۷ء سے ۱۷۱۲ء میں چشتیہ خاندان کے ایک ولی کامل گزرے ہیں۔ بہادر شاہ اوّل کا انتقال لاہور کے قلعہ میں ہوا تھا اور لاش بعد ازاں دہلی روانہ کر دی گئی تھی۔ شاہانِ مغلیہ کے زمانہ میں دریام شاہ نے ایک بڑا عظیم الشان حمام تعمیر کرایا تھا جس کو ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۸۱۵ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس خیال سے گرا دیا کہ اس عالیشان اور سنگین حمام میں کوئی مخالف آکر پناہ نہ لے۔ بعد ازاں ایک فقیر گنج علی شاہ نے اس جگہ ایک تکیہ تعمیر کرا لیا۔ اس میں رہائش اختیار کی اور یہ جگہ اس کے نام سے موسوم ہو گئی۔

وفات: وفات اس جگہ جہاں تکیہ گنج علی شاہ ہے ہوئی۔ یہ جگہ شاہ عالم دروازہ کے باہر گھاس منڈی کے پاس ہے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی مسجد اور تکیہ ہے۔ سنِ وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

سائیں گنج علی شاہ اور شیخ دریام شاہ چشتی کی قبور ایک چوکھنڈی میں واقع ہیں۔ یہ چوکھنڈی سرکلر روڈ سے گھاس منڈی کی طرف نظر آتی ہے۔

۲۸۲ - حضرت نظام الدین چشتیؒ المعروف بہ پیر مُہکا

آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک جا ملتا ہے

مولوی نور احمد چشتی مصنّف تحقیقات چشتی نے آپ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ سید نظام الدین کے والد محمد عاقل ایران کے باشندے تھے جو شاہ طہماسب والیٔ ایران کی اولاد کے آتالیق تھے ان کے دو فرزند تھے۔ مولوی سید نظام الدین اور مولوی عنایت اللہ۔ مولوی نظام الدین کی اولاد نرینہ حیات نہ رہ سکی اور مولوی عنایت اللہ کی اولاد اب لاہور میں آباد ہے۔ لکھا ہے کہ مولوی عنایت اللہ جب ایران سے ہندوستان آئے تو پاک پٹن میں حضرت فریدالدین گنج شکر چشتیؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ ایک طویل عرصہ آپ کی خدمت میں رہے چنانچہ بابا صاحب نے ان کو اپنا متبنّٰی بنا لیا اور اس لحاظ سے یہ خاندان چشتی کہلانے لگے اس کے علاوہ حضرت نظام الدین اولیا دہلوی نے بھی مولوی عنایت اللہ اور ان کی اولاد کی روحانی تربیت کی۔ جس زمانہ میں مولوی نظام الدین ایران سے واردِ دکن ہوئے تو آپ نے وہاں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت نظام الدین اورنگ آبادی سے بیعت کی۔ چند سے قیام کے بعد آپ کے پیرومرشد نے آپ کو "خواجہ لاہور" کا خطاب دے کر لاہور روانہ کیا یہاں پہنچنے پہ آپ خیر گڑھ (اگر مئی شاہو) میں اقامت گزیں ہوئے۔ اور یہاں اپنی حویلی اور باغ تعمیر کیا۔ نیز خانقاہ اور مدرسہ کا بھی آغاز کیا۔ قیام لاہور میں آپ سے بے شمار کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ کے فیضِ اثر سے پھنسیوں، پھوڑوں اور مہاسوں کی تکلیف دُور ہو جاتی تھی جو اَب تک بھی قائم ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر سے بھی آپ کے تعلقات تھے جو آپ کی بہت قدر کرتا تھا۔ لکھا ہے کہ عالمگیر نے اپنی بیوی دلرس بانو بیگم کی وفات کے بعد اس کا مقبرہ تاج محل کی طرح کا مولوی نظام الدین چشتی کے ہی مشورہ کے مطابق اورنگ آباد میں تیار کیا تھا۔

آپ نہایت عالم فاضل اور صاحب بیعت و خلافت بزرگ تھے۔ لاہور میں بے شمار لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے درس کی بڑی شہرت تھی۔ علاوہ بریں اس زمانہ کے نامور لاہوری علماء و صوفیا سے آپ کے بڑے اچھے مراسم تھے جن میں سید جان محمد حضوری اور شاہ ابوالخیر بہت معروف ہستیاں ہیں۔ کئی مغل شہزادے آپ کے شاگرد تھے جو آپ سے قرآن و حدیث اور فقہ و مثنوی کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ محمد شاہ

رنگیلا بھی آپ کا شاگرد تھا۔

وفات ۱۱۱۷ھ مطابق ۱۷۰۵ء میں ہوئی اور اپنی خانقاہ میں ہی مقبرہ بنا جو اس وقت ریلوے کالونی علامہ اقبال روڈ بالمقابل آبادی محمد نگر واقع ہے۔ لکھا ہے کہ یہ مقبرہ آپ کے شاگرد محمد شاہ رنگیلا بادشاہ دہلی نے لاگت کثیر سے تعمیر کرایا تھا۔ کسی زمانہ میں درگاہ کی زمین چار کنال کے لگ بھگ تھی مگر اب صرف مقبرہ ہی رہ گیا ہے پہلے اس کی حالت نہایت خستہ اور بوسیدہ تھی مگر اب چند دردمند اصحاب نے اس کی مرمت کروا دی ہے۔ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے دو صاحبزادے محبوب حسین اور امام الدین وفات پا گئے جو یہاں ہی دفن ہیں۔ مقبرہ کے نیچے تہہ خانہ بھی ہے۔ سکھوں کے عہد میں اس مقبرہ کا قیمتی سنگِ مرمر اتار لیا گیا۔

لاہور کے مشہور و معروف اور نامور مورخ مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقات چشتی اور ان کے والد فخر الشعراء مولوی احمد بخش یکدل آپ کے بھائی کی اولاد سے تھے۔ اس علمی خانوادے کے بعض نامور افراد کے حالات مولوی غلام حسین چشتی کے حالات کے ذیل میں دیکھے جائیں۔

۲۸۳ - حضرت شیخ یحییٰ چشتیؒ

آپ حضرت حاجی شیخ عبدالکریم چشتی کے صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک چور خیرو نامی موضع سید والا سے لاہور میں چوری کے ارادے سے آیا۔ جب کسی سے کچھ داؤ نہ چلا تو آپ کی گائیں کھول کر لے جانے لگا مگر اندھا ہو گیا اور اس کو راستہ نظر نہ آسکا اور پھر وہیں باندھ دیں اور بیٹھ رہا۔ صبح جب آپ تشریف لائے تو پوچھا۔ تو کون ہے۔ تو اس نے تمام ماجرہ سنا دیا۔ آپ نے اس کو نصیحت کی کہ آئندہ چوری نہ کرنا۔ چنانچہ اس نے توبہ کی اور اپنا لعاب دہن اس کی آنکھوں پر پھیرا جس سے اس کی بینائی عود کر آئی۔ آپ کا مزار موضع نواں کوٹ میں اپنے والد مکرم کی خانقاہ میں ہے۔ سال وفات ۱۱۳۲ھ مطابق ۱۷۲۰ء ہے۔

۲۸۴ - حضرت شیخ محمد سلیم چشتی صابریؒ

آپ مشائخ چشتیہ صابریہ میں سے ایک نامور بزرگ، صاحبِ طریقت و شریعت گزرے ہیں خرقہ خلافت آپ کو شیخ محمد صدیق چشتی لاہوری سے مرحمت ہوا تھا۔ سماع سے غیر معمولی شغف رکھتے تھے اور حالتِ سماع میں اپنے پیرانِ طریقت کی طرح ان پر بھی ایسی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی کہ بعض اوقات معلوم یہ ہوتا تھا کہ ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی کے زمانہ میں علمائے لاہور بوجہ آپ کے سماع کے دشمن ہو گئے اور انہوں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ ایسے شخص کو قتل کرنا ہی مناسب ہے۔ بادشاہ نے وہ عرضی صوبہ لاہور کے پاس برائے تحقیق ارسال کر دی مگر جب صوبہ لاہور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اصلیت پا کر آپ کا مرید ہو گیا۔ اس کے علاوہ بے شمار خلقت کو آپ نے بیعت سے مشرف فرمایا۔

وفات: آپ کا انتقال غرہ ہلال ۲۰ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۷۳۹ء کو لاہور میں ہوا۔ مگر مزار معلوم نہیں ہو سکا۔

۲۸۵ - حضرت حافظ محمد حسین چشتیؒ

"تحقیقاتِ چشتی" سے آپ کے حالات پر مکمل روشنی نہیں پڑتی کہ آنجناب کس سن میں لاہور میں رہائش پذیر ہوئے اور نہ ہی آپ کی تاریخ وفات کا علم ہو سکا البتہ کتاب مذکور میں تحریر ہے کہ "چار دیواری" شیخ طاہر بندگیؒ کے شمال رویہ جو ایک کوٹھہ دالان مسقفہ مرتبہ مسکونہ گورکنان ہے اس کے شمال رویہ درخت بڑنا میں قبر حضرت حافظ محمد حسین چشتی ایک چبوترہ قدِ آدم بلند پر واقع ہے اس کے ساتھ دو قبریں حافظ محمد نوناری کی اور دوسری حضرت حافظ قاریؒ ان کے بھائی کی اور جنوب رویہ اس چبوترہ کے ایک اور چبوترہ خورد۔ اس پر نشان مسجد بھی ہے اس پر دو قبریں ایک حسن شاہؒ اور دوسری محسن شاہؒ۔ یہ بہ عہد رنجیت سنگھ دفن ہوئے اور سلسلہ حضرت کا چشتیہ ہے۔"

بقول "تحقیقاتِ چشتی" آپ کا مزار قبرستان میانی میں حضرت طاہر بندگیؒ کے مزار پر انوار

کے شمال رویہ واقع ہے۔ بقول ظہور دین گورکن تکیہ پہلواناں آپ کے مزار کے ایک طرف مسجد میاں سلطان اور دوسری طرف تکیہ نور ماہی ہے۔ تیسری طرف مزار میاں محمد سلطان مرحوم رسیتم ہند بوٹا پہلوان اور آغا حشر کاشمیری کا ہے۔ آپ کا مزار اونچے چبوترہ پہ واقع ہے۔

۲۸۶ - نواب سید بھکاری خاں چشتی

بھکاری خاں کے والد کا نام روشن الدولہ طرہ باز خاں تھا جو محمد شاہ کے عہد میں ایک جلیل القدر امیر تھا۔ اس نے چاندنی چوک دہلی میں کوتوالی کے نزدیک سنہری مسجد تعمیر کروائی تھی۔ باپ نے اپنے پیرو مرشد میراں سید بھیک چشتی کی نسبت سے اپنے لڑکے کا نام بھکاری خاں رکھا۔ آپ میر معین الملک المعروف میر منو ناظم لاہور کے زمانہ میں امیرالامرا میں سے تھے اور محمد شاہ بادشاہ دہلی کی طرف سے نائب صوبہ لاہور تھے۔ بڑے خیر۔ متقی اور عالم تھے۔

بیعت: سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت میراں سید بھیکھ چشتی سے بیعت تھے جو حضرت شاہ ابوالمعالی چشتی صابری کے نامور خلفاء میں سے تھے۔

تعمیر سنہری مسجد لاہور: چونکہ آپ اہل لاہور کے نزدیک نہایت ہردلعزیز تھے اس لئے انہوں نے اس میں اور اضافہ کرنے کے لئے ڈبی بازار میں سنہری مسجد تعمیر کروائی جس کے تین سنہری گنبد آج بھی گردونواح کی زینت کو دو بالا کر رہے ہیں۔ نواب نے یہ مسجد ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۱۷۴۹ء میں بنوائی تھی۔ گنبدوں اور چھوٹی برجیوں پہ سونا تانبے کی تختیوں پہ ایسی خوب صورتی اور مضبوطی سے چڑھایا گیا ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود سونے کی ابھی وہی چمک دمک ہے۔

سکھوں کے زمانہ میں اس مسجد پہ اکالیوں نے قبضہ کر لیا تھا اور مسجد کے اندر گرنتھ رکھ دیا تھا لیکن بعد میں مسلمانوں کی درخواست پہ یہ مسجد واگذار کر دی گئی مگر دکانیں انگریزی عہد تک ضبط رہیں۔ آخر نواب نوازش علی خاں اور خان بہادر ڈپٹی محمد برکت علی خاں کی کوششوں سے گورنر پنجاب ایجرٹن صاحب نے یہ مسجد واگزار کر دی جو اب تک آباد ہے پہلے اس کا انتظام انجمن اسلامیہ کے پاس تھا اب محکمہ اوقاف نگرانی کرتا ہے۔

وفات: آپ چونکہ نہایت حسین وجمیل تھے اس لئے نواب معین الملک میر منو کے انتقال پہ

اس کی بیوی مراد بیگم نے آپ سے نکاح کی خواہش کی مگر نواب صاحب کے انکار پہ بیگم اس کی جان کی دشمن ہو گئی بالآخر محل میں بلوا کر قتل کروا دیا اور نعش کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ یہ نیکوکار جوان اس ستم گار عورت کے ہاتھوں درجۂ شہادت کو پہنچا۔ مدفن کا پتہ نہیں چل سکا۔ یہ ۱۷۵۴ء کا واقعہ ہے۔

۲۸۷۔ حضرت مستان شاہ قریشی چشتی

آپ اپنے زمانہ کے ولی باصفا تھے۔ مصنف تحقیقاتِ چشتی نے اپنی تالیف میں لکھا ہے کہ آپ چشتی بزرگ تھے۔ شہزادہ غلام محمد ایوب شاہی کو ان کی ذات سے بڑی ارادت تھی جنہوں نے یہ تکیہ بنوایا تھا اور اس کے نام کچھ اراضی بھی وقف کی تھی جب تک وہ زندہ رہا اس تکیہ کی غور و پرداست ہوتی رہی۔

وفات سنہ ۱۲۰۰ھ مطابق ۱۷۸۵ء میں ہوئی اور مزار کوٹ خواجہ سعید میں بنا۔ بوقت وفات ان کی عمر ۱۱۶ سال کی تھی اس وقت لاہور میں سہ حاکمان لاہور (گوجر سنگھ۔ لہنا سنگھ سوبھا سنگھ) کی حکومت تھی۔ تکیہ کے سامنے سید امجد علی شاہ فیل بان شاہزادہ پرویز کا مزار بھی ہے۔ شاہانِ مغلیہ کے وقت اکثر سادات عظام ہی فیل بان یا مہاوت مقرر ہوتے تھے تاکہ بادشاہ کی بے ادبی نہ ہو کیونکہ بوقت سواری پشت فیل بان کی بادشاہ کی طرف ہوتی تھی۔ اس درگاہ کے ساتھ چودہ بیگھہ اراضی معافی تھی۔

موجودہ صورت میں کوٹ خواجہ سعید میں خواجہ سعید سٹریٹ پر آپ کا تکیہ ہے۔ اس تکیہ میں بہت سے درخت ہیں۔ سب سے اونچے چبوترے پر سید احمد علی شاہ فیل بان کی قبر ہے جس کا کسی زمانہ میں گنبد تھا جو امتداد زمانہ سے گر چکا ہے اس کے بالمقابل ایک چار دیواری میں مستان شاہ کے علاوہ سائیں ننگ علی اور سردار شاہ کی قبور ہیں۔ ساتھ ہی قدیم کنواں ہے سکول بھی اس تکیہ میں ہے۔ تکیہ ویرانی کا منظر پیش کر رہا ہے۔ سنا ہے کہ ایک حاجی صاحب نے تکیہ کی کافی زمین پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ سعید یا اسکی دختر کے مزارات کا کوئی نشان نہیں ہے۔ کسی زمانہ میں کوٹ خواجہ سعید اپنی قدیم عمارات اور باغات کی وجہ

سے بہت مشہور تھا۔ اب بھی یہاں قدیم عمارات اور مقابر ہیں مقبرہ شہزادہ پرویز۔ مقبرہ دالی شہزادہ دارا شکوہ۔ بارہ دری حضرت شاہ بلاول۔ حجرہ میر مہدی۔ مزار قطب شاہ قادری۔ مزار حلی شاہ کے علاوہ سمادھی حقیقت رائے اور قتل گاہ مہاراجہ شیر سنگھ و اجیت سنگھ وغیرہ موجود ہیں۔

۲۸۸ - حضرت شیخ خیر شاہ چشتیؒ

اسم گرامی شیخ خیرالدین تھا مگر خیر شاہ کے نام نامی سے ملقب ہوئے۔

بیعت: آنجناب حضرت شیخ سلیم چشتیؒ لاہوری کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ آپ کو بھی اپنے پیرو مرشد کی طرح وجد و سماع سے خاص التفات تھا۔ فقراء اور درویشوں کے لئے لنگر جاری رہتا تھا بلکہ بعض اوقات اغنیاء بھی شامل ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے سلسلہ کو سکھوں کی مکمل غارت گری کے زمانہ میں بھی جاری رکھا اور چشتی فقراء کی شان کو اس قیامت خیز زمانہ میں بھی قائم و دائم رکھا۔ آپ مشہور و معروف شاعر بھی تھے۔ آپ کا دیوان بھی ہے نیز بزرگ کرامات آپ کی مشہور ہیں۔

رائے بہادر کنہیا لال لکھتا ہے کہ محلہ زین خاں میں ایک قبرستان فقرائے چشتیہ خیر شاہی کا بنا ہوا ہے اس میں مسجد پختہ اور مقابر پختہ ہیں۔"

وفات: تذکرۃ الصلحاء میں آپ کی وفات ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۸۱۸ء درج ہے اور قبرستان میانی میں حضرت شیخ طاہر بندگیؒ قادری نقشبندیؒ کے مزار پُرانوار دربار قادریہ کے قرب و جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کا وصال مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں ہوا۔

رائے بہادر کنہیا لال مصنف تاریخ لاہور لکھتا ہے کہ آپ کا مزار اپنے پیرو مرشد حضرت شیخ سلیمؒ کے احاطہ میں یعنی میدان زین خان بیرون موچی دروازہ عقب کوٹھی خان بہادر ڈپٹی برکت علی خاں میں واقع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تحقیقات چشتیہ میں سال وفات ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء درج ہے اور حدیقۃ الاسرار میں ۱۲۲۰ھ درج ہے۔

۲۸۹ - حضرت سید کمال شاہ چشتیؒ

آپ کے متعلق بہت تحقیق کی گئی کہ آپ کے صحیح حالات دستیاب ہو سکیں مگر کہیں بھی معلوم نہ ہو سکے۔ صرف "تحقیقات چشتی" کے مطابق یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک طوائف بلّو نامی کے پیر تھے جو صوفی مزاج اور کم گو تھی نیز صوم و صلوٰۃ کی طرف بہت رغبت رکھتی تھی۔ مولوی نور احمد چشتی نے اس کو دیکھا تھا جو کہ ۱۸۶۷ء میں فوت ہوئے۔ انہوں نے اس جگہ کا تذکرہ بعنوان "احوال مکان گھوڑے شاہ" اپنی کتاب میں کہا ہے جب میں اسی تکیہ میں برائے تحقیق احوال گیا۔ تو کچھ لوگ جو وہاں چوپٹ کھیل رہے تھے انہوں نے بتایا کہ آپ حضرت پیر ذکیؒ کے ساتھ لاہور آئے تھے اور اکیس ہزار غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے اور آپ بہت صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مگر اس سلسلے میں مولوی نور احمد چشتی کا بیان زیادہ مستند ہے۔

حضرت میاں غلام مصطفیٰ وزیر آبادی مرشد سید چراغ علی شاہؒ لاہوری چشتی اکثر و بیشتر آپ کے مزارِ عالی پہ حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب آپ آخری بار لاہور سے تشریف لے گئے تو اپنے مرید سید چراغ علی شاہؒ کے ہمراہ اس مزار پہ تشریف لائے اور کافی عرصہ اپنے دیگر مریدوں کے ساتھ یہاں قیام کیا۔ فاتحہ پڑھی اور دعا مانگی اور پھر عازم سفر ہوئے۔

وفات سمت ۱۹۰۰ مطابق ۱۸۴۳ء میں ہوئی۔ مزارِ اقدس مستی دروازہ کے باہر ایک احاطہ میں واقع ہے۔ احاطہ کافی وسیع ہے۔ چبوترہ قبر ایک مغنیہ نے بنوایا تھا جس کو آپ سے بعد عقیدت تھی۔ قدیم مکان ہے۔ مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں کہ ایک سو سال پرانا درخت بڑ موجود ہے۔ بے شمار درخت ہیں۔ باغیچہ ہرا بھرا ہے۔ مزار ایک چبوترہ پہ واقع ہے۔ اردگرد لکڑی کا جنگلا ہے۔ باہر آپ کے سجادہ نشینوں کی چار پانچ قبور ہیں۔ ایک طرف معمولی کمرے ہیں اور کوچوان وغیرہ رہائش رکھتے ہیں۔ صفائی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ آج کل محکمہ اوقاف کی زیرِ تولیت ہے۔

۲۹۰ - حضرت مولوی غلام حسین چشتیؒ

علامہ اقبال روڈ لاہور گڑھی شاہو ریلوے کالونی بالمقابل محمد نگر میں ایک نہایت عظیم الشان مقبرہ ایک اونچے چبوترے پر اب بھی مرجع خلائق عوام وخواص ہے۔ یہ مقبرہ حضرت سید نظام الدین چشتی المعروف بہ پیر مہکا کا ہے جو آپکے آباؤ اجداد میں سے تھے پیر مہکا کی اولاد نرینہ حیات نہ رہ سکی اور ان کے بھائی مولوی عنایت اللہ کے لڑکے مولوی ضیاء الحق چشتی کی اولاد لاہور میں آباد ہوئی۔ مولوی ضیاء الحق چشتی کے فرزند مولوی محمد ابراہیم چشتی اور ان کے فرزند مولوی غلام حسین چشتی تھے۔ یہ سب بزرگ درس و تدریس کا سلسلہ اپنائے ہوئے تھے۔ مولوی غلام حسین کا اصل نام غلام علی تھا مگر جب انہوں نے حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کے صاحبزادے اور خلیفہ حضرت فخر الدین چشتی المشہور بہ فخر عالم کے دست حق پرست پر بیعت کی تو آپ کا نام غلام حسین رکھ دیا گیا۔ آپ پیرومرشد کے حکم کے مطابق بارہ برس تک اجمیر شریف میں مشغول عبادات و مجاہدات رہے۔ لاہور آکر آپ نے مسجد چینیاں والی آباد کی اور اس کے امام مقرر ہوئے۔ وفات کے بعد مسجد کے اندر دفن ہوئے لکھا ہے کہ آپ پچیس سال شب بیدار رہے اور شام کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے رہے

وفات مولوی غلام حسین ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ء میں ہوئی۔

آپ کے فرزند فخر الشعراء مولوی احمد بخش یکدل لاہور کے مشہور و معروف عالم حافظ روح اللہ لاہوری کے شاگرد تھے۔ انہوں نے تصنیف و تالیف میں بڑا نام پیدا کیا۔ شاعر بھی تھے۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے آپ کو فخر الشعراء کا خطاب عنایت کیا تھا۔ نیز خلعت پہنائی اور مہر بھی دی جس پر یہ لکھا تھا "فضیلت پناہ یکدل آگاہ فخر الشعراء مولوی احمد بخش یکدل۔ فدوی محمد بہادر شاہ۔ بادشاہ غازیؒ۔ انہوں نے لاہور کی ڈائری اکیس جلدوں میں ۱۸۱۹ء سے ۱۸۶۰ء تک کے واقعات پر بھی لکھی تھی۔ وفات ۱۸۶۵ء میں ہوئی اور سلطان پورہ روڈ بالمقابل آبادی کوچہ محمدی دفن ہوئے۔

فخر الشعراء مولوی احمد بخش یکدل کے نامور فرزند مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقات چشتی

ہیں جنہوں نے بے شمار کتب تصنیف کیں۔ آپ مولانا فیض اللہ شاہ کاشمیری سے بیعت یافتہ تھے بڑے بڑے راجوں، سپہ سالاروں کے لڑکے آپ سے پڑھتے تھے کئی انگریز افسر بھی آپ کے شاگرد تھے۔ ولادت ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۸۲۶ء بمقام لاہور ہوئی۔ ان کی والدہ میاں محمد بخش صحاف کی دختر تھی۔ آپ بے شمار کتابوں کے مصنف تھے۔ اہالیان لاہور پر آپ کا یہ ایک احسان عظیم ہے کہ آپ نے لاہور کی درگاہوں، خانقاہوں، مقابر اور مزارات پر سب سے پہلے ایک عظیم کتاب بنام "تحقیقات چشتی" لکھی اور اسی کتاب سے آپ کو بقائے دوام کے دربار میں زریں کرسی ملی ہے۔

وفات ۱۸۶۷ء میں ہوئی۔ آپ کی وفات پر آپ کے والد مولوی احمد بخش یکدل کو اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ بھی اسی سال وفات پا گئے۔ دونوں باپ بیٹوں کی قبریں ایک اونچے چبوترے پر ایک ہی جگہ واقع ہیں۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے تاریخ وفات "شاعر چشتی" سے نکالی۔

اس نامور علمی خانواد سے کے ایک اور سپوت خان بہادر مولوی محرم علی چشتی ابن فخر الشعرا مولوی احمد بخش یکدل ہیں۔ آپ مستان شاہ کابلی کے خلیفہ تھے۔ اخبار "رفیق ہند" کے ایڈیٹر تھے لاہور کے نامور اخبار نویس تھے۔ ولادت ۱۸۶۴ء کی ہے۔ مولوی محرم علی چشتی نے وفات ۱۹۳۴ء میں پائی اور اپنے پیر و مرشد پیر مستان شاہ کے جوار میں بمقام دہلی دفن ہوئے۔

مولوی محرم علی چشتی کے فرزند مولوی ابراہیم علی چشتی بھی اس نامور خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ وفات ۱۹۶۳ء میں ہوئی اور تکیہ صابر شاہ عقب بادشاہی مسجد لاہور کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

۲۹۱ - حضرت پیر دھیان شاہ چشتیؒ

نواب سعادت خاں صادق محمد خاں ثالث ۱۸۵۲ء میں ریاست بہاول پور کے والی مقرر ہوئے خاندانی تنازع کی بنا پر چار ماہ بعد معزول کر دیئے گئے تو لاہور آ گئے۔ اور یہاں ہی انہوں نے ۱۸۶۱ء میں وفات پائی والی بہاول پور اور آپ کی بیگم کا مقبرہ لٹن روڈ

پر گندے نالے کے اوپر واقع ہے اور ساتھ ہی مسجد بھی ہے۔ مقبرہ ایک بہت بڑے احاطے میں واقع ہے۔ مرمت وغیرہ کے اخراجات ریاست بہاول پور کے حکمران برداشت کرتے ہیں۔ مقبرہ نواب صاحب و بیگم صاحبہ ایک وسیع و عریض کمرہ میں ہے جس پر گنبد بھی ہے۔ نواب صاحب موصوف مثمن برج (شاہی قلعہ لاہور) میں نظر بند تھے اور وہیں فوت ہوئے۔ نواب صاحب کا مقبرہ اس کی بیواؤں نے پندرہ ہزار روپے کی لاگت سے تعمیر کروایا تھا۔

سائیں دھیان شاہ نواب صاحب موصوف کے پیر و مرشد تھے۔ سنا ہے کہ لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور بہت بزرگ اور جامع کمالات تھے۔ بعد وفات کے پیر صاحب کا مزار بھی اس احاطہ کے ایک گوشہ میں بنا۔ کسی کتاب سے آپ کے اصلی حالات سے آگاہی نہیں ہو سکی اور نہ ہی تاریخ وصال کا پتہ چل سکا۔ وفات اوائل عہدِ انگریز میں ہوا۔

مزار: آپ کا مزار نواب بہاول پور کے مقبرہ کے پاس احاطہ کے آخری کونے پر نالے کے پاس ایک قدیم بڑ کے درخت کے نیچے واقع ہے۔

محمد خاں مزنگوی اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ ان کے فرزند محمد اکبر خاں نے بیان کیا ہے کہ سائیں دھیان شاہ کا دو جگہ نمازِ جنازہ ادا ہوا تھا۔ ایک تو اسی جگہ لٹن روڈ پر جہاں اس وقت آپ کا مقبرہ ہے اور یہیں آپ کی بیٹھک تھی اور دوسرے نواں کوٹ میں۔

۲۹۲ - حضرت نور شاہ ولی چشتیؒ

آپ ایک نہایت باکمال ولی کامل بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کابل سے اوائل عہدِ انگریز میں لاہور آئے تھے۔ اسی زمانے میں ایوب شاہ (شاہِ افغانستان) بھی لاہور آیا تھا جس کی رہائش لیک روڈ پر موجودہ مدرسۃ البنات والی کوٹھیوں میں تھی۔ حضرت نور شاہ جب لاہور تشریف لائے تو آپ نے مزنگ میں قیام فرمایا اور یہیں رشد و ہدایت کی تلقین کرنے لگے۔ آپ نے عبداللہ شاہ بلوچ قادری سے بھی ملاقات کی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان دونوں بزرگان کے آپ سے خصوصی مراسم تھے۔

وفات سنہ ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ پائی۔

مرقدِ منور تکیہ نوشاہ۔ نورشاہ روڈ مزنگ میں واقع ہے۔ اِرد گرد چار دیواری ہے۔

۲۹۳ - حضرت حاجی شیخ محمد رمضان چشتیؒ

آپ لاہور میں ۱۲۰۲ھ مطابق ۱۷۸۸ء پیدا ہوئے۔ حاجی صاحب موصوف حضرت خواجہ محمد سلیمان چشتی کے خلفائے نامدار میں سے تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری تحریر فرماتے ہیں کہ آپ زاہد۔ عابد۔ صائم و قائم اور صاحب ذکر و فکر تھے۔ سماع کی حالت میں کمال اضطراب اور بیقراری ان پر طاری ہوتی تھی آخری عمر میں حرمین الشریفین کی زیارت کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور حج و زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفید ہوئے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ کثرت سے عبادت میں مصروف رہتے۔

وفات: مطابق حدیقۃ الاولیاء آپ کی وفات ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۶ء بعمر اسی سال ہوئی عہدِ سلطنتِ انگلشیہ میں لاہور میں انتقال فرمایا اور حضرت طاہر بندگی قادری، نقشبندی لاہوری کے مزار دربارِ قادریہ کے نواح میں مدفون ہوئے۔ تاریخ وفات اس طرح ہے۔

حضرت رمضان کہ نام نامش

بود متبرک چوں رمضان بر زبان

آمد اندر ماہ رمضان بہ زمین

ہم بر رمضان شد بر اوج آسمان

۲۹۴ - حضرت شیخ فیض بخش چشتیؒ

بقول مصنف حدیقۃ الاولیاء آپ حضرت خیر شاہ چشتی لاہوریؒ کے نامور خلفاء میں سے تھے صاحب حال و وجد و سماع تھے۔ ساری عمر حالتِ تجرید و تفرید میں گزاری۔ سید حیدر علی شاہؒ لاہوری کے ہم صحبت تھے گزر اوقات ریشم سازی کی دست کاری پر تھی۔ ہر سال سات عرس منایا کرتے تھے۔ مصنف تذکرۃ اولیائے ہند و پاکستان لکھتے ہیں کہ آپ سید حیدر علی شاہؒ کے مرید تھے جو شیخ خیر شاہؒ لاہوری کے مرید تھے۔ عرس یہ مناتے تھے۔

۱- آنحضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

۲- سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ و حضرت فاطمۃ الزہراؓ۔

۳- سیدنا حضرت امام حسین ؓ۔

۴- غوثِ اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ۔

۵- شیخ المشائخ حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ۔

۶- قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ۔

۷- حضرت خواجہ علی احمد صابر کلیریؒ چشتی و دیگر پیران کبار چشت۔

عرس کے بعد خانقاہ میں غرباء اور مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ مجلس سماع میں سخت وجد میں آتے جس پر نگاہ پڑتی۔ بے ہوش ہو جاتا۔ آپ کاملان متاخرین سلسلہ چشتیہ صابریہ میں سے تھے۔ عاشقِ رسول تھے آپ کے مریدین بھی باکمال تھے۔

آپ کی عادت تھی کہ آپ ہر رات تین بار غسل فرماتے اور مراقبہ و مجاہدہ میں مشغول رہتے۔ ترکِ لذاتِ دنیا کا اس قدر خیال رکھتے کہ حلوہ میں بجائے چینی کے نمک مرچ ڈال کر کھایا کرتے تھے۔ ایک روز آپ ریشم کھول کر باغ مہیاں سنگھ میں کام کر رہے تھے کہ ٹڈی دل آگیا۔ باغبان جس نے باغ کا میوہ خریدا تھا بے حد پریشان ہوا۔ آپ نے اس کے حق میں دعا کی کہ بارِ الٰہی اس کے خرید کردہ پھل کو اس ٹڈی دل سے محفوظ رکھ۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ٹڈی دل باغ کے اندر داخل نہ ہوا مگر اردگرد کے تمام درخت چٹ کر گیا۔ تاریخ وفات اس طرح ہے۔

ز دار الفنا سوئے فردوس رفت
چوں فیض بخش صفا اہلِ فیض
بگو محرمِ فیض حق سالِ او
دگر واہل عطا، اہل فیض

وفات: آخری عمر میں آپ تپِ محرقہ میں چند روز مبتلا رہ کر اس دارِ فانی سے ۹ رجب ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو کوچ کر گئے۔ اس رات کو آپ نے حافظ قادر بخش

نعت خواں کو بلایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نعت سُنائیے۔ اس نے یہ اشعار پڑھنا شروع کئے جو غالباً حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے ہیں۔

منم خاکِ در کوئے محمدؐ
اسیرِ حلقۂ موئے محمدؐ
قتیلِ نوکِ شمشیرِ نگاہش
شہیدِ تیغِ ابروئے محمدؐ

اشعار سُن کر آپ کی حالت غیر ہو گئی اور وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور اسی حالت میں جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ ملکہ وکٹوریہ حکمرانِ انگلستان کے عہد کا واقع ہے۔ مزار میانی گورستان میں ہے۔

۲۹۵- حضرت خواجہ حسین چشتیؒ

آپ کے مزار کے باہر دروازہ پہ یہ اشعار لکھے ہیں۔

ایں روضہ چوں بہارا بر ہشت بہشت
چوں پیشوائے اہل یقین خواجہ حسینؒ
سالِ بنا فریدچہ خوش گفت اہل چشت
آرام گاہ داور دین خواجہ حسینؒ

اور یہ شعر بھی تحریر ہے ؎

بر آستان تو ہر کس رسید مطلب یافت
روا مدار کہ من نا امید بر گردم

انتقال پُر ملال آنجناب کا ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں عہدِ سرکار انگلشیہ میں ہوا حالات باوجود کوشش کے نہیں مل سکے۔ مزار اقدس پر گنبد بہترین بنا ہے یہ میو ہسپتال کے احاطہ میں مُردہ خانہ اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے درمیان گراونڈ میں اونچی سطح پہ واقع ہے۔ مزار پہ یہ اشعار بھی رقم ہیں۔

رفتِ زیں باغ چوں بہ خلدِ برین
مرشدِ ذی جلال خواجہ حسینؒ

یادگاری گزاشت نائب خویش
خادمِ خوش خصال خواجہ حسینؒ

نامِ نامی او چراغ علی است
آنکہ گردش بحال خواجہ حسینؒ

گفت سالش فرید عیاسیے
عاشقِ لایزال خواجہ حسینؒ

باہر احاطہ چار دیواری میں فقیر چراغ علی المتوفی ۱۸۸۶ء کی قبر ہے اور میڈیکل کالج کی طرف گراؤنڈ میں حضرت گرز علی شاہؒ کا مزار ہے۔

۲۹۶ - حضرت سید چراغ علی شاہ چشتیؒ

آپ کے آباؤ اجداد سبزوار کے رہنے والے تھے۔ ۱۷۰۶ء میں میر عالم سبزوار سے لاہور بعہد اورنگ زیب عالمگیرؒ آئے تھے اور واپس چلے گئے۔ دوسری دفعہ ۱۷۰۹ء بمعہ اہل و عیال لاہور آئے اور یہاں کے ہو رہے۔ یہ زمانہ بہادر شاہ اول کا تھا۔ بادشاہ نے آپ کو اپنا ذاتی معالج بنالیا ان کے دو صاحبزادے میر یحییٰ علیؒ اور میر ذوالفقار علیؒ تھے۔

سید صاحب مبارک حویلی اندرون موچی دروازہ لاہور کے بانیوں میر بہادر علیؒ۔ میر قادر علیؒ اور میر بہادر علیؒ کے خاندان سے تھے۔ قوم کے سید سبزواری تھے اور قاضی غلام محمد چشتی لاہوریؒ جو عہد عالمگیرؒ لاہور کے قاضی تھے کی اولاد سے تھے۔ آپ حکیم غلام دستگیر لاہوریؒ کے شاگرد تھے جن کا شمار عہدِ سکھی کے ممتاز حکماء میں شمار ہوتا ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

سید چراغ علی شاہ حکیم بن سید احمد شاہ بن میر قمر علی المشہور میر شاہین بن میر حیا بن میر عالم شاہ جو کہ پنتیس واسطوں سے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ پر ختم ہوتا ہے۔

بیعت: آپ کی بیعت سلسلہ عالیہ چشتیہ میں تھی۔ آپ کے بے شمار مرید تھے۔ نہایت خلیق

خوش خُو اور خوش مزاج تھے۔ آپ کے پیر و مرشد مولوی غلام مصطفٰےؒ وزیر آبادی تھے جن کا سلسلہ اس طرح ہے۔ مولوی غلام مصطفٰےؒ مرید شیخ اللہ دتہ صابری مرید شیخ کریم الدین چشتی مرید شیخ محمد غوث چشتی مرید شیخ قادر بخش چشتی مرید حامد شاہ مرید شیخ محمد صدیق چشتی لاہوری مرید حافظ محمد عارف مرید شیخ عبدالخالق قریشی مرید شیخ جان اللہ چشتی لاہوریؒ۔

مسٹر رابرٹ منٹگمری لیفٹیننٹ گورنر پنجاب اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں باغیچہ سید چراغ علی شاہؒ میانی میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

مصنف تحقیقات چشتی مولوی نور احمد کے زمانہ ۱۸۶۵ء میں آپ حیات تھے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ سے وظائف اور تجرید کی طرف طبیعت زیادہ مائل ہے اس لئے بارہ تیرہ سال سے آپ نے اناج کھانا چھوڑ دیا ہے علم حکمت میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ درس و تدریس کا بھی سلسلہ جاری تھا۔ نہایت خوش شکل تھے بہت سے لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ مفتی غلام سرورؒ نے آپ کو بقراطِ ثانی لکھا ہے۔ سید سردار شاہ گیلانی المعروف شاہ سردار جھنڈے والے۔ سید نظام الدین المعروف حضرت نظام الدینؒ بودیاں والے گیلانیؒ۔ مولوی احمد بخش چشتی یکدل۔ مولوی نور احمد چشتی اور سائیں حسین شاہ چشتی جن کی لاہور میں بروز عرس میٹھی کھچڑی مشہور ہے۔ آپ سے خاصی میل ملاقات رکھتے تھے۔ آپ سماع بھی سنتے تھے۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی بھی جب لاہور تشریف لاتے تو آپ کے ہاں ٹھہرتے حاجی محمد رمضان خلیفہ محمد سلیمان تونسویؒ بھی آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

نماز تہجد کے بعد آپ مزار پُر انوار حضرت میاں میر قادریؒ پر تشریف لے جاتے تھے۔ نماز فجر وہاں ادا کر کے تمام روز قرب و جوار کے میدانوں میں سیر فرمایا کرتے تھے۔ ظہر مسجد اندرون مزار حضرت میاں میرؒ میں ادا فرماتے۔ عصر کی نماز مسجد حضرت شاہ محمد غوثؒ بیرون دہلی دروازہ ادا فرماتے۔ مغرب مسجد وزیر خاں میں ادا فرماتے اور مزار حضرت شاہ محمد اسحاق المعروف میراں بادشاہ پر فاتحہ پڑھتے اور نمازِ عشاء تک یہاں ہی قیام فرماتے تھے۔

اولاد: آپ کی اولاد میں سے سید حاکم علی شاہؒ۔ سید بہادر علی شاہؒ اور سید قادر علی شاہ مشہور ہیں۔ سید حاکم علی شاہ ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے والدِ بزرگوار کی وفات کے بعد آپ سجادہ نشین

مقرر ہوئے۔ سید بہادر علی شاہ ۱۸۴۶ء میں اور سید قادر علی شاہ ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے۔

مزار: آپ کا مزار احاطہ سید چراغ شاہ واقع قبرستان میانی میں ہے۔ مذکورہ احاطہ اور باغیچہ انہوں نے زمینداروں سے اراضی لے کر اپنے خاندان کے لئے علیحدہ بنوایا تھا۔

وفات آنجناب کی ۱۸ دسمبر ۱۸۹۶ء بروز یک شنبہ واقع ہوئی۔ نواب غلام محبوب سبحانی جاگیردار خلف الصدق نواب شیخ امام الدین خانؒ صوبیدار کشمیر و مرید حضرت میاں محمد شاہ چشتی ہوشیارپوری نے یہ تاریخ کہی ؎

بزرگ نیک طینت سید پاک
ز دنیا رفت در کنج لحد خفت
زبیں فوتش ملک از روی الطاف
مکانش جنت الاعلیٰ سید گفت
۱۳۱۶ھ

موجودہ پتہ: لٹن روڈ سے دل افروز سٹریٹ نمبر ۹ میانی قبرستان کی طرف نکلتی ہے۔ رہائشی مکانات کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد تھوڑی دُور آگے جا کر برلب سڑک پختہ دائیں طرف باغیچی واحاطہ سید چراغ علی چشتی سبزواری ہے اور بائیں طرف احاطہ نظام شاہؒ ہے۔ احاطہ سید چراغ علی شاہؒ بمع مکانات کے ساتھ ایک اونچے چبوترے پر آپ کا مزار عالی وقار سنگِ مرمر سے بنا ہوا موجود ہے۔ ساتھ ہی چار قبریں اور ہیں۔ پختہ اینٹوں کا نفیس دروازہ بنا ہوا ہے جس میں سے گزر کر چبوترہ میں داخل ہوتے ہیں۔ باہر آپ کے عزیز و اقارب کی قبور موجود ہیں مزار پر یا باہر کوئی نام وغیرہ تحریر نہیں ہے۔ مفصل حالات سوانح عمری حضرت سید چراغ علی شاہ چشتی میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

۲۹۷ - حضرت مولانا غلام قادر چشتی بھیرویؒ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا غلام حیدرؒ تھا جو بھیرہ ضلع شاہ پور کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ آپ کی ولادت بھیرہ میں ہوئی اور وہیں آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ ابھی سن بلوغ کو نہ پہنچے تھے کہ آپ بھیرہ سے لاہور تشریف لے گئے۔

لاہور میں آمد: لاہور کے قیام کے زمانہ میں آپ نے استاذ الکل حافظ غلام محی الدین بگوی نقشبندی جو مسجد حکیماں اندرون بھاٹی دروازہ میں علم حدیث کا درس دیتے تھے اور ان کے برادر خورد حافظ احمد الدین بگوی نقشبندیؒ سے معقول و منقول کی کتب پڑھیں اور پھر دہلی جا کر حضرت مولانا مفتی صدر الدین خاں آزردہؔ سے اکتساب فیض کیا۔ فقہ۔ حدیث اور تفسیر کے علوم کی تکمیل کے بعد آپ واپس لاہور تشریف لے آئے اور بھاٹی دروازے کے اندر اونچی مسجد میں سلسلہ وعظ و نصیحت شروع کیا۔ آپ کے علم و فضل کی شہرت سن کر لوگ جوق در جوق حاضر ہونے لگے ایک دن بیگم شاہی مسجد کی متولیہ مائی جیواں مرحومہ آپ کے وعظ سے اس قدر متاثر ہوئی کہ اس نے مولانا کو اپنی مسجد میں خطابت و امامت پر مامور کر دیا اور بعد ازاں وہ آپ کی اتنی گرویدہ ہوئی کہ آپ کو متبنیٰ بنا کر مسجد بیگم شاہی کی تولیت بھی آپ کو تفویض کر دی۔ آپ بہت بڑے فاضل تھے۔ طبیعت میں بے حد جلال تھا۔ ایک زمانہ میں مدرسہ نعمانیہ اندرون ٹکسالی دروازہ اور اورینٹل کالج لاہور میں بھی تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

آپ نے شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی سے بیعت کی۔ اس زمانہ میں آپ کو لاہور کا قطب سمجھا جاتا تھا۔ چشتی سلسلہ میں منسلک ہونے کے باوجود آپ کو حضرت سید عبدالقادر جیلانیؓ سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی۔ مسجد نبی بازار حکیماں کو آپ نے سرکار انگریزی سے درخواست کر کے واگزار کرایا تھا۔

تصانیف: آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں۔

۱۔ اسلام کی گیارہ کتابیں۔ ۲۔ شمس الضحیٰ۔

۳۔ نمازِ حضوری۔ ۴۔ ختماتِ خواجگان وغیرہ

خلفاء: عارف باللہ حضرت مولانا غلام قادرؒ کے کئی خلفاء تھے جن میں سے معروف و مشہور یہ ہیں۔ ۱۔ حاجی الٰہی بخشؒ۔ ۲۔ خلیفہ محمد اکرمؒ۔ ۳۔ مولوی شہاب الدینؒ۔

شاگرد: آپ کے شاگردوں میں پیر سید جماعت علی شاہؒ علی پوریؒ۔ مولانا غلام حیدر پوچھیؒ۔ مولوی نبی بخش حلوائی لاہوری۔ مصنف تفسیر نبویؒ۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری اور مولانا مفتی غلام احمد اوّل مدرس نعمانیہ لاہور بہت مشہور ہیں۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری حضرت مولانا بھیروی قدس سرہ کے بہت زیادہ عقیدت مند تھے اور ان کی کتابوں کو بہت مفید سمجھتے تھے انقلاب الحقیقت کے صفحہ ۸۰ پر لکھا ہے کہ " انگریزی دان اصحاب کو اکثر مولانا غلام قادرؒ صاحب مرحوم بھیروی کے سلسلہ اسلام کی کتب کے مطالعہ کے لئے فرماتے کیونکہ ان لوگوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں اکثر قرآن مجید کے آخری پاروں کا ترجمہ یا کسی خاص تفسیر کا نام لے کر بھی ارشاد فرماتے "

وفات : آپؒ کی وفات ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ مطابق مارچ ۱۹۰۹ء کو ہوئی اور مسجد بیگم شاہی لاہور میں مسجد سے جانب شرق دفن ہوئے۔ آپ کے نامور خلفاء میں سے حاجی الٰہی بخش اور خلیفہ محمد اکرمؒ بھی آپ کے پاس ہی مسجد مذکور میں دفن ہیں۔ آپ کے شاگرد حضرت مولانا آسی امرتسری نے تاریخیں کہیں۔ منبع فیض رب جلیل ۱۳۲۷ھ

بیگم شاہی مسجد اندرون مستی دروازہ اور شاہی قلعہ لاہور کے شرقی صدر دروازہ کے بالمقابل واقع ہے۔ یہ مسجد شہنشاہ جلال الدین اکبر کی ملکہ زمانی نے تعمیر کرائی تھی۔ مسجد اپنے طرز تعمیر سے لاہور کی ایک عجیب عمارت ہے جو پٹھان اور ہندوانہ طرز تعمیر کا ایک حسین امتزاج ہے۔ مولانا غلام قادر نے اپنے زمانہ میں یہاں ایک کتبہ بھی لگوایا جو اب بھی موجود ہے۔ اس پر تحریر ہے کہ غیر عقائد رکھنے والے حضرات یہاں نہیں آ سکتے۔ (مفہوماً) حضرت مولانا غلام قادرؒ کے مزید حالات کے لئے مولانا عبدالحکیم شرف قادری کی تالیف تذکرہ اکابر اہل سنت (پاکستان) دیکھنی چاہیئے۔

۲۹۸ - حضرت مولانا محمد سعید شاہ چشتیؒ

نام نامی سید محمد سعید شاہ بن سید حیدر شاہ حسینی زنجانی چشتی بھرتوی المعروف قطب شاہ تھا ولادت ۱۸۳۵ء کے لگ بھگ ہے۔ آپ کے دو اور بھائی تھے۔ ایک سید لطف شاہ اور دوسرے سید محمد شریف۔ سلسلہ چشتیہ میں خلافت حضرت خواجہ شمس الدینؒ سیالوی سے حاصل کی اکثر وبیشتر اپنے آبائی گاؤں بھرتھ جو شاہ پور سے دو کوس کے فاصلے پر ہے سے پیدل سیال شریف تشریف لے جاتے تھے۔

آپ کی تالیفات میں مراۃ العاشقین کو ایک خاص مقام حاصل ہے جس میں آپ نے

اپنے پیرو مرشد حضرت شمس العارفین کے ملفوظات اکٹھے کیے ہیں۔ اس کے علاوہ غیر مطبوعات میں ہدایت السالکین۔ ایمان کی سنتر شاخیں اور وظائف چشتیہ اور ختم شریف خواجہ خواجگان ہیں۔ آپ کے خود نوشتہ کئی قلمی نسخے سید سعید علی شاہ کاظمی زنجانی جیا موسیٰ حال مقیم چاہ میراں موجود ہیں۔ سید سعید علی شاہ سید لطف شاہ کے پڑپوتے ہیں جو سید محمد سعید شاہ چشتی کے بھائی تھے۔

تخمیناً آپ کی وفات ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں ہوئی۔ مزار پختہ احاطہ قبور سادات براستہ مادھو لال حسین برلب سڑک متصل مسجد واقع ہے۔ یہ مسجد آپ کی ہی تعمیر کردہ ہے ان کی اولاد میں سید محمد یوسف اور سید عبدالعزیز تھے جو وفات پا چکے ہیں۔

۲۹۹ - حضرت بابا عمر دین چشتیؒ

آپ لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ چشتی سلسلہ سے منسلک تھے۔ ۱۹۲۸ء میں لاہور تشریف فرما ہوئے ابتداً خانقاہ عالیہ حضرت داتا گنج بخشؒ میں متواتر نو سال تک زائرین کو پانی پلاتے رہے۔ رہائش خانقاہ حضرت عبداللہ شاہ بلوچ قادری میں ایک جھگی میں تھی۔ آپ اخلاقِ عالیہ اور صفاتِ حمیدہ کے مظہر تھے۔ رزق حلال کی طرف نہایت توجہ کرتے تھے۔ کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ شب بیدار تھے اور شریعت محمدیہ کی اتباع میں بہت کوشاں رہتے تھے۔ ساری عمر مزدوری کرتے رہے۔

وفات اکبر خاں کونسلر لاہور کارپوریشن ۱۹۵۲ء سے ۱۹۷۲ء کے مکان میں پائی جو آپ کے مرید تھے جن کو حضرت خواجہ اجمیریؒ سے بے پناہ عشق و محبت ہے۔ انہوں نے ۱۹۷۳ء میں حج کیا۔ ۱۹۴۰ء میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مزارِ منور پر پہلی بار حاضری دی پھر اکثر حاضری دیتے رہے۔ ۱۹۷۰ء میں گورنمنٹ نے ان کو زائرین کا لیڈر منتخب کر کے بھیجا تھا۔ اکبر خاں کے والد محمد خاں المتوفی ۱۹۶۵ء دادا سہنے خاں المتوفی ۱۹۱۴ء اور پیر محمد خاں المتوفی ۱۸۸۰ء بھی خاندان چشتیاں کے خادم تھے۔ علاوہ ازیں ملک فضل داد بلوچ مزنگ والے بھی حضرت باباصاحب کے مرید و سجادہ نشین تھے۔

حضرت بابا صاحب کا وصال ۱۹۳۸ء میں ہوا اور میانی میں دفن کیے گئے۔ مزار متصل مزار غازی علم دین شہید واقع ہے۔ ساتھ ہی خان محمد خان والد محمد اکبر خان کا مزار ہے۔ خان محمد خاں کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ ان کی ساری عمر قبرستانوں اور آبادیوں میں بزرگانِ دین کی خدمت میں گذری۔ یہ حضرت نظام الدین پیر بودیا نوالے۔ پیر جانن امام اور پیر دھیان شاہ چشتی کی خدمت میں رہے اور ان سے فیض حاصل کیا۔

۳۰۰ - حضرت حافظ احمد علی شاہ چشتی نظامیؒ

آپ اسلامیہ کالج لاہور میں عربی۔ فارسی اور دینیات کے پروفیسر تھے۔ بڑے عالم فاضل بزرگ تھے۔ چشتی نظامی سلسلہ میں بیعت تھے۔ بارہ برس تک شاہی مسجد لاہور کے خطیب رہے اس کے علاوہ مدرسہ غوثیہ تکیہ سادھوان کے شیخ الحدیث بھی رہے۔

تصنیفات میں نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ اور سُرور الخاطر فی ندا یا شیخ عبدالقادرؒ مشہور ہیں۔ عربی فارسی کی درج ذیل کتابوں کے اُردو میں ترجمے کیے۔

۱۔ نفحات الانس مصنفہ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ۔

۲۔ مشکوٰۃ الانوار از امام غزالیؒ

۳۔ بہجۃ الاسرار (مناقب غوث الاعظمؒ) مصنفہ شیخ نورالدین ابی الحسن بن یوسف بن یوسف شافعیؒ۔

۴۔ تحفۃ القلوب و ہدایۃ الارواح (فارسی) مؤلفہ شیخ عثمان جالندھریؒ۔

۵۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ از قاضی عیاضؒ۔

وفات ۱۹۲۶ء میں ہوئی۔ قبر میانی میں ہے۔ نمازِ جنازہ سید دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری نے پڑھائی۔

۳۰۱ - حضرت سید نفیر عالم چشتی صابریؒ

آپ کی ولادت قصبہ ڈھونہ نزد دکھاکوری ضلع سہارن پور میں ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء

میں ہوئی۔ ابتدائی عمر میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا اور پھر دینی علوم کی تکمیل کی۔ اس کے علاوہ قرأت میں بھی مہارتِ تامہ حاصل کی۔ آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ رمضان علی شاہ جن کا سلسلہ مخدوم حضرت سید علی احمد صابر کلیریؒ تک پہنچتا ہے۔

جب ذرا ہوش سنبھالی تو ملتان تشریف لے آئے اور وہاں ۱۵ سال قیام فرمایا۔ لاہور کئی دفعہ تشریف لائے اور بالآخر اس کو مستقل مستقر بنا لیا اور تلقین و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹۳۵ء میں آپ اس شہر میں آئے اور مزنگ میں قیام فرمایا پھر نقیر آباد چلے آئے جو بالکل جنگل بیابان تھا۔ آپ نے یہاں آبادی قائم کی اور پھر آبادی آپ کے نام سے ہی موسوم ہوئی۔ دربار بہت وسیع ہے۔

وصال ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں ہوا۔ عمر ۶۵ سال پائی۔ مقبرہ نہایت عظیم الشان تعمیر ہو چکا ہے جو قصبہ نقیر آباد نزد شالامار ٹاؤن میں واقع ہے۔ یہ آبادی کسی زمانہ میں ہندوؤں کا گڑھ تھا جہاں ان کا ایک بہت بڑا مندر تھا جس میں ایک بہت وسیع اور گہرا تالاب تھا جو اب بھی قائم ہے۔ مسجد میں مدرسہ دینیہ تعلیم القرآن چشتیہ نقیریہ بھی قائم ہے جس میں طلباء دینی علم حاصل کرتے ہیں۔

خلفاء میں شاہباز عالم چشتی بھی ہیں۔ شیخ غلام محی الدین چشتی مرحوم مدفون میانی سید عبدالغفور شاہ گیلانی وغیرہ ہیں۔ ملتان میں آپ کے بے شمار مرید ہیں۔ آپ کے صاحبزادے خواجہ عبدالحمید جان عالم چشتی ۱۹۵۴ء میں وفات پا کر اس خانقاہ میں دفن ہیں۔ اب ان کے فرزند خواجہ غلام حسین المعروف گلو شاہ سجادہ نشین ہیں۔

۳۰۲۔ حضرت حافظ صوفی محمد امین شاہ چشتی صابریؒ

صوفی صاحب کے والد ماجد حافظ محمد اکبر علی افغانستان سے ترکِ وطن کر کے لاہور آ گئے تھے آپ کی پیدائش لاہور میں ہوئی ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۷ء میں ہوئی تھی اور یہیں آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل فرمائی۔

بیعت فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت سید صوفی محمد حسین شاہ مراد آبادی

قدس سرہٗ سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ شعر بھی کہتے تھے آپ کے مریدین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ کے تعلقات حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے نہایت اچھے تھے اور ان کے گہرے دوست تھے۔

تصانیف: آپ شاعر بھی تھے اور نعت نہایت اچھی کہتے تھے "انیس العاشقین" اور "راحت العاشقین" کے نام سے دو مجموعے یادگار چھوڑے جو نعت سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور متصوفانہ کلام پر مشتمل ہیں۔ "انیس العاشقین" چھپ چکا ہے اور "راحت العاشقین" ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ مطابق نومبر ۱۹۴۴ء میں ہوئی اور مزار تکیہ دھوبیاں نزد مزنگ میانی قبرستان میں بنا جہاں ہر سال آپ کے فرزند جناب قاسم علی شاہ کے زیر اہتمام یوم وفات پر عرس ہوتا ہے۔

حضرت صوفی محمد حسین کے خلیفہ اور صوفی محمد امین شاہ کے پیر بھائی حضرت حاجی علی احمد مراد آباد (بھارت) سے لاہور تشریف لا کر اپنے صاحبزدگان کے پاس قیام فرماتے ان کے برادر زادے پیرزادہ حکیم کامل نظامی دہلوی لاہور میں قیام فرما ہیں اور انہیں اپنے عم محترم سے سلسلہ صابریہ میں اجازت ہے۔ حضرت حاجی علی احمد صاحب نے مراد آباد میں ۳۱ جنوری ۱۹۷۰ء کو بعمر ۹۰ سال وفات پائی اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔

۳۰۳ - حضرت پیر نوازش علی چشتی صابری

ولادت: ولادت ۱۸۸۵ء میں بمقام نوشہرہ ڈھالا ضلع امرتسر میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید غلام مرتضیٰ شاہ اور آپ کے جد امجد کا نام نامی بابا حیدر شاہ تھا جو سلسلہ نوشاہیہ کے مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے علوم مروجہ کی تحصیل مولوی محمد علی بڈھانوی سے فرمائی جو متبحر عالم اور خدا رسیدہ بزرگ تھے اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ سے نسبت رکھتے تھے۔ تحصیل علم کے بعد آپ ذکر و فکر اور مجاہدات میں مشغول ہو گئے اور کئی سال تک مجاہدات میں مصروف رہے۔

بیعت: آپ نے حضرت خواجہ محمد فاروق حسن چشتی رام پوری سے ساہیوال میں سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت کی۔

ورودِ لاہور: آپ ۱۹۱۹ء میں نوشہرہ ڈھالا (جو کہ ہند و پاک کی سرحد پر برکی سے آگے چھ سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے) سے لاہور تشریف لائے اور گڑھی شاہو میں اقامت اختیار کی جہاں پہلے نواب جعفر خاں اور اس کے لڑکے کاظم خاں کے مزارات تھے۔ نواب صاحب موصوف عہدِ شاہ جہان میں وزیرِ تعمیرات و ہفت ہزاری تھے چونکہ اس محراب شریف کی دیکھ بھال اور غور پرداخت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس لئے جب آپ لاہور تشریف لائے تو انہوں نے یہاں قیام فرمایا۔ مسجد تعمیر کروائی اور اپنے سلسلہ کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ آپ یہاں تیس برس تک وعظ و نصیحت اور ارشاد و تلقین میں مصروف رہے۔ آپ نے "عارف نامہ" ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا تھا جو کہ پنجابی زبان میں ہے۔ محراب شریف سے جانب مشرق مونیا بیگم دخترِ نواب خلیل اللہ خاں بھی مصنف نے ۱۹۴۰ء میں دیکھی تھی مگر اب اس کا نشان مفقود کر دیا گیا ہے۔

وفات: ۲۵ جولائی ۱۹۴۸ء کو وفات پائی اور محراب شریف واقع نواز مشن سٹریٹ گڑھی شاہو میں دفن ہوئے۔ ایک گنبد آپ کے مزار پر ہے اور دوسرے کے نیچے سنگِ مرمر کا کتبہ سید آرام محمود کا تحریر ہے اس نام کا کوئی ولی آج تک کسی تاریخی کتاب سے ثابت نہیں ہو سکا۔ نواب جعفر خاں کی قبر گنبد سے باہر ہے۔ محراب شریف لاہور کی قدیم عمارات میں شمار ہوتی ہے۔ کافی اونچی ہے اور دیواریں بہت موٹی ہیں۔ گنبد آپ کے مریدین نے صرفِ کثیر سے تعمیر کروایا ہے۔

۳۰۴۔ حضرت فخر الاطباء حکیم فقیر محمد چشتی نظامی امرتسری

ولادت ۱۸۶۴ء کے لگ بھگ امرتسر میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی حکیم میاں نبی بخش تھا درسِ نظامی کی تکمیل مولانا ہاشم علی۔ مولانا نور احمد المتوفی ۱۹۲۹ء محشی مکتوبات امام ربانی اور دیگر اساتذہ سے کی۔ فاضل اجل علامہ محمد عالم آسی امرتسری سے بھی خصوصی استفادہ کیا طب کی تعلیم اپنے والد کے علاوہ حکیم مولوی حیدر علی بجنوری۔ حکیم محمد ابراہیم جالندھری اور ان کے بیٹے حکیم حاجی غلام جیلانی سے حاصل کی۔

آپ نے سب سے پہلے سلسلہ قادریہ کے ایک صاحب جذب بزرگ بابا عبداللہ کشمیری سے بیعت صحبت حاصل کیا پھر اپنے رشتہ کے چچا مولوی حکیم فتح الدین رعیوی خلیفہ حضرت میاں محمد شاہ چشتی ہوشیارپوری سے سلسلہ چشتیہ کا فیض حاصل کیا اور ان ہی کے ایما پر قطب وقت حضرت میاں محمد شاہ چشتی ہوشیارپوری کے خلیفہ مجاز و سجادہ نشین حضرت الحاج میاں علی محمد خان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ پھر حضرت مولوی فتح الدین صاحب موصوف نے خود اجازت عطا کی۔ حکیم صاحب تقسیم ملک پر امرتسر سے ہجرت کر کے لاہور آ گئے تھے آپ کے مجربات کا مجموعہ بنام "مجربات فخر الاطباء" شائع ہو چکا ہے اس کے ابتداء میں آپ کے مفصل حالات مرقوم ہیں۔

وفات ۲۷ رجب المرجب ۱۳۷۱ھ مطابق اپریل ۱۹۵۲ء کو بمقام لاہور ہوئی اور حضرت میاں میرؒ کے احاطہ خانقاہ کے باہر جنوبی دیوار کے زیر سایہ محو خواب ابدی ہوئے۔ مزار پختہ بنا ہوا ہے۔ لوح پر پیر غلام دستگیر نامی مرحوم کا قطعہ تاریخ کندہ ہے جس کا تاریخی شعر یہ ہے۔ ؎

تاریخ رحلتش بدل نامیؔ حزیں
"فوت نجیب در شب معراج" آمدہ

حکیم محمد موسیٰ چشتی نظامی قادری امرتسری مدظلہٗ آپ کے فرزند ہیں۔ جو لاہور میں مطب کرتے ہیں۔

۳۰۵۔ حضرت میر سید غلام بھیک نیرنگ انبالویؒ

آنجناب موضع دورانہ ضلع انبالہ میں ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے اوائل عمر سے ہی طبیعت دینداری کی طرف مائل تھی۔ ۱۸۹۰ء میں انبالہ سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور پھر گورنمنٹ کالج میں داخلہ لیا یہی وہ سال ہے جب ترجمانِ حقیقت علامہ سر محمد اقبال مرے کالج سیالکوٹ سے لاہور آ کر اس کالج میں داخل ہوئے۔ میر صاحب نے فسٹ ایئر میں اور علامہ صاحب نے تھرڈ ایئر میں داخلہ لیا تھا۔ انہی ایام میں اس کالج میں سر فضل حسین۔ بخشی سر ٹیک چند۔ خان بہادر میاں عبدالعزیز فلک پیما وغیرہ تعلیم ... سے بی۔اے کا

امتحان اعزاز سے پاس کرنے کے بعد وکالت کا بھی امتحان لاہور سے ہی پاس کیا۔ زاں بعد انبالہ میں پریکٹس شروع کر دی اور جلدی ہی اپنی شرافت اور دینداری کی وجہ سے ایک اعلیٰ پوزیشن اختیار کی چنانچہ آپ کو سرکاری وکیل مقرر کیا گیا۔ یہ ملازمت ۱۹۰۹ء سے ۱۹۳۰ء تک ہے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت شاہ علی حسین چشتی کچھوچھوی سے شرف بیعت و خلافت حاصل کی اپنے پیر و مرشد کے مجموعہ کلام "تحائف اشرفی" کو آپ نے ہی ترتیب دیا تھا جس سے آپ کی بے پناہ عقیدت ظاہر ہوتی ہے حالانکہ آپ ایک سماجی کارکن تھے اور آپ نے ساری عمر تلقین و ارشاد کا سلسلہ جاری نہیں رکھا مگر پھر بھی آپ کے دینی اور اسلامی کارنامے اظہر من الشمس ہیں۔

آپ شاعر بھی تھے۔ نیرنگ تخلص اور نواب میرزا داغ دہلوی سے شرف تلمذ تھا۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ آپ کی شاعری سے بہت متاثر تھے۔ جب لاہور تشریف لاتے تو علامہ سے ضرور ملاقات کرتے۔ آپ کا شمار اردو کے ممتاز شعرا میں ہوتا ہے۔ آپ کی نظموں کا مجموعہ "کلام نیرنگ" اور "غبار افق" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ صاحب طرز ادیب بھی تھے جب سر شیخ عبدالقادر نے لاہور سے مخزن رسالہ نکالا تو آپ اس کے مضمون نگاروں میں شامل تھے۔

آپ ایک سماجی کارکن بھی تھے نیز مذہبی اور قومی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ انبالہ میں "تبلیغ اسلام" کے نام سے ایک انجمن قائم کی تھی جو احیائے ملت اور اشاعت اسلام کے لیے نمایاں کام کرتی رہی۔ بہت سی تعلیمی، سماجی اور اسلامی انجمنوں کے صدر اور سیکرٹری تھے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ آپ مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے۔ وفات ۱۶ ر اکتوبر ۱۹۵۲ء میں لاہور میں ہوئی جہاں آپ کو قبرستان میانی میں دفن کیا گیا۔

۳۰۶ - حضرت پیر محمد حسین چشتی صابریؒ

سلسلہ چشتیہ میں آپ کی بیعت پیر محمد شاہ چشتی صابریؒ سے تھی۔ آپ کا مزار قبرستان بُدھو کا آوا میں ایک چوکھنڈی میں واقع ہے۔ تاریخ وصال ۱۰ ر جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۵۳ء ہے مزار ایک سنگ مرمر کے چبوترہ پر واقع ہے۔ تعویذ قبر بھی سنگ مرمر کا ہے اس احاطہ میں آپ کے ساتھ ہی آپ کے خلیفہ حاجی محمد صادق چشتی صابری کی قبر ہے جن کا وصال

۲۶ر شوال ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۲ر نومبر ۱۹۷۲ء میں ہوا اور یہیں دفن ہوئے ۔ اپنے پیر و مرشد کے جوار میں ان کی قبر بھی ایک سنگِ مرمر کے چبوترہ پر واقع ہے۔ تعویذ قبر بھی سنگِ مرمر کا ہے ۔

۳۰۷ - حضرت شاہ محمد عبدالشکور چشتی الملقب بہ خطاب الغیب "تاج الاولیاء"

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کے ممتاز ترین بزرگوں میں سے ہیں۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ فرنگی محل لکھنؤ سے ظاہری تعلیم پائی۔ اوائل عمر ہی سے طبیعت عبادت و ریاضت کی طرف مائل تھی حضرت شیخ فخر العارفین محمد عبدالحی چاٹگام کے خلیفہ قطبِ دوراں حضرت شاہ نبی رضا کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور تھوڑی مدت کے بعد خرقۂ خلافت پایا۔ اپنے پیر و مرشد کے ارشاد کے مطابق وطن مالوف کو ترک کیا اور نصیر آباد متصل اجمیر شریف یعنی حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے دامنِ پُر برکت میں سکونت اختیار فرمائی۔ یہاں آپ شب و روز تبلیغ دین میں مصروف رہے اور راجپوتانہ۔ یو۔پی۔ اور سی۔پی کا گوشہ گوشہ آپ کے انوار معرفت سے منور ہوا۔ یہاں سے پھر اپنے پیر کامل کا اشارہ پا کر سکندر آباد ضلع بلند شہر (یو۔پی) میں اقامت پذیر ہوئے اور اس سرزمین میں بھی آپ نے مدت دراز تک دین حق کی خدمت کی تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان آئے اور گارڈن ٹاؤن لاہور میں سلسلہ رشد و ہدایت کی ترویج میں مصروف رہے۔ اس دوران کچھ عرصہ آپ نے ملتان میں بھی گذارا۔ بالآخر موضع جیون ہانہ گارڈن ٹاؤن کے مشرق میں کچھ اراضی خریدی۔ اسی جگہ بروز یکشنبہ دس ذی الحجہ بوقت غروب بتاریخ ۳۱ر جولائی ۱۹۵۵ء آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے تین فرزند تھے حضرت علاؤالدین شاہ مزار شریف موضع گگو نزد دستور کوٹ۔ حضرت عبدالستار شاہ مزار شریف بمبئی اور حضرت عبدالرؤف شاہ۔ آپ کے پہلو میں مغرب کی جانب مدفون ہیں۔

آپ کے خلفاء کی تعداد ساٹھ سے اوپر ہے جنہوں نے مختلف مقامات پر دین حق کی خدمت میں اپنی زندگیوں کو صرف کر دیا۔ آپ تصوف میں کسی بھی غیر اسلامی کیفیت کو پسند نہ فرماتے شریعت محمدیہ کی ترویج و اشاعت آپ کا خاص مسلک تھا جہاں ۔۔ ردل افراد آپ کے دست پاک پر بیعت رہے کئی ایک مسلمان بھی ہوئے۔ آپ سب لوگوں سے بہت ہی حسن و سلوک سے پیش آتے تھے۔ آپ کا آستانِ حقیقت نشان اسی طرح مرجع خلائق ہے۔ آپ صاحب سماع

بزرگوں میں سے تھے۔ سالانہ عرس مزار شریف پر ہوتا ہے۔ فاضل محترم سید محمد اکرم شاہ اکرم استاذ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور ان کے خاص مقرب مریدوں میں سے تھے اور انہی کے ذریعے حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کے حالات ہمہ دست ہوئے۔

۳۰۸ پیر محمد عبداللہ چشتی قلندریؒ

آپ کی ولادت امرتسر میں ہوئی۔ کشمیری الاصل تھے۔ آپ چھوٹا صدیقا پہلوان کے فرزند تھے۔ آپ مشرب قلندری رکھتے تھے اور اس میں تلقین وارشاد کرتے تھے۔

مزار سید پور بالمقابل الویر نیو سٹوڈیو۔ ملتان روڈ پر واقع ہے۔ اس کو "دربار ساقی مست قلندر" بھی کہا جاتا ہے۔ دربار دو کنال میں واقع ہے ہر سال عرس ہوتا ہے

وفات ۱۹۷۵ء میں ہوئی۔

۳۰۹۔ حافظ محمد شفیق چشتیؒ

مسلک اہل سنت کے حامی تھے۔ قصیدہ بُردہ شریف کے عامل۔ عابد۔ زاہد اور عارفِ کامل تھے۔ داتا صاحبؒ کی حاضری ہر جمعرات کو دیتے تھے۔ صاحبِ کشف بزرگ تھے۔ رہائش فاروق گنج میں تھی۔ آپ کا عالیشان مقبرہ میانی میں ہے۔ رلٹن روڈ سے دل افروز سٹریٹ پر قبرستان میں جائیں تو تھوڑی دُور آگے جاکر تکیہ نظام شاہ اور مستان شاہ سے آگے آپ کا مقبرہ ہے۔ ایک اونچے چبوترے پر آپ کا مقبرہ ہے۔ مقبرہ سنگِ سرخ سے تعمیر شدہ ہے اندرون مقبرہ چبوترہ سنگِ مرمر آپ کی قبر کا تعویذ بھی سنگِ مرمر سے بنایا گیا ہے جس پر تحریر ہے۔

"سراج السالکین۔ زبدۃ العارفین۔ سندالواصلین۔ راحت العاشقین حضرت ابوالریاض حافظ محمد شفیق احمد چشتی قادری نقشبندی سہروردی اولاد حضرت محمود قادری پنابلی۔ وفات یکم جنوری ۱۹۵۷ء ۲۹ جمادی الاول ۱۳۷۶ھ"

مرقد منور پر آیت الکرسی تحریر ہے۔

احاطہ میں ہینڈ پمپ ہے گنبد سفید ہے۔ تین اطراف میں سیمنٹ کی جالیاں اور ایک طرف

لوہے کا دروازہ۔

۳۱۰ - مولوی ذوالفقار علی چشتی نظامیؒ

مولانا ۱۸۹۰ء میں میرٹھ (یو۔پی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ تیس سال کی عمر میں سہارن پور جاکر حضرت مولانا سید یاد محمد سہارن پوری چشتی سے بیعت ہوئے اور خلافت پائی۔ ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ لاہور تشریف لائے اور فلیمنگ روڈ قلعہ گوجر سنگھ قیام پذیر ہو کر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کی۔ آپ کے بے شمار مریدین ہیں۔ کرامات آپ کے ملنے والوں کے زبان زد ہیں۔ متبحر عالم تھے۔ شاعر بھی تھے۔ مُضطرؔ میرٹھی تخلص کرتے تھے۔ آپ کے دو قلمی دیوان آپ کے شاگرد عابدؔ نظامی کے پاس موجود ہیں۔ فلیمنگ روڈ پر ان کی دکان مرجع خلائق تھی جہاں وہ تلقین و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ نماز پنجگانہ کی آدائیگی پر سختی سے تلقین فرماتے۔ شب بیدار اور تہجد گزار بزرگ تھے۔

۱۹۶۰ء میں وفات پائی اور قبرستان بی بی پاکدامناں میں دفن ہوئے۔

۳۱۱ - صُوفی محمد مشتاق چشتی صابریؒ

چشتی سلسلہ میں خلافت حضرت سراج الحق چشتی گورداسپوری سے حاصل تھی۔ بہت بڑے بزرگ اور روحانی رہنما تھے۔ آپ جب لاہور تشریف لاتے تو چشتی سلسلہ کی نشر و اشاعت میں بے پناہ کام کیا۔

تاریخ وصال ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۶۵ء ہے۔ لوح مزار پر تحریر ہے۔

پیر طریقت روشن ضمیر حضرت قبلۂ عالم الحاج صُوفی محمد مشتاق احمد سراجی چشتی صابری قادری جالندھری ثم لاہوری

مقبرہ نزد دفتر "مساوات" میلہ رام روڈ۔ دربار مارکیٹ میں ہے۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے جس میں ایک مزار ہے نیز پیپل کا درخت بھی ہے۔ لوحِ قبر پہ تحریر ہے

سعید حسن شاہ المشہور بہ حضرت سید سخی گلاب علی۔

تاریخِ پیدائش ۱۵ ر رمضان المبارک ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۱ء۔

تاریخِ وصال ۱۷ ر ربیع الاوّل ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۴ء۔

۳۱۲ - حضرت علاّمہ حبیب الرحمٰن برق چشتی صابری ؒ.

والدِ گرامی کا نام حاجی محمد رمضان تھا۔ عربی۔ فارسی۔ اُردو اور انگریزی کے ایم۔ اے تھے۔ پی ایچ ڈی کی بھی ڈگری حاصل کی تھی۔ خلافت صوفی محمد حسین مراد آبادی سے حاصل کی۔ کافی سیر و سیاحت کی۔ کچھ عرصہ علی گڑھ میں بھی رہے اور پھر دیوبند۔ فرنگی محل اور جامعہ ازہر سے بھی تعلیم کی تکمیل کی۔ سُنا ہے کہ آپ نے رُوس اور ایک اور علاقہ کے علاوہ تمام روئے زمین کی سیر کی تھی۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا تھا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی ؒ عاشقِ رسول اور مردِ مجاہد ہے وقت آئے گا تو بتاؤں گا کہ احمد رضا کیا ہے۔

وفات ۲۰ ر ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۰ ر مارچ ۱۹۶۸ء لاہور میں ہوئی۔

مزید تفصیل کے لئے "تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت" مرتبہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ملاحظہ ہو۔

۳۱۳ - حضرت سیّد امانت علی شاہ چشتی نظامی ؒ

آپ کی پیدائش ۱۹۰۱ء میں موضع گھلوٹی ضلع فیروز پور میں ہوئی۔ سلسلہ چشتیہ میں آپ کے پیرو مرشد سید نادر علی شاہ تھے جن کے مرشد خواجہ معظم الحق چشتی اور ان کے پیرو مرشد خواجہ شمس الدین سیالوی ؒ تھے۔ پیر نادر علی شاہ موضع تلونڈی ضلع جالندھر میں مقیم تھے۔ قیامِ پاکستان سے قبل اپنے وطن مالوف سے ریاست کپور تھلہ چلے گئے تھے اور پاکستان معرضِ وجود میں آنے سے قبل آپ گڑھی شاہو لاہور چلے آئے تھے۔ جب لاہور تشریف لائے تو مسجد امیر خاں (موجودہ جامعہ نعیمیہ) جس کو شہید کر کے نئی عالی شان مسجد تعمیر کر دی گئی ہے میں خطبہ دیتے تھے۔ پھر جامع مسجد حضرت شاہ کمال مغل پورہ گنج تشریف لے آئے اور یہاں چھبیس ستائیس سال خطابت کے فرائض سنبھالے رہے۔ مثنوی مولانا روم ؒ کا بہترین مطالعہ تھا۔ خاص مضمون "وحدت الوجود" پر ہُوا کرتا تھا نیز مقامِ مصطفیٰ ﷺ پر بھی دلنشین

انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ پیری مریدی کا سلسلہ وسیع تھا۔ داتا صاحبؒ کی حاضری کثرت سے دیتے تھے۔ مسجد شاہ کمالؒ کی تجدید تو آپ کی ہی کوششوں کی مرہونِ منت ہے۔ مؤلف کتاب ہذا سے آپ کے خصوصی مراسم تھے۔

تصنیفات میں ذکر و فکر۔ تصورِ شیخ۔ آئینہ معرفت۔ شبِ معراج۔ شب قدر۔ مقامِ ولایت رویت ہلال۔ کلمہ طیبہ۔ سائنس اور مذہب وغیرہ مشہور ہیں۔

وفات ۵ مارچ ۱۹۷۱ء میں ہوئی اور مقبرہ قبرستان حضرت شاہ کمالؒ کے جانب شرق بنا جس کو آستانہ "بیت الامان" کہا جاتا ہے۔

اب آپ کے لڑکے سید مبارک علی شاہ آستانہ میں مقیم ہیں۔ آپ کے بھائی سید کرامت علیشاہ ماناں والا ضلع شیخوپورہ میں پیری مریدی کا سلسلہ اپنائے ہوئے ہیں۔

۱۴۔۳۱۔ حضرت صوفی جان محمد چشتی فریدیؒ

صوفی جان محمد فیروز پور (بھارت) میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی اور حضرت مولانا محمد یار چشتی فریدی ساکن گڑھی اختیار خاں سے بیعت ہوئے تقسیمِ ملک کے بعد دھرمپورہ (مصطفٰے آباد) میں قیام پذیر رہے۔ خرقہ خلافت بھی اپنے پیر و مرشد سے حاصل کیا۔ مولانا کا تصوف میں بڑا گہرا درک تھا اور اپنے پیر و مرشد کے بڑے شیدا تھے۔

وصال ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں پاک پتن شریف میں ہوا۔ آپ ہر سال حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے عرس پر حاضری دیا کرتے تھے چنانچہ اسی سال حسب معمول عرس کے دنوں میں ۶ محرم الحرام کو حضرت خواجہ اجمیریؒ کا ختم (چھٹی شریف) میں رات بھر مشغولِ سماع رہے۔ فجر کی نماز کے لئے تازہ وضو کرتے ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ میت لاہور لائی گئی اور حضرت میاں میرؒ کے قبرستان میں امانتاً دفن کی گئی۔ بعد ازاں قبرستان شیجر والا میں آپ کی آخری آرامگاہ آپ کے مریدین نے بنوادی وہاں سالانہ عرس بھی ہوتا ہے۔

۱۵۔۳۱۔ حضرت صابر اللہ شاہ چشتی اشرفیؒ

آپ مراد آباد۔ یو۔ پی میں پیدا ہوئے۔ نام محمد صابر حسین تھا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت

وہاں سے ہی حاصل کی۔ سلسلہ چشتیہ میں بیعت حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی سے کی تھی اور انہیں سے خلافت پائی۔ خلافت کے بعد آپ کو پیر و مرشد کی طرف سے صابر اللہ شاہؒ کا خطاب ملا۔ والد گرامی سید خدا بخش چشتی فخری تھے جو کاکاخیل سادات سے تعلق رکھتے تھے اس زمانہ میں آپ نے کتابت کا فن بھی سیکھا۔

آپ کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ سے خاص لگاؤ تھا اور آپ کی سواری اٹھانے کا فخر بھی حاصل تھا۔ حضرت صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی بھی آپ سے خاص محبت فرماتے تھے۔ پاکستان آکر آپؒ نے ادارہ نعیمیہ رضویہ سوادِ اعظم کی بنیاد ڈالی اور اپنے بڑے صاحبزادے کو اس ادارے کا مدیر بنایا۔

وفات ۴ دسمبر ۱۹۷۴ء کو مدینہ کالونی۔ والٹن لاہور میں ہوئی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مفتی حکیم غلام معین الدین نعیمیؒ جو "سوادِ اعظم" لاہور کے ایڈیٹر تھے۔ دو سال ہوئے انتقال کر چکے ہیں۔ اب اس ماہوار رسالہ کے ایڈیٹر ان کے برادر خورد غلام قطب الدین احمد ہیں جو اس ترجمان اہلِ سنت کی ادارت سنبھالے ہوئے ہیں۔ نمازِ جنازہ ابوالبرکات سید احمد قادری امیر حزب الاحناف نے پڑھائی اور گلبرگ کے مشہور قبرستان میں دفن کیے گئے۔ عمر تقریباً ۸۰ سال ہوئی۔ علامہ ڈاکٹر قربان نظامی صاحب نے ان کا طویل قطعہ تاریخ لکھا ہے جس کا مادہ تاریخ یہ ہے: "اشرفی پاک دلِ مغفور"

۳۱۶ - حضرت میاں علی محمد خاں چشتی نظامیؒ

شیخ العصر حضرت الحاج میاں علی محمد خاں چشتی نظامی فخری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین بسی نو ترلف متصل ہوشیار پور (مشرقی پنجاب) ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۱ء میں بمقام بسی عمر خاں متصل ہریانہ ضلع ہوشیار پور، حضرت خان محمد عمر خاں علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۳۵ھ) کے ہاں پیدا ہوئے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب کے والد ماجد محمد عمر خاں عالم و فاضل فقیر منش زمیندار تھے "یادِ پیر" (منظوم سوانح حیات حضرت میاں محمد شاہ) اور تہذیب دھرم ردّ ہنود۔ آپ کی علمی یادگار ہیں اور نانا جان اپنے زمانے کے قطب الاقطاب تھے یعنی

حضرت خواجہ میاں محمد شاہ (محمد خاں) چشتی نظامی فخری رحمۃ اللہ علیہ مدفون لسبی نو شریف ہوشیارپور
حضرت میاں علی محمد خاں علیہ الرحمۃ نے اپنے عظیم نانا کی زیرِ نگرانی تعلیم و تربیت حاصل کی اور وقت کے جیّد علماء و فضلاء سے اکتسابِ علم کیا۔ طب بھی پڑھی۔ فنونِ سپہ گری بھی سیکھے۔ ان کے اساتذہ میں سے حضرت مولانا دین محمد (مدفون لسبی نو) حضرت مولانا حکیم محمد عبداللہ جگراؤنوی اور حضرت مولانا مرید احمد خاں ساکن میاں وال مولویاں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد حضرت میاں صاحب اپنے نانا اور مرشدِ ارشد حضرت میاں محمد شاہ کی صحبت میں رہے اور ان کی معیت میں مزارات مقدسہ پر حاضر ہوتے رہے۔ ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں حضرت میاں محمد شاہ وصال فرما گئے تو مسندِ سجادگی آپ کے سپرد ہوئی اور انہوں نے جانشینی کا حق ادا کر دیا اور اپنے روحانی فیض سے لاکھوں کو مستفید و مستفیض فرمایا۔ ان کی جانشینی پر ملک الشعراء غلام قادر گرامی مرحوم نے یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ؎

محرمِ نکتۂ خفی و جلی　　　جانشین محمد ست علی
آفتاب آفتاب راست دلیل　　　درخورِ مسندِ ولی ست ولی

حضرت میاں صاحب جیّد عالمِ دین اور علم پرور بزرگ تھے۔ حسن و جمال کے لحاظ سے بھی یگانہ تھے کئی لاکھ آپ کے مرید تھے جن میں بڑے بڑے علماء و فضلا شامل ہیں۔ آپ کے مریدین و معتقدین پاک و ہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی بکثرت موجود ہیں۔ حضرت میاں صاحب تقسیم ملک پر ہجرت کر کے لاہور تشریف لے آئے اور اپنی لاہور والی قیام گاہ متصل دربار حضرت داتا صاحبؒ میں چند ماہ قیام پذیر رہے پھر پاکپتن شریف تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار فرمالی مگر لاہور بدستور تشریف لاتے رہے۔ آپ نے لاہور میں عقب دربار داتا صاحبؒ ایک مدرسہ تعلیم القرآن بنام مدرسہ علویہ قائم کیا۔ اسی مدرسہ کی عمارت میں قیام پذیر ہوتے تھے۔ حضرت میاں صاحب نے دیگر مشائخ کی طرح تحریکِ پاکستان کی بھی زبردست حمایت کی تھی۔ آپ صاحبِ تصانیف بھی تھے۔ تصانیف کے نام یہ ہیں۔
میلاد نامہ معروف بہ تفسیر سورۂ ن والقلم (۲) راہِ فردا (فارسی) (۳) مکتوب در مسئلہ وحدت الوجود والشہود۔

حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ پاک پٹن شریف میں بیمار ہوئے۔ عقیدت مند بغرض علاج لاہور لے آئے اور یہاں تقریباً پانچ روز زیر علاج رہ کر ۱۵ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۷۵ء کو واصل الی اللہ ہو گئے۔

صورت از بے صورتی آمد بروں

باز شد اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی آخری آرام گاہ حضرت بابا فرید الدینؒ مسعود شکر گنج کی درگاہ شریف (پاک پٹن شریف) میں بنی۔ حضرت والا کے مرید رشید حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری نے آپ کی وفات کی تاریخیں یہ کہیں ہیں۔

"فخر ملک فرد عالم" "سلطانِ کشور طریقت"

۱۳ ھ ۹۵ ۱۳ ھ ۹۵

مؤلف کتاب ہذا کو آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہے۔

حضرت میاں صاحب اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ دو صاحبزادیاں تھیں جن کے فرزند اقبال مند ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ الحاج محمود احمد خاں۔ الحاج مسعود احمد خاں ایم۔ اے خان تنویر احمد خان (سلمہم اللہ تعالیٰ)

۳۱۷ - حضرت مولوی امام دین چشتیؒ

خلیق احمد نظامی نے اپنی مشہور و معروف تالیف "تاریخ مشائخ چشت" میں آپ کا ذکر بدیں الفاظ میں "مولوی امام الدین۔ ڈھڈی۔ لاہور"۔ حضرت شاہ سلیمانؒ تونسوی کے خلفاء میں کیا ہے۔

مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

۳۱۸ - حضرت مولینا حکیم محمد یعقوب چشتیؒ

آپ کی ولادت ۸ رجمادی الاول ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں سلامت پورہ میں ہوئی جو لاہور کی ایک نواحی بستی ہے۔ والد ماجد میاں محمد دین ایک عالم فاضل بزرگ تھے جن کے ذاتی کتب خانہ میں تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف اور دیگر اسلامی کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا۔

بیعت: سلسلہ چشتیہ میں بیعت حضرت مولانا غلام قادر بھیروی چشتی مرید و خلیفہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے تھی۔ حضرت مولانا بھیروی کے آپ تلمیذ خاص اور خلیفہ مجاز تھے اور انہیں سے رُوحانی مدارج طے کئے پھر ان کے اس قدر قریب ہو گئے کہ جب حضرت مولانا بھیرویؒ کا وصال ہوا تو فرمایا کہ میرا مصلیٰ اور عمامہ حکیم محمد یعقوب کو دے دیا جائے جو اب بھی ان کی اولاد کے پاس محفوظ ہے۔

ان خاندان کے مورثِ اعلیٰ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں تبلیغ اسلام کے لئے یہاں تشریف لائے اور امرتسر کے موضع بڈھ نزد بھیلو وال۔ اجنالہ قیام پذیر ہوئے۔ کوئی ایک صدی پیشتر مولانا محمد یعقوب چشتی کے جدِ امجد میاں محمد سلیمان ترکِ سکونت کر کے سلامت پورہ لاہور میں آباد ہو گئے۔ آپ بڑے خدا رسیدہ اور درویش منش بزرگ تھے۔ حافظِ قرآن تھے۔ میاں محمد سلیمان کے والد میاں محمد ہاشم ایک اعلیٰ پایہ کے خوشنویس تھے اور قرآن حکیم کی کتابت کیا کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ مولانا محمد یعقوب پر اپنی خاندانی علمی وراثت کا بڑا اثر تھا۔ علمِ طب حکیم مفتی سلیم اللہ خاں سے حاصل کیا۔

آپ کی وفات ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء بروز جمعرات ہوئی اور قبرستان سلامت پورہ میں قبر بنی۔ مزار خام ہے۔ مولوی محمد عارف آپ کے فرزند ارجمند ہیں۔

۳۱۹ - حضرت شیخ بدر سجستانی سہروردیؒ

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے ایک مرید بدر سجستانی لاہور میں رہائش رکھتے تھے وہ ایک دفعہ لاہور کی ایک عیدگاہ میں نماز عید پڑھنے کے لئے گئے تو نماز کی ادائیگی کے بعد آپ نے دعا کی کہ اے باری تعالیٰ میں تیرا ایک ادنیٰ سا غلام ہوں اور تجھ سے عیدی مانگتا ہوں دعا مانگنے کی دیر تھی کہ حریر کا سبز ٹکڑا خط سے لکھا ہوا آسمان سے آپ کے ہاتھوں میں آ گرا۔ کھول کر دیکھا تو اس میں تحریر تھا۔ "ہم نے اس عید سعید کی خوشی میں تم پر دوزخ کی آگ حرام کی" بے شمار لوگوں نے حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی کے اس ادنیٰ لاہوری خادم کی کرامت دیکھی تو سب آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے بلکہ ایک شخص نے تو آگے بڑھ کر آپ سے عرض کی کہ مجھے بھی عیدی ملنی چاہیئے حضرت شیخ بدر سجستانی نے وہی حریر کا ٹکڑا اس کو دے دیا اور کہا کہ قیامت کو میں جانوں اور آتش دوزخ۔

ایک دوسرے موقع پر تحریر ہے کہ حضرت غوث بہاؤالحق کا مرید لاہور میں دریائے راوی پر رہائش پذیر تھا اسے کچھ اراضی بطور معافی ملی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ حاکم لاہور کا کارندہ ادھر سے گذرا اور اس درویش کی زمین کی پیمائش کرنے لگا اور کہا کہ تمہاری شکایت ہوئی ہے کہ تم نے سرکار کو کئی سال سے محصول نہیں دیا اب تم سے یہ سب محصول جو کہ کئی سال کا اکٹھا ہو گیا ہے وصول کیا جائے گا۔ اس مرید سہروردی نے سرکاری کارندہ کی بہت منت سماجت کی مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ اس نے کہا کہ اگر تمہارا پیر اتنا کامل ہے تو کوئی کرامت دکھاؤ اور دریائے راوی کے پانی پر چل کر دکھاؤ۔ درویش دریا کے کنارے جا کھڑا ہوا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اور اپنے پیر و مرشد کو یاد کر کے دریا پر ایسے گذر گیا جیسا کہ کوئی خشکی پر چلتا ہے۔ جب درویش دریا پار کر گیا تو آواز دی کہ کشتی بھیجو تاکہ میں واپس آ سکوں۔ لوگوں نے۔ جو یہ نظارہ دیکھ رہے تھے کہا کہ جیسے گئے تھے ویسے آ جاؤ مگر درویش نے جواب دیا کہ متکبر اور کمینے نفس سے ڈرتا ہوں کہ اس میں نخوت نہ پیدا ہو جائے چنانچہ کشتی بھیجی گئی اور آپ اس پر چڑھ کر دریا کے دوسرے کنارے پر واپس آئے

مزار کا پتہ نہیں چل سکا۔

۳۲۰ - حضرت حاجی اسحاق سندھیؒ سہروردی

حاجی اسحاق سندھ کے علاقہ میں رہائش رکھتے تھے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ان کی ایک پھوپھی نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا، معلوم ہونے پر آپ مشہد چلے گئے اور وہاں حضرت امام علی رضاؑ کے روضہ اقدس کی زیارت کی پھر وہاں سے محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے بغداد تشریف لے گئے۔ وہاں سے عازم حجاز ہوئے اور مکہ معظمہ پہنچ گئے اور حرمین الشریفین سے بازیاب ہوئے اس کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں روضہ اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی۔ وہاں سے آپ کو بذریعہ کشف لاہور آنے کا حکم ہوا۔ واپسی پر آپ تمام ممالک کی سیر کرتے ہوئے لاہور آئے۔

لاہور میں آمد: چونکہ مدینہ منورہ میں آپ کو کشف کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ آپ لاہور جائیں چنانچہ آپ کشاں کشاں لاہور تشریف لائے اور حضرت موسیٰ آہنگرؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کی خدمت میں مشغول ہوئے اور فیض یاب ہوئے۔یہی دن تھے جب حضرت موسیٰ آہنگر گجرات سے لاہور تشریف لائے تھے چنانچہ آپ نے ریاضات و مجاہدات کرنے شروع کئے اور پھر عارف کامل بن گئے اور آپ کے خلیفہ اجل تسلیم کئے جانے لگے۔

آپ کی ایک دختر کا نکاح حضرت موسیٰ آہنگرؒ کے صاحبزادے شیخ اسماعیلؒ کے ساتھ ہوا تھا۔اس صاحبزادی کا نام بی بی فاطمہ تھا جو بڑی نیک اور مستجاب الدعوات تھی۔
مزار کا پتہ نہیں چل سکا۔

۳۲۱ - حضرت سید صوف سہروردیؒ

رسالہ تحفۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ آپ حضرت سید اسحاق گازرونی جن کا مزار مسجد وزیر خاں کے صحن میں واقع ہے کے ہم عہد وہم مجلس بتائے جاتے ہیں کئی لوگ آپ کو حضرت گازرونی کا بھائی بتاتے ہیں مگر اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

آپ ایک نہایت خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ ہی میں لاہور تشریف لائے اور اس بادشاہ کے عہد میں یہاں وفات پائی۔ ہوا اس طرح کہ سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں جب دشمن نے لاہور پہ حملہ کیا تو آپ بھی مردانہ وار دشمن کے مقابلہ پہ ڈٹ گئے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔

وفات حسرت آیات آپ کی ۱۲۸۴ء مطابق ۶۸۳ھ میں بعہد سلطان فیروز شاہ تغلق ہوئی اس زمانہ میں اس مقام کو محلہ زٹہ کہا جاتا تھا اور یہاں نادر خاں لودھی امیر الامرار کی حویلی تھی جو اس کے وارثین کے پاس عہد شاہجہان تک رہی۔ اس کے بعد نواب وزیر خاں نے مسجد تعمیر کرنے کے لئے یہ حویلی خرید کر لی تھی۔

مقبرہ مسجد وزیر خاں کے باہر چوک میں واقع ہے۔ انگریزوں کے عہدِ حکومت یعنی ۱۸۵۰ء میں جب چوک کے اندرونی مکانات گرائے گئے اور چوک بنایا گیا تو اس خالی مزار پہ میاں محمد سلطان ٹھیکیدار نے روضہ بنوایا۔ مسجد وزیر خاں کی تعمیر سے پہلے ہی یہ مزار اس جگہ موجود تھا۔ سکھوں کے عہد میں بھی اس مزار پہ بڑی رونق رہتی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لاہور کا انگریز ڈپٹی کمشنر میجر میکر یگر اس مزار کو منہدم کرانا چاہتا تھا مگر اس کی کوئی پیش نہ گئی۔ چنانچہ جب روضہ بنوایا گیا تو اس کی شمالی دیوار پر سنگ مرمر کی تختی پر یہ عبارت لکھوائی گئی۔ مقبرہ ہشت پہلو ہے " بصوابدید صاحب عالی مناقب میجر جارج میکر یگر صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع لاہور مقبرہ متبرکہ حضرت سید صوف قدس سرہٗ تعمیر کردہ شیخ سلطان ٹھیکیدار سرکار فیض آثار کمپنی انگریزیہ بہادر دام اقبالہٗ ۱۸۵۲ء سمت ۱۹۰۸ ۱۲۶۸ھ بہ اتمام رسید۔

موجودہ صورت میں آپ کے مزار پہ جو سنگِ مرمر کی تختی لگی ہے۔ اس پہ تحریر ہے

شیخ المشائخ حضرت پیر سخی سید سید صوف فیض بخش رحمت اللہ علیہ الحسنی سہروردی سن وصال ۶۸۳ھ۔

تعویذ قبر نہایت خوب صورت اور فنِ تعمیر کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ مزار اقدس پر یہ عبارت بھی تحریر ہے۔

" روضہ اقدس سلطان العارفین زبدۃ الکاملین منظور بارگاہِ ایزد حضرت سید

سید موصوف فیض بخش عظیم الوار اللہ مرقدہٗ در عہد بادشاہ ابو المظفر فیروز شاہ تغلق" اس کے علاوہ اور اشعار بھی لکھے گئے ہیں۔

۳۲۲ - حضرت سید اسحاق گازرونی سہروردیؒ

سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام حسین رضؓ سے جا ملتا ہے۔ گازرون میں رہائش پذیر تھے۔ بیشمار اولیائے کبار سے فیوض و برکات حاصل کئے اور جب علوم ظاہری و باطنی میں تکمیل ہو گئی تو دنیا کی سیر و سیاحت کے لئے چل پڑے۔

بیعت: آپ نے شیخ اوحدالدین اصفہانی کے دست حق پرست بیعت کی اور خرقہ خلافت پایا۔ شیخ مذکور کا مرشدی سلسلہ اس طرح ہے۔ شیخ رکن الدینؒ مرید شیخ قطب الدین سہروردیؒ کے وہ شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردیؒ کے۔ مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں کہ آپ عبدالمغیث گازرونی جنیدی سے بیعت تھے اور انہیں کے حکم سے آپ لاہور تشریف لائے۔

لاہور میں آمد: مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ "اوّل در شہر گازرونی اقامت داشت بعدازاں با شارت غیبی در شہر لاہور آمدند" طویل مدت تک رشد و ہدایت میں مشغول رہے اور اس شہر میں آپ کو اس قدر مقبولیت ہوئی کہ جلیل القدر اور متبحر عالم آپ کی خدمت اقدس میں حاضری دینے کو فخر خیال کرتے تھے جب لاہور تشریف لائے تو لاہور کے محلہ رڑہ میں مقیم ہوئے۔

نہایت عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ ہزاروں آپ کے مرید تھے۔ آنجناب غیر معمولی حلم و حیا کے مالک تھے تحمل اور بردباری میں باکمال تھے جو شخص بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ ہدایت سے سرفراز جاتا۔ آپ اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب اور شیخ الشیوخ تسلیم کئے جاتے تھے۔

وفات: ۷۸۶ھ مطابق ۱۳۸۴ء بعہد فیروز شاہ تغلق لاہور میں ہوئی۔ تاریخ وفات "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" ہے اور اندرون دہلی دروازہ دفن ہوئے۔ آپ کا مزار موجودہ مسجد وزیر خاں کے صحن میں نیچے ایک تہہ خانہ میں واقع ہے۔ نواب وزیر خان گورنر لاہور

نے جب مسجد وزیر خاں بنوائی تو اس قدیم مزار کو قائم رکھا گیا۔ سکھوں کے عہد میں ہر جمعرات کو یہاں میلہ لگتا تھا۔ مرزا لعل بیگ مصنف ثمرات القدس نے لکھا ہے کہ جب چہلے پیل آپ کی وفات کے بعد قبر خام بنی تو ایک نہایت سرسبز و شاداب بیل اُگ آئی جس نے قبر کو ڈھانپ لیا اس پہ لوگ اس مزار کو پیر سبز کا مزار کہنے لگے۔ کہتے ہیں کہ دو سو سال تک یہ بیل سرسبز رہی اور بیمار لوگ آکر اس کے پتے لے جاتے اور ان کو کھا کر صحت یاب ہوتے۔ مسجد کی تعمیر کے موقع پہ یہ بیل کاٹ دی گئی۔ تحقیقات چشتی میں لکھا ہے کہ شروع میں امیرالامراء نادر خاں نے اپنی حویلی مزار کے قریب میں بنالی اور یہ مزار حویلی مذکور کے اندر آگیا مگر اس کے گرد ایک خشتی حجرہ بنوا دیا۔ بعد ازاں عہدِ شاہ جہان میں نواب وزیر خاں نے یہ حویلی خرید کر مسجد میں شامل کر دی۔

۳۲۳ - حضرت مفتی محمد قریشی سہروردیؒ

آپ کے آباؤ اجداد ملتان میں رہتے تھے اور آپ کی پیدائش بھی وہاں ہی ہوئی۔

شجرہ نسب اس طرح ہے:

مخدوم شیخ محمد بن مخدوم شیخ صالح بن مخدوم شیخ ہدایت اللہ بن مخدوم شیخ فیض اللہ بن مخدوم جمعون بن مخدوم شیخ قطب الدین بن مخدوم شیخ شہاب الدینؒ محمد نور بن حضرت شیخ شیخ الاسلام مخدوم غوث محمد بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی۔

لاہور میں آمد: آپ اپنے عہد کے بڑے نامی گرامی عالم و فاضل تھے۔ سلطان بہلول لودھی نے آپ کو ملتان سے قاضی لاہور بنا کر بھیجا تھا اور گزر اوقات کے لئے علاقہ چونیاں میں سے موضع ..... جاگیر میں دیا۔ لاہور میں آپ محلہ علاول خاں لوہانی اندرون شہر موچی دروازہ نزد حویلی نواب میاں خاں مقیم ہوئے اور ایک حویلی تعمیر کرائی جو محلہ کوٹلی مفتیاں میں واقع تھی۔ یہاں آپ نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔

آپ فتوٰی بھی صادر فرمایا کرتے تھے نیز درس و تدریس کے علاوہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں رشد و ہدایت کی تلقین بھی فرمایا کرتے تھے۔

وفات: مخدوم صاحب کی وفات ۸۹۱ھ مطابق ۱۴۸۶ء بعہد بہلول لودھی لاہور میں

واقع ہوئی اور یہیں مدفون ہوئے۔ مزار کا پتہ نہیں چل سکا۔
آپ کو میاں وڈا مفتی و مدرس لاہور بھی کہا جاتا ہے۔

۲۴۳۔ حضرت شیخ بہاؤالدین سہروردیؒ

آپ حضرت حاجی جمال کمبوہؒ سہروردی کے فرزند ارجمند تھے جو حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید خاص تھے ان کا پُرلطف واقعہ بیان کیا جاتا ہے وہ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام ملتانی کی خدمت میں ایک سوالی حاضر ہوا اور عرض کی کہ جتنے انبیاء کرام اس دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں مجھے اتنی ہی اشرفیاں عنایت فرمائی جاویں یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار جتنی کہ انبیاء کی تعداد۔ آپ سوچ میں پڑ گئے۔ اس وقت مجلس میں حاجی کمبوہ بھی کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ سائل کو میرے ساتھ گھر بھیج دیں۔ میں اس کو راضی کر لوں گا۔ چنانچہ آپ سائل کو ساتھ لے کر گھر تشریف لائے۔ اور اس سے کہا کہ ایک ایک نبی کا نام لیتے جاؤ اور اشرفیاں لیتے جاؤ۔ وہ تذبذب میں پڑ گیا اور آخر کار جتنے انبیاء کے اس نے نام لئے اتنی ہی اشرفیاں حاجی صاحب نے اس کو دیدیں۔ حضرت شیخ الاسلام ملتانی کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ بہت محظوظ ہوئے اور اس کے خاندان کے لئے اچھے دل و دماغ کی دعا فرمائی۔ حضرت شیخ بہاء الدینؒ ان ہی حاجی جمال کمبوہ کے فرزند تھے

حاجی جمالؒ نے تقریباً ایک سو تیرہ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آخری عمر میں حضرت شاہ رکن عالمؒ ملتانی سہروردی کے ارشاد کے مطابق دہلی کے اطراف میں چلے گئے تاکہ اپنی قوم کے غیر مسلم افراد میں تبلیغ کے فرائض سرانجام دیں۔

لاہور میں آمد: آپ والد مکرم کی وفات کے بعد ملتان سے لاہور تشریف لے آئے اور مستقل طور پر یہاں ہی آباد ہو گئے۔ شہنشاہ اکبر کے زمانہ کے مشہور و معروف شہباز خاں انہی شیخ بہاء الدینؒ سہروردی کی اولاد سے تھے اور قطب المشائخ شیخ سماء الحق والدین سہروردی ان کے حقیقی بھائی شیخ فخر الدین عرف شیخ احمد ملتانیؒ کے فرزند ارجمند اور آپ کے بھتیجے تھے۔ انہی شیخ سماء الحقؒ کا سلطان بہلول لودھی بہت معتقد تھا۔۔ مولانا جمالیؒ

مصنف سیر العارفین انہی شیخ سماء الحقؒ کی اولاد میں سے تھا۔ شیخ سماء الحق کے والد شیخ سید صدر الدین محمد المعروف سید راجو قتالؒ کے مرید تھے مگر خرقہ خلافت حضرت شیخ الاسلام اسمٰعیل سے حاصل کیا تھا۔

شہنشاہ اکبر کے عہد کے نامور امیر عمدۃ الملک شہر اللہ نواب نظام الدین شہباز خاں آپ کی ہی اولاد سے تھے۔ وہ لاہوری کمبوؤں میں ایک ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ نواب شاہنواز خاں اورنگ آبادی مصنف مآثر الامرا لکھتے ہیں کہ آپ کا سلسلہ نسب چھ پشتوں کے بعد حاجی جمال تک پہنچتا ہے جو حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے مرید تھے منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ شہر اللہ کمبوہ لاہوری کو اکبر نے شہباز خاں کا خطاب عطا کر کے میر بخشی مقرر کیا تھا۔ طبقات اکبری کا مصنف اس کو اکابر امرا میں شمار کرتا ہے۔ حنفی مسلک کے انسان تھے۔ اکبر بادشاہ جس نے دینِ الٰہی جاری کر کے لامذہبیت اختیار کر لی تھی۔ نواب شہباز خاں نے اکثر اوقات بادشاہ کو بر سرِ دربار ٹوکا تھا۔ آپ نہایت صاف گو انسان تھے۔ ستر برس کی عمر میں وفات پائی تو حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ کے جوار میں جگہ پائی۔

اسی شہباز خاں کے متعلق ایک اور واقعہ بیان ہے کہ ایک دفعہ اکبر بادشاہ اور نواب صاحب باغ میں ٹہل رہے تھے کہ عصر کا وقت ہو گیا چونکہ اکبر نے ان کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ اسی لئے نماز ادا کرنے کے لئے وہ اپنے ہاتھ کو آسانی سے چھڑا بھی نہ سکتے تھے کہ کہیں شہنشاہ ناراض نہ ہو جائے جونہی آپ نے دیکھا کہ نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ آپ نے جھٹکا دے کر اپنے ہاتھ کو چھڑایا اور وہیں نماز شروع کر دی۔ علامہ ابو الفضل لکھتے ہیں کہ شہنشاہ اکبر بیگمات اور شہزادگان کے علاوہ جن امرائے کبار سے عام طور پہ ہم نشین ہوتے تھے ان میں شہباز خاں کمبوہ کے علاوہ شیخ عبد النبی صدر الصدور، حکیم عین الملک، راجہ ٹوڈر مل اور راجہ مان سنگھ شامل۔

لاہوری کمبوؤں میں شیخ عنایت اللہ کمبوہ اور ملا محمد صالح کمبوہ کے نام اکثر آتے ہیں جن کا اجمالاً تذکرہ اس جگہ نامناسب نہ ہو گا۔

(۱) شیخ عنایت اللہ کمبوہ لاہوری، المتوفی ۱۰۶۲ھ، شیخ صاحب موصوف شاہجہان

اور اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں میر منشی کے عہدہ پر فائز تھے۔ اپنی ذاتی قابلیت سے سلطنت مغلیہ کے اعلیٰ عہدیدار بنے۔ بطور منشی گیری دربار کی بہترین خدمات انجام دیں نہایت فصیح اور شستہ فارسی لکھتے تھے۔ آپ نے شاہجہان کے عہد کی تاریخ "تاریخ دلکشا" کے نام لکھی۔ نیز "بہار دانش" بھی لکھی جس میں تریا چرتر یعنی عورتوں کے مکر و فریب کی داستانیں رقم ہیں۔ یہ کتاب شستگی بیان کے لحاظ سے نہایت اہم ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک اور کتاب "انشائے اشرف الصحائف" بھی تحریر کی جس میں دو رقعہ جات ایسے ہیں جن میں کوئی حرف نقطے والا نہیں ہے پہلے رقعہ میں ایک لاہوری عالم کے لئے صدر الصدور سے عطائے وظیفہ و جاگیر کی سفارش کی گئی تھی اور دوسرے رقعہ میں بادشاہ کی فتوحات کا تذکرہ ہے جس میں شہنشاہ کی تعریف بھی کی گئی ہے۔

وفات شیخ صاحب کی ۱۰۸۲ھ میں ہوئی اور لاہور ہی میں دفن ہوئے آپ کی قبر پہ ملا محمد صالح کمبوہؒ نے جو آپ کے بھانجے اور داماد بھی تھے۔ ہزار روپیہ خرچ کر کے مقبرہ بنوایا جو کہ آج تک موجود ہے یہ مقبرہ ایمپرس روڈ لاہور پہ مینفوڈسٹ چرچ اور ریلوے ہیڈ کوارٹر آفس کے درمیاں واقع ہے۔ انگریزوں کے عہد میں آپ کی قبر کو اٹھا دیا گیا اور گنبد کی عمارت پر عیسائیوں نے قبضہ کر لیا اور آج تک چرچ کے قبضہ میں ہے۔ آخری عمر میں آپ نے شاہی ملازمت چھوڑ کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور یاد الٰہی میں مصروف رہنے لگے تھے۔ اس زمانہ میں آپ نے مذہب کا مطالعہ کثرت سے کیا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

ملا محمد صالح کمبوہ لاہوری: ملا صاحب موصوف بھی لاہوری کمبوؤں کے ایک ممتاز فرد اور شیخ عنایت اللہ کے بھانجے اور داماد تھے۔ مغلیہ عہد میں صوبہ لاہور کے دیوان تھے۔ آپ کی یادگاریں درج ذیل مشہور ہیں جو رہتی دنیا تک قائم و دائم رہیں گے اور ان سے آپ کا نام روشن رہے گا۔ آپ شہنشاہ عالمگیر کے استاد بھی تھے۔ آپ کی ولادت لاہور ہی کی ہے۔ شیخ عنایت اللہ سے زانوئے تلمذ طے کیا تھا۔ رائے بہادر کنہیا لال لکھتے ہیں کہ اس خاندان کی عزت شاہی دربار میں بہت تھی۔ وفات آپ کی ۱۰۶۹ھ میں ہوئی۔

مسجد محمد صالح کمبوہ لاہوری : یہ مسجد محمد صالح نے ۱۶۵۹ء مطابق ۱۰۷۰ھ میں اندرون موچی دروازہ بنوائی تھی جب ہم موچی دروازہ کے اندر داخل ہوتے ہیں تو سامنے سب سے پہلے اس مسجد کا دروازہ نظر آتا ہے۔ تین گنبد مدور شکل کے ہیں۔ مسجد مذکور کے تینوں گوشوں اور محرابوں کی دیواروں پہ رنگین کاشی کاری کا کام زرد اور لاجوردی رنگوں میں کیا گیا ہے آیات قرآنی اور احادیث فارسی نسخ اور نستعلیق خط میں لکھی گئی ہیں۔ اس مسجد کے دروازے پہ کاشی کار تین طاقچے بنے ہوئے ہیں جن میں سے دو پہ یہ شعر لکھا ہے۔

بانئ ایں مسجد زیب نگار
بندۂ آل محمد صالح است

مسجد کی کرسی کافی اونچی ہے نیچے دکانیں بھی بنیں ہیں۔

حویلی محمد صالح کمبوہ : ملا صاحب نے مسجد بنوانے کے بعد مسجد کے پاس ہی اپنی رہائش کے لئے ایک عظیم الشان حویلی بھی بنوائی جو کہ مسجد کے مشرق میں واقع تھی اور اب اس کا نام و نشان باقی نہیں۔

مقبرہ شیخ عنایت اللہ و محمد صالح کمبوہ (لاہور) مقبرہ مذکورہ شیخ محمد صالح نے اپنے استاد کی وفات پر صرف کثیر سے بنوایا تھا اور جب آپ نے وفات پائی تو خود بھی اپنے استاد کے پہلو میں اسی گنبد میں دفن ہوئے۔ کسی زمانہ میں اس کو گنبد کمبوواں بھی کہا جاتا تھا۔ عمارت سنگ سرخ سے بنائی گئی تھی اور شکل ہشت پہلو ہے۔ سکھوں کے عہد میں اس کو بارودخانہ میں تبدیل کر دیا تھا مگر انگریزی عہد میں اس کو ایک انگریز کے قبضہ میں دے دیا گیا اور کچھ عرصہ یہ گنبد سیمور صاحب کی کوٹھی کہلاتا رہا جس میں بگھی خانہ اور باورچی خانہ بنا دیا گیا۔ بعد ازاں اس کے ساتھ دو اور کمرے بنا کر اس کو گرجے کی شکل دے دی گئی اور اب اس کو "سینٹ اینڈ ریلوز چرچ" کہتے ہیں۔ یہ مقبرہ ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس اور مسلم لیگ ہائی سکول کے درمیان واقع ہے۔

رائے بہادر کنہیا لال لکھتے ہیں کہ سکھوں کے وقت دونوں سنگین قبریں جو سنگ سرخ کی تھیں گرائی گئیں نیز اس گنبد کے چار پہلوؤں میں چار محرابیں کلاں باہر کی سمت ہیں۔ جنوب کی طرف زینہ اوپر جانے کا ہے اس گنبد کے قریب ایک اور گنبد طولانی وضع کا بنا ہے جس میں ان

دونوں کی اولاد کی قبریں تھیں جس کو بعد ازاں باورچی خانہ میں تبدیل کر لیا گیا۔ فاعتبروا یا اولوالابصار
عمل صالح المشہور بادشاہنامہ: آپ نے عہد عالمگیری کی تاریخ "عمل صالح" کے نام سے تدوین کی تھی اس میں شاہجہان کی ولادت سے وفات تک حالات مندرج ہیں۔ تاریخ عہد شاہجہانی کا مستند اور بہترین ماخذ ہے کیونکہ مصنف نے تمام واقعات کا ذاتی طور پر مشاہدہ کیا تھا۔ فارسی نثر میں بھی اس کتاب کا نہایت اونچا مقام ہے جگہ جگہ فارسی زبان کو مسجع عبارت سے تحریر کیا گیا ہے۔

بہار سخن: یہ بھی ملّا صاحب کی نادر و نایاب تصنیف ہے اس کتاب کے چار حصّے ہیں۔ پہلے حصّے میں بادشاہوں اور امراء کے مکاتیب ہیں۔ دوسرے حصۂ کتاب میں مصنّف کے ذاتی خطوط ہیں۔ تیسرے حصّہ میں جو کہ نہایت اہم حصّہ ہے۔ لاہور۔ دہلی اور آگرہ کی عمارات کا تذکرہ ہے اور چوتھے اور آخری حصّہ میں عہد شاہجہان و عالمگیری کی تصانیف پر تقاریظ لکھی گئی ہیں۔ یہ حصہ بھی خاصہ اہم ہے۔ کاشی کاری کے اس دور میں جو عمارات ملّا صاحب نے اور دوسرے امرائے کبار نے لاہور کو عروس البلاد بنانے کے لئے تیار کیں۔ ان کی تفصیل اس کتاب میں ملتی ہے اس عہد کے دوسرے مصنّف چندر بھان برہمن نے بھی اپنی کتاب "چہار چمن" میں لاہور کے باغات اور عمارات کا خصوصًا تذکرہ کیا ہے۔

شیخ بہاء الدین سہروردی کے مزار کا پتہ نہیں چل سکا۔

۳۲۵ - حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی سہروردیؒ

حضرت چوہڑ شاہ بندگی کا نام شیخ عبدالجلیلؒ تھا جو چار واسطوں سے سلطان التارکین حمیدالدین ابوالحاکم بادشاہ کیچ مکران سے نسبتی طور پر ملتا ہے یعنی شیخ عبدالجلیل بن شیخ ابوالفتح بن شیخ عبدالعزیز بن شیخ عبدالجلیلؒ بن شیخ شہاب الدین بن شیخ نورالدین بن سلطان التارکین رحمہم اللہ اجمعین۔

آپ کے چار بھائی تھے۔

۱۔ شیخ فریدالدینؒ۔ ۲۔ شیخ عبدالرحیمؒ۔

۳۔ شیخ فیض اللہؒ المشہور شیخ فدا۔

آپ نے دنیا بھر کی سیر و سیاحت کے بعد مُو مبارک ریاست بہاولپور میں اقامت اختیار کی جو شیخ ابوالحاکم کا مسکن تھا جب آپ نے لاہور آنے کا ارادہ کیا تو پہلے پاک پتن میں حضرت فریدالدینؒ گنج شکر کے مزار پُرانوار پہ حاضری دی چنانچہ آپ چالیس روز تک مزار اقدس پر معتکف رہے اور چشتیہ فیوض بھی حاصل کئے قیام مکہ معظمہ میں ہزار ہا اشخاص آپ کے فیضان سے مستفید ہوئے۔

لاہور میں آمد: آپ ۴۷۵ھ میں مُو مبارک سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لاہور تشریف لائے اور یہاں سہروردیہ سلسلہ میں بیعت لینی شروع کی۔ رشد و ہدایت اور تلقین و ارشاد میں نمایاں کردار ادا کیا۔ لاہور تشریف لاکر آپ نے بیرون شہر محلہ کوٹ کروڑ درمیان ریلوے سٹیشن اور گوالمنڈی میکلوڈ روڈ پہ قیام فرمایا۔ لودھیوں کے عہد میں اس علاقہ کا نام کوٹ کروڑ تھا۔ عہد مغلیہ میں اس علاقہ کو حاجی سرائے کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ جس وقت آپ لاہور تشریف لائے تو اس وقت حضرت شیخ کاکو چشتیؒ حیات تھے جن کا وصال ۴۷۵ھ میں ہوا۔ آنجناب بی بی حاج (موجودہ بی بی پاکدامناں) کے مزار پہ حاضر ہو کر بھی عبادت کیا کرتے تھے۔ لودھیوں کے عہد میں لاہور میں افغان امراء کی عمارتیں آپ کے احاطہ مزار کے گرد و نواح میں کافی تھیں۔ غازی خاں لودھی کا تالاب بھی اس کے پاس تھا مزید براں دولت خاں لودھی کی باؤلی بھی یہاں سے قریب ہی تھی۔ ایک پرانی عیدگاہ جو لودھیوں کے عہد میں زیر استعمال تھی بھی یہاں موجود تھی گویا آپ کے مزار اقدس کے ارد گرد امراء اور وزراء کی حویلیاں اور مکانات بہت تھے۔ تذکرہ قطبیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مزار کے ایک طرف سے دریائے راوی کی قدیم گذرگاہ تھی۔

آپ کے لاہور تشریف لانے کے متعلق حضرت جمال الدینؒ ابوبکر تذکرہ قطبیہ میں لکھتے ہیں "آخرالامر بہ رخصت آں قطب العالم بہ شہر لہانور کو خطہ دلپذیر است رسیدند وبہ کوٹ کروڑ نقل منزل گذیدند" تذکرہ قطبیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیر شاہ سوری آپ کے مزار اقدس پہ حاضر ہوا تھا۔

اس دور میں خانقاہ جلیلہ کے علاوہ خانقاہ حضرت شیخ کاکو چشتیؒ اور خانقاہ سید فیروز گیلانی قادریؒ بہت معروف تھیں جن میں روحانی اور علمی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری

تھا۔ بے شمار طلباء تزکیۂ نفس کے لئے یہاں آتے تھے اور بزرگان دین سے فیوض و برکات بھی حاصل کرتے تھے۔ حضرت سید فیروز گیلانی کے متعلق مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ آپ ایک قادر الکلام خطیب تھے جن کا وعظ سننے کے لئے شائقین دور دراز سے آیا کرتے تھے۔

مسجد و عمارات مزار اقدس: موجودہ مسجد آپ نے ہی بنوائی تھی تہہ خانے کی ڈیوڑھی سردار کھڑک سنگھ سندھانوالہ نے باہتمام غلام محی الدین شاہ قریشی بنوائی تھی۔ چاہ خانقاہ کے پاس جو حجرہ ہے جو سید حامد شاہ نے بنوایا۔

خوارق کرامات: آپ مشائخ سہروردیہ میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں اپنے وقت کے قطب تھے بلکہ لاہور کے قدیم ترین سہروردی اولیائے اللہ میں شامل ہوتے ہیں۔ دلائل الخیرات مؤلفہ ابو عبد اللہ سلیمان جزولی کا کثرت سے ورد فرماتے تھے۔ مصنف تذکرہ قطبیہ لکھتے ہیں کہ آپ قوت لایموت خود کما کر کھاتے تھے اور بہت کم کسی کے گھر کا کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ غلہ خود پیس لیتے اور دوسروں سے مشقت نہ کرواتے۔

اولاد: آپ کی پہلی شادی سلطان بہلول لودھی کی دختر سے ہوئی تھی جس سے ایک صاحبزادہ ابوالفتح پیدا ہوا۔ اس کی وفات کے بعد آپ نے یحییٰ خاں افغان کی دختر سے شادی کی جس سے بھی حضرت کی اولاد ہوئی۔

خلفاء: شیخ جمال الدین ابوبکر و برادر، مصنف تذکرہ قطبیہ بذکر شیخ عبد الجلیل۔ حضرت موسیٰ آہنگر سہروردی۔ شیخ جلال لیٹر ہانڈو گوجر۔ شیخ برہان کاہنووان ضلع گورداسپور۔

مزار اقدس: تذکرہ قطبیہ میں لکھا ہے کہ ۸ دسمبر ۱۵۰۴ء کو آپ کی مجلس میں شیخ میٹھ سیاہ پوش، شیخ موسیٰ آہنگر، شیخ مولا بخاری، شیخ جلال ملاقری، شیخ یونس، شیخ زین العابدین اور دیگر نامور خلفاء ارادت مند حاضر تھے کہ آپ نے سر سجدہ میں رکھ دیا اور اسی حالت میں وصال فرمایا۔ سلطان سکندر لودھی جو ان دنوں لاہور میں تھا۔ نے غسل دلایا اور نماز جنازہ میں شرکت کی اور آپ کی خانقاہ عالیہ میں دفن کر دیا۔ مزار کا احاطہ ساڑھے چار کنال میں ہے جو کہ میکلوڈ روڈ پر حضرت موسیٰ آہنگر کے مزار سے ریلوے

سٹیشن کو جاتے ہوئے آتا ہے اس کے ایک طرف ریلوے پولیس لائینز ہے۔ چھوٹے چھوٹے کچے مکانات گردو نواح میں بنے ہوئے ہیں۔

۳۲۶ - حضرت شیخ سادھا سُہروردی المعروف شادھو ولی

نام شیخ سادہا عرف عام میں بھُلیم کہلاتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی سے بیعت ہوئے اور ان کی قربت میں فیوض و برکات حاصل کئے پیر فرح بخش لکھتے ہیں۔

شیخ المشائخ شیخ سعد عرف بہلم از خلفائے راشد آنجناب است مزارش در محلہ کھاری کھوئی واقع گذر تلواڑہ کہ از عہد سلطان بہلول لودھی در ورثہ ایں خاندان شدہ آمدہ و عمارت اقامت حضرت بندگی وسجادہ نشینان آنحضرت اندرون محلہ ہستند وستون چوبی کہ زیارت گاہ مردمان جوار است۔

حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ تذکرہ قطبیہ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت چوہڑ بندگی کھاری کھوئی واقع بازار سمیاں لاہور تشریف لے گئے تو آپ کی دُعا و برکت سے کھاری کھوئی کا پانی میٹھا ہوگیا۔ پیر مراد شاہ نے مراد الحسنین میں چاہ کھاری کے متعلق لکھا ہے۔

محلہ جو آباد اجداد ہے! • وراثت میں ہے اپنی استاد ہے
گذر چوک مانک سند میں ہے نام • ولے چاہ کھاری ہے مشہور عام
رہا ہے فقط کھاری اس کا لقب • ولے پانی شیریں ہے ایسا کہ اب
نہیں شہر بھر میں جو پانی ہے وہ • مگر آب زمزم کا ثانی ہے وہ
اسے قطب عالم نے جب سے پیا • خدا نے ہے کھاری سے میٹھا کیا

مزار اقدس بازار حکیماں لاہور میں ایک چار دیواری میں برلب سڑک واقع ہے اس جگہ کو کھاری کھوئی بھی کہا جاتا ہے اور اندرون بھاٹی دروازہ اونچی مسجد اور مدرسہ انجمن نعمانیہ کے درمیان واقع ہے۔

۳۲۷ - حضرت سید بایزیدؒ ہاشمی سہروردیؒ

آپ کے والد مکرم کا اسم گرامی قاضی رفیع الدین تھا جن کی رہائش ماتھلہ میں تھی۔ آپ حضرت عبدالجلیلؒ چوہڑ بندگی کے خلیفہ تھے اور طریقہ سہروردیہ میں آپ سے بیعت تھے اور کافی عرصہ تک آپ کی خدمت میں حاضری دے کر فیوض و برکات حاصل کئے۔

تذکرہ قطبیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پیرومرشد نے جس طرح حضرت موسیٰ آہنگرؒ کو دو بیگھ زمین عطا کی تھی اس طرح آپ کو بھی ایک بیگھ زمین عطا فرمائی۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں آپ کا مزار بنا نیز حضرت قطبؒ عالم نے آپ کو شیخ محمود مدنی کی خانقاہ متصل رسول کوٹ پر چلہ کشی کا حکم صادر فرمایا تھا۔

مخدوم غلام دستگیر نامی اپنے مضمون "لاہور کے سہروردی مشائخ" ماہ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالجلیلؒ قطب عالم کے دوسرے خلیفہ شیخ بایزید رحمت اللہ تھے۔ ان کو بھی آپ نے ایک بیگھ زمین عطا کی تھی اور اس میں ان کا قبہ دار مزار تھا جو مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے میکلوڈ روڈ ہی پر ریلوے پولیس کے دفتر کے پیچھے مشن احاطہ میں ملبہ کے نیچے دبا ہوا ہے اور محکمہ آثار قدیمہ کی توجہ کا مستحق ہے۔ تذکرہ قطبیہ مصنفہ حضرت جمال الدین ابوبکر برادر حضرت عبدالجلیل سہروردیؒ لاہوری سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کا مزار دریائے راوی کے کنارے بنا جو ان ایام میں ریلوے پولیس لائنز کے نشیب میں واقع تھا اور اس کی گذرگاہ تھی یعنی حضرت عبدالجلیلؒ کی درگاہ کے شمالاً جنوباً واقع تھی۔ روزنامہ امروز مؤرخہ ۱۸ جولائی ۱۹۶۷ء کی اشاعت میں غلام دستگیر نامی نے "آثار قدیمہ کی نگہداشت" کے زیر عنوان اس گرے ہوئے مقبرہ کی مرمت پر حکومت سے استدعا کی تھی جو آج تک قبولیت کا درجہ نہیں پا سکی اور شاید نہ پا سکے قبل ازیں ہفت روزہ "لیل و نہار" لاہور کی اشاعت مؤرخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۶۱ء میں بھی یہی درخواست کی گئی تھی۔

مزار اقدس نولکھا چرچ ایمپرس روڈ میں واقع ہے جو کہ نہایت خستہ حالت میں ہے۔ گنبد گرا ہوا ہے مگر حکومت پاکستان، محکمہ آثار قدیمہ یا محکمہ اوقاف اس کی طرف قطعاً توجہ نہیں فرماتے قدیم ایام میں آپ کا مزار کوٹ کروڑا اور مزار شیخ کاکو چشتیؒ ریلوے پولیس لائنز میکلوڈ روڈ اور

لنڈا بازار کے درمیان تھا۔

۳۲۸ - حضرت شیخ جلال گوجرؒ سہروردی

شیخ جلال پسر ہاندو گوجر حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگیؒ کے خلفا میں سے تھے اور لاہور اور بیرون لاہور تبلیغ اسلام کے لئے آپ کے ساتھ جایا کرتے تھے ایک دفعہ جب آپ کے پیرو مرشد سانگلہ گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ تھے اس سفر میں شیخ موسیٰ آہنگرؒ، شیخ مٹھ سیاہ پوشؒ، شیخ یونسؒ، ملک مردانہ کھوکھر اور شیخ مولا بخار بھی شریک تھے۔ مزید برآں آپ رسول کوٹ اور شاہ کوٹ بھی تشریف لے گئے تھے۔

مصنّف اذکار قلندری لکھتا ہے۔

(۱) شیخ جلال عرف گجر از ارادت مندان خاص الخاص آں حضرت است "تذکرہ قطبیہ" کے صفحہ ۸ پر بھی آپ کا ذکر ملتا ہے۔

تذکرہ اولیائے ہند میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی دریائے راوی کے کنارے سیر کر رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک عورت دہی کا مٹکا سر پر رکھے لاہور شہر میں بیچنے کے لئے آ رہی ہے آپ نے دہی کا مٹکا اس سے قیمت دے کر خرید لیا اور فرمایا کہ اس برتن کو توڑ دو جب اس عورت نے برتن توڑا تو اس دہی کے مٹکے سے مرا ہوا سانپ نکلا۔ عورت حیران رہ گئی اور پریشانی کے عالم میں گھر گئی اور خاوند اور بیٹے سے اس کا ذکر کیا اگلے دن علی الصبح دونوں باپ اور بیٹا جو گاؤں کا نمبردار بھی تھا خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا اس عورت کے خاوند کا نام راموں تھا جس کو آنجنابؒ نے اسلام قبول کرنے کے بعد جلال رکھا اور یہی جلال گوجر کے نام سے موسوم ہو کر آنجنابؒ کا مرید اور خلیفہ بنا۔ ہانڈو گوجر ایک گاؤں کا نام ہے جو مضافات لاہور میں واقع ہے اور گوجروں کی بستی ہے۔ شالامار باغ سے آگے پانچ میل دور گرینڈ ٹرنک روڈ جو امرتسر کو جاتی ہے پر واقع ہے۔ اس گاؤں کے مالک شیخ جلالؒ کی اولاد سے ہیں ہانڈو گوجر غیر مسلم تھا لیکن اس کے فرزند ارجمند نے حضرت قطب عالم سے اثر سے اسلام قبول کیا اور پھر اس کی وجہ سے اس بستی کی گوجر برادری بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہوئی۔

آپ کا مزار بانڈو گوجر میں واقع ہے یعنی اس قبرستان میں جو موضع بانڈو گوجر اور تیج گڑھ (ضلع لاہور) کے درمیان ہے۔ قصبہ چھپیل ساتھ ہی واقع ہے۔

۳۲۹۔ حضرت مُلّا قرن سہروردیؒ

آپ حضرت قطبِؒ عالم چوہڑ بندگی کے مریدانِ باصفا میں سے تھے اور آپ کے ساتھ تبلیغ و ارشاد کے لیے مضافات لاہور اور باہر دور دراز مقامات تک جایا کرتے تھے۔ اپنے پیر و مرشد کی وفات پر آپ لاہور رہیں تھے۔ شیخ جمال الدین ابو بکر مصنّفؒ تذکرہ قطبیہ لکھتے ہیں۔

"وقتِ در خدمتِ بندگی قطب العالم عظم اللہ تعالیٰ شیخ یونسؒ و شیخ جلالؒ و شیخ مولا نجارؒ و شیخ میٹھہ سیاہ پوش و شیخ موسیٰ آہنگر و ملّا قرنؒ و شیخ زین العابدین غازی حاضر بودند کہ ایشاں جاں بحق تسلیم کردند چوں وقتِ غسل دادن رسید سلطان السلاطین سلطان سکندر انار اللہ برہانہ نیز حاضر شد۔"

حضرت جمال الدین ابو بکر تذکرہ قطبیہ" میں لکھتے ہیں کہ شہنشاہ ظہیر الدین بابر کا تعمیر کردہ محل آنجنابؒ کے ارشاد کے تحت گر پڑا تھا یہ ارشاد حضرت چوہڑ بندگیؒ نے اپنی وفات کے بعد ملّا قرن نجار کو دیا تھا۔

۳۳۰۔ حضرت شیخ المشائخ شیخ اتی راؤ سہروردیؒ

آپ حضرت عبد الجلیل قطبِؒ عالم کے خلفا میں سے تھے اور کافی عرصہ آپ کی خدمت اقدس میں رہے اور فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ مختلف کتب تواریخ کی کافی چھان بین کی گئی مگر آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔

مزار، شیخ جمال الدین ابو بکر تذکرہ قطبیہ میں لکھتے ہیں کہ مزار شیخ اتی راؤ بر کنارہ دریا دیاہ کہ در جوارِ شہر لہانور است بسیار مشہور است۔

کافی تلاش کے باوجود آپ کے مزار کا نشان نہیں مل سکا۔

۲۳۱ - حضرت شیخ الاولیاء چھوہا جھنبٹ سہروردیؒ

پیر فرح بخش فرحت اپنی تصنیف اذکار قلندری میں فصل ہفتم در ذکر احوال بعضے خلفائے حضرت بندگی قطبؒ عالم شیخ چوہڑ قدس اللہ سرہ العزیز کہ بہ تبرک خرقہ خضر از جناب شہسوار میدان ہدایت دارشاد یافتہ اند اسامی ہریک ازاں ہا ہمت تحریر چنیں مے باید۔

تحریر فرماتے ہیں:-

عاشق سرمست و مست مے الست حضرت شیخ چھوہا عرف جھنبٹ، یکے از واصلان حق بود بہ خرقہ فقر از حضرت بندگی قطبؒ عالم اختصاص یافتہ در جوار لاہور بر لب دریا راوی آسودہ است۔

مصنف تذکرہ قطبیہ" لکھتے ہیں:-

شیخ چھوہؒا جھنبٹ بخدمت حضرتؒ بندگی قطب عالم رسیدند۔

مزار: شیخ جمال الدین ابو بکرؒ لکھتے ہیں کہ آپ کا مزار لاہور کے نزدیک واقع ہے۔ یعنی (شیخ چھوہؒا متصل لاہور آسودہ اند) کافی تحقیق کے باوجود آپ کے مزار کا نشان نہیں مل سکا۔

۲۳۲ - حضرت پیر ڈھلؒ سہروردیؒ

آپ کا اسم گرامی سید عبد الحکیم بخاری بتایا جاتا ہے۔ آپ حضرت قطب عالم عبد الجلیل چوہڑؒ بندگی کے مرید تھے۔

آپ خاندان لودھی کے عہد میں لاہور میں ایک مجذوب گزرے ہیں جو جذب و سکر کی حالت میں رہتے تھے۔ مجذوبوں کی طرح بازاروں اور گلیوں میں گشت لگایا کرتے تھے اکثر نشست آپ کی اس مقام پر تھی جس جگہ کہ آپ کا مزار عالی ہے۔ آپ صاحب کشف و کرامت بھی تھے۔

"تحقیقات چشتی" اور ہسٹری آف لاہور" مصنفہ سید محمد لطیف میں ان کا حال درج نہیں ہے۔ حدیقۃ الاولیاء میں انہیں اکبری عہد کا صاحب کشف و کرامت بزرگ تحریر کیا گیا ہے۔

آپ کا مزار اندرون شہر یعنی شاہ عالمی اور موچی دروازہ کے درمیان واقع ہے۔ اس محلہ کو ڈھل محلہ بھی کہتے ہیں۔ مزار مسجد بکن خان کے غربی کوچہ نیویں گلی سے مغرب کی سمت واقع ہے۔

مزار زمانہ قدیم کا بنا ہوا ہے۔

۳۳۳ - حضرت شیخ علی غازی سُہروردیؒ

آپ حضرت قطب عالم چوہڑ بندگیؒ کے مرید خاص تھے اور ان سے ہی بیعت کی تھی۔ آپ کے برادر شیخ عین الدین غازی اور شیخ زین الدین غازی تھے۔

مصنف اذکارِ قلندری تحریر فرماتے ہیں۔

"سیّد السادات سیّد علی غازی و سیّد عین الدین غازی از اکابران ولایت وند صاحب حال کامل الطریقت بود۔ خرقہ فقر حضرتؒ بندگی یافتہ۔ مزارش نیز متصل میاں پنج ڈھیرہ است۔"

آپ نے حضرت جمال الدین ابوبکر برادر حضرت عبدالجلیلؒ چوہڑ بندگی سے فیض حاصل کیا تھا۔

مزارِ اقدس بھائی پنج ڈھیرہ میں ہے جو کہ باوجود تلاش بسیار کے نہ مل سکا۔

۳۳۴ - حضرت شیخ عین الدین غازی سُہروردیؒ

لاہور کے ایک نہایت بزرگ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت قطب عالم عبدالجلیل سہروردی کے حلقہ مریدین میں سے تھے۔ اکثر و بیشتر اپنے پیرو مرشد کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے۔

مصنف تذکرہ قطبیہ لکھتا ہے۔

در خدمت حضرت بندگی قطب العالم عظم اللہ تعالیٰ شیخ عین الدین غازیؒ برادر شیخ زین العابدین غازیؒ۔ شیخ علی غازیؒ میل و نہار لبری برود بسیار خوش الحان بود۔

آپ نے حضرت قطب العالمؒ کی توجہ کا ایک نظر سے قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ حضرت قطبؒ عالم کی وفات کے موقع پر لاہور میں آپ کے پاس موجود تھے۔

مزار اقدس اور تاریخ وفات کا پتہ نہیں چل سکا۔ شاید قبرستان میانی (مزنگ) میں ہو۔ تاریخ جلیلہ مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی میں اس کی نشاندہی نہیں کی گئی۔

۳۳۵ - حضرت شیخ شہاب الدینؒ منج سہروردی

آپ کے ابتدائی حالات حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر قدیم تاریخ کتب اور دوسرے ذرائع اس امر کے حاصل کرنے میں مانع ہیں۔

بیعت: آپ حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی کے خلفاء میں شامل ہیں۔ حضرت شیخ جمال الدین ابوبکرؒ اپنی تالیف تذکرہ قطبیہ" میں رقمطراز ہیں کہ ایک دفعہ آپ قطبؒ عالم سے قول و قرار کے بعد منحرف ہو گئے تھے جس کی وجہ سے آپ کی اراضی جو زیرِ کاشت تھی بنجر ہو گئی تھی۔

مصنف اذکارِ قلندری لکھتے ہیں:-

شیخ شہاب الدین عرف منج پروردہ نظر آنجناب بہ خرقہ خلافت ممتاز مزارش پائیں روضہ حضرتؒ بندگی است۔"

مزار حضرت چوہڑؒ بندگی کے پائیں میں میکلوڈ روڈ لاہور پہ واقع ہے۔

۳۳۶ - حضرت شیخ ابوالفتح ثانی سہروردیؒ

آپ حضرت چوہڑؒ بندگی سہروردی کے فرزندِ ارجمند تھے آپ کی والدہ ماجدہ سلطان بہلول لودھی کی دخترِ سعید اختر تھیں۔ آپ کی اولاد کی سکونت و بود و باش تک لاہور میں رہی پھر ان کے پوتے برخوردار بن عبدالجلیل ثانی کوٹلی پیراں چلے گئے۔ یہ گاؤں انہوں نے خود بسایا تھا اور لاہور سے شمال مشرق کی طرف واقع ہے اس گاؤں میں سہروردی سلسلہ کے رہنماؤں میں سے سب سے پہلی قبر جو بنی وہ شیخ غلام علی بن شیخ فخر اللہ بن شیخ ابوالفتح ثالث کی تھی۔ آپ کی اولاد لاہور اور شاہدرہ کی تحصیلوں میں آباد ہے۔

بیعت: آپ نے اپنے والد گرامی حضرت چوہڑؒ بندگی سے بیعت کی تھی اور خرقہ خلافت انہی سے حاصل کیا۔ اپنے والد کی وفات پر لاہور میں مسند نشین ہوئے اور لوگوں کو آپ سے فیضان جاری رہا۔ پیر فرح بخشؒ اذکارِ قلندری میں لکھتے ہیں۔

"سبحان اللہ شخصیکہ در عہد شباب و عالم صاحبزادگی کہ نواسہ بادشاہ وقت بود ایں

قدر مجاہد باشد علوّ مرتبہ اش را تا کجا تواں نوشت مرید پدر خویش حضرت بندگی قطب العالم شیخ چوہڑ قدس سرہٗ است تعلیم و طریق طریقت و علم و معرفت از جناب حاصل نمود و بہ خرقہ فقر و خلافت ظاہری و باطنی مشرف گشتہ۔

اولاد: حضرت شیخ عبدالجلیلؒ ثانی آپ کے فرزند تھے۔ انہوں نے بھی آپ سے ہی فیض حاصل کیا اور خلقِ خدا کو لاہور میں فیض و برکت سے نوازتے رہے۔ حضرت ثانی صاحب چالیس؟ سال تک مسند نشین رہے۔ حضرت شیخ برخوردارؒ شیخ عبدالجلیلؒ ثانی کے بیٹے اور سجادہ نشین تھے۔ لاہور سے سولہ کوس شمال مشرق کی جانب قصبہ کوٹلی پیراں شیخ برخوردارؒ نے ہی بسایا تھا ان کے فرزند شیخ ابوالفتح ثالثؒ تھے اور ان کے فرزند شیخ فخر اللہ۔ تاریخ جلیلہ کے صفحہ ۲۳۳ کے مطابق یہ تمام حضرات درگاہِ قطبُ العالم واقعہ لاہور میں مدفون ہوتے رہے۔ شیخ فخر اللہ نے ۱۶۹۳ء میں وفات پائی۔

آپ کا مزار اقدس حضرت چوہڑ بندگی قطبُ العالم سہروردی کے دائیں طرف واقع ہے۔

اذکارِ قلندری میں لکھا ہے۔

مزار حضرت شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوالفتح علیہ الرحمۃ در پہلوئے راست حضرت بندگی قطب العالم است۔

۳۳۷۔ حضرت سیّد عثمانؒ المعروف شاہ جھولا سہروردیؒ

آپ کے والد کا اسم گرامی سیّد محمودؒ بخاری تھا۔ اوچ سے لاہور تشریف لائے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد گرامی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ شہنشاہ دہلی کی طرف سے آپ کو بٹالہ کا علاقہ جاگیر میں ملا تھا۔

شجرہ نسب آنجناب کا حضرت مخدومؒ جہانیاں جہاں گشت کے ساتھ ملتا ہے۔ سیّد عثمانؒ بن سیّد محمودؒ اوچی بن سیّد بہاءالدین بن سیّد حامدؒ بخاری بن سیّد محمد شاہ بن سیّد رکن الدین المخاطب بہ ابوالفتح بخاریؒ اوچی بن سیّد حامدؒ الملقب نوبہار بن سیّدنا ناصر الدین بن سیّد جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت۔

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں :۔

"سید عثمان المشہور شاہ جھولا بخاری لاہوری علیہ الرحمۃ الباری پیرے روشن ضمیرے صاحب وشوق و ذوق وجذب واستغراق بود واز مقام اوچ مقدس در لاہور تشریف آوردہ مقام فرمودہ حلقے کثیر را بارادت خود سرفراز ساخت و قبولے عظیم یافت۔"

آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ لاہور میں آنے پر بے شمار لوگ آپ کے مرید بنے عوام وخواص آپ کی بے پناہ عزت کرتے تھے۔ روشن ضمیر مرشد تھے۔ اس لئے لوگ جوق در جوق آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا کرتے تھے اور فیوض و برکات سے اپنا دامن بھرتے تھے۔

چونکہ آپ کو رعشہ کی بیماری تھی اور جھولا پنجابی میں ہلنے یا رعشہ کو کہتے ہیں اس واسطے آپ کو شاہ جھولاؒ کے خطاب سے پکارا گیا۔ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

"کہ چوں آنجناب بہ سواری شتر از اوچ رائے لاہور شد شتر را تیزی راند و بازوی مبارک حرکت می کرد و در آں حال بہ بازوئے خود مخاطب شد و فرمود کہ ایں چنیں حرکت چراست شاید کہ ترا جھولا یعنی رعشہ شدہ است پس ازاں روز بہ بازوی رعشہ پیدا شد کہ تادم اخیر باقی بود۔"

اولاد: آپ کے صاحبزادے کا نام سیّد شاہ محمدؒ تھا جو بہت بڑے ولی اللہ گزرے ہیں۔

وفات: ۹۱۲ھ مطابق ۱۵۰۶ء میں بمقام لاہور بعہد سکندر لودھی ہوئی اور مزار شاہی قلعہ لاہور اندرون تہہ خانہ بنا۔ آپ حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی سہروردی لاہوری سے دو سال بعد فوت ہوئے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آنجناب حضرت چوہڑ بندگیؒ کے ہمعصر تھے۔ اس جگہ کو پنج پیر بھی کہتے ہیں۔

۳۳۸ - حضرت شیخ موسیٰ آہنگر سہروردیؒ

آپ کی ولادت ۸۴۱ھ مطابق ۱۴۳۷ء میں ہوئی۔ والد بزرگوار کا اسمِ گرامی سلطان عرب تھا اور والدہ ماجدہ کا نام بی بی عائشہ تھا۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت امام محمد نقی اور پھر

حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر منتہی ہوتا ہے آپ کی بیوی کا نام بی بی ملکی تھا جو شیخ زکریا کی دختر نیک اختر تھی۔

خلافت: حضرت شاہ عبدالجلیل چوہڑ بندگی سے خلافت پائی تو مرشد نے اپنے پاس ہی دو بگھہ زمین دے دی۔

پہلے شیخ شہر اللہ بن یوسف سجادہ نشین روضہ انور حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ سے بیعت تھے ان کی وفات کے بعد لاہور گئے اور پیرو مرشد کی خدمت میں رہنے لگے اور بالآخر یہاں کے ہی ہو رہے۔ لاہور آنے سے قبل آپ تقریباً دس برس تک حرمین الشریفین میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے وہاں تفسیر و حدیث کا بھی درس دیا اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ہندوستان کا رُخ کیا۔ ٹھٹھہ، ملتان، گجرات (کاٹھیاواڑ) وغیرہ ہوتے ہوئے لاہور پہنچے۔

لاہور میں آمد: جب آپ لاہور میں تشریف لائے تو شہر کے مرد اور عورتیں جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور آپ ہر ایک کی حاجت روائی کرنے لگے پھر علماء اور فضلاء بھی حاضر خدمت ہوئے آپ سے سوالات کئے۔ جن کے جوابات آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں دیئے جس کا آپ کی شہرت میں نمایاں اثر پڑا اور لاہور اور مضافات لاہور سے لوگ حاضر خدمت ہو کر ارادت مندی اور عقیدت مندی کا اظہار کرنے لگے۔ "مناقب موسوی" میں لاہور سے متعلقہ آپ کی بے شمار کرامات تحریر ہیں۔

مشہور روایت ہے کہ انگریزوں کے عہد میں جب میکلوڈ روڈ بننی شروع ہوئی تو ریلوے اسٹیشن تک سیدھا راستہ نکالنے کے لئے یہ مقبرہ بھی منہدم ہونے والی عمارات میں شامل تھا مگر بعد میں ان احکام کی تکمیل نہ ہو سکی بلکہ غربی دیوار جو گرائی گئی، تھی از سر نو تعمیر کرادی گئی۔

خلفاء: میر ہاشم بخاریؒ۔ حاجی شیخؒ۔ مخدوم علم الدینؒ۔ شیخ موہڑی۔ حاجی اسحاق سندھیؒ۔ اور حافظ رزق اللہ بن یانی وغیرہ۔

اولاد: آپ کے چار فرزند تھے (۱) شیخ یعقوبؒ (۲) شیخ اسحاقؒ۔ (۳) شیخ اسماعیلؒ (۴) شیخ احمدؒ۔

۱۔ شیخ یعقوبؒ کابل میں تھا کہ وہاں انتقال کر گیا اور ایک گاؤں "دیہہ یعقوب" میں دفن کیا گیا۔

۲۔ شیخ اسحاقؒ۔ والد بزرگوار سے جبۂ پیراہن اور سندِ خلافت حاصل کی۔

۳۔ شیخ اسماعیلؒ۔ نہایت نیک نام بزرگ ہوئے ہیں۔

۴۔ شیخ احمدؒ کو آپ کے والد نے خادم علم الدین کھوکھر کے ساتھ کابل روانہ کیا کہ وہاں جا کر میر ہاشم کی وساطت سے بادشاہ سے ملیں اور ان کو ہندوستان کی بادشاہت کی خوشخبری دیں چنانچہ یہ کابل پہنچے اور ہمایوں کو ساتھ لے کر لاہور آئے۔

بے شمار کرامات آپ کی بیان کی جاتی ہیں۔ تذکرہ قطبیہ میں لکھا ہے کہ جب آپ ملتان سے لاہور تشریف لائے اور یہاں آہنگری کا کام شروع کیا تو ایک ہندو عورت تکلا درست کرانے آئی۔ آپ اس کی طرف غور سے دیکھنے لگے جس سے وہ عورت محجوب ہوئی اور کہنے لگی کہ یا حضرتؒ میری طرف کیوں آنکھیں پھاڑ کر تک رہے ہو۔ شیخ صاحبؒ نے وہ تکلا جو آگ سے سُرخ ہوا تھا بھٹی سے نکال کر اپنی دونوں آنکھوں میں پھیر لیا اور کہا کہ اگر میں نے بدنیتی سے دیکھا ہے تو میری آنکھیں جل جائیں مگر ایسا کرنے پر بھی آنکھیں بالکل درست رہیں جو کہ آپ کی نیک نیتی پر دلالت تھی چنانچہ وہ عورت آپ کے قدموں پہ گری اور مسلمان ہوئی اور جب مری تو یہاں ہی دفن ہوئی۔ اس کی قبر بھی اب احاطہ کی شمالی دیوار کے پاس ہے۔

تعمیر روضہ: آپ کا روضہ لاہور کی قدیم اور اعلیٰ ترین عمارات میں شامل ہوتا ہے۔ سبز رنگ ہے۔ اندرون دیواروں پہ قرآنی آیات ابھرے حروف میں موجود ہیں کہا جاتا ہے کہ آنجناب کا روضہ میر ہاشمؒ نے بنوایا تھا۔ جو ہمایوں بادشاہ اور اکبر بادشاہ کا وزیر تھا اور اسے حضرت موسیٰ آہنگر سے عقیدت تھی۔ گنبد پہ کاشی کا کام سبز رنگ میں کیا ہوا ہے۔ ارد گرد چار دیواری ہے۔ گنبد بہترین ساخت کا بنا ہے اور زمانۂ قدیم کی کاریگری کا نمونہ پیش کرتا ہے۔

وفات: مصنف خزینۃ الاصفیاء نے آپ کی وفات ۹۲۵ھ مطابق ۱۵۱۹ء بعہد ابراہیم لودی تحریر کی ہے اور یہاں ہی ایک عالی شان مقبرہ تعمیر ہوا۔ یہ مقبرہ میکلوڈ روڈ پر قلعہ گوجر سنگھ کی آبادی کے بالمقابل بطرف گوالمنڈی ہے جہاں آپ کا مزار ہے وہاں ہی کسی زمانہ میں آپ کی آہنگری کی دکان تھی۔ آج کل یہ مقبرہ مسجد کے سامنے چراغ سٹریٹ میں واقع ہے۔

مفتی صاحبؒ نے تاریخ وفات لکھی ہے۔

چو نور طور عرفان شیخ موسیٰ ؒ — شد از دنیا بہ خلدِ جاودانی
بہ مسرور شد عیاں تاریخ سالش — ز سلطانِ زمن موسیٰ ثانیؒ

سن وفات کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ مصنف مناقبِ موسوی کا کہنا ہے کہ یہ مقبرہ آپ کی حیات میں ہی تعمیر ہوا تھا۔ ہمایوں بادشاہ کے ایک وزیر محمدؐ ہاشم بخاری نے ۹۶۲ھ مطابق ۱۵۵۴ء تحریر کی ہے۔ ۱۹۶۶ء میں حکومت نے آپ کے مقبرہ کو قومی یادگار قرار دیا ہے۔

۳۳۹۔ حضرت شیخ اسحٰق سہروردی

آپ شیخ المشائخ حضرت موسیٰ آہنگرؒ کے فرزند ارجمند تھے اور بیعت بھی آپ سے ہی فرمائی تھی۔ شیخ سے آپ کو جبہ اور پیراہن۔ مسندِ خلافت کے ساتھ عطا ہوا تھا۔ مجاہدات اور ریاضتا آپ نے بہت کئے۔ رشد و ہدایت اور تلقین و ارشاد کے ذریعے آپ نے خلق کی بہت خدمت کی۔ آپ کی وفات پر خلافت شیخ عبدالعلی کو۔ پھر شاہ جمال کو۔ پھر شاہ جیونؒ کو۔ پھر شاہ جمال اللہ مؤلف کتاب "مناقب موسوی" کو ملی تھی۔

۳۴۰۔ حضرت شیخ میر ہاشم سہروردی

آپ ہمایوں بادشاہ کے وزیر تھے اور آپ کو حضرت موسیٰ آہنگر سے بے پناہ عقیدت تھی۔ شیخ موصوف کی خدمت میں اکثر و بیشتر حاضر ہوا کرتے تھے۔ ابتدا میں آپ گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے جب ہمایوں یہاں سے کابل پہنچا تو میر ہاشمؒ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس کو کتاب خانہ کی خدمت سپرد کردی۔ جس سے وہ ترقی کرکے اس کا وزیر بن گیا۔ ہمایوں کی وفات کے بعد اس کے بیٹے جلال الدین اکبر نے بھی اس کو وزارت کے عہدے پر بحال رکھا۔

حضرت موسیٰ آہنگر کا آپ نے ہی روضہ تعمیر کروایا تھا۔ آپ ہمایوں اور اکبر کے عہد میں درباری یا منصب دار تھے اور آپ کو آنجناب سے بے پناہ عقیدت تھی جب بادشاہ اکبر نے اس ارادہ کا اظہار کیا کہ آپ کا مقبرہ شاہی خرچہ سے تعمیر ہو تو سید ہاشمؒ نے یہ خدمت اپنے ذمہ لے لی اور تین سال کے عرصہ میں روضہ اقدس کی تکمیل کرالی۔

مزار اقدس اندرون چار دیواری روضۂ اقدس شیخ موسیٰ آہنگرؒ موجود ہے۔

۳۴۱ - حضرت مفتی کمال الدّین سہروردیؒ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مفتی شیخ محمد المعروف میاں وڈا تھا - ان کی وفات کے بعد آپ عہدہ افتا پر متمکن ہوئے - شیخ مرحوم کی نگرانی میں آپ نے اپنی تعلیم مکمل کی تھی اور انہیں سے سلسلہ سہروردیہ میں خلافت حاصل کی تھی۔

لاہور کے ممتاز علماء میں شامل ہوتے تھے۔ سلطان سکندر لودھی آپ کی بے حد عزت کرتا تھا حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی۔ حضرت شیخ کاکو چشتیؒ! حضرت موسیٰ آہنگرؒ آپ کے معاصر اولیاء اللہ لاہور میں سے تھے۔

مسجد مفتیاں، لاہور میں آپ نے ایک عظیم الشان مسجد بنام "مسجد مفتیاں" تعمیر کرائی جو اب تک موجود ہے اور لاہور کی قدیم ترین مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ نیز مسجد کے لئے لائبریری اور مدرسہ بھی قائم کیا۔ مزید برآں طلباء کی اقامت کے لئے بہت سے حجرے تعمیر کروائے۔ چھ پشتوں تک مفتی کمال الدین سہروردی کی اولاد نے اس مدرسہ میں دینی علوم کی شمع جلائے رکھی۔ سکھوں کے زمانہ میں اس مدرسہ کی حالت نہایت ابتر ہو گئی۔ محلہ اُجاڑ دیا گیا۔ حجرے مسمار کر دیئے گئے۔ لوگ شہتیر اور لکڑیاں وغیرہ اٹھا کر لے گئے بلکہ ستم یہ ہوا کہ کنور نونہال سنگھ کے داروغہ اصطبل دلاور خاں رامپوری نے مسجد کے صحن کی زمین پر زبردستی قبضہ کر کے اپنی حویلی تعمیر کرالی۔ وارثان مسجد غلام رسول اور مفتی غلام محمد نے مہاراجہ کھڑک سنگھ سے اپیل کی جس نے ان کو کرایہ نامہ زمین کا بنام امام مسجد لکھوا دیا۔ جس سے یہ مسجد چھوٹی ہو گئی۔ ایک دفعہ یہ مسجد جب پھر گر گئی تو نواب عبدالمجید خلف رئیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ لاہور نے اس کی مرمت کروا دی تھی۔ مورخ لاہور حضرت مولانا مفتی غلام سرور اس مسجد کے قریب رہائش رکھتے تھے اور ان کا پرانا مکان اب تک موجود ہے۔

وفات آپ کی ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۱ء بعہد سلطان ابراہیم لودھی لاہور میں پائی۔ اور یہیں مدفون ہوئے۔

۳۴۲ - حضرت میاں فریدؒ سہروردی

آپ حضرت میراں محمد شاہ بخاریؒ المعروف بہ موج دریا بخاریؒ کے مُرید تھے۔

ایک دفعہ اکبر بادشاہ جب شاہی قلعہ لاہور میں قیام پذیر تھا تو وہاں کچھ اُمرا نے بادشاہ سے شکایت کی کہ آپ نے حضرت میراں محمد شاہ کو بہت زیادہ جاگیر دے دی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ خدا رسیدہ بزرگ ہیں تو اس پر امرا نے عرض کی کہ اگر یہ حسباً نسباً سید ہوں گے تو آگ ان پر اثر نہ کرے گی چنانچہ تنور گرم کیا گیا جس وقت آپ کے فرزند سید شہاب الدین نہرا نے سنا تو فوراً قلعہ پہنچے۔ اس وقت دروازے سے قلعہ کے سپاہیوں نے آپ کو گزرنے نہ دیا۔ اس پر آپ نے شیر کی شکل اختیار کر لی تو سب محافظ سپاہی وغیرہ بھاگ کھڑے ہوئے اور یہ اندرون قلعہ شاہی اپنے والد بزرگوار کے پاس پہنچ گئے اور چاہا کہ اکبر کو ایک طمانچہ رسید کریں۔ یہ سن کر آپ اصلی شکل پر آئے اور حضرت نے اپنے مرید میاں فریدؒ سے کہا کہ تم جا کر تنور گرم آہنی میں مشغول ذکر الٰہی ہو چنانچہ میاں فریدؒ آگ میں کود پڑے تو ان کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ جب ایک سید کے غلام پر آگ اثر نہیں کرتی تو اُس کو کیوں کر جلا سکتی ہے۔ اس واقعہ سے بادشاہ اور امرا اور وزرا پر بہت اثر پڑا اور وہ تائب ہوئے۔

آپ کی وفات ۱۵۹۱ء میں ہوئی اور اپنے پیر و مرشد کے مقبرہ کے باہر مدفون ہوئے جو کہ ایڈورڈ روڈ پر واقع ہے۔

۳۴۳ - حضرت سید بہاء الدینؒ المعروف گھوڑے شاہ بخاری سہروردیؒ

آپ کا اسم گرامی محمد حفیظ بھی بتایا جاتا ہے اور بھولن شاہ کے نام سے موسوم تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام سید شاہ محمد بن سید عثمانؒ جھولنہ بخاری (جن کا مزار شاہی قلعہ کے اندر ہے) تھے اصل نام سید بہاؤالدین تھا۔ پانچ برس کی عمر میں ہی آپ کو گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا اور یہ شوق عشق کی صورت اختیار کر گیا تو جو کوئی بھی آپ کے پاس مٹی کا بنا ہوا گھوڑا لے آتا تو اس کے حق میں دُعا کرتے۔ جو مقبول ہوتی۔ اس سے آپ کے مستجاب

الدعوات ہونے کی شہرت ہو گئی اور خلقت خدا کا ہجوم ہونے لگا جب سید شاہ محمد آپ کے والد کو پتہ چلا تو بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ یہ لڑکا اسرار الٰہی کو راز میں نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی اس قابل ہے۔ آپ نے یہ کلمات فرمائے ہی تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ لکھا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک پانچ سال کی تھی۔

سید عمادی الملک آپ کے بھائی تھے۔ بقول مصنف "تاریخ لاہور" اور بلند زاد ولی بھی تھے۔

آپ کے مزار کے پاس ہی آپ کے مرشد حضرت جان محمد صاحب لاہوریؒ کی بھی قبر موجود ہے۔

مسجد گھوڑے شاہ :۔ مسجد مذکور آپ کے مزار کے بالکل سامنے برلب سڑک (گھوڑے شاہ روڈ) پر واقع ہے۔ مسجد قدیم اور وسیع و عریض ہے اس کے تین گنبد ہیں۔ ساتھ ہی کمرہ جات بھی ہیں مسجد کے ساتھ ہی چاہ میراں کی جانب مقبرہ محمودؒ شاہ نقشبندی بھی واقع ہے۔

وفات اور ملحقہ قبرستان :۔ آپ کا مزار ایک اونچے چبوترے پہ واقع ہے یہ چبوترہ گھوڑے شاہ روڈ پر جو ریلوے سٹیشن لاہور سے نکل کر سیدھی بھوگیوال پہنچتی ہے۔ باغ راجہ دینا ناتھ سے اس طرف اس سڑک کے مقام اتصال پہ واقع ہے جو گھوڑے شاہ روڈ سے چاہ میراں کی طرف نکلتی ہے۔ مزار اقدس برلب سڑک واقع ہے۔ ساتھ ہی ایک کمرہ ہے اس چبوترہ پر تین قبور ہیں جن میں سے ایک آپ کی اور دوسری دو آپ کے اقربار کی ہیں۔ مزار کے اوپر ایک قدیم پیپل کا درخت موجود ہے۔ نیچے ایک دوسرے احاطہ میں بھی آپ کے اہل خاندان کی قبور ہیں۔

آپ کی وفات ۵۹۴ھ میں بعہد جلال الدین اکبر بادشاہ لاہور میں ہوئی اور علاقہ زیر لب احاطہ میں مدفون ہوئے جہاں آپ کے مزار کے ساتھ ایک وسیع قبرستان بھی ہے۔ آپ کے مزار کے پاس حاجت مند لوگوں نے ہزارہا گھوڑے مٹی کے جمع کر رکھے تھے جو کہ چڑھاوے کے طور پہ وہاں نذر کئے گئے تھے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ مزار لاہور کی ایک طوائف سودان نے عقیدت کے پیش نظر بنوایا تھا نیز مسجد بھی بنوائی۔ مگر یہ غلط ہے۔ اس علاقہ کو کبھی چوہٹہ سودان بھی کہا جاتا تھا۔

آپ کے مزار اقدس کے پاس ایک بہت بڑا قبرستان ہے جس کو قبرستان گھوڑے شاہ کہا جاتا ہے اس قبرستان میں حضرت مولانا محمد مطیع الحق بیامی نقشبندی کی بھی قبر ہے نیز سید شہباز

بن عبدالملکؒ المتوفی ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۳۱ء اور گوہر شاہؒ بن عارف شاہؒ بن عمادالملکؒ المتوفی ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء کی بھی قبور ہیں۔

مزید تفصیلات کے لئے میری تصنیف "سوانح حیات حضرت گھوڑے شاہ بخاریؒ لاہوری" ملاحظہ فرمادیں۔

۳۴۴۔ حضرت سید شاہ محمدؒ سہروردیؒ

آپ کے والد حضرت عثمانؒ کا مقبرہ تہہ خانہ شاہی قلعہ لاہور میں ہے اور فرزند حضرت گھوڑے شاہؒ سہروردی کا علاقہ تیزاب احاطہ میں واقع ہے آپ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد لاہور تشریف لائے تھے۔ سلسلۂ نسب مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت سید جلال الدینؒ بخاریؒ تک جاتا ہے۔ آپ بہ اجتماع کثیر چک سروا علاقہ کلانور میں آئے اور وہاں آپ نے بہت سے لوگ مسلمان کئے۔ والد ماجد کی لاہور میں وفات پر آپ نے ان کی مسندِ رشد و ہدایت کو زینت بخشی اور لاہور کے اردگرد کے تمام دیہات اور دور دراز کے مقامات پر بھی وعظ و ارشاد کی غرض سے جایا کرتے تھے۔ ہزارہا لوگ آپ کے وعظ و نصیحت سے راہِ حق پر آئے۔

آپ کی زندگی بڑے جذب و سکر کی تھی اور اکثر عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔ سیر و سیاحت کافی کی اور تبلیغ اسلام کے لئے لاہور اور مضافاتِ لاہور میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ علاقہ کلانور (بھارت ضلع گورداسپور) بھی اسی مقصد کے لئے گئے تھے جب سردارِ دیہہ نے آپ کی کرامت دیکھی تو وہ بمعہ اپنے اہل و عیال و قوم کے مسلمان ہوگیا۔

اولاد: آپ کے پانچ صاحبزادے تھے۔

(۱) سید عمادی الملکؒ۔ (۲) سید بہارالدینؒ جھولن شاہؒ الملقب گھوڑے شاہؒ۔
(۳) شاہ عالمؒ۔ (۴) بہاون شاہؒ۔
(۵) شاہ نورنگؒ۔

وفات: آپ کی وفات ۱۰۱۱ھ مطابق ۱۶۰۲ء میں بعہد شہنشاہ جلال الدین اکبر ہوئی مزار پُر انوار موضع ہلکہ ضلع لاہور میں واقع ہے۔

۳۴۵۔ حضرت شیخ حسن گنجدگر المعروف بہ حسنو تیلی سہروردیؒ

آپ کی ولادت دریائے چناب کے کنارے ایک گاؤں ماکھیوال میں ہوئی۔ والد کا نام شیخ چندو اور والدہ کا نام معلی تھا۔ گاؤں میں ان کے والد کا ایک کولہو تھا جس کی آمدنی سے یہ کنبہ پلتا تھا۔ اس زمانہ میں آپ کی ملاقات پنجاب کے مشہور جوگی گورو گورکھ ناتھ سے ہوئی جس سے آپ خاصے متاثر ہوئے چنانچہ ان کی خدمت میں کئی سال رہ کر فیضان حاصل کیا اور اس کے بعد آپ سیر و سیاحت کے لئے نکلے اور لاہور پہنچ گئے۔ یہاں چوک جھنڈا لوہاری دروازہ میں گندم کا کاروبار شروع کر دیا۔ یہ جگہ آج بھی مرجع عوام و خواص ہے اور خانقاہ کے علاوہ لاہور میں یہ آپ کی دوسری یادگار ہے۔ ہر جمعرات کو لوگ یہاں چراغ جلاتے ہیں آپ نے ساری عمر تجرد و فقر میں ہی گزار دی تھی۔

سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں آپ نے حضرت شاہ جمال سہروردی سے بیعت و خلافت حاصل کی تھی۔ پیر و مرشد نے مرید کی تربیت نہایت اچھے ماحول میں کی اور ان کو ظاہری و باطنی فیوضات و برکات سے نواز دیا۔ حضرت شاہ جمالؒ کا شجرہ بیعت مخدوم لکرابیگ کی وساطت سے شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی بغدادی تک منتہی ہوتا ہے۔

حضرت شاہ جمالؒ کی خدمت میں حاضری: ایک دن آپ حضرت شاہ جمال کی خدمت میں اچھرہ حاضر ہوئے اور دعائے خیر کے طالب ہوئے انہوں نے فرمایا کہ تمہاری دکان غلہ فروشی کی ہے۔ اس لئے کم مت تولنا۔ آپ نے یہ نصیحت پلے باندھی اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو گاہک آتا آپ اس سے کہتے کہ ترازو سے کر خود ہی تول لو چنانچہ وہ زیادہ تول کر لے جاتا چنانچہ کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا اور کاروبار بجائے نقصان کے نفع میں رہا یہاں تک کہ آپ نے سونے کے باٹ بنا لئے ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ یہ باٹ لے کر اپنے پیر و مرشد کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ اللہ کریم نے رزق میں اس قدر وسعت عطا فرمائی ہے کہ میں نے سونے کے باٹ بنا لئے ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کو دریائے راوی میں پھینک دو۔ تعمیل حکم میں آپ نے یہ سونے کے باٹ دریا میں ڈال دیئے۔ چند دنوں کے بعد دیہات سے چند غلہ فروش لاہور آئے تو پایاب جگہ سے انہوں

نے دریا کو عبور کیا تو یہ سنہری باٹ ان کے قدموں تلے آ گئے انہوں نے نکالے تو یہ معلوم کر کے کہ یہ شیخ حسو تیلیؒ کے ہیں۔ آپ کے پاس پہنچا دیئے۔ آپ پھر یہ باٹ لے کر اپنے پیر و مرشد کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ گوش گزار کیا۔ انہوں نے فرمایا جب تم نے کم تولنا چھوڑ دیا تو مال میں برکت آئی اور جو تو نے حلال کی کمائی سو دریا کی نذر کی تو وہ پھر تیرے پاس آ گئی۔ یہ بات سن کر آپ پر بہت اثر ہوا اور آپ تارک الدنیا ہو گئے۔ اس زمانہ میں لاہور کے تاجر کم تولنے میں بہت مشہور تھے۔

پروفیسر محمد اسلم کا ایک مقالہ المعارف لاہور میں شائع ہوا تھا جس کا عنوان "الشیخ والخدم" تھا۔ یہ "تذکرہ حسو تیلی" ہے۔ یہ نایاب مخطوطہ جس کا کوئی دوسرا نسخہ شاید اور کہیں نہیں ہے اور صرف علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ۱۸۲ ورق ہیں۔ تذکرہ فارسی منظوم ہے اور ۱۷ اشعار فی صفحہ کے حساب سے ۶۱۸۸ اشعار ہیں۔ اس سے بہت سی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس تذکرہ کا مصنف خواجہ صورت سنگھ المتخلص بہ عاقل تھا۔ اس کی رہائش محلہ طلہ لاہور میں تھی جہاں مولوی عبدالکریم، محمد شریف اور نظام خاں جویہ کے مکانات تھے۔ تذکرہ کا ذکر اس طرح کرتا ہے۔

کردم شروع "تذکرہ الشیخ والخدم"   در ذکرِ حسو تیلیؒ ملک نشان

آپ کے ہم عصر بزرگان یہ ہیں:۔

(۱) شیخ موسیٰ آہنگر سہروردی: آپ شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگیؒ کے نامور خلیفہ تھے۔ آپ کے ان کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔

(۲) شیخ عبدالنبی: شیخ نظام نارنولی عہد اکبر کے نامور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ان کے یہ مرید تھے اور لاہور آ گئے تھے۔ شیخ حسو تیلیؒ سے ان کے نہایت اچھے مراسم تھے۔

(۳) مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری پہلے آپ کا سخت مخالف تھا مگر بعد ازاں آپ کا معتقد ہو گیا تھا۔

(۴) حضرت لال حسین قادریؒ: سیر العارفین میں لکھا ہے کہ حضرت لال حسین قادریؒ لاہوری اور آپ کے خاص مراسم تھے۔ حضرت لال حسین قادریؒ کا طریقہ تھا کہ وہ داتا دربار جاتے وقت یہاں

سے ہی گزرتے تھے۔

اس کے علاوہ امرا بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا کرتے تھے۔

(۱) عبدالرحیم خان خانان نے ٹھٹھہ کی فتح کے لئے آپ سے استمداد چاہی تھی جب ٹھٹھہ فتح ہُوا تو خان خاناں نے آپ کی خدمت میں پانچ صد روپیہ ارسال کیا تھا۔

(۲) اسی جرنیل نے دکن کی فتح کے لئے بھی آپ سے دعا کی التماس کی تھی۔

(۳) نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری نے آپ سے اولاد کے لئے دُعا کی فرمائش کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اولاد تیرے نصیب میں نہیں ہے۔

(۴) شہنشاہ اکبر اور جہانگیر بلکہ بیگمات بھی آپ سے دعاؤں کے خواستگار رہتے تھے۔

خلفاء: آپ کے بہت سے خلفاء تھے جن میں یہ مشہور ہیں۔

۱۔ مولوی عبدالکریم سہروردی خلیفہ شیخ حسو تیلی: یہ بہت عالم فاضل شخص تھا اور زبردست فقیہ تھا۔

۲۔ شیخ کمال: مولوی عبدالکریم سہروردی کے پیر بھائی تھے اور ملامتیہ مشرب رکھتے تھے۔ اس کے بہت سے مرید تھے جن میں ہندو اور مسلمان بھی شامل تھے۔ ان کی خانقاہ میں ہر وقت لنگر جاری رہتا تھا جہاں سے مسافروں اور ان کے مریدین و مستین کو کھانا ملتا تھا۔ ان کا انتقال ۱۰۳۹ھ مطابق ۱۶۲۹ء در عہد شاہجہانی میں ہُوا تھا اس وقت صوبہ لاہور نواب قلیچ خاں تھا۔ لکھا ہے کہ جب جہانگیر لاہور آیا تھا تو وہ شیخ کمال کی خانقاہ میں حلقہ ہُوا تھا اور ان سے ملاقات کی تھی: "تذکرۃ الشیخ والخدم" کے مصنف نے ایک دفعہ آپ سے دریافت کیا کہ بلاقی کی تخت نشینی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے تو شیخ کمالؒ نے کہا کہ یہ عارضی دَور ہے۔ جلد ہی شاہ جہاں تخت نشین ہوگا۔ آپ ایک دفعہ جہانگیر پور (ہرن مینار) بھی گئے تھے اور مریدوں نے ان کو کشتی میں سوار کرا کے تالاب کی سیر کرائی تھی۔

۳۔ پیاری: ہمشیرہ شیخ حسو تیلیؒ جو آپ کے مریدوں کے حلقہ میں شامل تھی۔

۴۔ شاہ دولا دریائی: انہوں نے بھی آپؒ سے فیض حاصل کیا تھا۔

۵۔ سعداللہ سبز پوش: آپ شیخ حسو تیلیؒ کے خادمِ خاص تھے مؤلف "تذکرۃ الشیخ الخدم" آپ کے متعلق لکھتا ہے۔

بود بقوم قریشی شرف زگوہر شیخ — چہ گوہری کہ دید آب گوہر شہسوار

یہ شخص ہمیشہ اپنے چہرہ پر بُرقع رکھتے تھے۔

۱۔ مریدین میں نظام۔ بدھو۔ ککا جان۔ مہر علی۔ منگو نصیر۔ میاں بولا۔ شیخ لال۔ شبیر احمد حسن۔ میاں خاں ماشکی۔ وغیرہ ہیں۔ معتقد خواتین کے ناموں میں بی بی پیاری۔ بنّی۔ مریم اور بختو وغیرہ ہیں۔

آپ کی بے شمار خوارق وکرامات زبان زد خلائق ہیں۔

وفات: آپ کی وفات ۱۰۱۱ھ مطابق ۱۶۰۲ء میں بعہد جلال الدین اکبر ہوئی۔ اس وقت گورنر لاہور میر مومن خاں تھا۔

مرقد منورہ اور خانقاہ موجودہ صورت میں ایبٹ روڈ محفل سینما کے عقب میں گراؤنڈ نشینی کے پاس لیڈی جمعیت سنگھ میٹرنٹی ہسپتال کے پاس واقع ہے۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ خانقاہ کی اراضی ایک بیگھہ کے لگ بھگ تھی اور باہر چھ بیگھہ اراضی واگزار تھی۔ جہاں چاہ و چرخ چوب موجود تھا۔ مولف تاریخ لاہور لکھتا ہے کہ موجودہ عمارت چنن شاہ فقیر نے بنوائی تھی۔

لاہور کے تیلی آپ کو پیر تسلیم کرتے ہیں۔ پیر وارث شاہ اپنی کتاب "ہیر وارث شاہ" میں فرماتے ہیں ؎

عشق پیر ہے عاشقاں ساریاں دا مجھکہ پیر ہے منتیاں ہاتھیاں دا،
حسّو تیلیؒ ہے پیر جو تیلیاں دا سلیمان ہے جن بھوتا سیاں دا

۳۴۶۔ حضرت سید میراں محمد شاہ المعروف موج دریا بخاری سہروردیؒ

آپ کا اصل نام میراں محمد شاہؒ تھا عرف عام میں حضرت موج دریا بخاری کہا جاتا ہے بخاری سادات میں سے تھے۔ ۹۴۰ھ مطابق ۱۵۳۳ء میں اوچ شریف پیدا ہوئے۔

شجرہ نسب: میراں محمد شاہؒ بن سید صفی الدینؒ بن نظام الدینؒ بن سید علم الدینؒ ثانی بن سید جلال الدینؒ بن سید علم الدینؒ اول بن سید ناصر الدینؒ بن سید جلال الدینؒ مخدوم جہانیاں جہاں گشت بن سید احمد کبیر

بن سید شیر شاہ جلال الدین الاعظم امیر سرخ بخاریؒ۔

لاہور میں آمد: تذکرہ اولیائے کرام میں لکھا ہے کہ جب شہنشاہ اکبر سے چتوڑ فتح نہ ہو سکا تو اس نے درباریوں کے کہنے پر آپ سے دعا کے لئے استدعا کی چنانچہ آپ کی دعا سے قلعہ فتح ہو گیا تو بادشاہ نے آپ سے لاہور میں اقامت گزیں ہونے کی درخواست کی جو آپ نے منظور فرمائی اور یہاں چلے آئے بقول مصنف تحقیقات چشتی بادشاہ نے آپ کے نام نو لاکھ روپیہ کی جاگیر علاقہ بٹالہ میں وقف کر دی۔ رائے بہادر کنہیا لال مصنف تاریخ لاہور نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے بہ کمال ارادت دو لاکھ روپے کی جاگیر درویشاں خانقاہ کے خرچ کے لئے اس کو دیئے ہوئے تھے۔ سید محمد لطیف نے لکھا ہے کہ یہ جائیداد ایک لاکھ روپے کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ فرمان جس کی رُو سے یہ جاگیر حضرت سید میاںؒ محمد شاہ کی نذر ہوئی تھی۔ ابھی تک اس خاندان کے پاس محفوظ ہے اس پر شہنشاہ اکبر کی مہر اور اس کے دستخط موجود ہیں۔ جب آپ لاہور تشریف لائے تو آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی ترویج کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ فیضان حق کو حاصل کرنے کے لئے دور دراز سے لوگ لاہور میں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تو اپنے دامن کو ان نعمتوں سے مالا مال کرتے۔ آپ نے یہاں درس و تدریس کا خاص انتظام فرمایا فقرا اور خادمین کے لئے مکانات بنوائے لنگر خانہ قائم کیا۔ لاہور کے لنگر خانہ کے علاوہ آنجناب نے دو اور لنگر خانے بٹالہ اور خان فتا میں قائم کئے۔

سکھی عہد: مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں اس خانقاہ کے لئے چالیس روپے ماہانہ برائے اخراجات منظور تھا۔

اولاد: (۱) سید صفی الدینؒ (۲) سید شہاب الدینؒ نہرآ۔ بد (۳) سید بہاؤ الدینؒ۔

خلفاء: سید عبدالرزاق مکیؒ (نیلا گنبد)۔

وفات: مزار اقدس ایڈورڈ روڈ پر ایک بہت بڑے گنبد میں کسٹم ہاؤس کے پاس ہی واقع ہے جو شہنشاہ اکبر نے آپ کی وفات سے قبل ہی تعمیر کروا دیا تھا۔ قبہ میں گیارہ قبریں ہیں۔ نزدیک ایک مسجد بھی ہے۔ وفات ۱۰۱۳ھ مطابق ۱۶۰۴ء میں بمقام خان فتا بعہد شہنشاہ اکبر ہوئی اور لاش لاہور لا کر دفن کی گئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۰ سال کی تھی۔

خان فتا میں جہاں آپ نے وفات پائی تھی وہاں بھی آپ کی ایک قبر بنائی گئی ہے۔ سید صفی الدین اور سید بہاء الدین فرزندان کی قبریں بھی یہاں ہی ہیں۔

محکمہ اوقاف: محکمہ اوقاف نے اس روضہ کے موجودہ سجادہ نشین کو برطرف کرکے اس خانقاہ کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ ان کا اندازہ ہے کہ یہ جائیداد سوا لاکھ روپے کی ہے۔ محکمہ اوقاف اس روضہ کی عظمت اور شوکت کو قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ مقبرہ کی دیواریں جو کپور تھلہ ہاؤس کی جانب تھیں سابقہ متولیان کے عہد سے گر چکی تھیں محکمہ اوقاف نے ان کو بھی دوبارہ تعمیر کروا دیا ہے بلکہ ایک مجلس امورِ مذہبیہ بھی قائم کر دی گئی ہے جو منیجر وقف املاک لاہور کی ہر معاملہ میں معاونت کرتی ہے۔

مقبرہ کے باہر کے دروازہ پر تحریر ہے "روضہ مقدسہ زبدۃ الواصلین قدوۃ العارفین مقبول بارگاہ ایزدی میراں سید محمد شاہ موج دریا بخاری نور اللہ مرقدہٗ در عہد اکبر شاہ تعمیر یافت" شہنشاہ اکبر نے یہ مقبرہ ۱۵۹۱ء مطابق ۱۰۰۰ھ میں تعمیر کروایا تھا۔

سید رحمت شاہ بخاریؒ نے ۱۸۳۷ء مطابق ۱۲۵۳ھ میں اس کی مرمت کروائی تھی۔

موجودہ مقبرہ کے باہر تھانہ نئی انارکلی تک آج سے سو سال قبل قبرستان سادات گیلانی تھا اگر محکمہ اوقاف کوشش کرے تو ان املاک سے پانچ ہزار روپیہ ماہوار تک کرایہ وصول ہو سکتا ہے۔ ۱۹۶۲ء میں اس روضہ کے گنبد میں جو بڑی تاریخی اہمیت کا حامل ہے دراڑیں پڑ گئی تھیں اور گنبد پھٹ گیا تھا جس کی مرمت کروا دی گئی۔ نیز روضہ اقدس پر لوہے کا دروازہ لگا دیا گیا ہے مسجد روضہ میں توسیع کر دی گئی ہے محکمہ آثار قدیمہ کا فرض ہے کہ وہ اس قدیم تاریخی روضہ کی نگہداشت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے تا کہ اکبری عہد کی یہ یادگار ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے۔

۳۴۷۔ حضرت سید سلطان جلال الدین حیدر سہروردی

آپ حضرت میراں محمد شاہؒ المعروف سید موج دریا بخاری کے حقیقی بھائی تھے۔ والد ماجد کا نام سید صفی الدین بخاریؒ تھا۔ علوم ظاہری و باطنی میں ید طولیٰ رکھتے تھے جب حضرت

میراں محمد شاہ بخاری شہنشاہ اکبر کے حکم سے لاہور تشریف لائے تھے اور ان کو جاگیر عطا ہوئی اس اس کے بعد آپ لاہور میں تشریف لائے آپ نے کوئی شاہی جاگیر قبول نہیں کی آپ کے والد گرامی سید صفی الدین بخاریؒ اُچ شریف کے سجادہ نشین تھے۔

عشق و محبت اور ترک و تجرید میں لاثانی تھے آپ کو دولت دنیا سے قطعی نفرت تھی۔ اگرچہ آپ کے بھائی کو شہنشاہ وقت نے کافی جاگیر دے رکھی تھی مگر آپ دنیاوی آسائش سے قطعی طور پر متنفر تھے تمام عمر عبادت میں گذاری۔ زہد و اطاعت کی وجہ سے معروف تھے تارک الدنیا تھے اور اہل دنیا سے کسی قسم کا سروکار نہیں رکھتے تھے۔

آپ کے متعلق لکھا ہے

"سید سلطان جلال الدین حیدر بن سید صفی الدین بخاری قدس سرہٗ برادر حقیقی حضرت میراں محمد شاہؒ موج دریا بخاری است جامع علوم ظاہری و باطنی و کمالات صوری و معنوی عابد و زاہد و تارک الدنیا بود۔ و باد نیا و اہل دنیا کارے نداشت و در تجرید و تفرید یگانہ روزگار"

وفات: آپ کی وفات ۱۰۱۶ھ مطابق ۱۶۰۷ء بعہدِ نور الدین جہانگیر لاہور میں ہوئی اور آپ کو حضرت بیبیاں پاک داماناں واقع محمد نگر میں دفن کیا گیا جہاں آپ کا مزار پُر انوار ایک گنبد کے نیچے واقع ہے۔ اندرون احاطہ بی بی حاج و بی بی تاج قبر واقع ہے۔ عوام آپ کے مزار کو ان بیبیوں کے استاد کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ آپ کی اولاد بھوگی وال نزد باغبانپورہ میں موجود ہے۔ ایک قبر آپ کے فرزند سید علم الدینؒ اور دوسری آپ کے نبیرہ زین العابدین کی بھی ہے۔ اس ضمن میں میری تالیف "حضرت بیبیاں پاک دامن لاہور کی تاریخی حیثیت" ملاحظہ فرمائیں۔

۳۴۸ حضرت مفتی محمد طاہر سہروردیؒ

آپ مولانا مفتی عنایت اللہ کے خلف رشید تھے۔ درس و تدریس میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ والد گرامی کی وفات کے بعد مدرسہ کی نگہداشت آپ کے ذمہ تھی۔ آپ اپنی

مسجد واقع کوٹلی مفتیاں میں درس قرآن و حدیث و تفسیر دیا کرتے تھے۔ سید عبداللہ بھاکری کے فرزند سید عبدالخالق بھاکری آپ کے معاصرین میں سے تھے۔

وفات: آپ کی وفات ۱۰۱۶ھ مطابق ۱۶۰۷ء عہد جہانگیر میں ہوئی۔ صوبیدار لاہور سعید خاں چغتائی تھا۔

۳۴۹۔ حضرت شیخ شہاب الدین نہرا سہروردیؒ

آپ حضرت موج دریا بخاری کے فرزند تھے۔ والدہ کا نام بی بی نور رنگ تھا۔ آپ اپنی والدہ کے پاس رہے جو کہ بٹالہ میں رہائش پذیر تھی ولادت ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۷ء بعہد نصیر الدین ہمایوں ہوئی چونکہ آپ کی والدہ بٹالہ ضلع گورداسپور میں رہتی تھیں اس لئے آپ کے والد نے وہاں بھی حویلیاں تعمیر کروا دیں اور حضرت کبھی بٹالہ میں اور کبھی لاہور میں اقامت گزین ہونے لگے آپ اور ان کی اولاد بٹالہ ہی میں رہے۔

عبادت بہت زیادہ کرتے تھے۔ اپنے وقت کے قطب تھے۔ ساری عمر خلقت کی ہدایت میں مصروف رہے۔ آپ شیخ کامل تھے۔ آپ کے والد گرامی نے اپنی زندگی میں ہی بٹالہ میں نواح کی معافیات کا انتظام والفرام آپ کے حوالے کر دیا تھا جس وجہ سے آپ وہاں ہی رہائش رکھتے تھے آپ بہت خوب صورت اور رعب دار شخص تھے۔ عوام الناس پہ آپ کا دبدبہ بہت زیادہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی بھی آپ سے علوم ظاہری و باطنی پر سیر حاصل بحث یا گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ آپ کے والد کی وفات قصبہ خان فتا میں ہوئی جو بٹالہ سے تین کوس کے فاصلہ پہ ہے۔ وہاں ہی غسل دیا گیا جس جگہ غسل وغیرہ دیا گیا وہاں قبر بنی ہوئی ہے بعد ازاں لاش شیخ شہاب الدین نہرا کے دوسرے سوتیلے بھائی سید صفی الدین لاہور لے آئے اور موجودہ جگہ پر دفن کیا گیا جو کہ ایڈورڈ روڈ بالمقابل دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل پاکستان پر واقع ہے۔

آپ کی وفات بھی بٹالہ میں ہوئی تو آپ کے صاحبزادے مصطفیٰ شاہ آپ کی لاش کو لاہور لے آئے تاکہ آپ کو آپ کے والد ماجد کے مقبرہ میں دفن کیا جاوے مگر آپ کو بعد ازاں بھوگیوال میں ہی دفن کر دیا گیا

مصنف تحقیقات چشتی کے وقت میں سید اصغر علی آپ کی اولاد میں سے لاہور میں مقیم تھے۔ وفات ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۳۱ء میں ہوئی جو کہ شاہ جہان کا عہد تھا۔

مزارِ اقدس بھوگیوال نزد باغبانپورہ میں ایک قبرستان میں واقع ہے آپ کا مزار پُرانوار ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے اور آج بھی مرجع خلائق ہے آپ نے اپنے متوسلین کو حکم دیا تھا کہ ان کا مزار پختہ نہ بنانا چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ آپ کے مزار کے پاس ہی نواب میاں خاں خلف نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم شاہجہان جن کی لاہور شہر میں میاں خاں کی حویلی (رتن چند کی حویلی) مشہور ہے کا باغ ہے جو قبرستان سے نشیب میں واقع ہے اور وہاں بارہ دری بھی موجود ہے۔

آپ کے مزار اقدس کے پاس دوسری دو قبور میں سے مشرق رویہ سید بہاء الدین برادر خورد اور غرب رویہ مصطفیٰ شاہؒ صاحبزادہ خود کی ہیں۔ دوسری میں سجادہ نشینان سید جہانگیر اور نبی شاہؒ کی ہیں۔ جنوب رویہ قبرستان میں سید جلال الدین حیدرؒ کے خاندان کی قبور ہیں۔

۳۵۰۔ حضرت سید عماد الملک سہرورردیؒ

آپ کے والد کا نام حضرت سید شاہ محمد سہروردی تھا۔ گھوڑے شاہ آپ کے بھائی تھے جن کا مزار تیزاب احاطہ کے پاس برلب سڑک آباد ہے آپ کا سلسلہ نسب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت جلال الدین بخاری اوچی تک پہنچتا ہے آپ اپنے والد سید شاہ محمدؒ سے سلسلہ سہروردیہ میں بیعت تھے اور لاہور کے عظیم المرتبت اولیاء میں شمار ہوتے تھے خوارق و کرامات آپ کی بیشمار ہیں۔ مفتی غلام سرور لاہور لکھتے ہیں کہ

"از مشائخ عظام و سادات ذوی اکرام لاہور بود و بہ خوارق و کرامت مشہور"

نیز لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص آپ کے پاس سنگ پارس کا ایک ٹکڑا لایا تاکہ آپ کے سپرد کر کے آپ کا امتحان لیا جائے آپ نے فرمایا کہ اس کو میرے سجادہ کے نیچے رکھ دو۔ وہ رکھ کر چلا گیا اور کافی مدت کے بعد پھر آیا اور اس ٹکڑے کو طلب کیا۔ آپ نے فرمایا جہاں رکھا تھا وہاں [illegible] سنگ پارس کے ٹکڑے پڑے

ہیں اور پہچان نہ سکا کہ کون سا سنگِ پارس کا ٹکڑا اس کا ہے۔ اس سے وہ بہت پشیمان ہوا اور آپ کے حلقہ ارادت میں آگیا۔ لاہور میں سید حاکم شاہ و سید محمد شاہ آپ کی اولاد سے تھے۔

آپ کے صاحبزادے سید شہباز بن سید عماد الملک کی وفات لاہور میں ۱۶۳۶ء مطابق ۱۰۴۶ھ میں ہوئی۔ دوسرے فرزند کا نام سید عارف شاہ تھا جن کی وفات ۱۶۴۰ء مطابق ۱۰۵۰ھ میں ہوئی اور مزار حضرت گھوڑے شاہؒ کے قرب و جوار میں دفن ہوئے۔ عارف شاہ کے لڑکے کا نام سید کھیرے شاہ تھا جس کی وفات ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء میں ہوئی۔ یہ سب قبور چاردیواری کے اندر حضرت گھوڑے شاہؒ کے مزار کے قرب و جوار میں ہیں۔

وفات ۱۶۲۹ء مطابق ۱۰۳۹ھ میں بمقام لاہور ہوئی اور قبر مزار حضرت گھوڑے شاہ کے قبرستان میں بنی لیکن جب تیجے سنگھ ایک سکھ سردار نے تعصب کی وجہ سے آپ کا روضہ مسمار کرا دیا تو ان کے مریدوں نے آپ کی نعش یہاں سے نکال کر چند قدم آگے باغ راجہ دینا ناتھ کے پاس حضرت شاہ بلاول قادریؒ کے مزار کے پاس دفن کر دی جہاں پر آپ کا مزار ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ مزار آپ کا آبادی حاجی نالہ بیرون لاہور واقع ہے۔ سید عماد الملک جہاں پہلے دفن تھے وہاں مسجد آج تک موجود ہے جو کہ شیخ محمودؒ شاہ نقشبندی مجددی کے مقبرہ کے ساتھ ہے یہ مسجد موراں طوائف نے نہیں بنوائی تھی۔

۳۵۱۔ حضرت شیخ الاسلام مفتی عبد السلام سہروردیؒ

آپ کے والد ماجد مفتی محمد طاہر بن مفتی عنایت اللہ بن مفتی عبد الصمد بن مفتی شیخ کمال الدین سہروردی لاہوری تھے جو یکے بعد دیگرے لاہور میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ والد نے اپنی زندگی ۱۶۰۵ء ہی میں انہیں جانشین مقرر کر دیا تھا اور مسجد مفتیاں کی خطابت، امامت اور تولیت وغیرہ سب آپ کے حوالے کر دی تھی کیونکہ آپ کی علمیت اور فضیلت کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔

درسگاہ مسجد مفتیاں: شہنشاہ اکبر کے عہد میں لاہور میں بہت سے دینی مدرسے قائم تھے جن میں مدرسہ شیخ بہلول۔ مدرسہ ملا بایزید گیلانی۔ مدرسہ مولوی محمد سعید اعجاز وغیرہ موجود تھے مگر آپ کے مدرسہ

میں طلباء فیضان و برکت کے لئے لاتعداد آتے تھے جہاں کہ آپ درس قرآن و حدیث اور فقہ و تفسیر دیا کرتے تھے شہنشاہ اکبر نے اپنے غلط مشیروں کے مشوروں سے ہندوستان میں مذہب اسلام کو بدنام کرنے کے لئے جو سکیم چلائی تھی لاہور بھی اس کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکا مگر علمائے لاہور نے اکبر کی لادینی کی پُرزور مخالفت کی اور اس کے مقابلہ میں ڈٹ گئے آپ کے آباؤ اجداد نے اس پُرآشوب غیراسلامی دور میں جس طرح لاہور کے عوام و خواص کو بادشاہ کے نظریات سے محفوظ رکھا وہ اپنی مثال آپ ہے اور نہایت خاموشی سے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آنجناب ۲۵ سال تک برابر شمع ہدایت کو جلاتے رہے۔

حضرت شیخ طاہر بندگی قادری مجددی اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی قادری آپ کے معاصرین میں سے تھے۔

وفات: وفات آپ کی ۱۶۲۵ء مطابق ۱۰۳۵ھ بعہد شہنشاہ نورالدین محمد جہانگیر لاہور میں ہوئی اور یہیں مدفون ہوئے۔

آپ کے بعد آپ کی اولاد میں سے مولانا مفتی محمد محمود۔ مولانا مفتی برہان الدین اور مولانا مفتی شیخ کمال الدین خورد بعہد حکومت شہاب الدین شاہجہان اور محی الدین اورنگ زیب عالمگیر لاہور کے قابل فخر مدرس رہے جن سے بیشمار لوگ فیضیاب ہوئے۔ حاکم لاہور نواب صادق خاں طہرانی تھا۔

۳۵۲۔ حضرت سید شاہ عالم سہروردیؒ

آپ کے والد ماجد کا نام سید شاہ محمد سہروردی جو بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ دادا کا اسم گرامی سید عثمان جھولہ بخاری تھا جو اپنے پدر کی وفات کے بعد اوچ سے موضع چک سرداجو کہ مضافات کلانور میں سے تھا آگئے تھے اور یہاں کے لوگوں کو اسلام سے مشرف فرمایا تھا۔ سید محمودؒ المعروف شاہ نورنگ جھولہ بخاری آپ کے حقیقی بھائی تھے جن کا مزار اقدس قصبہ محمود بوٹی از مضافات لاہور میں واقع ہے۔

۳۵۳ - حضرت سید بھاون شاہ سہروردیؒ

آپ حضرت شاہ محمد سہروردیؒ کے فرزند ارجمند تھے اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے نامور چراغ تھے اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے رہے اور لاہور میں لوگوں کو راہ ہدایت پر لانے کے لیے کوشاں رہے۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور صوری اور معنوی کمال کے حامل تھے۔

۳۵۴ - حضرت سید صفی الدین سہروردیؒ

آپ حضرت سید میراں محمد شاہ موج دریا بخاری کے فرزند ارجمند تھے۔ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے آپ سب بھائیوں سے بڑے تھے۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی حضرت بی بی کلاں بنت سید عبدالقادر ثالث بن سید عبدالوہابؒ بن سید محمد غوث بالا پیر گیلانی تھا جو سادات گیلانی سے تھیں۔ سید بہاالدین سہروردی آپ کے برادر خورد تھے۔ آپ ساری عمر لاہور ہی میں قیام پذیر رہے۔

جب آپ کے والد گرامی حضرت میراں محمد شاہ سہروردی کا بٹالہ کے نزدیک خان فتا قصبہ میں انتقال ہُوا تھا تو آپ ہی ان کی لاش لے کر لاہور تشریف لائے تھے اور اکبر کے تعمیر کردہ مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کو آپ کے والد نے اپنی زندگی میں ہی سجادہ نشین نامزد کر دیا تھا اور معافیاں لاہور و دیگر اضلاع کا انتظام بھی آپ کے ہی سپرد کیا جس کو آپ نے نہایت احسن طریق پر نبھایا تھا

لاہور میں آپ کے خاندان کی رہائش ہے سید حسین شاہ بن سید پیر شاہ آپ کی اولاد میں سے تھے جو ایک صدی قبل یہاں مقیم تھے۔

اولاد: آپ کے تین فرزند تھے (۱) سید عبدالرحیمؒ (۲) سید حسنؒ - (۳) سید حسینؒ (۴) آخرالذکر دونوں صاحبزادے لاولد فوت ہوئے اور سید عبدالرحیم کی قبر بھی یہیں ہے اور والدہ ماجدہ کی قبر آپ کے روضہ سے ہٹ کر لیک روڈ پر ایک مسجد کے عقب میں واقع ہے جہاں چند اور بھی قبور ہیں جو ایک اونچے چبوترے پر واقع ہیں۔

۳۵۵ - حضرت سیّد بہاء الدّین سہروردیؒ

آپ حضرت موج دریا بخاریؒ کے دوسرے فرزند اور حضرت شاہ صفی الدّین کے چھوٹے بھائی تھے بڑے متقی اور بزرگ تھے۔ آپ کی والدہ بھی بہت کامل تھیں۔ گیلانی سادات سے تعلق رکھتی تھیں اور حضرت سید عبد القادر ثالث قادری کی صاحبزادی تھیں نیز بی بی وڈی کے نام سے موسوم تھیں۔ سید عبد القادر ثالثؒ حضرت عبد الوہابؒ بن سید محمد غوث بالا پیر گیلانیؒ کے صاحبزادے تھے آپ نجیب الطرفین تھے اور اس خطۂ ملک میں آپ کے خاندان کے افراد کو انتہائی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اپنے والد ماجد کی زندگی میں ہی زہد و ورع کے مجسمہ خیال کئے جاتے تھے جب حضرت میراں محمد شاہ۔ بٹالہ ضلع گورداسپور (بھارت) تشریف لے جاتے تو آپ ان سے ملاقات کے لئے وہاں اکثر جایا کرتے تھے۔

اولاد: آپ کے تین صاحبزادے تھے (۱) سید نظام (۲) میر مومن (۳) سید صادق علی اور یہ تینوں صاحبزادے ہی لاولد رہے۔ ساری عمر لاہور ہی میں اقامت گزیں رہے اور یہاں ہی وفات پاکر اپنے والد گرامی کے عالیشان اور عالی وقار مقبرہ کے اندر دفن ہوئے۔ مزار اقدس ایڈورڈ روڈ پر حضرت موج دریاؒ کے گنبد کے نیچے ہے۔

۳۵۶ - حضرت سیّد محمود المعروف شاہ نورنگؒ جھولا بخاری سہروردیؒ

آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیّد جلال الدّین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی سے ملتا ہے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سیّد شاہ محمد سہروردی اور دادا کا سید عثمان لاہوری المعروف شاہ جھولا بخاری تھا جن کا مزار اقدس قلعہ اکبری میں تہہ خانہ میں ہے۔ حضرت گھوڑے شاہ آپ کے برادر تھے، والد گرامی سے بیعت فرمائی۔

آپ تفرید و تجرید اور فقر میں اپنی مثال آپ تھے۔ اُمراء اور اغنیاء کی صحبت سے گریز کرتے تھے۔ رشد و ہدایت اور ارشاد و تلقین میں مصروف رہتے تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ بریفوں اور بیماروں کے لئے آپ کی دعا حرف آخر کی حیثیت رکھتی تھی۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا کر جو لوگ میری

قبر کی خاک کا تعویز بنا کر گلے میں ڈالے گا اللہ عزوجل اس کو شفا عنایت فرمائے گا چنانچہ اہل لاہور آپ کے مزار سے سنگریزے لے جا کر بیماروں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔

تاریخ وفات اس طرح ہے۔

شاہ محمود سید عالی	رحلت از دھر در جناں فرمود
گفت تاریخ رحلتش سرور!	شمع عشاق سید محمود
ہم شہ مستقیم محمود است	سال ترحیل آں شہ باجود

وفات، وفات ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۶۴۳ء میں ہوئی۔ مزار اقدس محمود بوٹی میں ہے۔

۳۵۷ - حضرت شاہ برہان بخاری سہروردیؒ

آپ سادات بخاری سے تھے والد ماجد کا اسم گرامی محب اللہ تھا جو سرزمین بہاولپور سے لاہور آ گئے تھے اور اس شہر میں شاہ برہانؒ کی ولادت ہوئی تھی آپ کی ولادت ۹۸۱ھ ہجری مطابق ۱۵۷۳ء بعہد جلال الدین اکبر لاہور میں ہوئی۔ بچپن اور جوانی لاہور میں ہی گذارے اور رہائش آپ کی بیرون دہلی دروازہ میں تھی جہاں کہ موجودہ وقت میں آپ کا مزار ہے۔

آپ حضرت میاں میر قادریؒ لاہوریؒ کے ہمعصر تھے اور ان کی مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو آپ حضرت ملا خواجہ بہاریؒ قادری جن کا مزار حضرت میاں میرؒ کے مزار کے بالمقابل ریلوے لائن کے پار قصبہ میاں میرؒ کے باہر واقع ہے کے ارشاد کے مطابق جھنگ چلے گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ اس شہر میں بھی آپ کا مزار ہے جو کہ نواب سعد اللہ خاں نے تعمیر کروایا تھا۔ ساتھ ہی شاہی مسجد ہے۔ یہ دونوں بادشاہی خروج پہ بنے تھے۔ لکھا ہے کہ نواب سعد اللہ خاں چنیوٹ کے ایک غریب گھرانے کا فرد تھا جب لاہور آیا تو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ایک جگہ یہ بھی تحریر ہے کہ نواب صاحب ان ایام میں دہلی دروازہ کے اندر ایک مسجد میں قیام رکھتے تھے تو آپ کی صحبت میں رہنے لگے۔ آپ نے اس بچے کے بشرے سے قابلیت کے آثار دیکھ کر اس کو قادری سلسلہ کے مشہور رہنما حضرت ملا خواجہ بہاری قادریؒ کے حوالے کر دیا جنہوں نے قیام لاہور میں ان کی تعلیم کا انتظام کر دیا تھا۔

مزارِ اقدس شاہ برہانؒ سٹریٹ بیرون یکی دروازہ نزد کوٹھی میاں عبدالعزیز واقع ہے وفات لاہور ہی میں ۱۰۶۱ھ مطابق ۱۶۵۰ء بعہد شاہ جہاں ہوئی۔ آپ کے مزار کی نگہداشت امام بخش جراح کا خاندان کرتا ہے۔

۳۵۸۔ حضرت شاہ کمال سہروردیؒ

بقول مصنف تاریخ لاہور آپ سادات حسینی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور سہروردیہ خاندان میں صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔

مولانا نور احمد خاں فریدیؒ اپنے ایک مضمون "شاہ کمال کاشمیریؒ" "آسمان سہروردیہ کا ایک تابندہ ستارہ" میں لکھتے ہیں کہ آپ کسا بیگؒ سہروردیہ کے مرید تھے وہ شاہ ترفؒ کے وہ شاہ معروفؒ کے وہ شیخ جعفر الدینؒ کے وہ شیخ فہیم الدینؒ کے وہ حضرت جمال خنداںؒ رو اُچوی کے وہ شیخ الاسلام حضرت صدر الدین عارف کے اور وہ حضرت خواجہ بہاء الحق سہروردیؒ ملتانی کے مرید اور خلیفہ تھے۔

سلسلہ درس و تدریس، حضرت شاہ کمالؒ بحیثیت ایک صوفی کے اتنے معروف نہیں ہیں جتنے کہ آپ تعلیم و تدریس کے میدان میں مشہور ہیں۔ آپ کی علمیت اور قابلیت کا ایک نکتہ معترف ہے عالم ربانی کی حیثیت سے آپ لاہور کے چوٹی کے علماء میں شمار ہوتے تھے اور زندگی بھر اسی شغل میں مصروف رہے۔ آپ کے بے شمار شاگرد تھے مگر جو عالمی شہرت اور عظمت آپ کے تین عظیم المرتبت شاگردوں کو ہوئی وہ بے مثال ہے۔ آپ کے پہلے شاگرد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نقشبندی ہیں جن کو متفقہ طور پر گیارھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے نیز آپ کی تالیفات کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ سرزمین پاک و ہند اور افغانستان وغیرہ میں آپ کے لاکھوں مرید ہیں۔ آپ کے دوسرے شاگرد حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی ہیں جنہوں نے علم منطق، فلسفہ اور علم کلام میں ایک امتیازی اور منفرد حیثیت حاصل کی تھی۔ شہنشاہ اکبر اور جہانگیر کے عہد حکومت میں آپ مغلیہ حکومت کے سب سے بڑے مدرسہ کے صدر الصدور تھے نیز آپ کو جاگیر بھی عطا ہوئی۔ عہد شاہجہان میں سیالکوٹ میں آپ کے زیرِ اہتمام ایک اسلامی

یونیورسٹی قائم ہوئی جس میں بیرون ہند کے طالب علم منطق۔ فقہ اور کلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے تھے۔ آپ نے ان مضامین کی قدیم کتب پر ایسے حاشیے تحریر فرمائے کہ تمام اسلامی ممالک کے مدارس میں ان کو مستند سمجھ کر ان کو داخل نصاب کیا گیا ہے آنجناب کے تیسرے شاگرد علامہ نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم شاہجہان تھے علم وفضل اور تدبر ... میں آپ کا جو پایہ تھا وہ کسی طرح بھی نظام الملک طوسی، خواجہ جہاں احمد بن عباس۔ خواجہ محمود گاواں وغیرہ سے کم نہیں ہے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ علامہ عبد الحکیمؒ سیالکوٹی اور علامہ سعد اللہ خاں اوائل عمر میں لاہور برائے تحصیل علوم آئے تھے۔

مقبرہ راواں میں جو ایک چھوٹا سا قصبہ رحمان پورہ اچھرہ کے نزدیک ہے۔ ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے اردگرد سبزہ زار ہے۔

وفات ۱۰۶۶ھ مطابق ۱۶۵۶ء عہد شاہ جہان میں بمقام لاہور ہوئی اور قصبہ راواں میں دفن ہوئے جہاں بقول مصنف تاریخ لاہور آپ کا مقبرہ ہشت پہلو چبوترہ پر بنا ہوا ہے راواں لاہور کی قدیم ترین آبادی ہے جس کو راجہ رام چندر کے لڑکے اچھو جس نے اچھرہ بسایا تھا کے سالہ راؤ نے اپنے نام پر آباد کیا تھا۔ اب صرف یہاں مزار اقدس ہی ہے۔ مقبرہ کا نام ونشان تک نہیں ہے۔

موجودہ وقت میں لاہور میں شاہ کمال نامی بزرگان کے تین جگہ مزارات ہیں۔ قبرستان مغل پورہ گنج میں قبرستان شاہ کمال میں۔ دوسرے سرکلر روڈ بیرون شیرانوالہ دروازہ میں واقع ہے اور محکمہ اوقاف حکومت پنجاب کے زیر انتظام ہے اور تیسرے یہ بزرگ جن کا مرقد منورہ راواں میں ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے اس کے علاوہ ایک چوتھے بزرگ شاہ کمال بھی تھے جو ملامتیہ مسلک رکھتے تھے اور حضرت حسو تیلی سہروردیؒ کے مرید تھے ان کا مزار معلوم نہیں ہو سکا۔

اس ضمن میں میری تصنیف "مرکز علوم اسلامیہ لاہور اور ملا عبد الحکیم سیالکوٹی" کا مطالعہ کریں۔

۳۵۹۔ حضرت شیخ جان محمدؒ سہروردی

تمام کتب ہائے تواریخ آپ کے ابتدائی حالات کے بارہ میں خاموش ہیں۔ آپ حضرت حافظ شیخ محمد اسمٰعیلؒ المعروف میاں وڈا سہروردی لاہوری کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ دور دراز سے لوگ آکر آپ کے فیوض سے بہرہ مند ہوتے تھے۔ آپ مستجاب الدعوات بھی تھے اور لوگ آپ کی خدمت میں برائے حاجات دنیاوی بھی حاضر ہوا کرتے تھے۔ بہت پرہیزگار اور عبادت گو تھے اور لوگوں کو وظائف پڑھنے کی تلقین بھی فرمایا کرتے تھے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا۔

حضرت سید شاہ محمد غوث قادریؒ نے قیامِ لاہور کے دوران آپ سے ملاقات کی تھی۔ شیخ جان محمدؒ کا تمام وقت مسجد میں ہی گزرتا تھا۔

"تذکرہ صوفیائے پنجاب کے صفحہ ۲۲۳ پر لکھا ہے" کہ اورنگ زیب نے ۴۵ ایکڑ زمین شیخ جان محمد لاہوری کی اہلیہ نور خاتون کو عطا فرمائی تھی نیز مزار مبارک گڑھی شاہو کے قریب اس سڑک پر واقع ہے جو حضرت میاں میرؒ کے مزار کو جاتی ہے۔ یہ غلط ہے کہ یہ حضرت شیخ جان محمد حضوریؒ دوسرے تھے جن کا مزار علامہ اقبالؒ روڈ پر بالمقابل مین بازار گڑھی شاہو واقع ہے۔

مسجد قصاباں: آپ مسجد قصاباں (موجودہ نام مسجد مولوی تاجدین) گاف گراؤنڈ گڑھی شاہو میں درس دیا کرتے تھے۔ سکھوں نے اپنے عہدِ حکومت میں اس مسجد کے صحن کی تمام اینٹیں اکھڑوا لی تھیں اور مسجد کو ویران کر دیا تھا۔ گلاب سنگھ نے اس پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ شیخ جان محمدؒ اس کے امام ۱۶۵۹ء میں تھے اکبر بادشاہ کے عہد میں یہاں ایک بہت بڑا قصاب خانہ تھا اور یہ مسجد قصاباں نے ہی بنوائی تھی۔ آپ تمام دن مسجد میں رہا کرتے تھے اور محنت مزدوری کر کے روٹی کماتے تھے یہ مسجد ۱۰۶۰ھ مطابق ۱۶۵۰ء میں تعمیر ہوئی تھی اور آپ اس مسجد میں لوگوں کے اصرار اور حضرت میاں محمد اسماعیلؒ سہروردی کے ارشاد کے مطابق فرائض امامت و خطابت کے لئے متعین ہوئے تھے۔

وفات: آپ کی وفات ۱۰۸۲ھ مطابق ۱۶۷۲ء میں بمقام لاہور بعہد محی الدین اورنگ زیب عالمگیر ہوئی اور مسجد موجودہ کے عقب میں ایک چھوٹے سے قبرستان میں مدفون ہیں۔ ساتھ ہی امرتسر

جانے والی ریلوے لائن موجود ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

شد ازیں دُنیا چو در خلد بریں — پیر دین جان محمد جان جان
شیخ دین حق بگو تاریخ او — نیز فرما از زبان عرش آستان
باز حق جان محمد قطبِ وقت — خوان وصال آں شمع کون ومکان

گاف گراؤنڈ میں مسجد مذکور کے ایک طرف ریلوے کی کوٹھیاں اور نہر واقع ہے اور ریلوے کیرج شاپ ہے واقع ہے اور تیسری طرف کوس مینار اور ملتان ریلوے لائن ہے۔

اولاد: آپ کے نو صاحبزادے تھے جن کی قبریں بھی آپ کے مزار کے گردو نواح میں واقع ہیں آپ کی وفات کے بعد آپ کا صاحبزادہ حاجی صاحب سجادہ نشین مقرر ہوا۔ حاجی صاحب کی وفات کے بعد ان کا لڑکا عبدالحمید سجادہ نشین ہوا چونکہ آپ کی کچھ اولاد موضع چک مجاہد (غرب رویہ دریائے چناب) رہائش پذیر ہوئی اور ۱۹۵۲ء میں آپ کی اولاد میں سے ایک شخص حافظ درویش محمد لاہور آئے تھے تو وہ میاں احمد دین صاحب سجادہ نشین دربار میاں وڈا کو مسجد اور خانقاہ کی تولیت سپرد کر گئے تھے۔ اس وقت سے یہ درگاہ ان کے زیرِ تصرف ہے۔ ریلوے لائن سے پار گڑھی شاہو کی طرف مزار اقدس قبلہ وکعبہ میاں شہاب الدین قادری ابن قطب وقت حضرت میاں رحمت اللہ قادریؒ قبرستان گڑھی شاہو میں موجود ہے۔

۳۶۰۔ حضرت شاہ عبدالرزاق مکی سہروردیؒ

سبزواری سادات میں سے تھے۔ غزنی سے پشاور آئے وہاں سے دہلی پہنچے اور شاہی فوج میں بھرتی ہوئے پھر لاہور تشریف لائے اور یہاں ہی کے ہو رہے۔

آپ نے حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاری سے بیعت کی تھی اور ان کے ممتاز خلفاء میں شامل ہوئے تھے آپ نے اپنے پیرو مرشد کی بہت خدمت کی اور انہیں کی خدمت میں زندگی کا بیشتر حصہ بسر کیا۔ کثرت سے عبادت کیا کرتے تھے اور پیر روشن ضمیر کی خدمت کو ہر بات پر ترجیح دیتے تھے۔

کسی زمانہ میں مسمی دولا زمیندار گوت وارثی نے اس محلّہ کو آباد کیا تھا۔ اب اس علاقہ کو نیلا گنبد کہتے ہیں آپ مکہ معظمہ سے ہندوستان آئے اور لاہور میں اقامت گزین ہوئے۔ لاہور کے امراء، اغنیاء آپ کی بیحد عزت کرتے تھے۔

آپ نصیر الدین ہمایوں بادشاہ دہلی کے زمانہ میں غزنی سے دہلی آکر بادشاہی فوج میں ملازم ہو گئے۔ کافی عرصہ وہاں رہے پھر جب آپ لاہور تشریف لائے تو حضرت موج دریا بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ہی کے ہو رہے اور پھر کہیں نہ گئے۔ پیرو مرشد کے وصال کے بعد بھی آپ ان کے روضہ پہ جاکر رات گزارتے اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ تارک الدنیا، متقی زاہد اور عبادت گو انسان تھے۔ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ دنیا داروں کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور نہ ہی اغنیاء اور امراء سے میل جول رکھتے تھے تنہائی کی طرف طبیعت مائل تھی اور یہی وجہ تھی کہ عبادت میں ہی دن رات کا بیشتر حصہ گزارا کرتے تھے۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت میراں محمد شاہ سہروردی لاہوری بھی آپ کی علمیت اور کمال کے معترف تھے۔

جہاں آپ کا مزار ہے۔ آپ کی زندگی میں آپ نے وہاں ایک حجرہ اور دالان بنوا رکھا تھا جس میں آپ کی رہائش تھی۔ وصال کے وقت آپ نے اپنے عقیدت مندوں اور مریدوں سے فرمایا کہ جب ہماری وفات ہو جائے تو ہمیں یہاں ہی دفن کرنا چنانچہ حسب وصیت ایسا ہی کیا گیا کافی عرصہ تک قبر خام ہی رہی۔ اس زمانہ میں مشہور تھا کہ ہر جمعرات کو یہاں شیر آتا ہے اور دُم سے جاروب کشی کرتا ہے کچھ زمانہ کے بعد متولی خانقاہ حضرت موج دریا بخاری کو خواب میں ارشاد ہوا کہ حضرت غوث الاعظم نے ارشاد فرمایا کہ اس خام قبر پہ عظیم الشان مقبرہ تعمیر کیا جائے چنانچہ عبدالغفور نامی ایک معمار کے اہتمام سے یہ مقبرہ بنا۔

سکھوں کے عہد میں اس کی حالت: مصنف تاریخ لاہور لکھتا ہے کہ سکھوں کے عہد میں مسجد اور مقبرہ میں بارود بھری رہتی تھی اور مسجد کے صحن میں آہنی گولے لوہار لوگ بنایا کرتے تھے انگریز لوگ یہاں کھانا کھایا کرتے تھے اور جب انار کلی سے چھاؤنی میاں میر منتقل ہوئی تو مسجد اور مقبرہ منشی نجم الدین ٹھیکیدار گوشت چھاؤنی نے لے لیا۔ مسجد کو از سر نو مرمت کر دیا گیا اور آبادی کر دی نیز مقبرہ میں قبور دوبارہ بنوائی گئیں۔ باغ بھی ساتھ ہی تھا وہ بھی اس

زمانہ میں تباہ و برباد ہو گیا۔ مزید برآں مسجد سے باہر ایک مکان بنوایا گیا تھا جس میں لوہار بندوقیں بھی تیار کرتے تھے۔

مسجد نیلا گنبد: ۱۸۵۲ء میں اس مسجد کے امام مولوی احمد دین بگوی مقرر ہوئے تھے اور ان کی طرف سے ۱۸۶۷ء میں مسجد کی نائب امامت مولوی نور احمد کرتے تھے۔ موجودہ زمانے میں خطیب مولوی گل محمد تھے ان کے والد بزرگوار مولانا غلام محمد بھی بیسوں سال اس مسجد کے خطیب رہے تھے بلکہ مسجد کی خطابت ان کے خاندان کے فرائض میں تھی اب جامعہ اشرفیہ کے مولوی صاحبان خطابت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں کسی زمانہ میں عبدالغفور نامی ایک شخص کے اہتمام میں جب یہ مقبرہ پایہ تکمیل کو پہنچا تو ایک دن مہتمم کے خواب میں حضرت سید عبدالرزاق آئے اور کہا کہ مقبرہ کے نزدیک ایک عظیم الشان مسجد حضرت غوث الاعظمؓ پیران پیر تعمیر کی جاوے چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں یہاں ایک وسیع و عریض عظیم الشان مسجد مسلمانوں سے چندہ جمع کر کے بنوائی گئی۔ مسجد کو منشی نجم الدین ٹھیکیدار ڈبل بتی نے سرکار انگلینڈ سے واگذار کرایا تھا اور یہ مسجد نجم الدین کی مسجد کہلانے لگی اور پھر اس کی مرمت و سفیدی بھی کروائی مولوی غلام رسول ساکن قلعہ میاں سنگھ نے بہ سرپرستی منشی نجم الدین ٹھیکیدار یہاں وعظ شروع کی تھی تو یہ مسجد وہابیوں کی مشہور ہو گئی تھی اور بعد ازاں دوسرا انتظام کر لیا گیا تھا۔

وفات آپ کی ۱۰۸۳ھ مطابق ۱۶۷۳ء بعہد اورنگزیب عالمگیر ہوئی۔ نیلا گنبد انار کلی میں مزار اقدس ایک گنبد ہشت پہلو امد عالیشان کاشی کار برنگ سبز فیروزی کے نیچے ہے۔

۳۶۱ - حضرت شیخ محمد اسمٰعیلؒ المعروف میاں وڈا سہروردی

ابتدائی حالات: آپ کا اصلی نام حافظ محمد اسمٰعیلؒ تھا والد کا اسم گرامی فتح اللہ اور دادا کا نام عبداللہ خاں والد سرفراز خاں تھا۔ قوم کے کھوکھر تھے اور موضع ترگرد علاقہ پوٹھوہار میں پیدا ہوئے ۹۹۵ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں پیدا ہوئے بچپن میں ہی آپ کے والدین ترک سکونت کر کے دریائے چناب کے پاس موضع لنگر میں اقامت گزین ہو گئے تھے۔ ابتدائی تعلیم مخدوم

عبدالکریمؒ سے حاصل کی جو ایک متشرع فاضل اور عارف کامل تھے۔ آپ کے چار بھائی تھے۔

۱۔ حضرت میاں محمد اسماعیلؒ۔

۲۔ حضرت میاں محمد خلیلؒ۔

۳۔ حضرت میاں محمد ابراہیمؒ۔

۴۔ حضرت میاں محمد حسینؒ۔

خزینۃ الاصفیاء جلد دوم صفحہ ۱۰۵ پر آپ کے متعلق لکھا ہے۔

"از بزرگان دین و مشائخ اہل یقین صاحب مقامات بلند و کرامات ارجمند صاحب تدریس قرآنی جامع علوم ہمہ دانی بود و در سلسلہ عالیہ سہروردیہ مُرید و شاگرد شیخ عبدالکریمؒ است"

آپ علم فقہ میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے اور علمی مسائل نہایت خوبی سے بیان فرماتے تھے۔ مرشدی شجرہ اس طرح ہے۔

حضرت محمد اسمٰعیلؒ مرید مخدوم عبدالکریمؒ کے وہ مرید طیبؒ کے وہ مخدوم برہان الدین کے وہ مرید چھنؒ کے وہ شیخ میلوںؒ کے وہ شیخ حسام الدین متقی کے وہ سید شاہ عالمؒ کے وہ سید برہان الدین قطبؒ کے وہ سید ناصر الدینؒ کے وہ سید جلال الدین مخدومؒ کے وہ شیخ حسام الدینؒ ابوالفتح ملتان کے وہ شیخ صدر الدین عارف ملتانی کے وہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے۔

لاہور میں آمد: ۴۵ سال کی عمر میں آپ لاہور تشریف لائے تو چالیس دن مخدوم سید علی ہجویریؒ المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس پر اعتکاف کے بعد محلہ تیل واڑہ یا تیل پورہ میں قیام فرمایا اور ایک مدرسہ قائم کیا جس نے آہستہ آہستہ ایک عظیم مدرسہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ جہاں پر قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۵۹۹ء میں آپ نے یہاں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے اخراجات مدرسہ کے لیے سات چاہ بمعہ اراضی مزروعہ عنایت کیے۔ تحقیقاتِ چشتی میں لکھا ہے کہ آپ تنتالیس سال کی عمر میں لاہور تشریف لائے تھے اور جہاں آپ نے رہائش اختیار کی وہاں گورستان تیلیاں تھا جو آجکل

بھی موجود ہے۔ آپ کے مزار اقدس کی چار دیواری کے باہر کھیتوں میں ایک دوسرا حضرت سید محمودؒ ہے وہ اس وقت یہاں موجود تھے انہوں نے ہی آپ کو تلقین کی تھی کہ لاہور مقیم ہونے سے قبل حضرت سید علی ہجویریؒ کے مزار پُرانوار پہ چالیس روز اعتکاف کرو چنانچہ آپ نے ویسا ہی کیا اور تسکین کلی حاصل کی۔ حضرت میر سید محمودؒ اس زمانہ میں اس محلہ کے رئیس تھے اور نجابت اور تقویٰ میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے۔

شاہجہان بادشاہ کو آپ سے بے حد عقیدت و ارادت تھی اور اس نے آپ کے درس اور مسجد کے لئے زمین عطا کی۔ شاہی خزانہ سے سالانہ وظیفہ مقرر کیا اس کی وفات کے بعد عالمگیر نے بھی درس کے لئے سات آباد کنوئیں مخصوص کرائے اور طلباء کے لئے ہوسٹل تعمیر کیا جہاں سے ان کو کھانا بھی ملتا تھا۔ اس بادشاہ نے آپ کا مقبرہ بھی تعمیر کروایا تھا۔

برکت قرآن پاک: قرآن پاک سے آپ کا عشق کمال درجہ کا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میری قبر پر درخت کے پتے کھائے گا۔ اس کو قرآن مجید حفظ کرنے میں آسانی ہوگی چنانچہ دُور دراز مقامات سے لوگ قرآن مجید کا فیضان حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے جس پر بھی آپ کی نظر ہو جاتی وہ حافظِ قرآن ہو جاتا۔ غریب اور نابینا افراد کے لئے بھی حفظِ قرآن کا انتظام تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری وفات کے بعد بھی قرآن پاک کا فیض ہماری قبر سے جاری رہے گا چنانچہ آنجناب کی وفات کے بعد حافظ شیخ محمد صالح المتوفی ۱۲۷۰ھ پچپن سال تک حافظ محمودؒ بیالیس سال متوفی ۱۶۹۵ء حافظ معز الدینؒ پینتیس سال تک متوفی ۱۸۰۶ء اور حافظ شرف الدین ساٹھ سال تک درس کلام پاک دیتے رہے۔ حافظ شرف الدینؒ کی وفات ۱۸۶۳ء میں ہوئی۔ ان کے بعد حافظ احمد دینؒ نے گدی سنبھالی اور ۱۸۸۰ء کو وصال فرمایا ان کے بعد حاجی حافظ غلام محمد صاحبؒ نے مسندِ سجادہ نشینی کو زینت دی جنہوں نے ۱۸۹۴ء میں وصال فرمایا اور جانشین حافظ محمد شفیع ہوئے جنہوں نے سوانح عمری میاں وڈا صاحبؒ تصنیف کی۔

سکھ گردی اور خانقاہ و مدرسہ: مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنے زمانہ میں اس خانقاہ کی عزت کرتا تھا۔ نذرانہ پیش کرتا تھا مگر اس کے مرنے پر اس کی اولاد نے خانقاہ کی عزت ۔

کی۔ تاریخوں میں مذکور ہے کہ ۱۸۴۳ء میں جب راجہ گلاب سنگھ والی جموں و کشمیر کے بھائی راجہ سچیت سنگھ اور لاہور کی خالصہ فوجوں کے درمیان خانقاہ میاں وڈا کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی تھی۔ جس میں راجہ سچیت سنگھ قتل ہو گیا۔ اصل میں یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے راج میں جب کہ راجہ ہیرا سنگھ وزارتِ عظمیٰ پر فائز تھا۔ راجہ سچیت سنگھ جموں سے آ کر یہاں ٹھہرا حافظ شرف دین مدرسِ اعلیٰ نے بہت زور لگایا کہ سکھ فوج یہاں قیام نہ کرے مگر وہ نہ مانے چنانچہ لاہور کی خالصہ فوج نے راجہ ہیرا سنگھ کے حکم کے مطابق حملہ کر دیا اور وہ مارا گیا خانقاہ کی دیواریں توپوں کے گولوں سے تباہ و برباد ہو گئیں نیز خانقاہ کے بہت سے درویش مارے گئے کتب خانہ جس میں ہزارہا نادر و نایاب کتب تھیں جل کر خاک ہو گیا۔ انگریزوں کے عہد میں اس خانقاہ کا کچھ حال درست ہوا۔ میاں محمد سلطان ٹھیکیدار نے اس خانقاہ کے لئے رکھ جلو کی زمین میں سے کچھ حصہ اس خانقاہ کے لئے وقف کیا تھا جس کی آمدنی سے مدرسہ کے اخراجات پورے ہوتے تھے۔ ایک صدی قبل اس جگہ تقریباً دو سو فقرا رہتے تھے جن کو خوراک وغیرہ دی جاتی تھی نیز نابینا مسلمانوں کو قرآن مجید حفظ کرایا جاتا تھا۔"

خلفاء:

۱۔ شیخ جان محمد سہروردیؒ۔
۲۔ حافظ میاں محمد صالحؒ۔
۳۔ مولوی جان محمد لاہوری سہروردی
۴۔ شیخ تیمور لاہوریؒ۔
۵۔ حافظ اللہ بخشؒ۔
۶۔ حافظ عبد اللہؒ۔
۷۔ شیخ محمد ہاشمؒ۔
۸۔ اخوند محمد عثمانؒ۔
۹۔ حافظ محمد فاضلؒ۔
۱۰۔ شیخ عبد الکریم قصوریؒ۔
۱۱۔ حافظ محمد حسین اعوانؒ۔
۱۲۔ شیخ عبد الحمید لاہوریؒ۔
۱۳۔ اخوند محمد عمرؒ۔
۱۴۔ حافظ فتح محمد نوشاہیؒ۔
۱۵۔ امانت خاںؒ۔
۱۶۔ حافظ محمد حسین لاہوریؒ۔

اولاد: آپ کے ایک بھائی حافظ محمد حسینؒ کی قبر بی بی پاکدامناں کے قبرستان میں بتائی جاتی ہے مگر سوانح عمری حضرت میاں وڈاؒ میں لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات حافظ محمد حسینؒ اور حافظ

محمد خلیلؒ کی قبور جتیا ضلع سیالکوٹ میں ہیں چونکہ آپ اور آپ کے تین بھائی تمام عمر مجرد رہے اس لئے ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ دوسرے بھائی حافظ محمد ابراہیمؒ کی قبر حضرت میاں اسمٰعیل صاحب کے مزار کے پاس ہی ہے۔

وفات: ۱۰۸۵ھ مطابق ۱۶۷۴ء میں بعمر نوّے سال بعہد عالمگیر وفات پائی۔

مقبرہ: چار دیواری جو کہ خانقاہ بھی کہلاتی ہے۔ میں آنجناب کا مزار عالی ہے جس پر گنبد نہیں ہے گردونواح میں قبرستان ہے ساتھ ہی ایک مسجد ہے اور سجادہ نشینان کے مکانات بھی چبوترے پر جو قبور ہیں ان میں خام قبر حضرت حافظ محمد اسماعیلؒ کی ہے اور باقی تین آپ کے خلفا شیخ جان محمد۔ شیخ حافظ محمودؒ اور حافظ محمد صالحؒ کی ہیں۔ مسجد کے ایک طرف سائیں محمد دینؒ کا مقبرہ ہے جس پر گنبد بنا ہوا ہے۔ ۱۹۶۰ء میں اس درس کو محکمہ اوقاف نے اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔

۳۶۲ - حضرت مفتی کمال الدین خورد سہروردیؒ

آپ اپنے وقت کے لاہور میں زبردست عالم فاضل تھے۔ اپنی آبائی مسجد واقع مسجد مفتیاں میں قرآن و حدیث۔ تفسیر و فقہ اور دیگر علوم دینیہ کا درس دیا کرتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ کے شیخ طریقت تھے۔ حلقہ درس وسیع تھا۔ ساری عمر قناعت پسندی میں گزاری اور کسی امیر کے دروازے پر نہ گئے۔ نہایت متوکل اور مستغنی المزاج بزرگ تھے۔

وفات ۱۰۹۰ھ مطابق ۱۶۷۹ء بعہد اورنگ زیب عالمگیر پائی۔ صوبہ لاہور قوام الدین خاں تھا۔

۳۶۳ - حضرت میاں جان محمد سہروردیؒ

آپ لاہور کے محلہ پرویز آباد میں اقامت گزین تھے جو کہ چاہ میراں اور کوٹ خواجہ سعید کے درمیان واقع تھا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے عبدالحمید لاہوری سے حاصل

کی جو کہ حضرت میاں وڈا کے خلیفہ اور مرید تھے۔ پھر آپ شیخ تیمور لاہوری سے مزید تعلیم حاصل کرنے لگے جہاں تک کہ آپ ایک متبحر عالم بن گئے۔ ازاں بعد آپ نے حضرت میاں وڈاؒ سے بھی استفادہ فرمایا اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں بیعت اور خلافت حاصل کی اور آسمان سہروردیہ پر آفتاب بن کر ضوفشاں ہوئے۔

آپ حضرت حافظ محمد اسماعیلؒ سہروردی المعروف میاں وڈا کے خلفاء میں سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں تکمیل کی۔ متبحر عالم تھے اس لئے سرزمین پنجاب کے تمام علماء بحیثیت عالم آپ کی قدردانی کرتے تھے۔ حضرت میاں محمد اسماعیلؒ المعروف میاں وڈاؒ کے ساتھ ہفتہ میں دو دن یعنی دوشنبہ اور جمعہ کو حدیث کا دورہ کیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ آنجناب کے وصال تک قائم رہا۔ "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" کے صفحہ ۸۵ پر تحریر ہے کہ حضرت سید شاہ محمد غوث قادریؒ جب حدیث کا علم پڑھنے کے لئے لاہور تشریف لائے تو آپ کے آگے ہی زانوئے تلمذ طے کیا تھا اور حدیث کی اجازت بھی انہی سے حاصل کی۔

صاحب طریقت و شریعت بزرگ تھے۔ مفتی غلام سرور لکھتے ہیں۔

"در طریقت و شریعت فقہ و حدیث عالم کامل و مقتدائے زمانہ بود"

ابتداء میں آپ شیخ عبدالحمیدؒ خلیفہ میاں وڈا سہروردیؒ سے تعلیم حاصل کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ عبدالحمیدؒ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کا شاگرد رشید میاں جان محمدؒ بھی ساتھ تھا۔ حضرت میاں وڈاؒ نے میاں صاحبؒ کو دیکھ کر فرمایا۔ برخوردار جب تم پڑھ لکھ کر عالم فاضل بن جاؤ گے تو میرے ساتھ حدیث کا دورہ کیا کرنا۔ چونکہ اس وقت آپ کم عمر تھے اس لئے شرم اور ادب کی وجہ سے خاموش رہے مگر ایک وقت ایسا آیا کہ میاں جان محمد صاحب میاں وڈاؒ کے ساتھ حدیث پاک کا دورہ کیا کرتے اور جہاں کہیں شبہ پیدا ہوتا تو مراقبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تصحیح فرما لیتے۔ سبحان اللہ اس دنیا میں کیسے کیسے لوگ گزرے ہیں کہ جن پر آسمان بھی ناز کرتا ہے۔

وفات: آپ کی وفات لاہور میں بعہد بہادر شاہ اول سنہ ۱۱۲۰ھ مطابق ۱۷۰۸ء میں ہوئی۔ پہلے ... [illegible] ... بعد آپ کی لاش وہاں سے

نکال کر آبادی درس میاں وڈا میں آپ کی خانقاہ عالیہ کے اندرون حضرت میاں صاحبؒ مذکور کے مزار کے پاس دفن کی گئی۔

مزار پر یہ اشعار لکھے ہیں۔

جہاں معنی و جان محمد   کہ از عشق محمد گشت محمود
فرد از فضل حق تاریخ سالش   وصال عاشق و معشوق فرمود

۳۶۴ - حضرت مفتی محمد تقی سہروردیؒ

آپ مولانا مفتی شیخ کمال الدین خورد کے صاحبزادے تھے لاہور کے ممتاز علماء و فضلا میں ان کا شمار تھا۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ خلافت سہروردیہ اپنے والد مکرم سے حاصل کی تھی۔ ساری عمر درس و تدریس کے فرائض سنبھالے رہے۔ حافظ کلام پاک تھے۔

۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء عہد فرخ سیر میں وفات پائی۔ اور لاہور میں ہی دفن ہوئے۔ ناظم لاہور نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ تھا۔

۳۶۵ - حضرت حافظ میاں محمد صالح سہروردیؒ

آپ حضرت میاں محمد اسماعیل المعروف حضرت میاں وڈا سہروردی کے بھائی میاں خیر محمد سہروردی کے فرزند ارجمند تھے حضرت میاں وڈا کے وصال کے بعد آپ سجادہ نشین۔ متولی درگاہ مقرر ہوئے کیونکہ حضرت میاں صاحبؒ کی اولاد بوجہ مجرد ہونے کے نہیں تھی۔ حافظ قرآن مجید تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ آپ نے ۵۵ سال تک جاری رکھا۔ میاں احمد دین سجادہ نشین آپ کی اولاد سے ہیں جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت میاں وڈا صاحب لاہور میں تبلیغ و ارشاد میں معروف و مشغول ہیں تو آپ بھی لاہور پہنچے اور آپ کے پاس اقامت گزیں ہوئے بعد ازاں حضرت میاں صاحبؒ نے آپ کی شادی لاہور میں اپنے ایک مرید کی صاحبزادی سے کر دی لیکن جلدی وہ عورت وفات پا گئی پھر دوسری شادی کرادی جس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ بعد ازاں تیسری شادی کروادی جس سے اولاد ہوئی جو اب اس خانقاہ کے متولی و سرپرست

ہیں۔

"سوانح عمری میاں وڈا صاحب" مؤلفہ صاحبزادہ محمد شفیع مرحوم میں لکھا ہے کہ آپ نے قرآن مجید چھ ماہ میں حفظ کر لیا تھا۔

وفات ۱۱۴۰ھ مطابق ۱۷۲۷ء عہد محمد شاہ رنگیلا بادشاہ دہلی ہوئی۔ اس وقت حاکم پنجاب نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ تھا۔ آپ کا مزار حضرت میاں صاحبؒ کے ساتھ ہی جانب مشرق واقع ہے۔

۳۶۶۔ حضرت میاں محمد حسین سہروردیؒ

آپ حضرت میاں محمد اسماعیل سہروردی المعروف میاں وڈا کے حقیقی برادر خورد تھے۔ ساری عمر درس و تدریس اور تعلیم و ارشاد میں گزری۔ زندگی کے آخری حصے میں چنیوٹ سے لاہور تشریف لے آئے تھے اور یہیں وفات پائی۔

مزار اقدس قبرستان بیبیاں پاک دامناں (محمد نگر لاہور) میں بتایا جاتا ہے۔

۳۶۷۔ حضرت میاں محمد ابراہیم سہروردیؒ

حضرت محمد ابراہیم سہروردی حضرت شیخ محمد اسماعیل عرف میاں وڈا کے حقیقی بھائی اور فتح اللہ کھوکھر کے صاحبزادے تھے۔ آپ حضرت میاں وڈا سہروردی سے چھوٹے تھے اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں بیعت تھے۔ ساری عمر مجرد رہے اور تارک الدنیا رہے۔

مزار اقدس اندرون چار دیواری درس حضرت میاں وڈا لاہور میں ہے۔

۳۶۸۔ حضرت مولوی تیمورؒ سہروردی

مولوی تیمور سہروردی لاہوری کے ابتدائی حالات کسی مصنف نے نہیں لکھے مناقب کتب قدیم کی ورق گردانی سے آنجناب کے مختصر سے حالات ملے ہیں جو ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں آپ کا حضرت مولانا محمد اسماعیل سہروردی سے خاص تعلق خاطر تھا اور اس زمانہ میں لاہور

کے ممتاز علماء میں شامل تھے آپ کے بے شمار شاگرد لاہور اور مضافات لاہور میں پائے جاتے تھے۔

میاں جان محمد سہروردی (پرویز آبادی) اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ جو مشکل مسائل میرے استاد مولوی تیمورؒ صاحب سے حل نہ ہوتے تھے وہ حضرت میاں وڈا سہروردی فوراً حل کر دیا کرتے تھے آپ لاہور کی فرید العصر ہستیوں میں سے تھے۔ متبحر عالم و فاضل تھے۔ آپ کا سلسلہ طریقت اس طرح ہے۔ مولانا تیمورؒ لاہوری مرید مولانا عبدالکریم مرید مخدوم طیبؒ مرید شیخ برہان الدین مرید مخدوم حسینؒ مرید شیخ میلوؒ مرید شیخ حسام الدین متقی ملتانی۔

خلفاء: حضرت حامد قاری سہروردیؒ آپ کی بیعت سہروردیہ سلسلہ میں تھے اور حضرت شیخ جان محمد سہروردی جن کا مزار گاف گراونڈ گڑھی شاہو کے پاس ہے بھی آپ کی شاگردی میں رہتے تھے بلکہ انہوں نے مولانا تیمورؒ سے ہی سند حاصل کی تھی۔

مفتی صاحبؒ آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"کہ از اکابر علمائے وقت در لاہور بود"

صاحبزادہ حافظ محمد شفیع نے اپنی کتاب سوانح عمری حضرت میاںؒ وڈا صاحب میں آپ کے شاگردوں کے نام تحریر کیے ہیں جو یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا جان محمد صاحب فیروز آبادی۔ ۲۔ حضرت میاں جان محمد صاحب ساکن قصاب پورہ

۳۔ حضرت جناب میاں محمد ہاشم صاحب ساکن محلہ شغلانیاں۔ ۴۔ حضرت جناب میاں عبدالمجید صاحب

۵۔ حضرت میاں عبدالہادیؒ۔ ۶۔ حضرت میاں حامد القاریؒ۔

۷۔ حضرت شیخ عبدالکریمؒ۔ ۸۔ حضرت اخوند فتح محمد۔

۹۔ حضرت میاں دوست محمدؒ ۱۰۔ حضرت اخوند عمرؒ۔

۱۱۔ حضرت اخوند عثمانؒ پسران میاں امانت خاں وغیرہ۔

ان تمام بزرگوں نے اور مولوی تیمورؒ صاحب نے حضرت میاں وڈا صاحبؒ سے بھی فیوض و برکات حاصل کیے تھے۔

آپ کی درسگاہ سے ہزارہا طالبان علم نے استفادہ فرمایا جو کہ اپنی نوعیت کی ایک لاہور میں مثالی درس گاہ تھی۔

۳۶۹ - حضرت سید زندہ علیؒ سہروردی

آپ کا نسب حضرت موج دریا بخاری سے ملتا ہے۔ والد بزرگوار کا اسم گرامی سید عبدالکریم بن سید صفی الدین بن سید میراںؒ محمد شاہ بخاری تھا اور ان کے ہی مرید و خلیفہ تھے آپ کو زندہ امام بھی کہا جاتا ہے۔

آپ بہت خدا پرست اور ولی صاحب کرامت تھے۔ آپ کی اولاد لاہور میں موجود ہے نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ جہاں آپ کے والد کا مقبرہ ہے پہلے وہاں کا پانی بہت کھارا تھا مگر آپ کی دعا سے یہ پانی شیریں ہو گیا تھا جس کنوئیں کا پانی کھارا شیریں ہو گیا تھا اس کی اینٹیں کرم شاہ گدی نشین نے کھود ڈالیں تھیں۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے۔

(۱) سید اچھا شاہ (۲) سید منجہ شاہ اور یہ دونوں لاولد گئے۔

خزینۃ الاصفیاء جلد دوم صفحہ ۱۱۱ پر آپ کے متعلق مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"شیخ عابد و زاہد و متقی و جامع سیادت و نجابت و شرافت بود و سلسلہ ارادت بخدمت ابائے کرام خود داشت۔"

آپ کا مزار حضرت موج دریا بخاری کے مزار کے بالمقابل ایڈورڈ روڈ پہ واقع ہے۔ ساتھ ہی ایک مسجد بھی ہے۔ مقبرہ اونچی جگہ پر دونوں سڑکوں کے اتصال پہ واقع ہے۔

مفتی صاحب نے تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

زندہ علی ولی خدا	مرشد و رہنمائے خاص و عام
گو زہے آفتاب عالم تاب	سال تولید آں ذوی الاکرام
باز لفظ معظم آمد باد	بہر تولید آں و ذوی الاکرام

۳۷۰ - حضرت مفتی محمد نقی سہروردیؒ

مولانا حافظ محمد تقی مفتی کے فرزند رشید تھے۔ علوم دینیہ کی تکمیل اپنے والد گرامی سے

کی۔ تمام عمر فقر و توکل اور تجرید و تفرید میں بسر کی۔ اپنے علمی کمالات اور متجر علمی کی بنا پر صاحب فتویٰ تھے۔ اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں درس قرآن و حدیث و فقہ میں مصروف رہے۔ حافظِ قرآن مجید تھے۔

وفات ۱۱۴۶ھ مطابق ۱۷۳۳ء عہد محمد شاہ رنگیلا بادشاہ دہلی پائی۔ نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ ناظمِ لاہور تھا۔

۳۷۱۔ حضرت خواجہ ایوبؒ قریشی سہروردی

آپ حضرت مفتی محمد نقی کے فرزندِ ارجمند تھے جن کی وفات لاہور میں ۱۷۳۳ء مطابق ۱۱۴۶ھ میں ہوئی۔ آپ نے ساری عمر تجرید و تفرید میں گزاری اور اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں درس و تدریس دیا کرتے تھے۔ آپ اغنیاء کی صحبت سے متنفر تھے اور ان کے دروازے پر نہ جایا کرتے تھے۔ وفات آپ کی ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء میں بعہد محمد شاہ رنگیلا بادشاہ دہلی ہوئی۔ بیعت اپنے والد سے طریقہ سہروردیہ میں تھے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام مفتی شیخ کمال الدین خورد تھے جو فقہ کامل اور فاضل تھے اور سلسلہ سہروردیہ میں شیخ الوقت تھے۔ وفات آپ کی ۱۰۹۰ھ مطابق ۱۶۷۹ء میں بعہدِ اورنگ زیب عالمگیرؒ لاہور میں ہوئی۔ آنجناب بھی اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں درس قرآن و حدیث دیا کرتے تھے۔

آپ اپنے زمانے کے صاحب تصرف اور زہد و تقویٰ میں مانے ہوئے بزرگ تھے۔ آپ بہت فاضل و عالم تھے۔ آپ مثنوی شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد حافظ مفتی محمد نقی سے بیعت تھے۔ اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں درس قرآن و حدیث نبیرالانام دیا کرتے تھے۔ ہزارہا طلباء نے آپ سے فیضان حاصل کیا اور آپ تشنگانِ علم کو سیرابی سے مالا مال کرتے رہے۔

حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوریؒ۔ مولانا عابد لاہوریؒ اور شاہ عنایت قادری لاہوری آپ کے معاصرین میں سے تھے۔

تصانیف میں مثنوی مخزن عشق اور شرح مثنوی مولانا روم جس کو شرح ایوبی بھی کہا

جاتا ہے۔

مثنوی مولانا رومؒ کو نہایت شرح وبسط سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ شرح مثنوی مولانا رومؒ ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۷۰۲ء میں مکمل کی۔

مصنف تذکرۃ الاصفیاء نے آپ کی تاریخ وفات ۱۲ جمادی الثانی ۱۱۵۵ھ مطابق ۱۷۴۲ء تحریر کی ہے اور ذکرِ جمیل میں بھی یہی درج ہے جو کہ محمد شاہ رنگیلا بادشاہ دہلی کا عہد تھا۔ مزار آنجناب کا محمد نگر میں بیبیاں پاک دامناں کے قبرستان نزد مقبرہ بی بی حاج و بی بی تاج واقع ہے۔ ان دنوں ناظم لاہور نواب زکریا خاں تھا۔

۲۷۳۔ حضرت شیخ حامد قاری سہروردیؒ

آپ کے والد کا نام شیخ حسن عالم تھا۔ قرأتِ قرآن میں بہت نام پیدا کیا۔ زہد و ورع میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ولادت آپکی ۱۱۰۲ھ مطابق ۱۶۹۰ء عہدِ محمد شاہ میں ہوئی اور محلہ نور میں مقیم تھے۔

بیعت: آپ نے مولوی تیمورؒ لاہوری سے کی تھی ان کا شجرہ مرشدی اس طرح ہے۔

مولوی تیمور لاہوریؒ مرید شیخ عبدالکریمؒ مرید مخدوم طیب مرید مخدوم برہان مرید مخدوم چنّنؒ مرید شیخ میلونؒ مرید حسام الدین متقی مرید شیخ صدرالدین مرید شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی مرید شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ مرید شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی مرید شیخ وجیہہ الدینؒ مرید محمد بن عمویہؒ مرید احمد اسودؒ دینوری مرید حضرت جنید بغدادیؒ مرید خواجہ سری سقطیؒ مرید خواجہ معروف کرخیؒ مرید حضرت داؤد طائیؒ مرید حضرت امام علی موسیٰ رضا مرید خواجہ حسن بصریؒ مرید حضرت علی المرتضیٰؓ اسداللہ الغالب۔

آپ بڑے عالم فاضل اور پرہیزگار بزرگ تھے جس جگہ آپ مدفون ہوئے وہاں ہی درس دیا کرتے تھے۔ مسجد قدیم اب تک موجود ہے جو آپ نے ۱۱۲۵ھ میں بنوائی تھی مگر ریلوے ورکشاپس کے اندر آجانے کی وجہ سے غیر آباد ہے کیونکہ اندر جانے کا راستہ آہنی جنگلے سے ہر وقت مقفل رہتا ہے مسجد کے ساتھ ہی کسی زمانہ میں یہاں ایک تالاب بھی تھا جس کا طول

چوبیس فٹ اور عرض چودہ فٹ تھا یہ تالاب تین فٹ گہرا تھا۔

حکامِ شاہی آپ کی خدمت سے بہت فیض یاب ہُوا کرتے تھے۔ قرآن خوانی آپ پر ختم تھی اس وجہ سے قاری کا خطاب ملا تھا۔ آپ نے ایک رسالہ حرمت حقہ وتمباکو میں تحریر فرمایا اور آپ کے ایک مرید نے آپ کے ملفوظات اکٹھے کئے۔ محمد شاہ رنگیلا کے عہد میں آپ کا فتویٰ لاہور میں چلتا تھا۔ بہت ناموری اور شہرت حاصل تھی۔

مدرسہ حامد قاریؒ: آپ نے ایک مدرسہ قرآن پاک ناظرہ وحفظ کے لئے بھی یہاں کھولا ہوا تھا جس کے اخراجات کے لئے محمد شاہ بادشاہ نے پچاس بیگھہ زمین مزروعہ وقف کی ہوئی تھی اور بعدان کے جو حاکم بھی آتا رہا۔ یہ معافی بحال رکھتا رہا اور سکھوں کے عہد میں یہ معافی ضبط ہوئی نواب ابوالحسن آصف خاں نے جو مدرسہ بنوایا تھا۔ آپ اس کے ناظمِ اعلیٰ تھے اور لاکھوں روپوں کے سالانہ اخراجات آپ کے ہاتھوں ہوتے تھے۔

مزار پُرانوار ویسٹ مین روڈ نزد مقبرہ نواب علی مردان کے ساتھ ایک چار دیواری میں واقع ہے جہاں آنا جانا بہت مشکل ہے وفات ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۵ء مصنف حدیقۃ الاولیاء مفتی غلام سرورؒ نے تحریر کی ہے جو کہ شہاب الدین شاہ جہان کا عہدِ حکومت تھا۔ ۹۵ سال آپ کی عمر تھی۔ مصنف تحقیقاتِ چشتی نے آپ کی تاریخِ وفات ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۲ء بعہد خان بہادر ناظمِ لاہور تحریر کی ہے اس قدیم قبرستان میں بھی بہت سی قبور ہیں۔ بڑ کا ایک قدیم درخت اور نیم کے بہت سے درخت موجود ہیں۔ گھاس پھوس کی بھی کثرت ہے۔ عرس دسمبر کے ماہ میں ہر سال ہوتا ہے۔

مفتی صاحبؒ نے تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

حامد آں قاری قرآنِ عظیم
بود محبوب جناب ذوالمنن
افضل و اقطاب والا جاہ گو
سال تولیدش با قول ضمن
بہر تاریخ وصال آنجناب
گفت سرور حافظ وحامد حسن

احاطہ قبرستان میں بے شمار خاندانی قبور کے مفتی علی الدین سر رشتہ دار اور خیر الدین والد مفتی علی الدین لاہوری کی قبور ہیں۔

غیاث الدین صدیقی صاحب خلف محمد جلال الدین صدیقی مرحوم سے مزید درج ذیل حالات ملے ہیں۔

حافظ جان محمد سہروردی

حضرت حامد قاری سہروردی چونکہ لاولد تھے اس لئے ان کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ اور مرید حافظ جان محمد سہروردی مدرس اعلیٰ اور امام مسجد مقرر ہوئے ان کو خانقاہ کی تولیت عہد خان بہادر نواب ذکریا خان ناظم لاہور میں ملی۔ آپ محمد شاہ روشن اختر اور عالمگیر ثانی کے زمانہ میں لاہور کے ایک نہایت عالم اور فاضل بزرگ تھے۔ بقول مصنف تحقیقات چشتی "آپ نواب ذکریا خاں کے اتالیق تھے۔ آپ کا شاگرد نواب یحییٰ خاں آپ کا بہت معتقد تھا۔ آپ کا مزار اندرون چار دیواری واقع ہے نزدیک ہی نُن کا درخت ہے۔

حافظ رحمت اللہ سہروردی۔

آپ حافظ جان محمد سہروردی کے فرزند ارجمند تھے آپ کا درس بھی خانقاہ میں بدستور جاری رہا۔ مغلیہ سلطنت کے زوال اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں کے ایام میں مغلپورہ سے اندرون شہر منتقل ہو گئے اور شہر میں درس شروع کر دیا کوچہ حافظ رحمت اللہ نزد چوہٹہ مفتی باقر خرادی محلہ آپ کے نام سے آج تک مشہور و معروف ہے۔ آپ کی قبر اندرون چار دیواری یعنی احاطہ حضرت حامد قاریؒ سے باہر ہے۔ حافظ محمد بخش صحاف آپ کے فرزند تھے۔

حافظ محمد بخش صحاف۔

آپ کا زمانہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا زمانہ تھا آپ کا مکتبہ صحافیہ بہت مشہور تھا۔ سکھوں کے عہد میں آپ نے تجارت کتب وصحافی کا ایک عظیم الشان کارخانہ کھولا۔ آپ کو امیر افغانستان کی طرف سے ملک الصحاف کا خطاب ملا تھا۔ آپ کے کارخانہ کی تیار شدہ کتب ایران و خراسان تک بلائے فروخت جاتی تھیں۔ قرآن مجید کی لکھائی اور چھپائی کا خاص انتظام تھا۔ وفات ۱۲۶۳ھ ہے۔ مزار اندرون چار دیواری حضرت حامد قاریؒ موجود ہے۔

آپ کے تین صاحبزادے تھے۔

ا۔ حافظ بخش۔ ان کا مزار بھی اس احاطہ میں واقع ہے ان کے صاحبزادے کا نام فیض بخش تھا۔

ب۔ مولوی فضل دین۔ ان کا مزار حضرت گھوڑے شاہ سہروردی کے مزار کے پاس تیزاب احاطہ میں واقع ہے ان کے تین صاحبزادے تھے۔

۱۔ مولوی سراج الدین۔

۲۔ غلام محی الدین المعروف مولا بخش۔

۳۔ مولوی فیروز دین صدیقی۔

ج۔ حافظ خیر دینؒ۔ ان کا مزار بھی خاندانی قبرستان (قبرستان اندرون احاطہ حضرت حامد قادریؒ میں واقع ہے۔ آپ کے تین فرزند تھے۔

۱۔ چراغ دین۔

۲۔ رمضان۔

۳۔ امیر بخش۔

مولوی فیروز دین صدیقی۔

والد کا اسم گرامی مولوی فضل دین صدیقی تھا۔ وفات ۱۹۳۱ء میں ہوئی۔ آپ کی قبر بھی اپنے والد گرامی مولوی فضل دین کے جوار میں قبرستان حضرت گھوڑے شاہ سہروردی کے قریب میں بنی۔ آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں۔

۱۔ حاجی شاہ دین صدیقی۔

۲۔ غلام محی الدین صدیقی۔

۳۔ منور الدین صدیقی۔

۴۔ علامہ علاؤ الدین صدیقی سابق صدر شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی و موجودہ وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی۔

۵۔ محمد جمال الدین صدیقی مرحوم۔

محمد جمال الدین صدیقی۔ آپ مولوی فیروز الدین صدیقی کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔

سن ولادت ۱۸۸۹ء ہے۔ والد گرامی کی وفات کے بعد آپ درگاہ حضرت حامد قادری سہروردی
درگاہ حضرت شاہ عبدالمنان حضوری برقعہ پوشں (ہال روڈ) درگاہ حضرت کریم شاہ سہروردی
اور درگاہ عبداللہ گیلانیؒ المعروف خانقاہ پیر روڑاں والی کے متولی تھے۔ اولیائے اللہ کے
مزارات پر حاضری آپ کا مشغلہ تھا۔ آپ نے حضرت حامد قادری کے کچے احاطہ کو گرہ خاص سے
پختہ کرایا۔ نیا کنواں لگوایا۔ مزید برآں کوشش کر کے چار دیواری حضرت حامد قادریؒ کے چاروں
کونوں پر بجلی کے چار پول لگوائے۔ حضرت کریم شاہ سہروردی کے مزار اور تعویذ کی مرمت کروائی۔
یہ مزار میاں معراج دین سابق ممبر اسمبلی کی کوٹھی اور ویسٹ مین روڈ کے مقام اتصال پر ہے
حضرت عبدالمنانؒ نقشبندی کے مزار کا راستہ سڑک کی طرف کھلوایا اور فرش لگوایا۔ چاہ بابی داتیاں
والا کو بند کروا کر ہینڈ پمپ لگوایا۔ پیر روڑاں والا (نواب علی مردان خاں کا مرشد) کا مزار جس
پر کسی زمانہ میں بہت عظیم الشان گنبد تھا۔ اور قبر سطح زمین کے برابر تھی۔ آپ نے ہی
درست کروایا نیز آپ حضرت حامد قادریؒ کے عرس سے فارغ ہو کر شام کو میاں بھنڈارہ تقسیم
کرانے کا اہتمام کرتے تھے۔ آپ بہت اچھے مصور تھے۔ آپ کی قبر بھی اندرون احاطہ
حضرت حامد قادریؒ واقع ہے۔

وفات ۱۴ جولائی ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔ آپ کے بچوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ضیاء الدین احمد صدیقی۔
۲۔ سعید الدین صدیقی۔
۳۔ غیاث الدین صدیقی۔

۲۷۴۔ حضرت سید کریم شاہ سہروردیؒ

مولوی نور احمد چشتی ولد مولوی احمد بخش یکدل مصنف تحقیقات چشتی اپنی کتاب
مطبوعہ ۱۸۶۷ء کے صفحہ ۳۰۹ پر "احوال مزار کریم شاہ مرحوم" کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں۔
"گنبد ابوالحسن (اب اس کا وجود باقی نہیں ہے) کے شرقی رویہ مائل بہ شمال تھوڑے فاصلہ
حضرت کریم شاہ صاحب کا ہے۔ یہ چبوترہ خشتی تا بہ سینہ بلند مربع چار گز ہے۔ اس کے اوپر قبر پختہ

سرہانے چراغدان خشتی جس میں بارہ طاقچہ خورد اور ایک زینہ آمد و رفت جنوب رویہ تھا۔ اب مسمار ہو گیا ہے اس تھڑہ کے مشرق کی طرف اور ایک تھڑہ ملحقہ تھڑہ ہذا ہے۔ اس پر بھی ایک قبر اور گوشہ پائیں میں ایک کوٹھڑ خشتی۔ اب صرف ایک ایک دیوار کھڑی ہے۔ جنوب رویہ تھڑہ کے ایک اور تھڑہ بوسیدہ خشتی، اس پر پانچ قبریں نامعلوم الاسم گوشہ شرقی کی طرف دو کوٹھے بے سقف ان کے شمال رویہ بطرف شرق و شمال قدرے دیوار ایک گز بلند کھڑی ہے۔ اس کے غرب رویہ پانچ قبریں اور ہیں اور گوشہ ایسان میں چاہ بے چرخی جس کا تھڑہ دو فٹ بلند مدقہ اس مکان کو اگر مقبرہ ابوالحسن خاں کے پاس کھڑے ہو کر دیکھیں تو یوں ہی درخت دکھائی نظر آتے ہیں مگر جب نزدیک جائیں تو قبر معلوم ہوتی ہے بعہد سکھاں بڑی رونق رہتی تھی ایک دو فقیر بھی حاضر رہتے تھے اور نوبت نقارہ بھی بجتا تھا۔ فقط قاضیاں لاہور ان کے خادم ہیں وہ ان کا میلہ بڑی دھوم سے کیا کرتے تھے مگر اب جب کہ بقضائے الٰہی قاضی اکبر قاضی بیچارے مفلس ہو گئے ہیں یہ مکان غیر آباد ہو گیا ہے۔"

آپ کی تاریخ وفات کے متعلق کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا۔ موجودہ صورت میں آپ کا مزار ایک چھوٹی سی چار دیواری میں جو سطح زمین سے چار فٹ بلند ہے۔ جی ٹی روڈ اور ویٹ مین روڈ کے مقام اتصال پر (باغبان پورہ نند کوٹھی میاں معراج دین) واقع ہے آپ کے مزار اقدس پر تحریر ہے "مزار حضرت سید کریم شاہ سہروردی" آج سے ایک سو سال قبل جو چشتی صاحب نے اس مزار کی حالت اور محل وقوع کا ذکر کیا ہے۔ اب اس سے کسی قدر مختلف حالت ہے۔ مزار کا کوئی پرسان حال نہیں۔ البتہ ہر جمعرات کو کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ چراغ ضرور جلا دیتا ہے۔ مزار کے علاوہ اب اس جگہ پر اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ مزار پر تاریخ وفات درج ہے مگر چراغ جلانے سے جو سیاہی تختی پر چڑھ گئی ہے وہ صحیح طور پر پڑھی نہیں جاتی۔

۴۷۳۔ حضرت حافظ میاں محمود سہروردی

حضرت میاں محمد صالح سہروردی کے نامور صاحبزادے تھے اور انہیں سے سلسلہ سہروردیہ میں خلافت پائی۔ حافظ کلام پاک تھے۔ والد مکرم کی وفات کے بعد متولی درگاہ

درگاہ وسجادہ نشین تسلیم کئے گئے۔

آپ درس کی ۴۲ سال تک نگہداشت کرتے رہے اور مسندِ تدریس پہ جلوس فرماتے رہے۔ آپ کے بڑے بھائی حافظ میاں محمد سعید بھی تھے۔

تاریخ وفات ۱۱۸۲ھ مطابق ۱۷۶۸ء ہے جو کہ عہدِ اقتدار احمد شاہ ابدالی تھا۔ اس وقت گورنر لاہور دادن خاں تھا۔ آپ کا مقبرہ حضرت میاں وڈاؒ کے ساتھ ہی جانب شرق ہے۔

۳۷۵۔ حضرت پیر سکندر شاہ سہروردیؒ

آپ کے والد کا اسم گرامی شیخ کرم شاہ تھا اور پیر قلندر شاہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ شیخ سکندر بن شیخ کرم شاہ بن شیخ ابو الفتح بن شیخ ابو الحسن ثانی بن شیخ فخر الدینؒ بن شیخ ابو الفتح بن برخوردار بن شیخ ابو الفتح بن شیخ عبد الجلیل چوہڑ بندگی قطب عالم لاہوری آپ کی پیدائش لاہور میں ہوئی۔ شیخ سکندر شاہؒ نے سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں بیعت اپنے والدِ ماجد شیخ کرم شاہؒ سے کی تھی۔ آپ صاحب حال وقال بزرگ تھے۔

پیر کرم شاہؒ کی رہائش لاہور میں گنڈ چوک نانک متصل کھاری کھوئی میں رہی جو اب اندرون بھاٹی دروازہ بازار حکیماں اور چومالہ کے درمیان واقع ہے۔

شاعری: آپ کا شاعری میں بھی بلند پایہ مرتبہ تھا۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے امداد تخلص تھا۔ پیر مراد شاہ نے اس جواں مرگ بھائی کے سوگ میں قصہ چہار درویش لکھا۔

وفات: آپ کی وفات ۱۱۹۹ھ میں بعمر بیس سال لاہور میں ہوئی اور مزار حضرت عبد الجلیل چوہڑ بندگی کے نواح میں مدفون ہوئے جو کہ میکلوڈ روڈ پہ ریلوے پولیس لائنز کے ساتھ واقع ہے۔

۳۷۶۔ حضرت سید ہاشم علی شاہ سہروردیؒ

آپ موضع رتڑ چھتڑ (مکان شریف) نزد ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور (بھارت) کے سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ پیر و مرشد کی تلاش میں لاہور تشریف لائے اور یہاں آپ نے پیر قلندر شاہ سہروردی سے خلافت حاصل کی۔ آپ سید امام علی شاہ نقشبندیؒ

(مکان شریف) کی اولاد میں سے تھے۔

پیر فرخ بخش فرحت اذکارِ قلندری میں لکھتے ہیں۔

"آں صاحب ہمت ارشاد فیض آثار پیر و مرشد خود را سعادت ابدی و سودی تصور بید عرصہ دو نیم سال بر کنارہ دریا متصل کوٹ خواجہ سعید در نیستاں تنہا تشنہ در عبادت خدا متوکلانہ مشغول گشت ـــــ روز بے طعام بہ استقلال تمام مے گذرانید و توکل را از دست نے داد و بہ فضل خدا بامراد از توجہ پیر و مرشد در ہماں خلوت کارش بجائے رسید کہ اکثر مردمان آں سواد از راہ عقیدت بہ پیش آمدہ مطیع و منقاد آں نیک نہاد گشتند چنانچہ بہ سبب رسوخ باشندگانِ آنجا سید موصوف اقامت آں مکان اختیار نمود"

پیر غلام دستگیر نامی نے آپ کا مزار بھی کوٹ خواجہ سعید (مضافات لاہور) میں تحریر فرمایا ہے۔

۳۷۷۔ حضرت سید فضل شاہ سہروردیؒ

لاہور کے رہنے والے تھے اوائل عمر سے ہی مذہب کی طرف نگاہ زیادہ تھا اور کسی ولی کامل کی تلاش میں رہتے تھے ایک دن آپ موضع اٹاری (بھارت) کی مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں پیر قلندر شاہ سہروردی سے ملاقات ہوئی اور ان کے خیالات اور رجحانات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان سے بیعت کر لی اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہو گئے۔

آپ کے پیرو مرشد پیر قلندر شاہ سہروردی آپ کے ہاں سانده از مضافات لاہور میں تشریف لے جایا کرتے تھے جہاں کہ آپ کا گھر تھا اور اکثر و بیشتر جاتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کے ہاں پیر قلندر شاہؒ اپنے پانچ چھ مریدوں کے ساتھ تشریف لائے تو آپ نے ان کی دعوت کا اہتمام کیا اور تقریباً پندرہ آدمیوں کا کھانا تیار کر لیا مگر جب آنجناب تشریف لائے تو آپ کے ساتھ بائیس آدمی تھے۔ آپ کو سخت فکر ہوئی پیر نے ان کی حالت کو جانچ لیا اور فرمایا۔ فضل شاہؒ جو کچھ پکایا ہے۔ میرے پاس لے آؤ سید فضل شاہؒ فرماتے ہیں۔ کہ

حضور نے کھانا تقسیم کرنا شروع کیا سب نے خوب سیر ہو کر کھایا مگر پھر بھی کافی آدمیوں کا کھانا بچ گیا۔

سید فضل شاہؒ کے برادر خورد سید کرم شاہ سہروردی بھی اس رنگ میں رنگے ہوئے تھے آپ بھی پیر قلندر شاہؒ سے فیض یافتہ تھے اور بیعت بھی اس سلسلہ میں کی۔ پیر و مرشد کا آپ کے خاندان پر خاصہ اثر تھا اور یہی وجہ تھی کہ دونوں خاندانوں میں ذاتی مراسم بہت زیادہ تھے مزار اقدس آپ کا لاہور میں ہے۔ سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

۷۸۔ حضرت مولوی غلام فریدؒ سہروردی

لاہور کے چوٹی کے علما میں شمار ہوتے تھے اور علوم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ بے حد عبادت گزار تھے۔ تقویٰ میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ اہل دنیا سے بہت کم واسطہ رکھتے تھے مزاج پر تفرید و تجرید کا غلبہ تھا یعنی آپ بہت تنہائی پسند اور گوشہ نشین قسم کے بزرگ تھے اور اس پر ساری عمر کار بند رہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری تحریر فرماتے ہیں۔

"تمام عمر خویش در درس طلبائے علم گزرانید و با دُنیا و اہل دنیا کارے نداشت"

منشی محمد دین فوق اپنی کتاب "یادِ رفتگاں" میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ عالم اجل اور فاضل اکمل تھے۔ نیز عابد و زاہد تھے۔

مزار اقدس گورستان میانی (مزنگ لاہور) میں واقع ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

"وفات آں جامع کمالات در سال یک ہزار و دو صد و شانزدہ ہجریست و مزار پُر انوار در لاہور در گورستان میانی است"

وفات ۵ صفر ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۸۰۳ء میں بمقام لاہور ہوئی

مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

چو فرید آں فضل دور زماں   از جہاں در جنت والا رسید

"تاج اخیار" است سالِ او دگر زبدۂ دیں متقی فرد و فرید

مولانا رحمان علی نے تاریخ وفات ۱۸۰۱ء مطابق ۱۲۱۶ھ تحریر کی ہے اور یہی یاد رفتگان میں لکھی ہے۔

۳۷۹- حضرت شاہ رحمت اللہ قریشی سہروردیؒ

معتبر کتب تواریخ میں مرقوم ہے کہ آپ حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی سہروردی کی اولاد میں سے تھے اور اپنے زمانے کے کامل ولی تھے۔ ساری عمر لاہور ہی میں اس سلسلہ نشر و اشاعت میں گزری نیز رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین کی طرف خاصی توجہ فرماتے تھے۔ ہزار ہا افراد کو راہِ ہدایت پر لائے اور کثرت سے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں آئے۔ صاحب حدیقۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ آپ ملتان سے لاہور تشریف لائے۔ ساری عمر زہد و ریاضت اور عبادت میں گزاری۔ صاحب کشف و کرامت تھے اور بیشمار لوگ آپ کے معتقدین میں شامل تھے۔

آپ عہدِ عالمگیر میں ایک کامل بزرگ گزرے ہیں۔ بیشمار مرید آپ کے حلقہ ارادت میں تھے جو آپ کی خدمت میں رہتے تھے اور آپ کے نصائح سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ آپ کی علمیت مسلمہ تھی۔

سکھوں کا عہد، سکھوں کے عہد میں جرنیل کورٹ جو کہ ایک فرانسیسی جنرل تھا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بہت منظورِ نظر تھا۔ نے اس کی اینٹیں اکھڑوا کر اپنی چھاؤنی میں لگوا لی اور عمارات و آثار کو تباہ و برباد کر دیا۔

آپ کی اولاد میں سے بھلون شاہ مجاور ہوا ہے جس نے دوبارہ یہ عمارت بنوائی اور خرچ اخراجات آپ کے مریدان باصفا نے کئے۔

مزار ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس اور محمد نگر کے درمیان واقع ہے آپ کی قبر ایک چبوترے پر واقع ہے۔ نزدیک ہی ایک مسجد بھی ہے اور چند قبور بھی ہیں۔ یہ خانقاہ فرشتیاں والی کہلاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ایام میں بادشاہی مسجد بن رہی تھی اور لاہور میں راج مزدور بالکل نہیں ملتے تھے اور نہ ہی کسی کو اجازت تھی کہ بادشاہی مسجد کی تکمیل تک کوئی اور کام کریں تو

ان لوگوں نے متفقہ فیصلہ کر کے مقبرہ کو راتوں رات پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ صبح کو جب لوگوں نے مکمل عمارت دیکھی تو مشہور ہو گیا کہ یہ عمارت فرشتوں نے تیار کی ہے۔

آپ کی اولاد موضع ڈھولن وال و شہر لاہور میں موجود ہے۔

۳۸۰۔ حضرت حافظ میاںؒ معزّالدین سہروردی

حضرت میاں محمود سہروردی کے اکلوتے فرزند اور انہیں سے خلافت یافتہ تھے۔ حافظِ قرآن مجید تھے۔ والد گرامی کے وصال کے بعد سجادہ نشین بنے۔ ۳۵ سال تک خانقاہ اور درس کی محافظت کرتے رہے۔ سہ حاکمانِ لاہور (لہنا سنگھ۔ سوبھا سنگھ اور گوجر سنگھ) کا زمانہ لاہور میں انتہائی بربریت اور افراتفری کا تھا۔ مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و ناموس کسی طرح بھی محفوظ نہ تھی۔ اس واسطے آپ نے اپنی رہائش انسعن شہر ہی رکھی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے لاہور میں داخلہ اور قبضہ سے تین چار سال بعد آپ کا وصال ہوا۔

تاریخ وفات ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۶ء عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ ہے۔ آپ کا مزار جانب جنوب حضرت میاں وڈاؒ کی چار دیواری سے باہر پختہ تھڑے پہ ہی واقع ہے۔

۳۸۱۔ حضرت حافظ مفتی رحمتُ اللہ سہروردیؒ

آپ مفتی محمد ایوبؒ سہروردی کے صاحبزادے تھے۔ تعلیم و تربیت اُن کی ہی زیرِ نگرانی پایۂ تکمیل کو پہنچی اور سلسلہ سہروردیہ میں خلافت اپنے باپ سے پائی۔ اپنے زمانہ میں لاہور کے نامور علماء میں شمار ہوتے تھے۔ مسجد مفتیاں میں درس قرآن و حدیث دیا کرتے تھے۔ آپ نے سکھوں کی طوائف الملوکی کے دو بدترین زمانے دیکھے ایک زمانہ تو وہ تھا جب کہ سہ حاکمانِ لاہور کا راج تھا۔ سکھ رہزن شہر میں دندناتے پھر رہے تھے۔ ظلم و ستم کی انتہا تھی۔ عدل و انصاف کا نام تک تاریخ لاہور سے مٹ چکا تھا اور کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی۔ نہایت پُرآشوب دَور تھا۔ مرکزی حکومت میں کوئی دم نہ تھا۔ درّانی اور ابدالی کے حملوں نے مسلمانوں کو بالکل کمزور کر دیا تھا جب یہ حملہ آور ہوتے تو سکھ لٹیرے پہاڑوں کی طرف بھاگ جاتے اور

جب وہ حملہ آور واپس چلے جاتے تو یہ پھر سرزمین لاہور کو خون سے لالہ زار کر دیتے. ڈھائی سیر قحط کی وجہ سے لاہور کے عوام الناس اس شہر سے بھاگ رہے تھے اور دوسرا وہ زمانہ تھا جب ۱۷۹۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور میں باقاعدہ حکومت قائم کر لی اور وہ لاہور کو مرکز بنا کر دُور دراز کے علاقوں پر حملے کر رہا تھا تو ایسے زمانہ میں جب کہ لاہور میں کسی مسلمان کی عزت و عصمت محفوظ نہ تھی بلکہ مساجد اور آثار کو بھی مٹایا جا رہا تھا تو اس زمانہ میں بھی آپ نہایت خاموشی سے اپنے طریقت کے سلسلہ کی اشاعت میں مصروف رہے. بقول مصنّف "ذکر جمیل" آپ تفسیر و حدیث. فقہ و ادب معانی و منطق. اصول و فروع. علم الکلام اور علم طب میں امام وقت تھے۔

معاصرین میں سے مولانا غلام فریدؒ لاہوری المتوفی ۱۸۰۱ء ملّا محمد صدیق لاہوریؒ المتوفی ۱۷۷۶ء امام و خطیب مسجد وزیر خاں. مفتی محمد مکرّم مفتی اعلیٰ لاہور ۱۸۰۱ء تک آپ زندہ تھے. مولانا شہریار خطیب چینیانوالی مسجد اور حافظ جمال الدینؒ المعروف حافظ لدھا المتوفی ۱۷۷۳ء آپ کے معاصرین میں سے تھے۔

وفات آنجناب کی ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور میں ہوئی فرزندوں میں پہلے مولانا حافظ مفتی محمدیؒ اور دوسرے مولانا مفتی شاہ محمد رحیم اللہ بہت معروف تھے۔

۳۸۲۔ حضرت مفتی رحیم اللہ سُہروردیؒ

والد گرامی کا نام حکیم حافظ مفتی رحمتؒ اللہ تھا جو مفتی محمد ایوب سُہروردیؒ کے فرزند ارجمند تھے اور انہی کی زیرِ نگرانی ابتدائی تعلیم مکمل کی اور اس میں کمال حاصل کیا. اپنے مریدوں اور شاگردوں سے نہایت مروّت برتتے تھے۔

تجرید و تفرید اور فقر و توکل میں بے مثال تھے. اکل حلال کے لئے خود کام کرتے تھے. سلسلہ سُہروردیہ کے شیخ الوقت تھے تمام عمر مسجد مفتیاں میں کلام پاک اور حدیث کا درس دیتے رہے. آپ کے حقیقی بھائی حافظ مفتی محمدی نے جو صاحب ثروت تھے

آپ کی اولاد کے لئے خواہش ظاہر کی مگر آپ نے انکار کر دیا تھا کیونکہ آپ دنیا کی دولت سے متنفر تھے۔ خود کماتے تھے اور اس میں سے بھی حاجتمندوں کی امداد فرماتے تھے۔

سکھ گردی ! آپ کے والد اور آپ کے زمانہ میں سہ حاکمان لاہور تباہی و بربادی کا منظر پیش کرتے رہے اور بعد ازاں مہاراجہ رنجیت سنگھ مسلمانوں کے آثار و تہذیب سے خونی ہولی کھیلتا رہا۔ سکھوں نے محلہ کوٹلی مفتیاں کو اجاڑ دیا۔ مسجد ویران کر دی۔ صدیوں پرانا کتب خانہ برباد کر دیا۔ ظلم و ستم کی حد کر دی جس سے اس خاندان کے بیشتر افراد یہاں سے ہجرت کر گئے مگر آپ اپنے آبائی مکانوں میں ہی مقیم رہے اور مسلسل درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ آپ کے صاحبزادے مفتی غلام محمدؒ نے اپنے والد سے ہی خلافت سلسلہ سہروردیہ میں حاصل کی تھی جن کی وفات ۱۸۵۹ء میں بمقام لاہور ہوئی اور قبرستان بیبیاں پاکدامناں محمد نگر میں مدفون ہوئے۔ قبرستان کی یہ زمین مفتی غلام سرور لاہوری مصنف خزینۃ الاصفیا حدیقۃ الاولیاء۔ تاریخ مخزن پنجاب۔ مدینۃ الاولیاء۔ گنجینۂ سروری وغیرہ نے خریدی تھی جو کہ تاریخ لاہور کے معاملہ میں ایک مستند ہستی تھی۔

آپ کے دو فرزند تھے۔

۱۔ مفتی غلام محمدؒ

۲۔ حافظ مفتی غلام رسولؒ

معاصرین میں سے حافظ نور محمدؒ لاہوری مزنگوی۔ حاجی حافظ روح اللہ لاہوریؒ اور مولانا غلام محمدؒ قادری عرف امام گاموںؒ۔ جن کا مقبرہ مسجد وزیر خاں کے پاس ہے اور اوپر گنبد بنا ہوا ہے۔

وفات ۱۲۳۵ھ مطابق ۱۸۱۹ء میں ہوئی جو کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا عہد تھا۔

۲۸۴۔ حضرت شاہ حسنؒ ولی کامل سہروردی

آپ کے حالات کی تحقیق کے لئے بے شمار کتب سے استفادہ کیا گیا مگر کہیں سے بھی مزید معلومات حاصل نہ ہو سکیں صرف یہی پتہ ملا کہ آپ کی بیعت سلسلہ عالیہ سہروردیہ

ہیں تھی۔ مگر اقامت گزین لاہور ہی میں تھے۔ بے شمار خلق خدا نے اس ولی کامل سے استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ کس عہد میں آپ واردِ لاہور ہوئے یا وصال فرمایا۔

مفتی غلام سرور لاہوری تحریر فرماتے ہیں کہ مکان نہایت متبرک اور پُر فیض ہے۔

مزار پُر انوار صحن مسجد بو ہڑ والی اندرون موچی دروازہ واقع ہے نیز مرجع خلائق ہے۔

(حدیقۃ الاولیاء)

۳۸۴۔ حضرت مفتی غلام محمد سہروردیؒ

مولانا مفتی رحیم اللہ کے فرزندِ ارجمند اور مفتی غلام سرور لاہوری کے والد مکرم تھے۔ درس کی تکمیل مولانا غلام رسول لاہوری کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر کی۔ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد سے خلافت پائی۔ اپنے وقت کے جامع علوم و فنون بزرگ تھے۔ علم طب میں بھی یکتائے عہد تھے۔ جامع شریعت و طریقت تھے۔ بے شمار طلب علموں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

بہترین کاتب اور خطاط تھے۔ اپنی عمر میں تین سو سے زیادہ قرآن شریف کتابت کئے بڑے عبادت گزار تھے۔ جامع مسجد بلوچاں مزنگ کی امامت و خطابت آپ کے سپرد تھی۔ اس لئے آپ مزنگ میں ہی رہائش رکھتے تھے۔ سلسلہ درس و تدریس و مطب بھی وہیں تھا۔

معاصر بزرگان لاہور میں مولانا غلام اللہ فاضل لاہوری۔ مولانا جان محمد لاہوری اور مولانا غلام رسول فاضل لاہوری نمایاں حیثیت کے مالک تھے جن کی علمی و ادبی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

وفات ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸۵۹ء میں ہوئی اور آپ کو قبرستان بی بی پاکدامناں میں سپرد خاک کیا گیا۔ صاحبزادگان میں مفتی غلام سرور لاہوری مصنف خزینۃ الاصفیاء۔ حدیقۃ الاولیاء تاریخ مخزن پنجاب وغیرہ نے بہت نام پیدا کیا۔ ان دنوں ملکہ وکٹوریہ کا راج تھا اور پنجاب کے گورنر سر رابرٹ منٹگمری تھا۔

۳۸۵۔ حضرت حافظ میاں شرف الدین سہروردیؒ

حضرت میاں معزالدین سہروردیؒ کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ حافظ کلام پاک تھے۔ والد صاحب کی وفات کے بعد آپ متولی خانقاہ اور سجادہ نشین بنے۔ مسندِ سجادگی کو ساٹھ سال تک زینت بخشی۔ آپ نہایت متدین اور منتظم تھے۔

۱۸۴۴ء میں بعہد راجہ دلیپ سنگھ میں راجہ سوچیت سنگھ وزارت کا دعویدار ہوا کیونکہ اس کے خیال میں راجہ ہیرا سنگھ پسر راجہ دھیان سنگھ اس کے نااہل تھا چنانچہ وہ جموں سے فوج لے کر آیا۔ دریائے راوی کو رات کے وقت عبور کیا اور دربار میاں وڈا کی خانقاہ میں ٹھہرا اس وقت اس کے ساتھ ۱۵۰ سکھ تھے۔ ان میں رائے کیسری سنگھ اور دیوان بھیم سین بھی تھے میاں شرف دین ان کے پاس گئے نذرانہ پیش کیا اور کہا کہ یہ جگہ جنگ کے لئے درست نہیں ہے۔ مگر وہ نہ مانا جب راجہ ہیرا سنگھ کو قلعہ میں خبر ہوئی تو وہ فوج لے کر حملہ آور ہوا اور سب کو قتل کر دیا۔ اس افراتفری میں خانقاہ کا بہت نقصان ہوا اور کئی درویش مارے گئے۔ بڑی مسجد آپ کے زمانہ حیات میں تعمیر ہوئی جس میں آپ کے فرزند میاں احمد دین کا کافی تعاون تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ خود بھی آپ کے زمانہ حیات میں خانقاہ میں حاضر ہو کر نذرانہ پیش کیا کرتا تھا۔

وفات ۱۵ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء عہد ملکہ وکٹوریہ میں ہوئی۔ اس وقت گورنر لاہور سر رابرٹ منٹگمری تھا۔ آپ کا مزار حضرت میاں وڈا کے مزار سے جانب غرب نشیب میں واقع ہے۔

۳۸۶۔ حضرت حافظ میاں احمد دین سہروردیؒ

حضرت میاں شرف الدین سہروردی کے نامور اکلوتے فرزند تھے۔ والد معظم کے وصال کے بعد خانقاہ عالیہ سہروردیہ حضرت میاں وڈا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے منتظم، سجادہ نشین اور متولی بنے۔ حافظ قرآن مجید تھے۔ ۲۷ سال تک دربار کی نگرانی کرتے رہے اور اس کا وقار بحال کرنے میں مکمل طور پر منہمک رہے۔

مصنف تحقیقات چشتی مولوی نور احمد چشتی لکھتا ہے کہ

"اس زمانہ میں میاں احمد دین سجادہ نشین بنے اور درس پڑھاتے رہے۔ کافی درویش ۔۔۔ جن کو نان پارچہ یہاں سے ہی ملتا ہے" رائے بہادر کنہیا لال مؤلف تاریخ لاہور لکھتا ہے کہ "میاں احمد دین کے وقت رونق مدرسہ کی دو چنداں ہو گئی تقریباً دو سو اندھا لنگڑا۔ اپاہج درویش اس خانقاہ سے پرورش پاتے ہیں اور تعلیم قرآن کی سب کو ہوتی ہے۔ اندھوں کو قرآن حفظ کرایا جاتا ہے۔"

کہا جاتا ہے کہ آپ کے زمانہ تک مسلسل جنات درس کے طالب علم رہے۔ یہ سلسلہ حضرت میاں وڈا سے شروع ہوا تھا۔ ان جنوں کے کئی کارنامے آج تک زبان زدِ خلائق ہیں۔ درس میں آپ نے تقریباً چار کنال رقبہ میں ایک بڑی حویلی بھی تعمیر کرائی تھی جس کی جگہ اب مکانات تعمیر ہو چکے ہیں۔ مسجد کے علاوہ آپ کے زمانہ میں لنگر خانہ۔ حجرے اور بڑی چار دیواری کی تعمیر ہوئی۔ اس کے علاوہ حضرت میاں وڈا کے مزار کے جانب شمال بارہ دری کی تعمیر بھی آپ نے ہی کی تھی۔ مصنف تحقیقات چشتی مولوی نور احمد چشتی۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری اور رائے بہادر کنہیا لال مؤلف تاریخ لاہور اور لاہور ہی کے دیگر نامور علماء و فضلاء سے آپ کی ملاقات رہی ہے۔

وفات ۱۵ ربیع الاوّل بروز سہ شنبہ ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۸ء ہے۔ اس زمانہ میں گورنر لاہور سر جیمز برڈ وڈ لائیل تھا۔ صاحبزدگان میں میاں محمد عظیم المتوفی ۱۸۹۲ء۔ میاں امام الدین المتوفی ۱۸۹۱ء۔ میاں غلام محمد المتوفی ۱۸۹۴ء اور سائیں محمد دین المتوفی ۱۹۰۹ء تھے۔ حافظ احمد دین کا مرقد حضرت میاں وڈا کے مزار سے جانب مغرب نشیب میں واقع ہے۔

حافظ میاں احمد دین دن کو درس میاں وڈا میں درس و تدریس میں مشغول رہتے نیز لنگر کا خیال رکھتے اور رات کو اندرون شہر قیام فرماتے۔ اندرون شہر آپ کے دو جگہ مکانات تھے۔

(۱) نیا بازار۔ کوچہ دوگراں اندرون شاہ عالمی دروازہ۔ اس مکان میں آپ کے اہل و عیال رہتے تھے اس محلہ میں آپ نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی۔ (۲) اندرون موچی دروازہ مسجد محمد صالح کمبوہ سے آگے اکبری منڈی کو جاتے ہوئے تھوڑے ہی فاصلے پہ واقع تھا جو آپ کے والدِ گرامی کے سسرال کا تھا مگر عمر کے آخری حصہ میں آپ نے اپنی مستقل رہائش درس میاں وڈا

میں ہی کر لی تھی۔ آپ کے معاصر بزرگان لاہور میں پیر نظام الدین بودیانوالہ گیلانیؒ۔ مولوی جان محمد لاہوریؒ۔ مولینا غلام محی الدین بگویؒ۔ حافظ ولی اللہ۔ مولوی محمد دینؒ فوقی۔ فقیر تاج شاہ مجذوبؒ شیخ محمود شاہ نقشبندیؒ۔ سید چراغ علی چشتیؒ اور مولانا غلام قادر بھیرویؒ وغیرہ معروف ہستیاں تھیں۔

آپ کی حیات میں ہی مورخین لاہور نے تاریخ صوفیاء و علماء لاہور پر شاندار کام کیا اور انہوں نے تاریخ لاہور کا سنہری باب لکھا۔ ان لوگوں میں مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقات چشتی۔ مفتی غلام سرور لاہوری صاحب خزینۃ الاصفیاء و حدیقۃ الاولیاء۔ رائے بہادر کنہیا لال مؤلف تاریخ پنجاب اور تاریخ لاہور اور شمس العلماء خان بہادر سید محمد لطیف نہایت نامور ہستیاں گذری ہیں۔ مسٹر جے ایچ تھارنٹن جس نے ۱۸۶۰ء میں "اولڈ لاہور" قدیم لاہور لکھا تھا بھی اسی زمانہ کی یادگار تھا۔

مزید حالات کی تفصیل کے لئے میرا مقالہ "حافظ میاں احمد دین سہروردی" مطالعہ فرمائیں۔

۳۸۷۔ حضرت مفتی غلام سرور لاہوری سہروردیؒ

آپ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۳۸ء عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ میں اپنے آبائی محلہ کوچی مفتیاں اندرون موچی دروازہ لاہور مفتی حکیم غلام محمد کے گھر تولد ہوئے۔ سلسلہ سہروردیہ میں انہیں سے بیعت تھے جب ذرا ہوش سنبھالا تو مولانا غلام اللہ فاضل لاہوریؒ کے مدرسہ واقع مسجد موراں پاپڑ منڈی میں داخلہ لیا اور ان سے علوم تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ ادب۔ صرف و نحو معانی و منطق۔ اصول و فروع اور تاریخ و لغت کی تکمیل کی۔

آپ نے تمام زندگی تصنیف و تالیف میں گزری۔ البتہ ابتدائی زندگی میں کچھ حصہ ملازمت میں بھی گزرا۔ کچھ عرصہ سردار بھگوان سنگھ رئیس لاہور کی جائیداد کے مہتمم رہے پھر رائے بہادر کنہیا لال ایگزیکٹو انجینئر لاہور ڈویژن کے ساتھ کام کرتے رہے مگر ازاں بعد ملازمت ترک کر دی اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے اور ساری عمر اس مقصد کی تکمیل میں بسر کر دی۔ تاریخ کا مطالعہ نہایت وسیع ہے۔

دیوان اجودھیا پرشاد کے لڑکے پنڈت بیج ناتھ۔ فقیر نور الدین کے لڑکے فقیر

شمس الدین اور ڈاکٹر لائیٹز رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی نے کئی بار کوشش کی کہ آپ سرکاری ملازمت اختیار کرلیں اور آپ کو قائل کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے نہ ہی آپ نے کوئی خطاب حاصل کیا اور نہ کسی جاگیر کا لالچ کیا۔ جب کرنل ہالرائیڈ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب نے ایک ادبی تحریک شروع کی اور اس میں شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد۔ شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی شریک ہوئے تو آپ اس میں بھی شامل نہ ہوئے کیونکہ آپ انگریز کی سرپرستی سے آزاد رہنا چاہتے تھے۔ اتنے لائق فائق ہونے کے باوجود پنجاب یونیورسٹی کے آنریری فیلو کا منصب بھی قبول نہ کیا۔

۱۸۸۴ء کا سال نہایت مبارک تھا کہ اسی سال تاریخ لاہور مرتب ہوئی۔ اس سال سرسید احمد خاں علی گڑھ کالج کے لئے چندہ اور مالی امداد لینے کے لئے لاہور آئے۔ یہاں موچی دروازہ کے باہر سرکلر روڈ پر خان بہادر ڈپٹی محمد برکت علی خاں کی کوٹھی میں ٹھہرے اور یہیں آپ سے ملاقات ہوئی۔ سید صاحب نے کچھ کام آپ کے سپرد کرنا چاہا مگر آپ نے تصنیف و تالیف کا عُذر پیش کیا۔

نہایت شگفتہ مزاج اور مرنجان مرنج بزرگ تھے عشقِ رسولؐ میں ساری عمر گزاری صحابہ کرامؓ۔ بزرگانِ دین اور اولیائے عظام سے بے حد عقیدت و محبت تھی اور غوث پاک حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ سے بے پناہ ارادت تھی۔ "دیوان سروری" مکمل آپ کی ہی منقبت میں لکھا ہے "گلدستہ کرامات" بھی آنجنابؒ کے مناقب میں ہے اس میں کل اکیانوے مناقب ہیں کیونکہ آنحضرتؒ کی عمر شریف اکیانوے سال تھی:

تصنیفات: آپ کی اکیس کے قریب تصنیفات ہیں۔

۱۔ **خزینۃ الاصفیاء:**۔ فارسی زبان میں یہ ضخیم تذکرہ دو جلدوں میں ۱۱۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ "المعارف" نے اس کا اُردو ترجمہ بھی شائع کیا ہے۔ یہ عظیم تذکرہ ۱۱۰۰ بزرگانِ دین کے حالات میں ہے۔

۲۔ **حدیقۃ الاولیاء:** اردو نثر میں بزرگانِ دین کا نہایت اہم تذکرہ ہے۔ یہ پنجاب کے اولیائے کرام کا ایک مبسوط تذکرہ ہے۔ المعارف لاہور نے ۱۹۷۶ء میں شائع کرایا ہے۔

۳- مدینۃ الاولیاء: اردو نظم و نثر کی یہ کتاب ۱۲۸۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ اولیائے کرام کے حالات پر مشتمل ہے۔ چار سال میں مکمل ہوئی۔ اب نایاب ہے۔

۴- تاریخ مخزنِ پنجاب: پنجاب کی یہ تاریخ ایک اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے اس میں پنجاب کے شہروں، قصبوں، دریاؤں، پہاڑوں اور اہم مقامات و دیہات کے حالات لکھے گئے ہیں۔ نہایت مستند کتاب ہے۔ مفتی تاج الدین لاہوری کو بھی اس کام کے لئے گورنمنٹ نے مقرر کیا تھا مگر ان کا کام قبولیت حاصل نہ کر سکا۔

۵- گنجینۂ سروری معروف باسم تاریخی گنج تاریخ: کتاب نظم و نثر فارسی میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لے کر اپنے زمانہ تک خلفائے راشدین صحابہ کرام۔ خلفائے بنو امیہ خلفائے بنو عباس۔ سلاطین اسلام۔ اولیائے کرام و صوفیائے عظام کی ولادت اور وفات کی تاریخیں لکھیں ہیں۔

۶- بہارستان تاریخ معروف بہ گلزار شاہی: یہ ہندوستان کی تاریخ ہے جس میں راجگان اور مسلمان سلاطین کے حالات درج ہیں۔

اس کے علاوہ گلدستۂ کرامات ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۱ء۔ دیوانِ سروری۔ مناقب غوثیہ تحفۃ الابرار۔ احوال الآخرت۔ مخزنِ حکمت۔ تحفہ سروری۔ اخلاق سروری۔ دیوانِ حمد ایزدی۔ دیوان نعت سرور۔ لغات سروری۔ انشائے یادگار ایزدی۔ جامع اللغات۔ کلیات نعت سرور بہت مشہور ہیں۔

۱۸۹۰ء میں اپنے حقیقی برادر زادہ مفتی جلال الدین کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے پہلے خواجۂ خواجگان معین الدین والملت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مرقد منور پر حاضری دی۔ چندے یہاں قیام کیا۔ دیوان صاحب سجادہ نشین سے ملاقات کی پھر بمبئی پہنچے اور وہاں سے عازم عرب ہوئے۔ حج کے بعد ۲۰ ذی الحجہ کو مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور ساتویں منزل کے قریب جمعرات کے روز ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۸۹۰ء کو ہیضہ کی وبا سے انتقال کر گئے لہٰذا آپ کو مضافات جنگ بدر منزل بیر بالا حسانی میں دفن کیا گیا۔ مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اولاد میں چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔

۳۸۸۔ حضرت حافظ امام الدین سہروردیؒ

آپ حافظ احمد دین سہروردی کے فرزند تھے۔ گوشہ نشین۔ خلوت پسند۔ آزاد منش بزرگ تھے۔ صاحبزادہ میاں محمد شفیع لکھتے ہیں کہ "فی المثل اگر روئے زمین کا بادشاہ بھی آپ کے رُوبرُو آتا تو اس کی پرواہ نہ کرتے" چھوٹے چھوٹے بچوں سے پیار کرتے تھے اور ان کی دلداری میں کوشاں رہتے تھے۔ حافظِ قرآنِ مجید تھے۔ اراضیات کی دیکھ بھال بھی آپ کے ذمہ تھی وفات بروز جمعہ ۵ جمادی الآخر ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۱ء ہوئی۔ آپ کے ایک صاحبزادے حافظ محمد صالح تھے جو ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء عین عالم شباب لاولد وفات پا گئے۔ دوسرے صاحبزادے حافظ محمد خلیل سہروردی تھے جو بعد ازاں سجادہ نشین درگاہ عالیہ سہروردیہ بنے۔ مزار اپنے بزرگان کے پاس ہے۔

۳۸۹۔ حضرت حافظ میاں محمد عظیم سہروردیؒ

حضرت میاں احمد دین سہروردیؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ سجادہ نشینوں میں سے تھے۔ ۵ سال تک مسندِ تدریس کی ذمہ داری ان کے سپرد رہی۔ نہایت ہر دلعزیز، ملنسار اور خوش اخلاق بزرگ تھے خرید و فروخت اور دیگر خاندانی امور کی نگرانی آپ کے ذمہ تھی لاولد رہے۔

تاریخ وفات ۱۲ جمادی الاول ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء ہے۔ آپ کا مزار اپنے والد ماجد کے پاس اپنے داداجان اور والد صاحب کی قبور کے درمیان واقع ہے۔

۳۹۰۔ حضرت حافظ حاجی غلام محمد سہروردیؒ

اپنے والد بزرگوار میاں احمد دین سہروردی کے وصال کے بعد درسِ قرآن مجید و حدیث و فقہ کی خدمت آپ کو تفویض تھی۔ تمام عمر درس و تدریس میں مصروفِ عمل رہے۔ آپ اس

خوش الحانی اور ترتیل و تجوید کے ساتھ کلام پاک تلاوت فرماتے کہ سامعین عش عش کر اُٹھتے۔
اور دادِ تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکتے۔ آخیر عمر تک درس و تدریس کی خدمت سرانجام دیتے رہے
تاریخ وفات ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء ہے آپ کی قبر بھی اپنے بھائی حافظ میاں
امام الدین کے ساتھ ہے۔

حافظ محمد شفیع آپ کے صاحبزادے تھے جنہوں نے "سوانح عمری حضرت میاں وڈا"
تالیف کی تھی۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ ۱۔ حاجی حافظ محمد شفیع المتوفی ۱۳۲۷ھ مطابق
۱۹۰۹ء۔ ۲۔ حافظ محمد حفیظ۔ ۳۔ حافظ محمد حنیف جوانی میں لاولد فوت ہوئے۔

حافظ محمد شفیع کے دو صاحبزادے میاں محمد رفیع اور میاں محمد شریف ہیں۔

حافظ محمد حفیظ کے یہ فرزند تھے۔ ۱۔ حافظ عطا محمد۔ ۲۔ حافظ فتح محمد۔
۳۔ میاں عبدالرشید۔ ۴۔ میاں نذر محمد۔ ۵۔ میاں محمد یوسف۔

۳۹۱۔ حضرت حافظ حاجی میاں محمد دین سہروردیؒ

آپ حضرت میاں احمد دین سہروردی کے صاحبزادے تھے۔ حافظِ قرآن پاک تھے
۱۸ سال تک درس و تدریس کی نگرانی ان کو تفویض رہی۔

لکھا ہے کہ آپ مسندِ آرائے ہدایت و ارشاد تھے۔ اور سالکانِ طریقت کی تعلیم و طالبان
معرفت کی تربیت میں شب و روز مشغول رہتے تھے۔ زہد و ورع و اتقا میں بے نظیر تھے
آپ کی کرامات و خوارق حیطۂ شمار سے افزوں تر ہیں۔ مؤلف کتاب اسرار التصوف حکیم احمد علیخاں
نے آپ کی کئی ایک کرامات تحریر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک ولی کامل اور
مستجاب الدعوات تھے۔ عبادت و ریاضت کی یہ کیفیت تھی کہ شب و روز یاد الٰہی و ذکر و شغل
میں مصروف رہتے تھے اور ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہتے تھے۔ یوں تو درویشوں کے لئے لنگر
ہر وقت موجود رہتا تھا مگر آپ کی ذات خاص سے بھی خفیہ طور پر بے شمار ضعیفوں اور مساکین
کو فائدہ پہنچتا تھا۔

آپ کا وصال ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں ہوا۔ آنجناب کا مقبرہ

مسجد حضرت میاں وڈا سے جانب جنوب ہے۔ مقبرہ کے چاروں اطراف میں غلام گردشیں ہیں اور درمیان میں ایک وسیع و عریض کمرہ میں آپ کی قبر ہے جس پر عالیشان گنبد ہے۔ قبر سطح زمین سے کافی اونچی ہے اور اس کے اردگرد لکڑی کا پنجرہ ہے۔ قبر پر ہر وقت سبز غلاف پڑا رہتا ہے۔ اندرون گنبد نقش و نگار ہیں۔ مقبرہ کی عمارت آپ نے اپنی حیات ہی میں بنائی تھی۔ تعمیر ۱۸۸۵ء میں شروع کرائی گئی تھی۔ حافظ محمد عبداللہ آپ کے صاحبزادے تھے جن کے لڑکے میاں عبدالحمید اور میاں عبدالمجید ہیں۔ قبر کے نیچے ایک تہہ خانہ بھی ہے۔ حافظ محمد دین صاحب نے اپنی حین حیات تہہ خانہ میں اپنے لئے قبر بنوائی تھی جس میں بیشتر وقت آپ تلاوت قرآن پاک اور عبادت کیا کرتے تھے۔ مقبرہ کا سنگ بنیاد آپ کے والد مکرم حضرت حافظ احمد دین سہروردی نے رکھا تھا۔ مولوی فقیر اللہ تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے اس کی تاریخ تعمیر یوں لکھی ہے۔

شکر قبہ بہ فضل رحمانی گشت تعمیر حجرۂ لاثانی
کرد تعمیر آں محمد دین خلف احمد الدین نورانی
ہاتفم گفت سال آں با زیب شد سنا رکن کعبۂ لاثانی

۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۶ء

۳۹۲۔ حضرت حافظ میاں محمد خلیل سہروردی

آپ حضرت حافظ میاں امام الدین سہروردی المتوفی ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء کے فرزند ارجمند تھے۔ ولادت ۱۸۷۸ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت یہیں حاصل کی۔ سلسلہ سہروردیہ میں بیعت اپنے والد مکرم سے تھی۔ انہوں نے خانقاہ کی عمارت میں کئی اضافے کئے۔ ۱۶ سال تک درس کا انتظام بھی ان کے سپرد تھا۔ حافظ حاجی سائیں محمد دین کی وفات کے بعد آپ سجادہ نشین و متولی خانقاہ مقرر ہوئے۔ حج و زیارات حرمین الشریفین ۱۹۱۴ء میں کیا اپنے زمانہ میں پراونشل درباری بھی تھے۔

وفات ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۳ء بعمر ۴۵ سال ہوئی۔ آپ کی قبر اپنے والد مکرم کی پائینتی کی طرف ہے۔

موجودہ صورت میں آپ کے صاحبزادے میاں نذیر احمد سجادہ نشین و متولی ہیں۔ خانقاہ

معلّی (تھڑہ) کے اوپر بارہ دری کی تعمیرِ نو آپ نے ہی کی ہے۔ اِس کے علاوہ مسجد سے جانب شرق لمبا ویارنڈا بھی آپ کا ہی تعمیر کردہ ہے۔ خانقاہِ معلّی کے تھڑے کے اُوپر وجانب غرب کی بارہ دری بھی آپ کی ہی بنا شدہ ہے۔ درس کی ذمہ داری ۱۹۲۳ء سے آپ کے ہی سپرد تھی۔ حضرت میاں نذر احمد صاحب کی پیدائش ۱۹۰۷ء کی ہے۔ اس وقت تک آپ تقریباً سات آٹھ مرتبہ حرمین الشریفین کی زیارات و حج کیلئے تشریف لے گئے ۱۹۷۶ء میں وفات پا گئے ہیں۔

۳۹۲۔ حضرت صُوفی قلندر علی سُہروردیؒ

خاندان: آپ موضع کوٹلی لوہاراں کے گیلانی سادات کے چشم وچراغ تھے۔ سلسلہ نسب سیدنا حضرت ابوالحسنؒ قاری شاہ بدیع الدین آغا شہید اور حضرت ابو بکر عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے واسطوں سے محبوب سبحانی غوث صمدانی سید عبدالقادر جیلانیؒ تک جاملتا ہے۔

چار برس کی عمر سے ہی ابتدائی تعلیم شروع کی۔ آٹھ سال کی عمر میں سر سے سایۂ پدری اُٹھ گیا مگر انتہائی غیر مساعد حالات کے باوجود آپ نے اپنا سلسلہ تعلیم و تدریس جاری کیا۔

تعلیم و تربیت: عالم تعلیم مڈل تک تھی لیکن بچپن سے ہی دینی تعلیم کی طرف رجوع نے آپ کو مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کی تلقین کی چنانچہ آپ دیوبند میں ایک رات قیام کے بعد بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں آپ کا قیام تقریباً اڑھائی برس رہا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، قانون اور کلام کی تعلیم آپ نے حاصل کی وہاں سے ہی آپ کو شوق پیدا ہوا کہ اپنا کوئی رہبر طریقت ہونا چاہیئے چنانچہ آپ اس کی تلاش میں گولڑہ شریف میں پیر مہر علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے مختصر قیام کے بعد آپ حیات گڑھ ضلع گجرات تشریف لائے اور حضرت میاں غلام محمد صاحب سہروردی کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ان سے بیعت سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں کی اور خلافت حاصل کی اور اپنے وطن مالوف کوٹلی لوہاراں واپس چلے گئے۔ آنجناب نے حضرت میاں شیر محمد صاحب نقشبندی شرقپوری سے بھی استفادہ فرمایا تھا۔

لاہور میں آمد اور قیام: آپ اپنے وطن کوٹلی لوہاراں مشرقی سے جو کہ سیالکوٹ سے

نو میل کے فاصلے پر ہے۔ تشریف لائے اور اپنے ایک پیر بھائی عبدالعزیز صاحب محلہ اُدیاں قلعہ گوجر سنگھ کے پاس قیام کیا جو کہ محکمہ دستکاری میں افسر تھے۔ یہاں آپ مختلف اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دیتے رہے بالخصوص حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ اور شیخ حسنو تیلی سہروردی اولیائے عظام کے مزارات پر آپ بالخصوص حاضری دیا کرتے تھے جن میں حضرت قطب عالم سید عبدالجلیل چوہڑ بندگی سہروردی شیخ موسیٰ آہنگر سہروردی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

خطابت جامع مسجد حضرت شاہ ابوالمعالی: کچھ عرصہ بعد آپ نے جامع مسجد حضرت شاہ ابوالمعالی قادریؒ لاہوری میں خطابت اور امامت کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے وعظِ دلپذیر سے بے شمار خلقت حاضر ہونے لگی۔ یہ ناچیز بھی خطبہ میں آپ کے کلامِ معجز بیان سے بے حد متاثر ہوتا تھا۔ اور آپ سے ربط و ضبط بھی رہا۔

اپنا ذاتی مکان: اس دوران آپ نے اپنے پیر و مرشد بابا جی کے فرمان کے مطابق محلہ اُدیاں قلعہ گوجر سنگھ میں تھوڑی سی اراضی خرید کر اپنا ذاتی مکان بنایا اور یہاں پر خطابت و امامت چھوڑ کر تصوّف اور طریقت کی طرف مائل ہوئے چونکہ گزشتہ صدی سے سہروردیہ طریقے کا لاہور میں کوئی عروج نہیں تھا۔ اس لئے آپ نے اس سلسلہ کی ترویج و تبلیغ میں بے پناہ کوشش کی اور اس میں آپ نے نمایاں طور پر کامیابی حاصل کی۔ اس طرح آپ نے چند سال مزید گزارے اور مسجد چوہدریاں قلعہ گوجر سنگھ میں دوبارہ خطابت شروع کر دی۔ یہاں بھی لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگنے شروع ہو گئے اور بے پناہ خلقت نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کئے۔

نمونہ تحریر: چونکہ آپ نے بے شمار کتب تصنیف فرمائی تھیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تحریر کا بھی نمونہ دے دیا جائے کیونکہ آپ کی کتب کی اشاعت عام نہیں ہے بلکہ خلفاء اور مریدین تک ہی محدود ہے۔ بازار میں آپ کی کتب نہیں بکتیں۔ "جمال الٰہی" میں اسماء الحسنیٰ کے زیر عنوان "الکریم" کے زیر تحت لکھتے ہیں۔

"کریم کرم سے ہے۔ کرم کے معنی جود و سخا اور انتہائی عزت و عظمت کے ہیں۔ اہلِ زبان کے محاورہ میں صفت کریم پر یوں اطلاق ہوتا ہے کہ وعدہ میں وفا۔ باوجود قدرت و طاقت کے عفو۔ عیب دیکھنے پر بھی پردہ پوشی اور گناہ معلوم ہونے پر درگزر کرنا۔

اللہ تعالیٰ کریم ہے اور جملہ معانی کے اعتبار سے کریم ہے۔ رسولِ کریم علیہ السلام کا مبعوث فرمانا۔ قرآنِ کریم کا نزول اجرِ کریم کا عطا کیا جانا۔ مدخلِ کریم کا داخلہ۔ رزقِ کریم کی ارزانی۔ تمام تر مخلوق پہ نوال و کرم کی بارش۔ اس کی شانِ کریمی میں داخل ہے۔ وہی حقیقتاً مالک جود و کرم، جوادِ مطلق اور غنی۔ جوادِ مطلق اور غنی برحق ہے جو امید سے زیادہ عطا فرما کر امیدوار کو سرفرازی بخشتا ہے"

"جمالِ رسول" صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو ۴۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسمار شافیہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریح کے زیرِ عنوان محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیر تحت لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت دی ہے کہ آپ کے اسمار کے ضمن میں آپ کی تعریف فرمائی ہے آپ کے ذکر کے اثنا میں آپ کے بڑے شکر کا ذکر مخفی رکھا ہے۔ اس اسم شریف میں جو بروزن مفعّل ہے کثرت حمد میں مبالغہ ہے یعنی حضور حمد کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر ہیں اور ان سب سے افضل ہیں جن کی تعریف کی جاتی ہے اس لئے کائنات کا ذرہ ذرہ آج تک حضور کا ثناگستر و مدح خواں ہے اور ان کے پیارے نام کی نوبت شاہانہ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ مساجد کے بلند ترین میناروں سے سامعہ نواز ہے اور قیامت کے دن بھی حمد کا جھنڈا حضور کے ہاتھ میں ہوگا تاکہ کمالِ حمد آپ کے لئے پورا ہو۔ اس میدان میں آپ حمد کی صفت سے مشہور ہو جائیں آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پہ اٹھائے گا اس مقام میں آپ سب کی شفاعت فرمائیں گے اور آپ پر تعریفوں کے وہ دروازے کھلیں گے جو کسی پہ نہ کھلے ہوں اور نہ کھولے جائیں گے۔

ایک تیسری کتاب "سیاحِ لامکان" میں لیلۃ الاسرار میں مقام ادائیگی اور انتخاب سواری کے زیرِ عنوان تحریر فرماتے ہیں۔

"جس قادر قیوم نے آسمانوں کو بے ستون اور زمین کو بے میخ قیام بخشا جس نے قطرۂ آب کو اشرف المخلوقات پیدا کیا جس نے خون کو پستانِ مادر میں شیر شیریں بنایا جس نے پشہ سے لشکرِ نمرود کو ہلاک کیا جس نے طیرِ ابابیل سے اصحابِ فیل کو مروایا جس نے کشتیِ نوح کو طوفان سے نجات دی جس نے دریائے نیل سے موسیٰ کو پار لگایا اور فرعون کو غرق کیا جس نے بھڑکتی آگ کو خلیل ؑ پر گلزار کیا جس نے یونس کو بطنِ حوت میں سمندر کی سیر کرائی جس نے شاہ سکندر ذوالقرنین کو مشرق و

مغرب کی زمین دکھائی جس نے تختِ سلیمانؑ کو ہوا میں معلق کیا جس نے داؤدؑ کے ہاتھ میں لوہے کو موم کر دیا جس نے موسیٰؑ کو کلیم بنا کر جبلِ طور پر بلایا جس نے عیسیٰؑ کو چرخِ چہارم پر اٹھایا جس نے بلعم بن بعور کو نارِ دوزخ میں جلایا اور ساحرانِ فرعون کو معہ آسیہ کے جنت میں پہنچایا۔ وہی اب سبحانی ذاتِ پاک معبود اپنے بندے محبوب و مقبول بندے ممتاز و مختار بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بعض حصۂ رات میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور سدرہ سے عرشِ عظیم تک اور وہاں سے لامکاں تک مع الجسم لے گیا سوتے کو جگا کر لے گیا شان و احترام سے لے گیا۔ خانۂ ام ہانیؓ سے لے گیا۔ بیت الحرام میں لے گیا۔ شبِ دوشنبہ میں میں ستائیسویں رجب شریف کو قربِ خاص میں لے گیا اور قرآن شاہد ہے کہ سرکارِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کا رب عالمِ بالا پر لے گیا۔

ملاحظہ فرمادیں آپ کے کلام معجزہ بیان میں کس قدر شیرینی اور حلاوت ہے جو لکھنے والے کی علمیت، قابلیت اور سلجھے ہوئے طرزِ بیان کی ترجمانی کرتی ہے نیز معلوم ہوتا ہے کہ یہ کس عالم باعمل صوفی کی تحریر ہے جو خود شریعت کے رموز کو جانتا ہے اور دوسروں کو بتانا بھی جانتا ہے۔

خلفائے نامدار: آپ نے اپنے مشن کی مکمل رہنمائی کی اور سلسلہ سہروردیہ کی ترویج میں بڑا حصہ لیا۔ آپ کے ہزاروں کی تعداد میں مرید ہیں جن میں سے صوفی مولوی سعید احمد سہروردی مرحوم۔ صوفی فیروز الدین مرتگ۔ محمد اقبال حمید کراچی۔

چوہدری محمد شفیع لائل پور۔ بٹالہ کالونی۔ مرزا غلام محی الدین سہروردی مرحوم۔ حاجی معراج الدین سمسانی ہنجر والی۔ مولوی غلام نبی سہروردی خطیب جامع مسجد گوجرہ بہت ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے مریدین میں حاجی یوسف علی سہروردی گڑھی شاہو۔ اس سلسلہ کے مبلغ ہیں۔ ریاض صاحب کا اسم گرامی آپ کے محبّ شاعروں میں شمار ہوتا ہے۔

اولاد: آپ کی اولاد کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ سید فیض احمد سہروردی۔

۲۔ سید فیاض احمد سہروردی

۳۔ صاحبزادہ سید امتیاز احمد تاج سہروردی۔

۴۔ سید اعجاز احمد سہروردی۔

۵۔ سید سجاد احمد سہروردی۔

اس کے علاوہ آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔

وفات: آپ کی وفات حسرت آیات آنجناب کے آبائی مکان محلہ آدریاں میں ہوئی۔ بخار ہوا تھا مگر اتر گیا بعد میں کمزوری کافی تھی چنانچہ آخری چہار شنبہ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۵۸ء کو وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی پہلے کچھ اصحاب کا خیال تھا کہ قبرستان حضرت بیبیاں پاکدامناں (محمد نگر) میں دفن کیا جائے۔ قبر بھی کھد گئی تھی مگر حاجی معراج دین سہروردی ساکن ہنجروال کے اصرار پر میت ہنجروال لے جائی گئی اور وہاں ہی دفن کئے گئے۔ نماز جنازہ پولیس لائنز قلعہ گوجر سنگھ لاہور کی گراؤنڈ میں ادا کی گئی جو ابوالبرکات سید احمد قادری مدظلہ العالی صدر مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان نے ادا کی۔ نماز جنازہ میں بے پناہ خلقت تھی۔

تصنیفات: آپ نے بہت سی تصنیفات چھوڑی ہیں جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:۔

جمالِ الٰہی۔ جمال رسولؐ۔ الفقر فخری۔ موعظۃ المتقین۔ سیاحِ لامکاں۔ دعوت الحنیفہ پردۂ نسواں۔ حلیتہ النبیؐ۔ لباس التقویٰ۔ رسالہ علم غیب۔ قمیضِ یوسفی۔ تذکرۂ سہروردیہ تعارف سہروردیہ۔ انوار سہروردیہ۔ صحیفہ غوثیہ۔ میلاد الرسولؐ۔ شعبان المعظم۔ کتاب الصوم صوتِ ہادیؐ۔ اسلامی عورت۔ زکوٰۃ کا اسلامی نظام۔ شرح قصیدہ غوثیہ۔

اس کے علاوہ "نور مستور" کا مسودہ بھی تیار تھا جو اشاعت پذیر نہیں ہو سکا اور وہ صاحبزادہ سید امتیاز احمد سہروردی کے پاس محفوظ ہے۔ ماہنامہ رسالہ "الفاطمہ" بھی آپ کی زیرِ ادارت نکلا تھا جن ایام میں کہ آپ حضرت شاہ ابوالمعالی قادریؒ کی مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ فارسی اور اُردو کے بہترین شاعر بھی تھے۔

مقبرہ: مقبرہ ہنجروال برلب سڑک ملتان روڈ ساتویں میل پر واقع ہے جو کہ ابھی زیر تعمیر ہے۔ گنبد بہت بڑا ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ساٹھ ہزار روپیہ خرچ ہو چکا ہے روپیہ آپ کے خلفاء اور مریدین وغیرہ خرچ کر رہے ہیں۔ سنگ بنیاد ۶ جون ۱۹۶۲ء کو

صاحبزادگان حضرت صوفی قلندر علی صاحبؒ سہروردی نے رکھا۔

۴۹۴۔ حضرت پیر غلام دستگیر نامیؒ سہروردی

آپ کی ولادت ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں رتہ پیراں ضلع شیخوپورہ میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام پیر حامد شاہؒ تھا۔ ولادت اپنے نانا پیر غلام محی الدین شاہؒ کے گھر ہوئی۔ پھر لاہور اپنے والد کے ساتھ چلے آئے اور محلّہ چہل بیبیاں اندرون موچی دروازہ والے مکان میں رہائش اختیار کی جہاں سید احمد توختہ ترمذی کا مرقدِ منور ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت مسجد مُلّا مجید میں مولانا محمد بخش بلبل برادرِ اکبر مولانا غلام دستگیر ہاشمی سے حاصل کی پھر پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور کے نانا محمد نجم الدین اور مولانا اصغر علی روحی سے بھی اکتسابِ فیض کیا بعدازاں تلاشِ معاش کے سلسلہ میں ملازمت اختیار کر لی اور ۱۹۲۶ء میں محکمہ تعلیم سے فارغ ہوئے۔

شعر گوئی آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔ علامہ اصغر علی روحی کو بھی کلام دکھایا۔ نعت۔ منقبت کے علاوہ تاریخ گوئی میں آپ مہارتِ تامہ رکھتے تھے اور ہزاروں تاریخیں کہیں۔

تصنیفات میں "تاریخ جلیلہ" کو بہت شہرت حاصل ہوئی اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ تاریخ مدینہ منورہ بزرگانِ لاہور۔ تاریخ مکہ معظمہ۔ تذکرہ حضرت امام اعظمؒ۔ حیات حضرت میاں میرؒ لاہوری۔ حیات گنج بخش لاہوریؒ۔ حیات معین الدین چشتیؒ۔ حیات حضرت امیر معاویہؓ۔ حیات شاہ محمد غوث لاہوریؒ۔ حیات شاہ ابوالمعالی لاہوریؒ۔ سوانح غازی علم الدین شہیدؒ۔

جو نادر کتابیں آپؒ نے شائع کرائیں ان میں دیوان قلندر شاہ (فارسی) از پیر قلندر شاہؒ مثنوی مراد العاشقین (فارسی) از پیر مراد شاہؒ۔ اذکار قلندری (فارسی) از پیر فرخ بخش فرحت گلزار (فارسی)۔ دیوان سلطان حمید الدین حاکم (فارسی) نامہ مراد (اردو) از پیر مراد شاہؒ قصائدِ قلندری (فارسی اردو) از پیر قلندر شاہؒ۔ تذکرہ قطبیہ (فارسی) از جمال الدین ابوبکرؒ مامریداں (فارسی) از پیر مراد شاہ سہروردی وغیرہ۔

آپ کی تصنیفات۔ تالیفات اور تراجم کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے آپ نے تاریخ لاہور پہ بھی بڑا کام کیا بالخصوص اپنے بزرگان کے کارناموں اور ان کی علمی خدمات کا مفصل تذکرہ لکھا۔ آپ کی ذاتی لائبریری میں نہایت نادر و نایاب کتب تھیں جن میں بہت سے مخطوطات بھی تھے جن میں سے کچھ کو آپ نے نہایت اہتمام سے شائع کرا کے ان کو محفوظ کر دیا۔

وفات ۷، رجب المرجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۶، دسمبر ۱۹۶۱ء کو اپنے مکان واقع محلہ چہل بیبیاں اندرون موچی دروازہ میں ہوئی اور بعد ازاں آپ کی لاش اپنے آبائی گاؤں رتہ پیراں لے جائی گئی جہاں آپ کو مزار حضرت قلندر شاہ سہروردی کے پائنتی میں دفن کیا گیا۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے آپ کی تاریخ لکھی۔

"بجھا آج ہائے چراغِ علوم"

۳۹۵- حضرت مُلّا عبدالواحد نقشبندیؒ

کثیر المراقبہ کثیر العبادت اور کثیر العلم تھے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے حکم سے حضرت مجدد الفؒ ثانی کے پاس سرہند پہنچے اور علم کی تکمیل کی۔ آپ عبادت نہایت خشوع وخضوع اور ذوق وشوق سے کرتے تھے بلکہ مستغرق فی العبادت تھے۔

لاہور میں آمد: حضرت مجدد الفِ ثانی سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور لوگوں کو رشد و ہدایت سے نوازا۔ مولانا محمد ہاشم کشمی صاحب زبدۃ المقامات ملّا عبدالواحد لاہوریؒ کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں حضرت امام ربانی لاہور میں تشریف فرما تھے تو ایک سبزی فروش آپؒ کی زیارت کے لئے آیا۔ آپ نے اس کی بڑی عزت و تکریم کی جس سے حاضرین بڑے حیران ہوئے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ کون بزرگ تھے تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ابدال میں سے ہے۔

نماز میں ایک مرتبہ ایسا ذوق ہوا کہ مولانا محمد ہاشم کشمی سے جو جامع کتاب زبدۃ المقامات ہیں فرمایا بہشت میں نماز ہوگی یا نہیں انہوں نے فرمایا کہ بہشت دار الجزا ہے نہ کہ دار العمل اس لیے وہاں نماز کہاں۔ آپ نے ایک سرد آہ کھینچی اور کہا بغیر نماز و بندگی کے وہاں کیا مزہ آئے گا۔

کاروبار: کسبِ حلال کے لئے تجارت کا کاروبار کرتے تھے ایک دفعہ بخارا مالِ تجارت لے کر گئے۔ نمازِ عشاء کے بعد ایک مسجد میں نوافل پڑھ رہے تھے کہ خادمِ مسجد نے کہا۔ مسجد کا دروازہ بند ہونے والا ہے۔ نفل گھر جا کر پڑھو۔ آپ چلے آئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ دہلوی رات کو خادم کے خواب میں آئے ("مجدد اعظم" میں حضرت بہاء الدینؒ نقشبندی کا خواب میں آنا مذکور ہے) فرمایا۔ وہ درویش کہ سوداگر ہندی ہے ہمارے دوستوں سے ہے اس سے جا کر معذرت کرو چنانچہ اس نے آپ سے معافی مانگی۔

مکتوبات امامِ ربانی میں آپ کا ذکر: مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ دوم میں مکتوب نمبر ۱۲۱۔ دفتر اول حصہ پنجم میں مکتوب نمبر ۳۰۷ اور دفتر دوم حصہ دوم میں مکتوب نمبر ۔۔۔ ملّا صاحب

مذکورہ نام ہیں۔ ایک خط میں آپ کو تحریر فرماتے ہیں،

"دینوی طور میں زیادہ رغبت سے خطرہ ہے کہ اس کمینی دنیا کے کاموں میں ہی نہ کہیں اُلجھ جاؤ........ فقر میں جاروب کشی دولت مندوں کی ہم نشینی سے بہتر ہے۔"

دفتر دوم حصہ دوم مکتوب نمبر ۷ میں حضرت امام ربانی مولانا عبدالواحد لاہوری کو لکھتے ہیں،

"جو شخص صراطِ مستقیم سے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی جُدا ہو جائے تو وہ جب تک چلا جائے گا دُور سے دُور ہوتا جائے گا اور مطلوب کے حصُول سے بہت دُور جا پڑے گا۔"

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

اللہ کریم ہمیں سیدھی راہ پر قائم و ثابت رکھے۔ والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ"

وفات و مزار: سالِ وصال اور مقام مزار کا پتہ نہیں چل سکا۔

۳۹۶۔ حضرت مولانا عبدالرحمان نقشبندیؒ

محمد غوثی شطاری مانڈوئی نے اپنی تالیف "گلزار ابرار" میں آپ کا ذکر کیا ہے کہ آپ لاہور کے بڑے عالموں میں سے تھے۔ خواجہ عبدالحق احراریؒ کی خدمت میں ارادت رکھتے تھے ۹۵۰ھ مطابق ۱۵۴۳ء میں وصال فرمایا۔ خواب گاہ لاہور میں ہے۔

۱۰۱۲ھ مطابق ۱۶۰۳ء میں جب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی لاہور تشریف لائے تو شیخ خواجہ فرخ حسین ماوراالنہر سے اور سید اصغر احمد رُومی رُوم سے خدمتِ اقدس میں لاہور حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے (مکمل تفصیل روضۃ القیومیۃ میں ملاحظہ ہو) اس سال لاہور میں مولانا حاجی محمدؒ۔ مولانا جمال الدین تلویؒ۔ خانِ خاناں اور نواب مرتضیٰ خاں حلقۂ ارادت و بیعت میں آئے۔

۳۹۷ - حضرت مولانا اسماعیل نقشبندیؒ

محمد غوثی شطاری مانڈویؒ اپنی تالیف "اذکارِ ابرار" اردو ترجمہ "گلزار ابرار" ، عہد جہانگیری کا ایک غیر مطبوعہ تذکرہ میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ محدثین میں ایک اعلیٰ حیثیت کے مالک تھے۔ فقہ اور سنّت کی کتابیں ایران میں شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد شہید ہروی اور حضرت امیر سید جمال الدین عطاء اللہ محدث کی خدمت میں رہ کر پڑھیں تھیں نقشبندیہ سلسلہ سے ارادت و عقیدت رکھتے تھے۔

۹۸۰ھ مطابق ۱۵۷۲ء میں عہد جلال الدین اکبر میں آپ نے لاہور میں وصال فرمایا اس وقت صوبہ لاہور تھا۔ مزار اقدس کا پتہ نہیں چل سکا۔

۳۹۸ - حضرت شیخ محمد صادق کابلی نقشبندیؒ

آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے قدیم مرید ۔ مخلص دوست اور خلیفہ تھے پہلے آپ شاہی ملازمت میں آئے مگر جب دل میں طلبِ حق کا جذبہ پیدا ہوا تو حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت اقدس میں الہ آباد سے دہلی آئے مگر جب یہاں آکر معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے تو مرزا حسام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مُدعا بیان کیا۔ صاحب روضۃ القیومیۃ کے مطابق مرزا صاحب نے آپ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہونے کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ دہلی سے سرہند شریف پہنچے اور حاضرِ خدمت ہو کر جلد ہی شرفِ قبولیت سے نوازے گئے اور پھر یہ تعلقات ایسے بڑھے کہ آپ محرمانِ راز میں شمار ہونے لگے۔ چونکہ آپ عقل و فہم اور اخلاقِ حسنہ سے آراستہ تھے اس لئے جلد ہی درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ پھر جب آپ کو خلافت عطا ہوئی تو لاہور میں اقامت گزینی اختیار فرمائی اور یہاں آپ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔

وفات ۱۰۱۸ھ مطابق ۱۶۰۹ء ہے۔ قبر کا نشان نہیں مل سکا۔ اس وقت گورنر لاہور نواب قلیچ خاں اندجانی تھا۔

مکتوب امام ربانی کے دفتر اول حصہ سوم میں مکتوبات نمبر ۱۴۷- ۱۴۸- ۱۴۹ آپ کے نام ہیں۔ مکتوب نمبر ۱۴۸ میں لکھتے ہیں:

"تمہیں بار بار اور تاکیداً لکھا گیا ہے کہ کاروبار کے سلسلے کو مختصر کریں تاکہ مقصودِ اصلی جلد انجام کو پہنچے۔ ضروری کام چھوڑ کر بے فائدہ کام میں مصروف ہونا عقل دور اندیش کے نزدیک بہت نامناسب بات ہے لیکن آپ تو اپنی رائے پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ دوسرے کی بات تم پر کم اثر کرتی ہے۔ اس روش کے نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہیں۔"

مکتوب نمبر ۱۴۹ میں تحریر فرماتے ہیں:

"فقراء کے لباس میں ہو کر اپنا سب کچھ کمینی اور خداوند کریم کی دشمن دنیا جمع کرنے میں لگا دینا بہت ہی بُرا ہے۔ نہایت ہی تعجب ہے کہ یہ بُرائی آپ کی نظر میں کس قدر اچھی اور خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ دنیوی ضروریات کے حاصل کرنے میں بقدر ضرورت ہی کوشش کرنی چاہیئے اپنی ساری ہمت اس میں صرف کر دینا اور عمرِ عزیز کو اس کے لئے گزارنا محض حماقت ہے۔"

۳۹۹ - حضرت مولانا عبدالمومن نقشبندیؒ

آپ نہایت فاضل بزرگ تھے اکثر علوم میں اور خصوصاً فقہ و اصول میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے مولانا محمد ہاشم کشمی صاحب زبدۃ المقامات میں لکھتے ہیں کہ میں نے آپ سے چند اوراق مشکوٰۃ شریف اور مطول کے پڑھے تھے اور میری ان سے اچھی ملاقات تھی۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ

"ایک روز آپ اور یہ خادم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے مشائخ وقت میں سے ایک بزرگ کا نام نامی لے کر فرمایا کہ انہوں نے فلاں شخص کو اجازت خلافت دے کر فلاں شہر بھیجا ہے لیکن ان کی صحبت۔ ان کی نصیحت اور ان کی تعلیم ذکر سے متعلقوں پر کوئی اثر و حالت و خاطر بھی پیدا نہیں کرتی۔

مولانا نے فرمایا۔ مجرد ومکمل تام المعرفہ والمشاہدہ ہونا چاہیئے تاکہ اس کے مرید مجازی سے برکات ظہور میں آئیں۔

اس کے بعد آپ آبدیدہ ہو گئے اور فقیر سے فرمایا کہ مَیں فخریہ نہیں بلکہ امرواقعی بیان کرتا ہوں کہ حضرت خواجہ صاحب کے برکات کا اثر ظاہر ہو۔ وہ یہ کہ جب میں لاہور رخصت ہونے لگا تو آپ نے فرمایا کہ تم دو طالب علموں کو تعلیم کر دینا۔ چونکہ میں اپنے نقص اور کوتاہی سے واقف تھا۔ بہت متعجب ہُوا لیکن ادب مانع تھا کہ مَیں عذر کرتا۔ جب لاہور پہنچا۔ تو ایک طالب علم نے کہا کہ مَیں نے سنا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے آپ سے فرمایا ہے کہ طالبعلموں کو تعلیم ذکر دینا۔ ان میں سے ایک تو مَیں ہوں مجھے آپ تعلیم ذکر دیجئے۔ مَیں نے کہا۔ خواجہ صاحب نے مجھ پر بندہ نوازی کی ہے ورنہ مَیں تو ایک کم استطاعت طالبعلم ہوں۔ بہت کچھ مَیں نے نرمی و درشتی سے عُذر کئے لیکن اس نے پیچھا نہ چھوڑا آخر کو جب اس نے بہت الحاح کی تو مَیں نے کہا کہ مَیں کب تک اس سے عُذر کرتا چنانچہ مسجد کے ایک گوشہ میں اُسے لے گیا اور جس طرح مَیں نے آپ سے وہ دیکھا سُنا تھا اس طرح اسے تعلیم ذکر میں مشغول کیا اور خود بھی مشغول ہُوا تو مجھے ایک عجیب حالت ونسبت رُونما ہوئی اور وہ طالب علم مست و بے خود ہو کر چلا گیا۔

۴۰۰۔ حضرت مولانا امان اللہ نقشبندیؒ

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مرید خاص تھے۔ علم فقر میں بہت بلند پایہ تھا۔ حضرت خواجہ صاحب کے اعاظم خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ۱۰۱۶ھ میں پیادہ پا سفر حج کو روانہ ہوئے حضرت خواجہ صاحب کے کئی مرید آپ کو راستہ میں ملے جو آپ کی خدمت کرنا چاہتے تھے مگر آپ نے کسی کی طرف التفات نہ فرمایا اور نہ ہی امداد طلب کی۔ بعد حج کے آپ نے مصر و شام کی سیر کے بعد مقامات مقدسہ کی سیر و سیاحت کی نیز مزارات انبیائے کرام کی زیارت

سے مستفید ہوئے۔

"مجدد اعظم" میں لکھا ہے کہ سر اور پاؤں سے ننگے اور جسم پر ٹاٹ لپیٹ کر حج بیت اللہ کو گئے۔ واپسی پر شام میں انتقال فرمایا۔ کتاب "مجدد الف ثانیؒ" میں آپ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کا خلیفہ تحریر کیا گیا ہے۔ مکتوبات امام ربانی میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے آپ کو فقیہ کے لفظ سے یاد کیا ہے۔

آپ کے نام تین مکتوب ہیں۔ دفتر اوّل حصہ پنجم میں ۲۸۶ ۔ ۳۰۱ ۔ اور دفتر دوم میں نمبر ۲۰۔

حضرت امام ربانیؒ آپ کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ۔ میرے فرزند مولانا امان اللہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نبوت قرب الٰہی جل شانہٗ سے عبارت ہے جس میں ظلیت کا شائبہ تک نہیں۔ اس کے عروج کا رخ حق جل وعلا کی طرف ہوتا ہے اور اس کے نزول کا رخ مخلوق کی طرف۔ یہ قرب بالاصالۃ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا حصہ ہے اور یہ رتبہ و عہدہ ان بزرگان علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے اور اس رتبہ و مرتبہ کو ختم کرنے والے حضرت سید البشر ہیں علیہ وعلیٰ آلہ والصلوٰۃ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔"

۴۰۱ - حضرت شیخ اللہ داد نقشبندیؒ

آپ لاہور کے ایک نیک دل بزرگ تھے جس زمانہ میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلویؒ لاہور تشریف لائے تھے اور انہوں نے ماوراء النہر جانا تھا جہاں کہ انہوں نے اپنے خواجگان کے موارات پر حاضری دینی تھی تو شیخ موصوف حضرت خواجہ کے ہمراہ اُن کے ہم سفر تھے۔

۴۰۲ - حضرت شیخ عبد المجید نقشبندیؒ

آپ شیخ محمد مفتی لاہوری کے فرزند ارجمند تھے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ

سرہندی کے تربیت یافتہ اور مرید تھے۔ آپ کا شمار عہدِ اکبری کے علماء میں ہوتا ہے۔ فنِ حدیث میں یکتائے روزگار اور مشہور زمانہ تھے۔ اپنے والدِ گرامی کے جاری کردہ درس کو آپ نے نہایت شان سے جاری رکھا۔ شیخ محمد مفتی لاہوریؒ کا یہ اصول تھا کہ جب بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس ختم کرتے تو ایک دعوت کا اہتمام کرتے جس میں بڑے پُرتکلف کھانے پکوائے جاتے۔ بغرا (کھانے کا نام) کا خاص انتظام ہوتا۔ ہر شہر سے عالم فاضل اس موقع پر اکٹھے ہوتے اور دعوت سے محظوظ ہوتے۔ ملا عبدالقادر بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتا ہے کہ ۱۵۹۵ء میں شیخ محمد مفتی کی عمر ۹۰ سال کی تھی۔

مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل حصہ اوّل میں مکتوب نمبر ۲۲ آپ کے نام پر ہے جس میں حضرت امام ربانی آپ کو لکھتے ہیں:

"اور یہ بات بھی جاننے کے لائق ہے کہ پہلا گروہ اربابِ سکر میں سے ہے اور دوسرا اصحابِ صحو میں سے۔ شرافت پہلے کو حاصل ہے اور فضیلت دوسرے کو۔ پہلا مقام ولایت کے مناسب حال ہے اور دوسرا نبوت کے مناسب حال۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کراماتِ اولیاء سے مشرف کرے اور بکمال متابعت انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ نبینا و علیہم و علیٰ جمیع اخوانہ من الملائکۃ المقربین والعباد الصالحین الیٰ یوم الدین پر ثابت قدمی نصیب کرے آمین"

کاتب الحروف اگرچہ عجمی ہونے کی وجہ سے عربی جیسی چاہیئے نہیں جانتا لیکن چونکہ آپ کا مکتوب شریف عربی میں تھا تو اس طرف سے بھی آپ کے طریقۂ املا پر ہی تحریر کر دیا گیا ہے۔ "والسلام"

۴۰۳ - حضرت شیخ العالم حاجی محمد نقشبندیؒ

عہدِ جہانگیر میں آپ لاہور کے جلیل القدر علماء میں گنے جاتے ہیں۔ حضرت امام ربانیؒ کے مریدوں اور فیض یافتوں میں سے تھے۔ آپ کا شمار آپ کے مریدین خاص میں ہوتا

ہے۔

مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل حصہ اوّل میں مکتوب نمبر۲۹-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶ آپ کے نام ہیں۔آپ کو آنجناب نے ایک جگہ مولانا شیخ العالم حاجی محمد لاہوری کے نام نامی سے خطاب کیا ہے جس سے آپ کی علمیت و عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے جن لاہوری بزرگان کو حضرت امام ربانی نے خطوط لکھے ان میں سب سے زیادہ آپ کے ہی نام ہیں۔ ایک خط میں لکھتے ہیں :

" اللہ سبحانہ، تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بہ حرمت سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر کی کجی سے نجات عطا کرے ---- محبوب جو کچھ بھی کرتا ہے وہ محبوب اور پسندیدہ ہی ہوتا ہے ۔"

مکتوب نمبر۳۳۔ دفتر اوّل۔ حصہ اوّل میں آپ کو تحریر فرماتے ہیں :

" علماء سوء پارس کے پتھر کی طرح ہیں کہ لوہا اور تانبا جو بھی اس کے ساتھ ملتا ہے سونا بن جاتا ہے مگر وہ خود پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔اس طرح وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہوتی ہے جہان کو اس سے نفع حاصل ہوتا ہے لیکن خود وہ پتھر اور بانس اپنی اندرونی آگ سے بے نصیب رہتے ہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم ان کے لئے مضر اور نقصان دہ ہے کہ ان کے علم نے ان پہ حجت مکمل کر دی ۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں :

" جو علماء دنیا کی محبت میں مبتلا ہیں وہ محققین کے نزدیک علمائے دنیا کہلاتے ہیں۔ انہی لوگوں کو علمائے سوء کہا جاتا ہے اور یہی جماعت بدترین نوعِ انسان اور رہزنان دین اسلام ہیں ------ یہی لوگ شیطان کا گروہ ہے۔ یہ یاد رکھیئے کہ شیطان ہی کا گروہ گھاٹے میں رہے گا۔ایک بزرگوار نے مکاشفہ کی حالت میں شیطان ملعون کو دیکھا کہ لوگوں کے اغوا و تذلیل سے بے فکر ہو کر فارغ البال بیٹھا ہے۔ وجہ فراغت کے استفسار کرنے پر

شیطان نے جواب دیا کہ اس زمانے کے علمائے دنیا طلب نے میرا خوب ہاتھ بٹایا ہے اور یہی میری فراغت کا باعث ہے سچ پوچھیں تو جس قدر بھی امورِ شرعیہ میں سستی اور کمزوری ظہور میں آئی ہے اور جس قدر بھی دین وملت کی ترویج میں فتور واقع ہوا ہے وہ سب کچھ علمائے سُو کی شرارت اور انہی کے فساد کا نتیجہ ہے۔"

۴۰۴۔ حضرت شیخ محمد مکی نقشبندیؒ

آپ حاجی قاری محمد موسٰی کے فرزندِ رشید تھے اور امامِ ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی کے فیض یافتگان میں سے تھے۔ آپ کے والد گرامی بھی لاہور کے ایک نامور عالم تھے۔

مکتوباتِ امام ربانی دفتر اوّل حصہ اوّل مکتوب نمبر ۲۱ آپ کے نام ہے لکھتے ہیں:

"آپ کا گرامی نامہ نیاز مند کو ملا۔ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وسیلہ کر بارگاہِ الٰہی جل شانہ، وعم نوالہٗ سے التماس ہے کہ خداوند قدوس آپ کو اجر عظیم عنایت کرے۔ مشکلیں آسان کرے اور وسعتِ صدر نصیب کر کے اپنی جناب میں آپ کی معذرت اور توبہ قبول فرمائے۔"

اسی خط میں آگے چل کر لکھتے ہیں،

"جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولایت مخصوصہ کو دوسرے انبیاء کرام کی ولایتوں پر شرف اور تفوق حاصل ہے اسی طرح حضرات نقشبندیہ کی ولایت کو بھی دوسرے طریقوں کی ولایت پر ترجیح اور شرف ہے۔ کیوں نہ ہو انہی کا طریقہ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ سے ماخوذ ہے۔ بے شک بعض دوسرے طریقوں کے مشائخ کو بھی مذکورہ بالا نسبت ہوئی ہے لیکن ان کو بھی سعادت حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے توسط اور انہی کے توسل سے حاصل ہوئی۔"

۴۰۵۔ حضرت حافظ محمود نقشبندیؒ

علمِ حدیث و فقہ کے ماہر تھے۔ حضرت امامِ ربّانی نے آپ کی ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل فرمائی۔ مکتوباتِ امامِ ربّانی۔ دفترِ اوّل حصۂ اوّل میں مکتوب نمبر ۱۷۵۰۱۴۲ اور دفترِ اوّل حصہ پنجم میں مکتوب نمبر ۲۸۰ آپ کے ہی نام ہیں۔ اس میں حضرت مجدّد صاحب لکھتے ہیں:

"حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو جناب مولانا مہدی علی کے ہمراہ ارسال کیا تھا۔ پہنچا اور بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقراء کی محبت جو دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے۔ آپ کو کامل طور پہ حاصل ہے۔"

مکتوبات نمبر ۱۴۴ میں آپ کو تحریر فرماتے ہیں:

"اے صفراوی مزاج لوگو تم شکر پہ خوب لوٹو کیونکہ سوداوی مزاج تو نابینگی کا شکار ہیں۔ ان لوگوں پہ سلامتی کا نزول ہوتا رہے جو ہدایت کے پیروکار اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت و فرمانبرداری پہ کاربند ہوں۔"

۴۰۶۔ حضرت مُلّا شیر محمد نقشبندیؒ

جہانگیری عہد کے نہایت نامور عالم اور بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت امامِ ربّانی کے تربیت یافتہ تھے۔ مکتوب نمبر ۱۵ آپ کے نام ہے جو دفترِ سوم حصۂ اوّل میں موجود ہے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو محض اپنے فضل و کرم سے اس بیدالشی مرض سے نکالا ہے اور انبیاء جو کہ صراطِ مستقیم کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔ کی تقلید و فرمانبرداری اور تسلیم سے مشرف کیا اور نعمتوں والی جنت کا ان کو وعدہ دیا جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے۔"

۴۰۷۔ حضرت مولانا حسام الدینؒ سبز نقشبندی

۴۰۸۔ حضرت مولانا حسام الدینؒ سرخ نقشبندی

محمد غوثی نے اپنی تالیف اذکارِ ابرار (فارسی گلزارِ ابرار) میں لاہور کے دو نقشبندی سلسلے سے ارادت و عقیدت رکھنے والے بزرگوں کے متعلق تحریر کیا ہے جو علوم و فنون ظاہری و باطنی میں یگانہ آفاق تھے اور لاہور میں سکونت پذیر تھے۔ محمد غوثی شطاریؒ مانڈوی مزید لکھتا ہے کہ ان کے اخلاق بھی پسندیدہ تھے۔ خواجگان سلسلہ نقشبندیہ کی خدمت میں ارادت مند برتاؤ سے پیش آتے تھے۔

ملا نظام الدین ہروی لکھتا ہے کہ لاہور کے علماء میں آپ کا ایک خاص مقام تھا فلسفہ اور دینیات پڑھانے میں مہارت تامہ تھی۔ علوم عقلی میں یدِطولیٰ رکھتے تھے۔ ہندوستان پر ان دنوں شہنشاہ جلال الدین اکبر حکمران تھا۔

یہ دونوں بزرگ ۹۷۰ھ مطابق ۱۵۶۲ء میں لاہور میں وصال فرما گئے۔ اب ان کے مزارات کے نشانات کا پتہ لگانا ناممکن ہے۔

۴۰۹۔ حضرت ملا جمال تلویؒ

آپ لاہور کے ایک نامور مدرس اور متبحر عالم تھے۔ لاہور میں آپ کا درس ایک منفرد مقام کا حامل تھا۔

صاحب منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتا ہے کہ لاہور میں آپ کی ایک عظیم درسگاہ تھی جس میں بے شمار طالب علم دینی علم حاصل کرتے تھے۔ آپ متبحر عالم تھے اور علوم معقول و منقول پر مکمل حاوی تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ شیخ فیضی کی تفسیر میں آپ نے اکثر مقامات پر اس کی اصلاح کی تھی نیز اس کی تحریر کو مربوط کیا تھا۔ بدایونی نے اپنے قیام لاہور میں آپ کو دیکھا تھا۔ صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ جن دنوں حضرت امام ربانی لاہور تشریف فرما تھے تو اِن دنوں ملا صاحب سے آپ کی دلچسپ عالمانہ گفتگو ہوا کرتی تھی۔ صاحب جواہر مجدد

لکھتا ہے کہ جن دنوں آپ لاہور آئے تھے تو بڑے بڑے علّامہ اور مشائخ مثلاً ملّا جمال اور ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور ان سے فیض یاب ہوئے نیز بیعت کی تھی آپ کی درس گاہ لاہور کے ایک قدیم محلہ تلّا میں تھی۔ زبدۃ المقامات مصنفہ محمد ہاشم کشمی اور حضرات القدس مصنفہ ملّا بدرالدین سرہندی سے آپ کی بیعت حضرت امام ربانی سے ظاہر ہے۔

حضرت ملّا جمال تلوی کو حضرت داتا گنج بخشؒ سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی اور اسی عقیدت کی بنا پر آپ کامل بارہ برس تک آپ کے مرقدِ منور پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ خواہ دھوپ ہو یا گرمی۔ بارش ہو یا خشک سالی۔ مگر آپ کے معمول میں فرق نہ پڑا ایک دفعہ کا واقعہ لکھا ہے کہ آپ کو کھانا میسّر نہ آیا تو آپ اسی حالت میں باغ نواب خان خانان میں چلے گئے اور ایک درخت کی شاخ پکڑ کر کھڑے ہو گئے حالانکہ یہ اس کے پھل کا موسم نہ تھا گھر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نورانی وضع قطع کا بزرگ درخت پر بیٹھا ہے جس نے کہا کہ اے ملّا جمال۔ کیا توت کھاؤ گے آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ بزرگ نے شاخ کو جھٹکا دیا توت زمین پر گرے اور آپ نے جی بھر کر کھائے۔ خود فرماتے ہیں کہ وہ بزرگ حضرت داتا گنج بخشؒ تھے۔

۱۵۹۵ء میں ملّا عبدالقادر بدایونی نے آپ کو لاہور میں دیکھا تھا۔

۴۱۰۔ حضرت خواجہ غلام بشیر نقشبندی مجدّدیؒ

آپ کا نام خواجہ غلام بشیر المعروف مہر بسا نقشبندی مجدّدی خادم خاص حضرت خواجہ محمد طاہر بندگی نقشبندی مجدّدی تھا۔ آپ کے مزار پر یہ الفاظ تحریر ہیں حالانکہ کسی قدیم و جدید کتاب میں اس بزرگ کے حالات درج نہیں ہیں۔

آپ کی وفات ۲ صفر ۱۰۴۲ھ مطابق ۱۶۳۲ء عہدِ جہانگیر بتائی جاتی ہے۔ آپ کا مزار دھوبی گھاٹ آبادی بی بی پاکدامناں میں واقع ہے ساتھ ہی مسجد طاہرہ ہے۔ آپ کے علاوہ دیگر لوگوں کی بھی قبریں ہیں۔ آپ کی قبر پر جو لوح تحریر ہے اس کے مطابق

آپ کو حضرت طاہر بندگی کا خادمِ خاص بتایا گیا ہے حالانکہ حضرت طاہر بندگی سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک تھے اور اس قسم کا کوئی بزرگ ان کے خلفا میں شامل نہ تھا۔ اِن دنوں نواب وزیر خاں حاکمِ لاہور تھا۔

۴۱۱۔ حضرت شیخ احمد تہاری نقشبندیؒ

صاحبِ نزہتہ الخواطر کے حوالے سے حضرت مجدّد الفِ ثانی مصنّفہ سید زوّار حسین میں لکھا ہے کہ آپ لاہور کے مشہور بزرگ تھے۔ ارشاد و تلقین کی تعلیم قاضی سائیدہ سیوستانی لاہوری سے حاصل کی تھی آخر عمر میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

وفات لاہور میں ۱۰۴۲ھ مطابق ۱۶۳۲ء عہدِ نور الدین جہانگیر میں ہوئی۔ مرقدِ منوّر کا پتہ نہیں چل سکا۔

مکتوباتِ امامِ ربانی دفترِ دوم حصّہ ہفتم میں ۸۰ نمبری مکتوب آپ کے نام ہے جس میں آپ نے ایک سوال کیا تھا کہ "تمہیدات میں عین القضاۃ لکھتے ہیں کہ جس کو تم خدا جانتے ہو ہمارے نزدیک وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور جس کو تم محمدؐ سمجھتے ہو وہ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس کے جواب میں یہ خط تحریر کیا گیا تھا جس کا متن مکمل طور پر مکتوبات میں پڑھا جا سکتا ہے فرماتے ہیں:

"میرے مخدوم۔ اس جیسی عبارتیں جو توحید اور اتحاد کی خبر دیتی ہیں۔ یہ غلبہ سُکر میں جو کہ جمع کا مرتبہ ہے اور جسے کفر طریقت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ مشائخ سے صادر ہوتی ہیں اور جُدائی اور دُوئی ان کی نظر سے اُٹھ جاتی ہے اور ممکن کو عین واجب پاتے ہیں بلکہ ممکن کو وہ پاتے ہی نہیں اور سوائے واجب تعالےٰ کے ان کے مشہود میں کوئی چیز نہیں ہوتی۔"

۴۱۲۔ حضرت خواجہ خاوند محمود نقشبندیؒ المعروف حضرت ایشان

نام و نسب: لاہور کے نقشبندی اولیاء اللہ میں آپ کے پایہ کا شاید ہی کوئی بزرگ گزرا ہو

آپ کا مولد بخارا ہے۔ ابتدائی تعلیم وہاں ہی مدرسہ سلطانی میں حاصل کی۔ بارہ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور چودہ برس کی عمر تک کل علوم میں یگانۂ آفاق ہو گئے۔ وقت کے علماء آپ کی علمیت کے اس قدر قائل تھے کہ کسی بات میں آپ کے سامنے دم نہ مار سکتے تھے۔

آپ کے بزرگوں کا شجرہ خواجہ علاء الدین عطار نقشبندی خلیفۂ اعظم حضرت بہاء الدین نقشبندی سے ملتا ہے۔ والد بزرگوار کا اسم گرامی میر سید شریف بن خواجہ ضیاء تھا۔ ہسٹری آف لاہور میں لکھا ہے کہ آپ نے بخارا کے شاہی کالج میں تعلیم حاصل کی اور ایک سکالر ہو کر نکلے۔

مفتی علی الدینؒ خلف مفتی خیر الدینؒ لاہوری اپنی تصنیف عبرت نامہ (فارسی) میں آنجناب کو شیخ بہاء الدین نقشبندیؒ کی اولاد تحریر کرتا ہے۔

تعلیم و تربیت: علوم ظاہری کے بعد آپ باطنی تعلیم اور روحانیت کی طرف مائل ہوئے۔ علوم ظاہری میں تو آپ نے یہاں تک کمال حاصل کر لیا تھا کہ وقت کے علماء آپ کا فتویٰ حاصل کرنا فخر خیال کرتے تھے اور بادشاہ بخارا آپ کی خدمت میں حاضری سے سرفراز ہوا کرتا تھا چنانچہ آپ مرشد کی تلاش میں ملک سے باہر نکلے۔ بخارا سے سمرقند گئے اور بہت کچھ فیوض و برکات سے مستفید ہوئے پھر وہاں ہی ہزارہا افراد کو اپنی ارادت میں لیا۔ حاکم بخارا شاہ زمان مرزا آپ کی شہرت سن کر حاضرِ خدمت ہوا اور بیعت کی وہ اس طرح کہ سمرقند پر ایک بڑے حاکم نے چڑھائی کی تھی، وہ بلا آپ کی توجہ سے ٹل گئی تھی اور مرزا اپنے دشمن پر فتحیاب ہوا۔ بیعت آنجناب کی خواجہ ابو اسحاق سعیدؒ کے ہاتھ پر ہوئی تھی مگر نسبت اویسی شاہ بہاء الدینؒ نقشبندؒ سے تھی۔

سیر و سیاحت: بخارا سے آپ سمرقند گئے تھے وہاں سے آپ ہرات میں آئے۔ ہرات سے قندھار اور وہاں سے کابل تشریف لائے۔ ہر شہر میں آپ نے ہزارہا مرید کئے۔ اس زمانے میں آپ سے بے شمار خوارق و کرامات ظہور پذیر ہوئے۔ جب آپ کابل پہنچے تو حاکمِ کابل شہر سے باہر دو فرلانگ تک آپ کے استقبال کے لئے آیا اور آپ کو نہایت عزت و تکریم سے شہر میں لے جا کر سبز باغ میں رکھا۔ جمعہ کے روز آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور خطبہ دیا۔ آپ کے کلام میں اس قدر تاثیر پیدا ہوئی کہ معتقدوں کی صدائے ہائے وہو آسمان تک جا رہی تھی۔ ذوق و شوق اور وجد کے زور سے دو آدمی جان بحق ہو گئے۔ بادشاہ بھی اس محفل میں شرف

ارادت وبیعت سے مشرف ہُوا۔ اس کے ساتھ ہزار ہا افراد نے آپ کی بیعت کی۔ حضرت دو سال تک کابل میں رہے اور اپنے خلیفے عراق۔ شام۔ روم اور کوہ طور کی طرف مامور فرمائے وہاں سے آپ کشمیر تشریف لے گئے۔ کشمیر میں آپ نواب عبدالرحمٰن کے پاس قیام پذیر ہوئے کیونکہ نواب صاحب کا والد آپ کا مرید تھا۔ یہاں بھی ہزار ہا مرید کیے۔ وہاں آپ نے ایک نہایت شاندار نیز وسیع خانقاہ تعمیر کرائی جس میں رشد وہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ کشمیر سے جہانگیر کے حکم پر اس کے پاس اکبر آباد چلے گئے۔ یہاں سے آپ جہانگیر کے ساتھ کشمیر پہنچے جہاں بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور اس کی لاش کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔ یہاں سے شاہ جہان کے ساتھ دہلی چلے گئے۔ وہاں ملکہ زمانی زوجہ بادشاہ آپ کی مریدہ ہوئی۔ دہلی میں شیخ عبدالحق محدثؒ اور دوسرے علماء بھی آپ سے فیض یاب ہوئے وہاں سے آپ اکبر آباد چلے گئے۔ وہاں سے دہلی گئے پھر جہانگیر نے حکم دیا کہ آپ لاہور ہی میں قیام فرماویں اور وہاں ہدایت خلق میں مصروف ہوں۔

اہل تشیع اور کشمیر آپ کی روز افزوں ترقی اور تعمیر خانقاہ سے شیعہ حضرات برافروختہ ہو گئے اور آپ کے خلاف سازشیں کرنے لگے جس سے ملک میں فساد ہوگیا اور بے شمار آدمی مارے گئے جب جہانگیر کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا اور روزینہ مقرر کر دیا قیام اکبر آباد میں بھی آپ رشد وہدایت کا درس دینے لگے بلکہ شہنشاہ آپ اس قدر گرویدہ ہوگیا کہ جہاں جاتا آپ کو ساتھ لے کر جاتا بلکہ یہ بات بالکل درست ہے کہ جہانگیر آپ کے سایہ لطف و کرم میں رہتا تھا۔

مصنف تاریخ لاہور لکھتا ہے کہ قیام کشمیر میں حسین چک حاکم کشمیر نے آپ کو بلا کر کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ آپ نے ایک ماہ کی مہلت چاہی۔ ابھی پندرہ دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ قاسم خاں میر بحری اکبری فوج لے کر کشمیر جا پہنچا اور کشمیر کے علاقہ کی حکومت قوم چک کے ہاتھ سے جاتی رہی۔

مصنف اولیائے ہند و پاکستان نے لکھا ہے کہ جب عبداللہ خاں شاہ بخارا اور اس کا پسر عبدالمومن مر گئے تو آپ کشمیر تشریف لے آئے اور جمیل بیگ حاکم کشمیر کے مکان پر قیام

پذیر ہوئے ہزار ہا کی تعداد میں مخلوقِ خدا رجوع ہوئی۔ شاہ جہاں کشمیر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

شیخ محمد اکرم "رود کوثر" میں یوں رقمطراز ہیں کہ جب آپ کشمیر گئے تھے تو وہاں شیعہ سنی سوال زوروں پر تھا۔ نواب مظفر خاں والئی کشمیر تھا۔ تقضاراً شیعوں اور اہلِ سنت میں بلوا ہوا اور بہت سے کشت و خون کے بعد قاضی ابوالقاسم اور قاضی محمد عارف کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا انہوں نے اہلِ تشیع کی سزادہی میں توقف کیا اس سے اہلِ سنت ناراض ہوگئے اور خواجہ خاوند محمودؒ کی سرکردگی میں شہر چھوڑ کر ہفت چنار آ گئے۔ ناظم صوبہ انہیں آ کر منا کر لے گیا اور شیعوں کے خلاف کاروائی بھی کی لیکن دربارِ شاہی میں خواجہ کی شکایت بھی کر دی چنانچہ دربار بلائے گئے اور پھر واپس کشمیر نہیں گئے۔ ان کے ایک سجادہ نشین خواجہ کمال الدین نقشبندی تھے انہوں نے شیعوں کی مخالفت جاری رکھی جس پر ایک شیعہ نے آپ کو اپنی خانقاہ میں شہید کر دیا۔ واقعہ کے بعد پھر بلوے شروع ہو گئے اور کئی شیعہ خواجہ کی شہادت کی پاداش میں قتل کیے گئے۔

لاہور میں ورود: جب شہنشاہ جہانگیر کا کشمیر (راجوری) میں انتقال ہوگیا تو آپ شہنشاہ کی لاش لے کر لاہور تشریف لائے اور آپ نے لاہور میں اقامت اختیار کی۔ اتنے میں شاہجہان تخت نشین ہوا۔ اس نے لاہور میں لاکھوں روپے تقسیم کئے اور آپ کی خدمت میں ایک لاکھ تنکہ ارسال کیا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اس نے دوبارہ کہا اور نواب آصف خاں کو خدمت میں بھیجا تو آپ نے وہ روپیہ قبول فرمایا اور اس سے لاہور میں اپنی خانقاہ تعمیر کرائی۔ کچھ روپیہ خانقاہ کشمیر کو ارسال کیا اور باقی ماندہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔ نواب وزیر خاں آپ کی ہی دعا سے اس بلند پر فائز ہوا تھا۔ لاہور سے آپ اکبر آباد اور دہلی گئے اور پھر شاہجہان کے حکم سے آپ لاہور تشریف لے آئے کیونکہ بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ آپ لاہور تشریف لے جائیں وہاں ہی اقامت گزیں رہیں اور لوگوں کو راہِ ہدایت کی طرف بلائیں چنانچہ آپ لاہور تشریف لے آئے۔ جب آپ لاہور تشریف لائے تو اس وقت جہاں اب آنجناب کا مقبرہ ہے باغ تعمیر ہو رہا تھا اور خانقاہ بھی تعمیر ہو رہی تھی آپ اقامت گزین ہو گئے۔ قیام لاہور

میں صوبہ لاہور نواب وزیر خاں اکثر اوقات آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اس نے آپ سے بیعت بھی کی۔ مزید برآں آپ کے اور حضرت میاں میر قادری کے درمیان مسئلہ وحدت وجودی میں بذریعہ تحریر سوال و جواب ہوا کرتا تھا۔ لاہور تشریف لانے کے بعد آپ نو برس تک حیات رہے اور اس اثنا میں ہزارہا افراد آپ سے شرف بیعت ہوئے۔

مصنف حدیقۃ الاولیار لکھتا ہے کہ قیام لاہور میں بعد وفات آنجناب جب روضہ تعمیر ہو رہا تھا تو خان دوران صوبہ لاہور نے جو خشک ملّا تھا اور مشائخ عظام کے ساتھ اس کی کمال عداوت تھی۔ بر سر پرخاش ہوا اور مجاور کو بلا کر کہا کہ خاندان نقشبندیہ میں کسی بزرگ کا روضہ آج تک نہیں بنا بلکہ شاہ نقشبندی کا روضہ بھی نہیں ہے اس کو گرا دیا جائے۔ مجاور نے جواب دیا کہ مجھ کو گرانے کا اختیار نہیں ہے آپ کو اختیار ہے تو گرا دو دوسرے روز خان دوران روضہ پر آیا اور حاکمانہ حکم دیا کہ روضہ گرا دیا جائے۔ مگر جب وہاں سے لوٹ کر شالا مار باغ کو چلا تو راستے میں گھوڑے نے ناخن لیا۔ خان دوران گھوڑے سے گرا۔ گردن ٹوٹ گئی۔ تین دن زندہ رہ کر مرگیا۔

نواب زکریا خان خان بہادر ناظم لاہور آپ کا بہت معتقد تھا وہ ہر جمعرات کو ختم خان نقشبند کراتا تھا۔ غلاف چڑھاتا اور نان حلوہ اور نقدی علمار اور فقرار میں تقسیم کراتا۔

حکام لاہور سے ایک شیعہ تھا اس نے گنبد گرانا چاہا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کی بیٹی نے اس کو قتل کر دیا۔

ایک بار حضرت عیدگاہ لاہور میں بروز عید تشریف فرما تھے نمازی جمع ہو چکے تھے مگر صوبہ دار لاہور کا انتظار تھا۔ اثنا ذکر میں آخر وقت نماز کا ذکر آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ وقت آخر وقت تا بہ زوال ہے ملّا ابو صالح لاہوری نے انکار کیا اور بے ادبی کے ساتھ بولا!! حضرت نے فرمایا۔ کہ اے آفتاب حیات تیرا تیراز برابر حمات آگیا۔ چنانچہ بعد نماز کے ملّا گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کو چلا۔ گھوڑا بگڑا اور ملّا گرا۔ گردن کا منکہ ٹوٹا اور اسی دن مرگیا۔

آپ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے اور جہانگیر کے بیٹے شاہجہان

کے عہد میں لاہور میں وفات پائی۔

اخلاقِ عالیہ: آنجناب بڑے بزرگ زاہد، متقی اور قطبِ وقت تھے اور احکامِ شرع کے سختی سے پابند تھے۔ اپنی بنائی ہوئی مسجد میں جمعہ کے روز وعظ آپ ہی فرماتے تھے۔ مفتی غلام سرور صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ولی مادر زاد، قطبُ الارشاد، صاحب حال و قال جامع کمال ظاہری و باطنی مظہر جمال صوری و معنوی تھے۔ آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے ہمعصر تھے۔ بڑے مستجابُ الدعوات تھے۔ لکھا ہے کہ جب ملکہ نور جہاں نہایت پیچیدہ بیماریوں میں مبتلا ہوگئی تو آپ ہی کی دُعا سے صحت یاب ہوئی تھی۔ مصنف "لاہور گائیڈ" مؤلفہ ۱۹۰۹ء لکھتا ہے کہ آپ سلسلہ نقشبندیہ کے صاحب کرامت بزرگ تھے۔

اولاد: آپ کے چھ فرزند تھے۔

(۱) خواجہ معین الدین احمد نقشبندیؒ، کتاب رضوانی جس میں آنجناب کے حالات بالتفصیل درج ہیں۔ آپ کی تصنیف ہے۔ آپ علومِ حدیث و تفسیر میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے اور اپنے والد بزرگوار سے بیعت تھے آپ ۱۰۴۳ھ میں لاہور آئے تھے اور پھر کشمیر چلے گئے اور وہاں ہی ۱۰۸۵ھ میں انتقال فرمایا۔

(۲) خواجہ تاج الدین خاوند: جامع علم و عمل و حال و قال تھے تمام عمر گناہ کبیرہ نہیں کیا۔

(۳) خواجہ خاوند احمدؒ: سجادہ نشین آنجنابؒ تھے اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ مزار لاہور میں ہے۔ آپ کے مقبرہ میں ہے۔

(۴) خواجہ خاوند محمدؒ۔

(۵) خواجہ قاسم خاوندؒ۔

(۶) خواجہ بہاء الدین خاوندؒ: آپ کی وفات کے بعد آپ نے ملازمت شاہی ترک کر دی اور مزار گوہر بار پر مجاور بن کر تاحیات یہاں ہی قیام پذیر رہے۔ مزار لاہور میں آپ کے مقبرہ میں ہے۔

وفات: خزینۃ الاصفیاء میں کتاب رضوانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو پندرہ روز قبل بعد نماز عصر نواب افتخار خاں عالی جاہ سے فرمایا کہ پندرہ روز

کے بعد ہماری رحلت ہوگی۔ جب سولھواں روز ہوا تو بروز سہ شنبہ نمازِ مغرب کے بعد آپ نے چند بار مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا یہ شعر پڑھا

الٰہی غنچۂ امید بکشا　　　گلی از روضۂ جاوید نما

اور عشاء سے پہلے سجدہ میں ہی جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ اس وقت شاہجہان لاہور میں تھا۔ اس نے میاں سید جلال الدین صدر الصدور کو تجہیز و تکفین کے لئے بھیجا۔ وفات آپ کی ۱۰۴۲ھ میں ہوئی۔ اس وقت سعید خاں بہادر ظفر جنگ صوبہ لاہور تھا۔

مقبرہ: آپ کا روضہ گرانڈ ٹرنک روڈ بیگم پورہ میں یتیم خانہ دارالفرقان کے متصل واقع ہے گنبد بہت بلند و بالا ہے اندر حضرت ایشاںؒ کی قبر ہے اور اس کے نیچے شرقی اور جنوبی گوشوں میں ایک قبر آپ کے صاحبزادہ خواجہ بہاء الدینؒ کی ہے باہر چبوترہ پہ دو اور قبریں سید میرجان کابلی نقشبندی اور ان کے چھوٹے بھائی سید محمودؒ جان کی ہیں۔ امرائے شاہ جہانی میں نواب سعید خاں نے مزار پُرانوار پہ گنبد عالی تعمیر کرایا تھا۔ آٹھ پہلوؤں پہ آٹھ عالی شان بلند محرابیں ہیں۔ مقبرہ کے مغرب کی طرف ایک مسجد ہے جس کے تین گنبد ہیں۔ مصنف تاریخ لاہور لکھتا ہے کہ مقبرہ آپ کا نواب زکریا خان خان بہادر نے بنوایا تھا۔ ہسٹری آف لاہور مرتبہ سید محمد لطیف میں لکھا ہے کہ آنجناب نے مقبرہ اپنی حیات میں ہی اپنی نگرانی میں تعمیر کروایا تھا۔ مسجد میں منبر جس پہ آپ وعظ فرمایا کرتے تھے عہدِ انگریزی تک موجود تھا۔ مقبرہ حضرت ایشاںؒ کے دروازہ کلاں کے سامنے دونوں اطراف میں شہزادگان کابل کی قبور ہیں۔ مزار گنبد سے جنوب کی سمت مولوی فیروز دین (فیروز سنز) کا خاندانی قبرستان ہے۔ مسجد کے مینار اور گنبد بخارا کی مسجد کی طرز پہ ہیں۔

سکھوں کے عہد میں مقبرہ کی حالت: احمد شاہ ابدالی کی فوجوں نے جب ناظمان لاہور کے زمانہ میں اس محلہ کو جس کو محلہ مغلپورہ کہا جاتا ہے۔ تاخت و تاراج کیا تو اس وقت اس مقبرہ کی کوئی نقصان نہ پہنچا مگر جب سکھ غارت گری شروع ہوئی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وقت اس روضہ کے قریب سردار گلاب سنگھ پہوونڈہ نے چھاونی بنالی۔ چار دیواری خانقاہ گرادی۔ باغ تباہ و برباد کردیا گیا۔ مسجد کے صحن کی اینٹیں نکال لی۔ مزارات کو کھود کر

خشت فروشوں نے ان کی اینٹیں بھی نکال کر بیچ لیں۔ مزار کا تعویذ اتار دیا۔ اندر روضہ اقدس میں گلاب سنگھ نے بارود بھر دی۔ مزار کا سنگ مرمر اتار لیا گیا۔ کئی سال تک اس مقبرہ میں بارود بھری رہی اور قفل لگا رہا۔ جب انگریزی حکومت آئی تو انہوں نے بارود اس روضہ سے نکلوا کر دریائے راوی میں پھینکوا دی اور روضہ خالی کیا۔ بعد ازاں خواجہ احد کشمیری نے جو حضرت خواجہ ایشانؒ کی اولاد سے تھا کشمیر سے لاہور آیا اور سر ہنری لارنس صاحب بہادر کی ریزیڈنسی میں اس مقبرہ پر قبضہ کیا اور بہت سا روپیہ خرچ کر کے مرمت کی۔ مزارات دوبارہ بنوائے۔ مسجد کی مرمت کی اور تولیت مکان کی محمد بخش صحاف لاہوری کو دے کر کشمیر چلا گیا مگر کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا بعد ازاں اس مقبرہ اور مسجد کی مرمت رائے بہادر کنہیا لال ایگزیکٹو انجینئر کی نگرانی میں سرکار انگریزی نے کروائی۔ اگر انگریزی حکومت مسجد کی مرمت نہ کراتی تو یقین تھا کہ یہ بہت جلد گر جاتی کیونکہ اس کی حالت بہت خراب تھی ہسٹری آف لاہور میں لکھا ہے کہ عہد ناظمان لاہور میں مقبرہ کے قرب و جوار میں تسبیح خانے تھے جن میں ہر جمعرات کو عبادت کی جاتی تھی اور ہزارہا افراد اس میں شرکت کرتے تھے مگر سکھوں کے عہد میں تمام عمارات نیست و نابود کر دی گئیں۔

منشی محمد دین فوق لکھتے ہیں کہ انگریزی عہد میں مسلمانان لاہور نے اس کی واگزاری کے لئے کوشش کی تو خان بہادر محمد برکت علی خاں صدر انجمن اسلامیہ پنجاب اس معاملہ میں پیش پیش تھے چنانچہ ۲۵ مئی ۱۸۹۰ء کو ٹاؤن ہال لاہور میں ایک دربار منعقد ہوا جس میں مسٹر ڈوبی سابق کمشنر نے اعلان کیا کہ خانقاہ حضرت ایشاں صاحب جو محکمہ نزول میں چلی آتی تھی گورنمنٹ نے مہربانی فرما کر ۱۴ گھماؤں اراضی نزول سمیت خانقاہ مسلمانان پنجاب کے حوالے کر دی ہے جس پر خان بہادر برکت علی خاں اور میاں شاہ دین صاحب ہمایوں جج چیف کورٹ پنجاب (میاں بشیر احمد سابق سفیر ترکی کے والد) نے گورنمنٹ کا بہت شکریہ ادا کیا۔

مولوی حاکم علی ایم اے مرحوم پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور جو سکھ سے مسلمان ہوئے تھے۔ سی۔ جے راجرس نے اپنی کتاب تالیف ۱۸۹۱ء میں بھی اس مقبرہ کا ذکر کیا ہے۔

۴۱۳ - حضرت شیخ حسین جامیؒ

عہد جہانگیر کے ایک نہایت نامور عالم فاضل بزرگ گزرے ہیں تو زک جہانگیری میں شہنشاہ نے آپ کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ بادشاہ لکھتا ہے۔

"میری (بادشاہ) تخت نشینی سے چھ ماہ قبل شیخ حسین جامیؒ لاہوری نے جو درویش شیرازی کے ارادت مند مریدوں میں سے ہیں اور اس وقت زیب آستانہ عالیہ ہیں مجھے تحریر کیا تھا کہ میں نے خواب میں اولیائے عظام (صوفیائے کرام) کو سلطنت ہندوستان کا بوجھ میرے کندھوں پر رکھتے دیکھا ہے۔ آپ اس خوش خبری سے فتوح غیب کا انتظار کریں"

بادشاہ مزید لکھتا ہے۔

"کابل جانے سے پہلے میں شیخ حسین جامیؒ سے لاہور میں ملا اور چونکہ اس نے مجھے خواب کے ذریعے ہندوستان کے تخت کی بشارت دی تھی میں نے ان کی خانقاہ کے لنگر خانہ کے لئے بیس لاکھ درہم جو چالیس ہزار روپے کے برابر ہوتے ہیں۔ نذر کئے۔"

مولانا جامیؒ نے بادشاہ کو یہ بھی تحریر کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ آپ کو وارث تخت ہند بنائے تو خواجہ عبدالکریم جو سلسلہ احرار سے ہیں کی تقصیرات معاف کر دی جائیں۔ یہ تقریباً ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۶۰۵ء کا ذکر ہے۔

لاہور میں آپ کا مدرسہ بھی تھا جہاں آپ درس و تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ جہانگیری اور شاہجہانی دور میں اس مدرسہ کا بڑا چرچا تھا اور جب عہد عالمگیر آیا تو بھی اس کی عزت برقرار رہی۔ آپ شاعر بھی تھے۔

وفات آپ کی ۱۰۷۲ھ مطابق ۱۶۶۱ء میں ہوئی اور گورستان میانی میں مدفون ہوئے۔ مزار مقدس روضہ منورہ حضرت شیخ طاہر بندگی قادریؒ کے جوار میں ہے۔ نواب خلیل اللہ خاں ان دنوں لاہور کا صوبے دار تھا۔

۴۱۴۔ حضرت خواجہ خاوند احمد نقشبندیؒ

آپ حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشاں نقشبندیؒ کے فرزندِ ارجمند تھے علومِ ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار تھے۔ اپنے والدِ مکرم سے ہی شرفِ بیعت و خلافت تھے۔ ان کے وصال کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے۔ بے شمار خلقتِ خدا نے آپ سے راہِ ہدایت پائی۔

وفات لاہور میں ۱۰۷۳ھ مطابق ۱۶۶۲ء بہ زمانہ نواب خلیل اللہ خاں گورنر لاہور ہوئی اور روضۂ منورہ حضرت ایشاںؒ واقعہ بیگم پورہ میں مدفون ہوئے۔

۴۱۵۔ حضرت خواجہ سیّد بہاء الدین خاوند نقشبندیؒ

آپ حضرت ایشاںؒ نقشبندی کے صاحبزادے تھے نہایت عابد و زاہد بزرگ تھے والدِ ماجد کی وفات کے بعد شاہی ملازمت چھوڑ کر عزلت نشینی اختیار کر لی تھی۔ ساری عمر اس روضے کی نگرانی و حفاظت میں مصروفِ عمل رہے۔ فیضان اپنے والد سے ہی پایا تھا۔ وفات کے بعد مقبرہ حضرت ایشاںؒ لاہور میں دفن ہوئے۔

۴۱۶۔ حضرت شیخ حامدؒ نقشبندیؒ

شیخ حامد لاہوری حضرت سیّد آدم بنوریؒ کے خلفائے خاص میں سے تھے۔ آپ اپنے مرشد کی زندگی ہی میں روحانیت کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے تھے کہ سیّد صاحب نے آپ کو اپنی موجودگی میں اپنے طالب و مریدوں کو تلقین و تربیت کی اجازت عطا فرما دی تھی۔ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ آپ بہت کم بولتے۔ کم سوتے اور کم کھاتے تھے بلکہ بے ضرورت بات بھی نہ کرتے تھے۔ امراء اور اغنیاء سے پرہیز فرماتے تھے۔

وفات ۱۶۴۲ء مطابق ۱۰۵۲ھ میں ہوئی۔ نواب قلیچ خاں اندجانی ان دنوں گورنر لاہور تھا۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے تاریخ وفات یوں تحریر کی ہے۔

حسمد گویان سید بہ حیاتُ النعیم
چونکہ حامد حامدِ دین ذوالکرم
سال وصل او چو جستم از خرد
گفت حامد شیخ کامل کن رقم

۴۱۷ - حضرت شیخ محتشم نقشبندیؒ

آپ قدیم بزرگوں میں سے نہایت عابد، زاہد، متقی اور خدا پرست بزرگ تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندی سے ارادت تھی۔ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں آپ لاہور تشریف لائے اور اورنگزیب عالمگیر کے زمانہ میں آپ کا وصال ہوا۔

رائے بہادر کنہیا لال نے جب اپنی کتاب تاریخ لاہور ۱۸۸۴ء میں شائع کرائی تو وہ مقبرہ کی حالت اس طرح رقم کرتے ہیں۔ مقبرہ کی مربع عمارت پختہ چونہ گچ سقف کے برابر چاروں گوشوں پر چار گنبدیاں مربع چاروں طرف چار در محرابی قالبوتی درمیان ان کے مقبرہ کا گنبد عالیشان مدوّر نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ مقبرہ کے چاروں طرف چار محرابیں ہیں۔ مقبرہ کی اندرونی عمارت میں، چار محرابیں چاروں گوشوں میں بنائی گئی ہیں اور چار محرابی دروازے دیواروں پر بخطِ عربی اور فارسی بہت سے آیات و اشعار منظوم لکھے ہیں جن میں سے کچھ پڑھے جاتے ہیں اور کچھ نہیں پڑھے جاتے۔

ہادی سالکان راہِ نجات	آن سلیمان دل و خرد آصف
سال تاریخ رحلتش جستم	گفت طبع سلیم نیک خلف
پنج بر چین ز نخل وفق و بگو	قدس اللہ سرہ الاشراف

سید محمد لطیف ہسٹری آف لاہور میں جو ۱۸۹۲ء میں طبع ہوئی لکھتے ہیں کہ درج ذیل کلمات بھی پڑھے جاتے ہیں۔

اللّٰھم اغفر لامتہ محمدؐ
اللّٰھم ارحم لامتہ محمدؐ

بر آستان تو ام سر ارادت ما

واللہ انیس و منابین

مصنف "تحقیقات چشتی" مولوی نور احمد لکھتا ہے کہ درج ذیل مصرعہ جات بھی پڑھے جاتے ہیں۔

ایں سوختہ را چوں محترم

دروازہ غربی کے اوپر زیر محراب اتنا لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ اللہ۔ محمد۔ علی۔ عثمان اور باقی بوسیدہ ہو گیا ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے۔ کتبہ محمد اکرم

علاوہ ازیں "افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" "یا اللہ۔ یا اللہ" "یا محمد۔ یا محمد" بھی لکھا ہوا ہے۔

مقبرہ کے اندر تین قبور ہیں ایک حضرت مخدوم نقشبندیؒ کی اور دو آپ کے عزیزوں کی۔ انگریزی عہد میں اس مقبرہ کو ایک انگریز کی درخواست پر نیلام کیا گیا اور انگریز مذکور نے خرید کر اس کے چاروں طرف ویرانڈہ بنا کر کوٹھی کی صورت بنالی نیز قبریں گرا دیں۔ بعد ازاں اس میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کوآپریٹو سٹور نے سوڈا واٹر فیکٹری کھول لی۔ یہ متبرک مقبرہ اس لئے انگریزوں نے نیلام کیا تھا کہ سرکاری نزول کے رجسٹر میں بوجہ لاوارث ہونے کے اس کا اندراج تھا۔

وفات: آپ کا وصال ۱۰۶۹ھ میں لاہور ہی میں ہوا۔ خان جہاں بہادر ان دنوں گورنر لاہور تھا۔ آپ کا مقبرہ بھی لاہور ہی میں ہے۔ موجودہ وقت یہ مقبرہ گرینڈ ٹرنک روڈ پر ریلوے کے اونچے پل کے سامنے شاذولیبارٹریز اور رصدگاہ کے درمیان سوامی نگر میں واقع ہے۔ گنبد کی شان اسی طرح قائم ہے کہ یہ کسی بڑے ولی اللہ کا مقبرہ ہے چند سال قبل لوگوں نے اس کو اپنے رہنے کی جگہ بنا لیا تھا جو کہ کسی طرح بھی اہل اسلام کے لئے مناسب نہیں تھا۔ عربی اور فارسی کی کوئی تحریر موجود نہیں ہے۔ سفیدی کر کے ان کو مٹا دیا گیا ہے۔ افسوس صد افسوس۔

اب کچھ عرصہ سے یہ مقبرہ اندرون چار دیواری آگیا ہے اور اس تک پہنچنے کے

سب راستے مسدود ہیں کیونکہ مقبرہ کوٹھی کے حدود کے اندر آ گیا ہے۔

۴۱۸- حضرت شیخ عبدالوہاب نقشبندیؒ

محمد اسلم بن محمد حفیظ پسروری انصاری مصنف "فرحت الناظرین" اپنی تالیف لطیف میں لکھتا ہے کہ آپ پسندیدہ اطوار اور فضائل پسندیدہ کے مالک تھے۔ آنجناب نے تجرد کی زندگی بسر کی۔ ۴۵ سال ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں گزار دیئے۔ نفس پر پورا قابو رکھتے تھے۔ نہایت قانع اور بزرگ شخصیت تھے۔ بے شمار خلق خدا نے آپ سے راہِ ہدایت اختیار کی۔ دسویں سال جلوسِ عالمگیری میں اسّی سال کی عمر میں لاہور میں وصال فرمایا اور یہیں دفن ہوئے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔

٥

۴۱۹- حضرت شیخ محمدؒ باقر نقشبندیؒ

آپ لاہور کے نامور علماء اور مفتیان میں شامل تھے۔ بہت بڑے فاضل اور متبحر عالم تھے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت اور خلافت حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ قیوم ثانی" سے تھی۔ لاہور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ حضرت شیخ محمد باقر بن شرف الدین العباسی الحسینی لاہوری نے مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی کا مخلص کنز الہدایات (فارسی) کے نام سے کیا جس کا عربی میں ترجمہ الشیخ محمد مرتضٰی بن ولی الدین افندی نے ترکی میں کیا۔ یہ مخطوطہ سہ ماہی مجلہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے شمارہ جنوری۔ اپریل ۱۹۷۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔

شیخ محمدؒ باقر نقشبندی لاہوری کی تصنیفات میں منتہی الایجاز لکشف الاعجاز (تفسیر قرآن مجید) مخطوطہ اور نام حق بہت مشہور ہیں۔

"فرحت الناظرین" مؤلفہ محمد اسلم بن محمد حفیظ انصاری پسروری میں لکھا ہے کہ ملاّ شرف الدین لاہوری لاہور میں مفتی کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ درس و تدریس کے ماہر تھے

عہدِ اورنگ زیب میں وفات پائی اور ملا محمد باقرؒ بھی لاہور کے مفتی کے منصب پر فائز تھے جامع معقول و منقول تھے۔ نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت تھے اور لاہور ہی میں فوت ہوئے۔

"حالات مشائخ نقشبند" مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد حسن کرت پوری میں تحریر ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ (خواجہ محمد معصومؒ) کے صاحبزادگان کے علاوہ صدہا خلفاء و صاحب ارشاد مثل مفتی باقر لاہوریؒ۔ میر شرف الدین لاہوریؒ اور محمد حنیف کابلی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم گزرے ہیں۔

۴۲۰ - حضرت شیخ سعدیؒ بلخاری نقشبندی

ابتدائی حالات: حضرت شیخ سعدی بلخاری مجددی نقشبندی حضرت سید آدم بنوریؒ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے اور بچپن سے ہی آپ کی خدمت میں رہے اور تعلیم و تربیت حاصل کی۔

روضۃ السلام میں شرف الدین مجددی کشمیری نے خود آپ کی زبانی ان کے حالات تفصیلاً بیان کئے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ "آپ فرماتے تھے کہ میری عمر ابھی آٹھ سال کی ہو گی کہ میں اپنے گاؤں کے باہر ایک کنوئیں پر وضو کر رہا تھا کہ اتفاقاً ادھر سے سید آدم بنوریؒ کے خلیفہ حاجی سعد اللہ وزیر آبادی بنور جاتے ہوئے وہاں سے گزرے اور مجھے نہایت احتیاط سے وضو کرتے ہوئے دیکھ کر متعجب ہوئے کہ اس کمسنی میں یہ بچہ کس قدر انہماک سے وضو کر رہا ہے اس کے بعد آپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہو گئے مگر میرے دل میں شوق پیدا ہوا کہ ایسے بزرگ آدمی کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیئے چنانچہ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا لیکن میں نے یہ احتیاط کی کہ ان سے کافی فاصلے پر پیچھے پیچھے چلتا رہا یہاں تک کہ بنور آ گیا۔ جب حاجی سعد اللہ۔ حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے تمام ساتھیوں کے بارے میں استفسار فرمایا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ لڑکا ازلی سعادت مند ہے اور میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا کہ سعدی۔ آپ نے فرمایا۔ جہاں کہیں بھی جاؤ اور جہاں کہیں بھی رہو تم سعدی ہو۔ تم دنیا میں بھی سعدی ہو اور آخرت میں بھی سعدی۔ پھر مجھ پر بے حد شفقت فرمائی اور اپنے گھر لے گئے اور اس طرح میں نے کئی سال تک آپ کے گھر میں رہ کر تعلیم و تربیت اور فیوض روحانی

حاصل کئے۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔"

ورودِ لاہور: اپنے پیر و مرشد حضرت سید آدمؒ کی وفات حسرت آیات کے بعد سعدیؒ لاہور تشریف لے آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ لاہور کے نقشبندی سلسلہ کے باکمال بزرگوں میں سے تھے اور آپ کی وجہ سے لاہور میں اس سلسلہ کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ ہزارہا طالبانِ حق نے آپ سے سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں۔ مستجاب الدعوات تھے۔ مریدان کی تعداد کا کوئی شمار ہی نہ تھا۔ خود فرمایا کرتے تھے۔

"مریدانِ مانند ستارہ ہائے آسمان از حیطۂ شمار خارج اند۔"

تذکرہ مناقب سید آدمؒ میں لکھا ہے کہ آپ لاہور میں چالیس سال تک خلقِ خدا کو ظاہری و باطنی علوم کی تعلیم دیتے رہے آپ کامل بزرگ تھے اور آسیب زدہ کو آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو نظر ملانے سے ہی آسیب زدہ درست ہو جایا کرتا تھا اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ فرماتے کہ آسیب زدہ کے کان میں جا کر کہہ دو کہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ اگر خیریت مطلوب ہے تو یہاں سے چلا جا وگرنہ بُرا ہوگا اور اس طرح بھی آسیب درست ہو جایا کرتا تھا۔ آپ کی دعائیں مشکلیں حل کرنے کے لئے بھی نہایت مؤثر ثابت ہوتی تھیں۔

شیخ محمد عمر پشاوری نے اپنی کتاب جواہر السرائر اور شرف الدین کشمیری مجددی نے اپنی کتاب روضۃ السلام میں آپ کے بے شمار مناقب و خوارق بیان کئے ہیں نیز کتاب بلخاریہ میں بھی آپ کی بے شمار کرامات مندرج ہیں۔

کسی زمانہ میں آپ کا مقبرہ ایک باغ میں تھا جس کے ارد گرد بہت سی عمارات تعمیر کرائی گئیں۔ احاطۂ قبر ایک وسیع باغ سے گھرا ہوا تھا۔ سکھوں کے زمانے میں یہ باغ اجڑ گیا اور اس باغ کی آبیاری کے لئے جو دو کنوئیں تھے ان میں سے ایک تو سکھ گردی کی نذر ہو گیا۔ دوسرے کنوئیں پر ہدایت خاں بلوچ ساکن مزنگ نے قبضہ کر لیا اور اس نے باغ کی زمین پر کاشت شروع کر دی چنانچہ اب تک اس کی اولاد اس پر قابض ہے۔

وفات: آپ نے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ۱۰۹۶ھ میں وفات پائی۔ اس وقت مہابت خاں ابراہیم صوبہ لاہور تھا۔ مزارِ عالی مزنگ میں سعدی پارک ترمذی سٹریٹ میں

واقع ہے۔ لٹن روڈ سے دلفروز سٹریٹ نکلتی ہے اور اس سے ترمذی سٹریٹ نکلتی ہے جس کے آخر میں آپ کا مزار اقدس ایک چار دیواری میں واقع ہے جو تقریباً دس بارہ فٹ اونچی چار دیواری کے اندر اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ مشرقی کونے میں ایک قبر بھی ہے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی قبر پہ گنبد نہیں بنایا گیا کسی زمانہ میں یہاں بہت سی عمارات اور باغ تھا مگر اب صرف ایک چار دیواری رہ گئی ہے جس میں آپ کا مزار ہے سکھوں کے عہد میں اس مزار پہ بھی تباہی آئی تھی۔ شمال کی دیوار میں چراغ روشن کرنے کے لئے بے شمار سوراخ بنائے گئے ہیں۔

خلفاء: حاجی محمد اسماعیل غوری نقشبندی پشاوری آپ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے جن کا مزار پشاور میں زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔ خواجہ محمد سلیم نقشبندی اور خواجہ محمد غنی نقشبندی بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ مخدوم حافظ خواجہ عبدالغفور پشاوری نے بھی آپ سے استفادہ فرمایا تھا اور خرقۂ خلافت پایا۔

سابق گورنر مغربی پاکستان سردار عبدالرب نشتر کبھی کبھی نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔

اولاد: آپ کے چار صاحبزادے تھے خواجہ محمد سلیم۔ خواجہ محمد غنی۔ خواجہ محمد عارف اور خواجہ محمد یوسف۔ تمام صاحبزادے علم و عمل اور زہد و ورع میں اپنے والد بزرگوار کے صحیح طور پر جانشین تھے۔

تاریخِ وفات: مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقاتِ چشتی نے تاریخ وفات اس طرح کہی ہے۔

جناب سعدی بلخار دل بیدار لاہوری
بود بہ روحِ پاک او ہزاراں رحمتِ باری
چو از دنیائے دوں آخر بہ جنت رفت چشتی
ندا آمد ز ہاتف زندہ دِل سعدی بلخاری

تاریخ لاہور میں آپ کی تاریخ وفات "زندہ دل سعدی بلخاری" سے نکلتی ہے مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی کتاب حدیقۃ الاولیاء میں تحریر کیا ہے کہ ہمراہ

روشن ضمیر کے حرمین الشریفین کو گئے۔ چند سال وہاں بسر کئے۔ جب شیخ آدمؒ بمقام مدینہ فوت ہوئے تو شیخ سعدیؒ لاہور میں آئے اور قیام اختیار کیا مگر مصنف تحقیقاتِ چشتی نے لکھا ہے جب شیخ ادمؒ بنوری براہِ لاہور روانہ بیت اللہ ہوئے تو ان کو لاہور میں چھوڑ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تو لاہور میں رہ اور خلقِ خدا کو دعوت بہ خدا کر اور یہی درست معلوم ہوتی ہے۔

۴۲۱ - حضرت پیر زہدیؒ نقشبندی

اصل اسم مبارک وجیہہ الدین تھا۔ خرقۂ خلافت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت شیخ سعدی بلخاریؒ لاہوری سے پایا۔ حضرت سعدیؒ بلخاری کے وصال کے بعد آپ نے فیض طریقہ عالیہ سہروردیہ میں شیخ جان محمد سہروردی لاہوری سے حاصل کیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ لاہور سے دنیا کی سیر وسیاحت کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ نجف اشرف کربلا معلی۔ بیت المقدس اور بغداد شریف میں تشریف لے گئے اور ہر طریقہ میں فیض حاصل کیا واپسی پر حضرت میراں شاہ بھیکھ چشتی سے خرقہ حاصل کیا اور لاہور تشریف لائے۔ یہاں حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ لاہوری سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں کلاہ حاصل کیا۔ آپ شیخ کامل تھے لوگ آپ کی بے انتہا عزت اور تکریم کرتے تھے۔ کمال زہد وورع اور ریاضت کی وجہ سے آپ عوام الناس میں پیر زہدی کے خطاب سے مخاطب تھے۔ ان ایام میں ناظم لاہور نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ تھا۔ مصنف "تحقیقات چشتی" لکھتا ہے کہ ان کا معمول تھا کہ شہر میں پھرتے تھے اور جو ٹکڑے زمین پر گرے ہوئے ملتے تھے ان کو صاف کر کے کھا جاتے تھے

۱۷۲۷ء میں آپ کی وفات لاہور میں ہوئی ان ایام میں ناظم لاہور نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ تھا۔ آپ کو میانی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہِ خلق اللہ ہے۔ کسی زمانہ میں آپ کی قبر پہ گنبد تھا جو انقلاب زمانہ کے باعث گر گیا۔ آپ کے مزار پر لوگ نمکین اور شیریں روٹیاں بطورِ نذر نیاز لے کر جاتے ہیں۔

۴۲۱ - حضرت شیخ محمد عابد نقشبندی مجددیؒ

آپ حضرت شیخ عبدالاحد نقشبندی مجددی متخلص بہ وحدت معروف بہ شاہ گل بن شیخ محمد سعید بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے نیز ان کے جانشین و قائمقام بھی ہے۔ آپ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت لاہور میں ہوئی اور یہیں پرورش پاکر ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نے آپ سے باطنی استفادہ کیا تھا۔ بلند پایہ عالم اور فقیہہ تھے۔ والد ماجد شیخ ابی حسن ضیاء الدین بن عبداللہ بن شیخ التارک ابی المفاخر حامد بن الشیخ بہاء الدین تھا۔ زہد و ورع کے پتلے تھے۔ عبادت و ریاضت میں منفرد مقام کے مالک تھے دنیاوی کاموں کی طرف مطلقاً رغبت نہ تھی۔ روزانہ بیس ہزار دفعہ کلمہ طیبہ۔ ہزار دفعہ ذکی نفی اثبات دم و تلاوت تک منزل قرآن و ہزار بار درود شریف وظیفہ۔ نماز تہجد میں ساٹھ مرتبہ سورہ یٰسین پڑھتے تھے۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور دیگر مقامات مقدسہ میں برائے حج۔ زیارت روضہ پاک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرہ گئے۔ حضرت شاہ غلام علیؒ دہلوی نے بھی آپ کی کثرت عبادتِ و ریاضت کا ذکر کیا ہے۔ تصنیفات میں حاشیہ تفسیر بیضاوی۔ رسالہ وجود اعجاز القرآن۔ شرح خلاصہ کیدانی (فارسی) شرح قصیدہ بانت اسعاد۔ العشرۃ المبشرۃ اور رسالہ فی الاربعۃ الاحتیاط بعد صلوٰۃ الجمعہ مشہور ہیں۔

آپ کا وصال ۱۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۷۴۷ء میں ہوا۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے حدیقۃ الاولیاء میں یہی سالِ وفات تحریر کیا ہے۔

---

۴۲۴ - حضرت حاجی محمد سعید نقشبندیؒ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ شطاریہ کے آپ ایک مشہور بزرگ تھے اور اہلِ ولایت میں متوکل کے نام سے مشہور تھے۔

بیعت۔ صاحب کتاب تشریف الشرفا فرماتے ہیں کہ حاجی محمد سعیدؒ کو خلافت قادریہ سید محمودؒ بن سید علی حسین کردی سے ملی جن سے آپ کی ملاقات مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہاں ہی آپ سے بیعت فرمائی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ کو حافظ سعد اللہ مجددیؒ سے بیعت تھی۔ آنجناب نقشبندی اولیائے لاہور میں صاحبِ طریقت و شریعت اور حقیقت و معرفت کے جویا تھے۔ صاحب خوارق اور کرامت بزرگ تھے۔ کافی عرصہ کابل میں رہے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ کرامتیں آپ کی لاہور میں بہت مشہور ہیں۔ آپ نے دو حج کئے تھے۔

لاہور میں آمد: اطراف عالم کی سیر و سیاحت کے بعد جب آپ لاہور تشریف لائے تو آپ نے محلّہ دولاواڑی میں رہائش اختیار فرمائی اور لوگوں کو درس و تدریس اور رشد و ہدایت کی تعلیم و تربیت دینے لگے جب احمد شاہ ابدالی نے لاہور پر پہلی مرتبہ حملہ کیا اور صوبہ لاہور کو شکست ہوئی تو لاہور کے لوگ بخوف غارت، اِدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے آخر محلّہ لکھی اور عبداللہ واڑی کے رہنے والے آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ سب لوگ بھاگ گئے ہیں ہم آپ کے بھروسے پر ابھی تک اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں فرمایا ہاں ہم نے اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کی ہے کہ ہماری سکونت کا محلہ غارت گری سے محفوظ رہے۔ تم کھلے دروازے اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔ آخر جب شہر فتح ہوگیا اور افغان شہر میں لوٹ مار کرنے لگے تو احمد شاہ ابدالی جو شاہدرہ میں مقیم تھا نے پوچھا کہ کیا اس شہر میں کوئی صاحب شریعت و طریقت ہے۔ لوگوں نے حضرت کا نام لیا تو بادشاہ محلہ عبداللہ واڑی میں آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بعد زیارت حکم دیا کہ دونوں محلوں میں غارت گری نہ ہو۔ بلکہ وہاں اپنی سپاہ مقرر کر دی۔ سید محمد لطیف مصنف ہسٹری آف لاہور نے احمد شاہ ابدالی کی تیسری مہم کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ آپ نے ابدالی کو خط لکھا تھا جس سے وہ بہت متاثر ہوا

اور خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تھا۔ نقل ہے کہ احمد شاہ ابدالی آپ کا مرید ہوگیا تھا اور آنجناب کو لوگ "پیر افغاناں" کے نام سے یاد کرنے لگے۔ آپ کے نواسے شیخ عبدالرحیم آپ کے بڑے خلیفہ تھے۔ ان کے خلیفہ سید فضل علی لاہوری تھے۔

آپ کی زندگی میں سکھ آپ کا بہت لحاظ کرتے تھے۔ جب احمد شاہ ابدالی بعد فتح مرہٹہ لاہور آیا تو حاجی محمد سعیدؒ کی زیارت کو حاضر ہوا تھا۔

سکھوں کے عہد میں: جب آپ کا وصال ہوگیا تو سکھ سردار گوجر سنگھ نے اس محلہ کو لوٹ کر ویران کر دیا۔

اولاد: آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں جن کی اولاد آگے بڑھی آپ کے خاندان کے کچھ لوگ جلال آباد (افغانستان) میں بھی رہتے ہیں اور کچھ لاہور میں۔ آپ کے اولاد نرینہ نہ تھی۔ صاحبزادیوں میں میں سے ایک کا نام بی بی صاحب جان اور دوسری کا نام رحمت بی بی تھا۔ صاحب جان تو حافظ محمد مقیم لاہوری سے بیاہ دی اور رحمت بی بی حافظ محمد مراد صوفی سے بیاہی گئی۔ تاریخ وفات مفتی غلام سرور نے یہ لکھی ہے۔

محمد سعید آں سعید زمان
کہ بیرون است وصفش ز گفت و شنید
پے تاریخ ترحیل آں شیخ دین
ندا شد ز دل واصل سعید

وفات: دوران عہد علی گوہر شاہ عالم دوم بہ عمر ایک سو دس سال آنجناب کی وفات سنہ ۱۷۵۳ء میں ہوئی۔ نواب معین الملک میر منو ان دنوں ناظم لاہور تھا۔ مزار بنک اسکوائر بالمقابل جنرل پوسٹ آفس میں السترور بلڈنگ اور گوروں کے قبرستان کی دیوار کے درمیان واقع ہے۔ مزار کو مسجد سے ہو کر جانا پڑتا ہے۔ احاطہ چار دیواری کے دو حصے ہیں۔ بڑے حصے میں تین قبور ہیں۔ درمیان قبر آپ کی ہے اور ارد گرد دونوں قبور حاجی عباداللہ اور آپ کے نواسے حاجی عبدالرحمٰن کی ہیں۔ چھوٹی چار دیواری میں بھی تین قبور ہیں۔ مسجد میں ہینڈ پمپ نصب ہے۔ مسجد بالکل چھوٹی سی ہے۔ سید محمد لطیف نے آپ کی تاریخ وفات سنہ ۱۷۶۲ء تحریر کی ہے۔

وفات کے بعد کابلی سردار مل نے آپ کی قبر پختہ بنوائی جب سردار سلطان محمد خاں برادر امیر دوست محمد خاں والئ افغانستان مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مہمان کی تاریخی حیثیت سے لاہور مقبرہ جہانگیر میں مقیم تھا تو وہ روزانہ یہاں حاضری دیا کرتا تھا اور نذرانہ چڑھاتا تھا۔ اب بھی کابلی سردار آپ کی بہت عزت و تکریم کرتے ہیں۔ آپ کا مزار پُرانوار زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

۴۲۴ - حضرت سیّد منوّر شاہؒ نقشبندی

بزرگانِ لاہور میں آپ صاحب کمالات اور کشف و کرامات تھے اور حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد سے تھے مگر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی طرف آپ کی رغبت زیادہ تھی۔ مریدوں کو بھی آپ ذکر شغل بہ طریق نقشبندیہ فرماتے تھے۔ جامع طریقت و شریعت تھے۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار میر عبدالرزاق سے بیعت کی تھی۔ زہد و ورع اور پرہیزگاری میں لاثانی تھے۔ ہزارہا حاجت مند اور سائل خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر فیض پاتے۔

آپ کا مزار اقدس چار دیواری حضرت شیخ طاہر بندگیؒ کے اندر ہے۔ ۱۸۴۸ء میں وصال فرمایا۔ یہ سکھوں کی افراتفری کا زمانہ تھا اور حکومت پنجاب مہاراجہ دلیپ سنگھ کے پاس تھی مفتی غلام سرور لاہوری نے تاریخ وفات کہی۔

پرتوِ افگن چو شُد منوّر شاہ
درجہاں ہمچو ماہ پارۂ نُور
گشت تاریخ رحلتش روشن
از منوّر ولی ستارۂ نُور

۴۲۵ - حضرت شیخ محمود شاہ نقشبندیؒ

یہ بزرگ نہایت خدا پرست عابد اور زاہد تھے۔ لاہور میں کافی عرصہ تلقین وارشاد میں مصروف رہے۔ آپ نے حضرت شیخ عبدالکریمؒ مجددی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا جن کو حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے فیض ملا تھا۔ لاہور میں آپ نے اس سلسلہ کو پھیلانے میں

نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ہزارہا طالبانِ خدا نے آپ سے فیض حاصل فرمایا۔ تمام عمر آپ نے مجردانہ گذاری اور گوشہ نشینی اختیار کی۔ مضافاتِ لاہور اور امرتسر میں آپ کے ہزارہا مرید تھے۔ شکل نورانی۔ سفید ریش اور عمر کے ضعیف تھے۔ اکثر اوقات آپ سنہری مسجد میں عصر کے وقت خادمین کے ہمراہ تشریف لاتے۔ رہائش آپ کی کوچہ کوٹھی داراں کشمیری بازار میں تھی مصنف تحقیقاتِ چشتی بہ زبانی عوام تحریر کرتا ہے کہ آپ نے مکان مسکونہ اپنا فروخت کر کے یہ مقبرہ بنوایا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تیزاب احاطہ سے جو سڑک باغبانپورہ کو جاتی ہے اس پر مزار حضرت گھوڑے شاہ کے بالمقابل مسجد کے عقب میں آپ کا مقبرہ واقع ہے۔ یہاں سے ایک سڑک چاہ میراں کو بھی نکلتی ہے ۱۸۶۳ء بمطابق ۱۲۸۰ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ سید محمد لطیف آپ کی تاریخ وفات ۱۸۶۶ء لکھتا ہے یہ انگریزوں کا عہدِ حکومت تھا۔ آپ کی قبر تہہ خانہ میں جس میں آپ کی لاش ایک صندوق میں بند کر کے رکھی گئی تھی اور اوپر مقبرہ بنایا گیا تھا ہے آپ لکھتے ہیں کہ یہ مقبرہ آپ کے مریدوں نے آپ کی زندگی ہی میں بنوا دیا تھا۔

۴۲۶۔ حضرت مولوی محمد سلیم الدین نقشبندی

مولوی محمد سلیم الدین بن خورشید الدین بن مولوی محمد امین ابن۔ خواجہ محمد عمر بن خواجہ عبدالسلام از اولاد حضرت شیخ شرف الدین محمد کشمیری نقشبندی۔

خواجہ عبدالسلام حضرت حافظ عبدالغفور پشاوری کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ لاہور میں رشد و ہدایت کی تبلیغ فرماتے رہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری المتوفی ۱۸۹۰ء کے زمانے میں آپ زندہ تھے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تبلیغ و اشاعت میں کوشاں تھے۔

۴۲۷۔ حضرت سید سید محمود آغا نقشبندی

آپ حضرت میر جان کابلی کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کی تلاش میں کشمیر سے ہوتے

لاہور تشریف لائے اور یہاں خانقاہ حضرت ایشانؒ میں ان دونوں بھائیوں کی مدت مدید کے بعد ملاقات ہوئی اس کے بعد آپ شالامار باغ میں شاہی حمام کے پاس والے برج میں مقیم ہوئے مگر جب انگریز حکام نے تنگ کیا تو آپ نے یہ مقام چھوڑ دیا اور اپنے برادر بزرگ کے پاس حضرت ایشانؒ کے روضہ میں چلے آئے۔ زاں بعد امرتسر تشریف لے گئے اور پھر کچھ عرصہ بعد واپس یہاں ہی آ گئے۔

مادر زاد ولی اور مجذوب تھے۔ عموماً مستی کی حالت میں رہے۔ فارسی میں شعر بھی کہتے تراب تخلص تھا۔ آپ کو حضرت ایشانؒ سے گہری عقیدت تھی۔

وفات آپ کی ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۲ء میں ہوئی اور روضہ حضرت ایشانؒ کے باہر دفن ہوئے۔ آپ لاولد تھے۔

۴۴۸۔ حضرت میر جان کابلی نقشبندیؒ

آپ کا سلسلہ نسب ننھیال کی طرف سے حضرت خواجہ خاوند محمودؒ نقشبندی لاہوری سے ملتا ہے اسی لئے آپ یہاں لاہور تشریف لائے تھے جب آپ بالغ ہوئے تو سواد بنیر میں حضرت اخوند صاحب قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہونے کی استدعا کی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ پنجاب میں امرتسر تشریف لے جائیں وہاں سے فیض حاصل ہوگا چنانچہ آپ پشاور کی راہ لاہور میں آکر امرتسر تشریف لے گئے اور بڑی جستجو کے بعد جناب قبلہ مولانا سید احمد یار بخاری نقشبندی مجددی کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور شرف خلافت سے نوازے گئے۔

سلسلہ ارادت اس طرح ہے۔ سید میر جان کابلی مرید مولانا سید احمد یار امرتسری مرید شاہ محمد یار مرید مولوی محمد شریف مرید شاہ محمد سعید مجددی۔ مصباح الحقیقت مصنفہ مولانا محمد باقر دھرم پالوی صفحہ ۶۔ مطبوعہ ۱۹۰۵ء لاہور۔

اس کتاب کے صفحہ ۵۲ پر پھر تحریر ہے کہ جب مولانا سید احمد یارؒ نے خلافت نامہ تحریر فرمایا تو لکھا "جب میں نے ان کو (حضرت میر جانؒ کابلی) سیر سلوک میں خوب آزمایا اور

کئی بار مشائخ کرام کی طرف سے اجازت دینے کا حکم ہوا تو تب میں نے اجازت نامہ ان کو لکھ کر دیا۔

تاریخ کبیر کشمیر کے صفحہ ۸۶ پر تحریر ہے:۔

"بہ طریق نقشبندیہ مجددیہ آداب سلوک از مولوی احمد یار صاحب امرتسر کہ از مریداں شیخ محمد شریف نقشبندی بود، آموختہ چراغ معرفت و طریقت افروخت و جمع کثیر از خدمت ایشان مستفید شدند، و در اصل از کابل بودہ اند عمر خود در تجرید و تفرید گذاریدند۔ و در کشمیر چند مرتبہ تشریف آوردہ جادہ ارشاد گستردہ طالبان را تربیت فرمودند۔ عاقبت در شہر لاہور مراجعت نمودند و در آنجا بقیہ عمر گذایندند و بتاریخ غرہ شعبان سن ہزار سہ صد و نوزدہ انتقال فرمودند و در مزار شریف حضرت ایشاں خاوندؒ محمود آسودند۔ تاریخ وفات "میرجان پاک دل امیر بہشت" ہے۔

آپ لاہور میں ۳۰ سال تک تلقین و ارشاد میں مصروف عمل رہے۔ خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا میاں شیر محمد شرقپوریؒ اور مولانا غلام قادرؒ بھیروی عموماً جمعرات یا جمعہ کے دن تشریف لاتے۔ مسجد کی محراب کے پاس بیٹھ جاتے اور آپ کے ارشادات سے مستفید ہوتے۔ مادری زبان فارسی تھی مگر خطابت کے فرائض عموماً اردو اور پنجابی میں ادا کیا کرتے تھے۔ آپ نے یہاں بہت سے حجرے تعمیر کرائے نیز ایک حویلی اور مسافر خانہ بھی بنوایا جہاں مسافر اور طالب علم قیام کیا کرتے تھے۔ قرآن پاک۔ حدیث۔ فقہ اور عقائد کی تعلیم دیا کرتے وفات ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں ہوئی اور مقبرہ حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشانؒ کے باہر دفن ہوئے۔ آپ لاولد تھے۔

۴۲۹۔ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ نقشبندیؒ

آنجناب کی پیدائش ۱۸۱۳ء کے لگ بھگ موضع بھینی ضلع شیخوپورہ میں ہوئی بعد ازاں آپ نے موضع قلعہ لال سنگھ تحصیل شرقپور ضلع شیخوپورہ میں سکونت اختیار کر لی۔

مگر تعلیم ریاست بہاولپور میں حاصل کی۔ عربی فارسی۔ تفسیر۔ حدیث۔ فلسفہ۔ اصول معانی ہیئت۔ فقہ۔ صرف نحو میں مکمل مہارت تھی۔ تکمیل علومِ ظاہری کے بعد آپ وطن واپس تشریف لائے اور چوہنگ میں حضرت میاں بدرالدینؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی جو قلعہ لال سنگھ سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ بیعت کے بعد برسوں تک آپ بلا ناغہ روزانہ نمازِ فجر اپنے پیرو مرشد کی اقتدا میں جا کر ادا کرتے۔ گرمی، سردی اور موسم کے مصائب کی آپ کو مطلقاً پرواہ نہ تھی قلعہ کے قبرستان میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی جو عام طور پر غیر آباد رہی تھی۔ اس مسجد میں آپ نے اپنے پیرو مرشد کے حکم سے کئی چلے کاٹے۔ آپ تمام رات عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اور دن کے وقت کچھ آرام فرما لیتے۔ اس قیام مسجد میں آپ کے پانچ بیٹے یکے بعد دیگرے بحالت نابالغی میں انتقال کر گئے مگر آپ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق متزلزل نہ کر سکا۔

عبادت الٰہی کے ساتھ ساتھ آپ رزقِ حلال کی کوشش میں بھی آگے آگے تھے۔ کمال عبادت و ریاضت کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ اپنی اراضی خود کاشت کرتے۔ لاہور میں آپ "پیر صاحب قلعہ والے" کے لقب سے مشہور ہیں۔ تقریباً تین مربعے اراضی ملکیت خاص جو ضلع شیخوپورہ میں واقع ہے۔ دربار شریف کے نام وقف کر دی۔ ہر سال آپ کے عرس پر سلسلہ نقشبندیہ کے بڑے بڑے علماء کرام وعظ فرماتے ہیں۔

لاہور میں تشریف آوری: ۱۹۵۵ء میں آپ لاہور تشریف لے آئے اور املی والی مسجد میں قیام فرمایا۔ مستری احمد بخش جو آپ کا ارادت مند تھا نے چار کنال ۱۲ مرلے زمین ایک کنویں سمیت آپ کو خرید دی چنانچہ آپ کھیتی باڑی میں بھی مصروف ہو گئے پہلے اس جگہ کا نام بستی بیلا رام تھا۔ اب اس کو عثمان گنج کہا جاتا ہے۔ ۱۹۵۶ء میں آپ نے دربار کے باہر دو حجرے تعمیر کرائے اور یہاں تبلیغ اسلام شروع کی۔

"آپ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ لاہور کے شمال میں ہمارا مزار بنے گا۔ دوسری پیشگوئی آپ نے یہ فرمائی تھی کہ جب میں لاہور کے شمالی حصہ میں قیام پذیر ہوں گا تو میرے ہاں ایک لڑکا تولد ہو گا جو علوم ظاہری و باطنی کا مخزن ہو گا اور یہ آپ کی دونوں پیشگوئیاں حرف بحرف

پوری ہوئی۔

آپ کے ہم عصر لوگ: آپ کے ہم عصروں میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی۔ حضرت پیر جماعت علیشاہؒ اور حضرت پیر مہر علیشاہؒ گولڑوی معروف ہیں۔ حضرت میاں شیر محمدؒ صاحب سے آپ کی اکثر ملاقاتیں رہتی تھیں۔ آپ کے خلفا میں آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ عالم نو محمدؒ اور حضرت مہر محمدؒ صوبہ نقشبندی کے نام بہت مشہور ہیں۔

آپ نے ۲۱ر فروری ۱۹۰۳ء کو وصال فرمایا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۰ اور ۹۰ سال کے درمیان تھی۔

مقبرہ: حضرت خواجہ کا مقبرہ حضرت میاں میرؒ قادری کے روضہٗ مبارک کے نمونے پر ایک بلند چبوترے پر نہایت عالی شان عمارت کی صورت میں ہے ساتھ ہی مسجد ہے آپ کے مرید خاص مستری احمد بخش مرحوم نے تیس ہزار روپے کے صرفِ خاص سے مقبرہ تیار کروایا۔ اندر اور باہر نقاشی کا کام کروایا۔ جو لاجواب ہے۔ تعویذ اور فرش سنگِ مرمر کا لگوایا گیا جس میں سنگِ موسیٰ کی پچی کاری کا کام ہے۔

۴۳۰۔ حضرت پیر عبدالغفار نقشبندیؒ

سرزمین کشمیر میں شیخ مسعود نرودی کے اسلاف بغداد سے تشریف لائے تھے۔ ان کی اولاد ہندوستان کے کئی شہروں میں آباد ہے۔ ان میں سے جو لوگ لاہور آباد ہوئے۔ ان میں سے پیر مصطفیٰ شاہؒ جو ملتان کے ایک موضع میں آباد تھے ان کے فرزند پیر احمد شاہ کاشمیری لاہور آگئے۔ اس زمانہ میں ان کے صاحبزادے پیر عبدالغفار شاہ کی عمر گیارہ سال کی تھی پیر عبدالغفار شاہؒ نے لاہور ہی کے مدارس سے تکمیل علوم کی اور پھر یہاں کے ہی ایک سادات گھرانے میں شادی کر لی جس سے ایک بیٹا پیر محمد اشرف تولد ہوئے۔

۱۹۰۰ء میں آپ نے مسجد تکیہ سادھواں اندرون موچی دروازہ لاہور میں ایک دینی مدرسہ بنام مدرسہ غوثیہ قائم کیا جس میں قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ صرف و نحو وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مثنوی مولانا رومؒ کا درس خود دیتے تھے۔ طلبار کو یہاں سے مفت دینی کتب مہیا کی جاتی تھیں

اور ان کی رہائش و خوراک کا بھی انتظام تھا۔ مولوی احمد علی شاہ خطیب بادشاہی مسجد لاہور ہیں مدرسہ کے کئی سال تک شیخ الحدیث رہے۔

آپ نے درود شریف کی بڑی اشاعت کی مختلف اقسام کے درود شریف ہزاروں کی تعداد میں شائع کرا کے مفت تقسیم کئے۔

آپ نہایت باعمل اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ تمام عمر کسی سے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ آپ کے مریدین کی تعداد بہت زیادہ تھی جن کی کثیر تعداد لاہور۔ امرتسر۔ پونچھ۔ کشمیر۔ جموں۔ افغانستان اور دور دراز کے علاقوں تک تھی۔ حضرت داتا گنج بخشؒ۔ حضرت میاں میرؒ۔ حضرت ایشانؒ اور حضرت حسین زنجانیؒ کے مزارات پر چلے جاتے اور وہاں درود و سلام کی مجالس منعقد کراتے۔

وفات ۱۹۱۱ء میں پائی۔ عمر ۶۳-۶۴ سال پائی۔ نماز جنازہ درگاہ حضرت شاہ محمد غوثؒ کے غربی باغ میں پڑھائی گئی۔ حاضرین کی تعداد بیس پچیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ ابتداً مسجد تکیہ سادھواں کے ایک کونہ میں امانتاً دفن کئے گئے۔ جب آپ کا مقبرہ میانی میں نزد باغ گل بیگم تعمیر ہو گیا تو آپ کا تابوت وہاں منتقل کر دیا گیا۔ یہ ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے۔ آپ کے فرزند پیر اشرف شاہ کا انتقال ۔۔۔ء میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

۱۳۴۴ - حضرت حافظ فتح محمد اچھروی نقشبندیؒ

آپ کے والد گرامی کا نام میاں امام دین تھا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت لاہور سے ہی حاصل کی۔ بچپن میں ہی چیچک کا شدید حملہ ہوا تھا جس سے آپ کی بینائی جاتی رہی مگر اس نعمت کے چھن جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمِ لدنی جیسی لازوال نعمت سے مالا مال کر دیا۔ عربی۔ فارسی۔ اردو اور طب کے علوم میں خاصی مہارت حاصل کر لی اور پھر قرآن پاک حفظ کر لیا۔

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت خواجہ عبدالرسول قصوری نقشبندی سے کی تھی۔ تقدس کا یہ عالم تھا کہ اپنے گھر میں بوئی ہوئی سبزی سے آپ کا کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ قادری سلسلہ میں بیعت آپ کی حضرت مولوی نور عالم سے تھی جو حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی کے خلیفہ تھے۔ جن دنوں عبداللہ چکڑالوی نے فتنہ انکارِ حدیث برپا کیا تو آپ نے اس کے ردّ

میں ایک کتاب صلوٰۃ القرآن بمتابعت حبیب الرحمٰن شائع کرائی۔ آپ عربی کی بڑی کتابیں پڑھایا کرتے تھے اور حکمت میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

آپ کی کئی ایک کرامات مشہور ہیں۔ نہایت عارف۔ کامل درویش تھے۔ مشہور دینی مدرسہ جامعہ فتحیہ کے آپ ہی بانی تھے جس میں درس و تدریس کا نہایت اعلیٰ انتظام تھا۔ مدرسہ جامعہ مسجد اچھرہ میں قائم تھا۔

آپ کے ہمعصر صوفیا میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ اور سائیں توکل شاہ انبالوی بہت معروف ہیں۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ آپ کے پاس اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ حضرت میاں صاحبؒ آپ سے مل کر نہایت محظوظ ہوا کرتے تھے۔

وفات ۲۹ شوال ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں پائی۔ مولانا اصغر علی روحیؔ پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے آپ کی رحلت کا قطعہ تاریخ لکھا جو ان کے مزار واقع قبرستان اچھرہ پر کندہ ہے

امامِ حافظاں فتح محمد — کہ در عشق پیغمبر بود یکتا
احب الصالحین و کان منہم — ففاق القوم صدقاً اجمعینا
ولم یات الھوا ما دام حیا — لیوم یجعل الولدان شیبا
صدائے ارجعی در گوش افتاد — بصدر قرب حق شد مسند آرا
بسالِ عزم خلدش گفت روحیؔ — بہ جنت رفت با حق باد مولا
۱۳۳۵ ہجری

آپ کے صاحبزادے میاں مشتاق احمد کا وصال ہو چکا ہے۔

۴۳۲۔ حضرت سید محمد شاہ نقشبندی مجددیؒ

آپ کے مقبرہ میں کئی ایک قبور ہیں جن میں سید محمد شاہ نقشبندی اور سید حاکم علی شاہ کی قبریں نمایاں ہیں۔ سید محمد شاہ ضلع امرتسر سے قیام پاکستان سے قبل لاہور تشریف لائے تھے اور سالہا سال تلقین و ارشاد میں مصروف عمل رہے۔

سلسلہ بیعت اس طرح ہے۔ سید محمد شاہ مرید سید اسماعیل حسنی نقشبندی لدھیانوی مرید

سید اسماعیل شاہ حسنیؒ مرید سید محمد علیشاہؒ مرید سید جمال اللہ شاہؒ رامپوری مرید خواجہ قطب الدین حیدر حسینیؒ مرید حضرت خواجہ محمد زبیرؒ مرید حضرت حجت اللہؒ مرید خواجہ محمد معصومؒ مرید حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی۔

سید حاکم علی شاہ سید فضل شاہ حسنی نقشبندی کے مرید تھے۔ نماز کی سختی سے تلقین فرمایا کرتے تھے مستجاب الدعوات بھی تھے۔ ولادت سیالکوٹ میں ہوئی۔ قیام لاہور سلطان پورہ میں تھا۔ وفات ۰ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۳۶ء میں ہوئی

سید محمد شاہؒ کی وفات ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔

مقبرہ بدھو کے آوا کے بالمقابل اندرون احاطہ انجینئرنگ یونیورسٹی جی ٹی روڈ پہ واقع ہے اس کے نزدیک ہی یونیورسٹی کی ایک میناری عظیم الشان مسجد ہے۔ دربار مجددیہ کے ساتھ مسجد اور قبرستان بھی ہے جب انجینئرنگ یونیورسٹی کی توسیع کے سلسلے میں بیرونی چار دیواری کی گئی تو حاکمان وقت کے ساتھ مسجد و مقبرہ کی تعمیر کے سلسلہ میں کئی سال تک جھگڑا رہا۔

سید علی حسینی سید حاکم علی شاہ کے فرزند ہیں۔ انہی کے زیر اہتمام مقبرہ و مسجد تعمیر ہوئی ہے آپ کی تصنیفات میں انوار سنت۔ دنیا و تارکان دنیا۔ اصول اولیاء۔ ضروریات اہل تصوف۔ دستگیر صادقین۔ ہدایت الاولیاء۔ حسینؓ پاک ہیں۔

دربار مجددیہ میں یہ حضرات تشریف لاتے رہے ہیں۔

۱۔ پیر سید شبیر شاہ۔ روضہ لدھیانہ میں ہے۔

۲۔ پیر مولوی محمد حسین سیالکوٹی خلیفہ حضرات چورا شریف۔ روضہ رنگ پورہ ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

۳۔ پیر حسین علی شاہ رتڑ چھتڑ والے۔ روضہ کاہنا منڈی ضلع لاہور میں ہے۔

۳۴۳۔ حضرت مولانا ایزد بخش نقشبندیؒ

آپ کی ولادت ۱۸۳۱ء عہد سکھاں میں بمقام انبالہ ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے وطن سے حاصل کی پھر ... کی تلاش سے وطن سے نکلے اور کئی ایک مقامات پر بزرگان

زمانہ سے ملے اور اکتساب فیض کیا۔ پھر جذب و مستی کا دَور دَورہ شروع ہُوا تو ۲۸ سال کی عمر میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے اس وقت آپ کے پاس ایک چادر۔ ایک رسّی اور ایک لوٹا تھا اور لاہور کی جانب پیدل روانہ ہوئے۔ پہلے آلومہار شریف پہنچے۔ کچھ عرصہ حضرت پیر جماعت شاہ کی خدمت میں رہے پھر ان کے ایما پہ عازمِ چورہ شریف ضلع کوہاٹ ہوئے اور حضرت بابا فقیر محمد تیراہی سے شرفِ بعیت حاصل کیا۔ کئی سال وہاں رہے اور سلوک و معرفت کی منازل طے کرتے رہے نیز خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ حضرت باباجی کے وصال کے بعد آستانہ اور لنگر کا انتظام آپ کے ہی سپرد تھا کیونکہ حضرت باباجی آپ کے حسنِ انتظام۔ دُور اندیشی اور عبادت گزاری سے بہت متاثر تھے۔ کافی عرصہ چورا شریف میں انہیں فرائض کی تکمیل کرتے رہے جب صاحبزادہ محمد شفیع جوان ہوئے اور انتظام آستانہ کا خاطر خواہ بندوبست ہوگیا تو آپ لاہور چلے آئے۔ تقریباً بارہ برس حضرت داتا گنج بخشؒ کے آستانہ عالیہ پر عبادت و چلہ کشی کی پھر آپ باغبان پورہ چلے آئے۔ ان دنوں یہاں ایک مسجد جو عہدِ مغلیہ کی تعمیر شدہ تھی اور نہایت خستہ حالی اور شکستہ سامانی میں تھی۔ یہیں آپ نے ڈیرہ ڈالا۔ مسجد کو از سرِ نو مرمّت کرایا اور آباد کیا۔ درس و تدریس کا بھی اہتمام کیا۔ بے شمار لوگوں نے یہاں آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے حالات میں آپ کے پوتے محمد حنیف قریشی ایک کتاب بنام "فیضانِ ایزدیہ" لکھ چکے ہیں جو جلدی زیورِ طباعت سے آراستہ ہوگی۔ عرس ہر سال ۱۲ ماہ شوّال کو ہوتا ہے آپ کے خلفاء میں میاں چراغدین باغبان پوری مرحوم چیف انجینئر۔ شاہ عبدالحمید نقشبندی اور حاجی میاں کریم بخش مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے بے شمار مرید تھے۔

وفات آپ کی ۱۹۳۱ء میں ہوئی اور اسی آباد کردہ مسجد جو کہ چاہ بھنگیاں والا۔ باغبانپورہ میں واقع ہے۔ یہیں جانبِ جنوب مدفون ہوئے۔

۴۲۴ - حضرت مولانا محمد یار خلیق نقشبندیؒ

فاروقی النسل تھے۔ جوڑہ کلاں ضلع سرگودھا ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ علوم عربیہ و فارسیہ کی تکمیل مدرسہ علوم شرعیہ بیربل شریف ضلع سرگودھا سے کی پھر لاہور چلے آئے اور یہاں اہل

سنت والجماعت کی مشہور درسگاہ جامعہ نعمانیہ میں مدرس کی حیثیت سے کام کرنے لگے پھر دارالعلوم کے دارالاستفتاء کے ناظم بھی رہے۔ اسی فتویٰ نویسی کی وجہ سے آپ کو ابتلائے سوامح ملی۔ جن دنوں مولانا غلام محمد بگوی شاہی مسجد لاہور کے خطیب اعلیٰ تھے۔ آپ بطور نائب خطیب یہاں مقرر ہوئے مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ سنہری مسجد کے خطیب مقرر ہو گئے اور یہاں ۴۸ سال تک خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

عربی۔ فارسی اور اردو میں اشعار کہتے تھے "خلیق" تخلص تھا۔ مسلک حنفی نقشبندی تھا۔ آپ کا کلام شگفتگی اور بلند خیالی کی وجہ سے مشہور ہے۔ مسجد وانگراں چوک اور مسجد شاہ عالم دروازہ (لال مسجد) کی پیشانی پر آپ کی کہی ہوئی تاریخ بنیاد نقش ہے۔

کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں سر الشہادتین۔ نافع الصلوٰۃ اور مجموعہ خطبات خلیق بہت مشہور ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی جس کے کچھ حصے شائع ہوئے۔ آپ کی ایک کتاب "صلوٰۃ مسعودی" کا ترجمہ بہت مشہور ہے۔ عبداللہ چکڑالوی نے "فتنہ اہل قرآن" کی طرح ڈالی تو آپ اس کے اولین مخالفین میں سے تھے۔

وفات ۲۴ جون ۱۹۳۷ء میں ہوئی اور اچھرہ موڑ کے قبرستان میں دفن ہوئے عمر ۱۱۲ برس کی ہوئی۔ غلام دستگیر نامی نے آپ کی وفات پر ایک نظم لکھی جس کے مقطع سے آپ کی تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔

نامی پئے تاریخ وصالش بنوشت
پیوست برحمتِ حق آں پاک ولی
۱۳۵۶ھ

۴۳۵۔ حضرت ابوالرضا شاہ حاکم علی نقشبندیؒ

آپ کوٹلی ضلع گوجرانوالہ میں ۱۲۹۷ھ میں پیدا ہوئے والد ماجد کا نام شہاب الدین تھا۔ جب آپ تین سال کے تھے تو صاف زبان میں باتیں کرنے لگے بلا کے ذہین تھے۔ حافظہ اس قدر تیز تھا کہ جو کلام ایک مرتبہ سن لیتے وہ ذہن نشین ہو جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ

چار پانچ سال کی عمر میں ہی آپ نے کلام پاک کے کئی سیپارے حفظ کر لئے تھے۔ بارہ سال کی عمر میں آپ کے والدِ ماجد انتقال کر گئے تو تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ کو کسبِ معاش کی فکر بھی دامنگیر ہوئی دن بھر آپ کام کرتے اور رات کو دینی علوم کی تکمیل کرتے۔

کلام پاک پر آپ کو اس قدر عبور تھا کہ آپ اس کی چودہ قسم کی تفسیر نہایت آسانی سے بیان فرماتے اور اس کے رموز و نکات کا انکشاف آپ اس طرح فرماتے کہ دوسرا کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔ عربی و فارسی میں آپ کو کافی عبور تھا۔ بہترین خوشنویس اور اعلیٰ درجے کے شاعر بھی تھے چونکہ آپ کی شاعری میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی جھلک نمایاں طور پر موجود تھی اس لئے آپ کو "ابوالرضا" کہا جاتا ہے۔ آپ نے ساری عمر رضائے الٰہی کی تلقین میں بسر کر دی۔

آپ کا بیشتر وقت تعلیم و تدریس میں صرف ہوتا تھا۔ اس کے باوجود آپ ورزش وغیرہ بھی کافی دلچسپی سے کرتے تھے۔ دوڑنے۔ کشتی اور فصل کاٹنے میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن جب آپ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول تھے کہ آپ کے صاحبزادے کی علالت میں حالت خراب دیکھ کر آپ کی اہلیہ نے فوری طور پر گھر آنے کے لئے کہلا بھیجا مگر آپ مقررہ منزل ختم کر کے ہی تشریف لائے اس وقت تک بچے کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ کی والدہ نے جو اس وقت حیات تھیں کہا کہ اب کیا لینے آئے ہو۔ تم قرآن کے اور قرآن تمہارا۔

بعد ازاں شوق عبادت و ریاضت میں آپ نے اتنا کمال حاصل کر لیا کہ کئی کئی روز آپ کھائے پیئے بغیر گزار دیتے۔ قرآن شریف سے آپ کی محبت اظہر من الشمس تھی فرماتے تھے قرآن کریم میری خوراک میری روح اور میرے دل کا سرور ہے۔ میں خوراک کے بغیر زندہ رہ سکتا ہوں مگر اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

اب بیعت کا وقت آیا تو ان دنوں شرقپور شریف میں حضرت میاں شیر محمد صاحب کا چرچا بہت تھا۔ کشاں کشاں وہاں پہنچے اور آپ کی بیعت سے سرفراز ہوئے اور پھر واپس لاہور تشریف لائے۔

اس زمانے میں پکی ٹھٹھی کے گرد و نواح کا علاقہ ویران اور بنجر تھا آپ نے ایک ویران جگہ پر قیام فرمایا اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ہزارہا کی تعداد میں خدا کی خلقت

آپ سے فیض یاب ہونے لگی۔ ایک دفعہ آپ کی زبان مبارک تین سال تک بند رہی ان ایام میں آپ خاموشی سے تلاوت فرماتے رہے اور لوگوں کو انگلی سے جو کچھ کہنا ہوتا لکھ کر بتا دیتے اس مدت کے بعد جب آپ کی طبیعت میں سکون آیا تو آپ پھر رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

وفات: آخری ایام میں آپ کی طبیعت بے حد علیل ہو گئی تھی اور لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ بھی محدود کر دیا تھا۔ ترلیسٹھ برس کی عمر میں ۲۲ جنوری ۱۹۴۰ء مطابق ۱۳۶۰ھ کو شب کے ساڑھے بارہ بجے آپ کا وصال ہوا اور آپ کو اس جگہ دفن کیا گیا جہاں بعد ازاں آپ کا نہایت عظیم مقبرہ تعمیر کرایا گیا۔

آپ کا مقبرہ ملتان روڈ پر دار الشفقت کے طبیہ کالج کے متصل پکی ٹھٹھی کو جانے والی سڑک کے دائیں جانب سبز گنبد میں واقع ہے ساتھ ہی ایک مسجد بھی ہے۔

۴۳۶۔ حضرت خواجہ محمد بخش نقشبندیؒ

لاہور سے قریباً ۱۴ میل مشرق کی طرف واہگہ بارڈر کے قریب ایک چھوٹی سی بستی لکھن شریف ہے جس میں میلوں دور سے ایک سر بفلک گنبد نظر آتا ہے اس گنبد کے اندر عظیم روحانی شخصیت خواجہ محمد بخش نقشبندیؒ ابدی استراحت فرما ہیں۔ بچپن کے حالات پردہ اخفا میں ہیں آپ اعوان قوم کے چشم و چراغ تھے۔ پیشہ کاشتکاری تھا۔ خواجہ محمد قاسم گیلانی موہڑہ شریف کی نظر کیمیا اثر سے بہت قلیل مدت میں روحانی منزلیں طے کیں اور جلد ہی اپنے پیر و مرشد سے روحانی خلافت کی عظیم ذمہ داری سنبھالنے کے قابل ہو گئے۔ اپنی زندگی میں ہزاروں بندگان خدا کو راہ ہدایت دکھائی۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ خواجہ محمد قاسم گیلانیؒ نے ۲۰ نومبر ۱۹۴۳ء کو انتقال فرمایا اور آپ اپنے پیر و مرشد سے قریباً ایک ڈیڑھ سال پہلے ۱۹۴۲ء میں ہی رحلت فرما کر عالم جاودانی ہوئے۔ مزار اقدس زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

آپ کے صاحبزادے محمد عارف حسین صاحب سجادہ نشین ہیں اور حضرت خواجہ

محمد بخش نقشبندیؒ کی روحانی تعلیمات کے وارث ہیں۔ حلقہ مریدین بہت وسیع ہے۔ ۱۸۔۱۹ اسوج کو سالانہ عرس مبارک ہوتا ہے جس میں دور دراز سے لوگ شمولیت کرتے ہیں۔ شب و روز نعت خوانی اور مواعظِ حسنہ کی محافل نیز ذکرِ الٰہی کی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ حاضرین پر عجب روحانی کیفیت و سرور طاری رہتا ہے۔

۴۴۷۔ حضرت مولٰینا نبی بخشؒ حلوائی نقشبندی

آپ لاہور کے متوسط آرائیں گھرانے میں ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے آپ کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس لئے آپ نے جلد ہی قرآنِ کریم کی تعلیم مکمل کر کے علمِ حدیث و تفسیر کی طرف توجہ فرمائی اور معیشت کے لئے آپ نے مٹھائی بنانے اور دودھ بیچنے کا پیشہ اختیار فرمایا۔ اس لئے حلوائی کہلائے جانے لگے۔ آپ کے والد کا نام محمد وارث تھا۔

اساتذہ، آپ کے اساتذہ میں سے مولانا معوان حسینؒ خطیب بادشاہی مسجد۔ مولانا محمد ذاکر بگویؒ مولانا غلام محمد بگویؒ۔ پیر سید عبدالغفار شاہؒ۔ مولانا غلام قادر بھیرویؒ اور حضرت مولانا غلام دستگیر نقشبندیؒ قصوری کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔

بیعت؛ آپ نے حضرت مولانا غلام دستگیرؒ نقشبندی قصوری سے شرف بیعت کیا جس وجہ سے آپ مصنف مفسرِ قرآن۔ مناظرِ اسلام اور اہلِ سنت والجماعت کا مایہ ناز پنجابی شاعر بنے آپ کے ہم مسلک معاصرین میں سے حضرت مولانا سید دیدار علی شاہؒ۔ مولانا غلام قادر بھیرویؒ۔ مولانا معدان حسین حضرت میاں شیر محمد شرقپوری۔ مفتی عبدالقادر۔ مولانا تاج دین۔ اور حافظ فتح محمدؒ اچھروی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں اور معاندین میں حافظ محمد لکھوی۔ سار جنٹ صاحب بہادر مولف تفسیر نعمانی۔ مولوی عبدالستار مولوی دلپذیر وغیرہ غیر عقیدہ لوگ تھے۔ اس پُرفتن دور میں جو خدمات اہلِ سنت والجماعت کو بچانے کے لئے بریلی سے اعلیٰ حضرت مولٰینا احمد رضا خانؒ۔ مراد آباد میں حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔ قصور سے غلام دستگیر اور لاہور سے مولانا سید دیدار علی شاہؒ۔ مولانا غلام قادر بھیروی اور مولوی نبی بخشؒ حلوائی نے سرانجام دیں۔ تاریخ اہلِ سنت والجماعت ان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری کی وفات کے بعد آپ

نے پیر سید جماعت علی شاہ ثانی علی پوری سے خلافت حاصل کی۔

تصانیف: آپ پنجابی اور اردو کے مایۂ ناز مصنف تھے۔ تفسیر نبوی آپ کا بڑا کارنامہ ہے جو پندرہ مبسوط جلدوں میں قرآن پاک کی منظوم تفسیر ہے جو پنجابی زبان میں لکھی گئی ہے۔ پنجابی مولانا نبی بخش حلوائی مفتی نے تفسیر نبوی چالیس سال کی محنت سے ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچائی۔ اس تفسیر میں حدیث، تفسیر اور فقہ کی تقریباً پچیس بلند پایہ کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ہر آیت کا مطلب واضح کرنے کے لئے مولانا رومؒ، شیخ سعدیؒ اور حافظ شیرازیؒ کے اشعار بھی درج کئے گئے ہیں۔ زبان بہت سادہ اور عام فہم ہے انداز بیان اس طرح ہے کہ پہلے تحت اللفظ اُردو ترجمہ۔ دوسرا منظوم پنجابی ترجمہ پھر منظوم پنجابی تفسیر اور کہیں کہیں حاشیہ میں پنجابی نثر بھی دی گئی ہے۔ اہل سنت والجماعت کے مسلک کو درست ثابت کرنے اور دوسرے فرقوں کے عقائد کو باطل ثابت کرنے کے لئے مولانا حلوائیؒ نے پورا زور صرف کر دیا ہے۔

اسکے علاوہ آپ کی یہ تصنیفات بھی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ جامع الشواہد۔

۲۔ اظہار انکار المنکرین۔

۳۔ النار الحامیہ لمن خرم المعاویہ۔

۴۔ اطلاع الناس فی طلاق الثلاث۔

۵۔ احسان الاموات فی الصدقات والاسقاط۔

۶۔ سبیل الرشاد فی حق الاستاد۔

۷۔ تحصیل العرفان فی آداب المشائخ والاخوان۔

۸۔ الامتیاز بین الحقیقت والمجاز۔

۹۔ رسائل اربعہ نعتیہ۔

۱۰۔ شفاء القلوب فی ذکر المحبوب۔

۱۱۔ شموس الوہابیہ۔

۱۲۔ انواع نبویؐ (غیر مطبوعہ)۔

۱۳۔ ترجمۃ القرآن پنجابی غیر مطبوعہ۔

۱۴۔

۱۵۔ مجموعہ نعت۔ غیر مطبوعہ۔

وفات: آپ نے ۱۹۴۴ء میں وفات پائی اور جامع مسجد سنی کوتوالی بیرون دہلی دروازہ جس میں تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کا کام کرتے تھے میں مدفون ہوئے یہ مسجد آپ نے ہی بنوائی تھی۔ قریباً ایک سو سال کی عمر میں آپ نے ۱۹۴۱ء میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

۴۳۸۔ حضرت مہر محمد صوبا نقشبندیؒ

آپ دہلی دروازہ کے اندر سکونت رکھتے تھے "پیر قلعہ والے" حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ نقشبندی لاہوری جن کا مزار اقدس شیرانوالہ دروازہ کے باہر محلہ عثمان گنج میں برلب ریلوے لائن واقع ہے اور سبز گنبد کہلاتا ہے کے مرید تھے آپ ایک باکمال شخصیت تھے۔ بیشمار کرامات آپ سے ظہور پذیر ہوئیں۔ آپ کو سلسلہ نقشبندیہ میں ممتاز اور منفرد مقام حاصل تھا۔ شریف مکہ جن دنوں فرمانروائے حجاز تھا۔ آپ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ بیت اللہ شریف کی حاضری کے بعد آپ دیارِ حبیب کو رات کے اندھیرے میں جوشِ جنوں میں روانہ ہوئے تو راستے میں بدوؤں نے آلیا۔ آپ نے گنبدِ خضریٰ کی طرف رخ کرکے دعا کی کہ الٰہی ان ڈاکوؤں کی شر سے بچا۔ وہ ڈاکو آپ کی نورانی صورت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ اپنی حفاظت میں منزل مقصود تک پہنچا کر لوٹے۔ آنجنابؒ ایک درویش کامل تھے اور عشقِ رسولؐ

ہیں ہر وقت مستغرق رہتے تھے۔

وفات:- آپ نے ۸ فروری ۱۹۴۵ء میں وفات پائی۔ انتقال کے بعد آپ کو کوٹ خواجہ سعید کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ ساڑھے پانچ سال کے بعد آپ کے چند عقیدتمندوں نے رات کی تاریکی میں وہاں سے آپ کے جسدِ مبارک کو نکالا اور میانی قبرستان میں موجودہ جگہ پہ سپرد خاک کر دیا اور اوپر ایک نہایت عالیشان مقبرہ بنوا دیا۔

قبرستان میانی میں بہاولپور روڈ سے مزنگ چونگی کو آتے ہوئے راستے میں آغا حشر کاشمیری کی قبر سے آگے حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کا مزارِ اقدس ہے اس سے ذرا آگے جائیں تو سڑک کے دائیں سمت ایک نہایت پُروقار مقبرہ نظر آتا ہے جو ایک نہایت وسیع و عریض چبوترے پہ تمام سطح سے تقریباً دس بارہ فٹ بلند ہے۔ آپ کا مقبرہ بنا ہوا ہے۔ مزار میں بجلی کا بھی انتظام ہے۔ مقبرہ کے باہر آپ کے مریدین کی بھی قبور ہیں خاص طور پر آپ کے خلیفہ صادق حاجی چراغ دین المتوفی ۱۹۵۸ء کا بھی ہے جنہوں نے اس مقبرہ کو بنوایا تھا آپ کی قبر پہ سنگِ مرمر کی تختی نصب ہے جس پہ آپ کی تاریخ وفات ۸ فروری ۱۹۴۵ء درج ہے۔

۴۳۹ - حضرت حاجی میاں محمد حسین نقشبندیؒ

ولادت سن ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء موضع جھگیاں ناگرہ مضافاتِ لاہور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد میاں کرم الٰہی سے حاصل کی۔ پرائمری تعلیم کے بعد پیر عبدالغفار شاہ نقشبندیؒ کے زمرہ تلامذہ میں شریک ہوئے۔ آپ کا مدرسہ تکیہ سادھواں میں تھا۔ یہاں آپ نے مروجہ فارسی درسیہ کتب گلستان۔ بوستان۔ بدائع منظوم وغیرہ پڑھیں۔ مولانا نبی بخش حلوائی نقشبندی آپ کے ہم سبق تھے۔ زاں بعد آپ نے حافظ فتح محمد بانی جامعہ فتحیہ اچھرہ سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اخلاق جلالی۔ زلیخا جامی۔ مفتاح الصلوٰۃ۔ مالا بد منہ۔ پندنامہ اور بعض دوسری کتب کی تکمیل یہیں سے کی۔ پھر آپ مولانا عبدالعزیز خطیب جنازہ گاہ مزنگ المتوفی ۱۹۶۳ء کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت حافظ فتح محمد اچھروی نقشبندی سے تھی اور حضرت

پیر جماعت علی شاہ نقشبندیؒ۔ ابوالفیض صوفی قلندر علی سہروردی۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ پیر فیض محمد عرف پیر قندھاریؒ۔ حضرت پیر سکندر شاہ قادریؒ۔ حضرت نیک محمد قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے تھے۔

فن خوشنویسی میں مولوی نور دین المتوفی ۱۹۳۷ء کے شاگرد ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں حج بیت اللہ شریف سے سرفراز ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ نور محمدؒ چورہ شریف ضلع کیمبلپور کے مزار مقدس پر دو ہفتہ تک معتکف رہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مرقد منور پر بھی اکثر و بیشتر حاضر رہے۔

وفات ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۸ء میں پائی۔ نماز جنازہ حافظ خادم حسینؒ المتوفی ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء نے پڑھائی جو جامعہ مسجد مائی لاڈو کے خطیب تھے۔

پیر غلام دستگیر نامیؔ نے قطعہ وصال اسطرح لکھا ہے۔

بہ تاریخ نامیؔ۔ ہو بے زوال — بہ خلد بریں شد محمد حسین
۱۳۷۸ ہجری

۴۴۰۔ حضرت پیر نور محمد نقشبندیؒ

آپ حضرت غلام مرتضیٰ نقشبندی کے فرزند ارجمند تھے اور اکلوتے فرزند تھے ولادت ۴ دسمبر ۱۸۹۶ء کو بروز جمعۃ المبارک لاہور میں ہوئی۔ بچپن میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا آپ آرائیں خاندان سے تعلق رکھتے تھے کچھ عرصہ آپ نے مدرسہ حمیدیہ لاہور میں تعلیم حاصل کی پھر درس نظامی کا نصاب مفتی اعظم حضرت مولانا یار محمد خطیب سنہری مسجد لاہور سے مکمل کیا۔ آپ تمام علوم ظاہری تفسیر۔ حدیث۔ صرف و نحو۔ منطق۔ فلسفہ۔ ادب اور علم المناظرہ کے جید عالم تھے۔ آپ حنفی نقشبندی تھے۔ سلسلہ طریقت میں اپنے والد گرامی سے بیعت تھے۔

ہر نماز جمعہ کے بعد آپ حلقہ ذکر کرتے۔ ایک دفعہ جب کہ آپ علیل تھے۔ مریدین نے عرض کیا کہ کچھ عرصہ کے لئے مجلس ذکر کو بند کر دیا جائے جس پر آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اس کو جاری رکھنے کی تلقین فرمائی۔ ہزارہا مریدوں کے باوجود آپ ہاتھ سے کاشتکاری کرتے تھے اور اکل حلال کا ذریعہ رکھتے تھے۔ عشق رسولؐ آپ کی رگ رگ

میں رچا ہوا تھا اور مریدوں کو رسولِ پاکؐ کے نقشِ قدم پہ چلنے کی تاکید فرماتے اور اسلامی احکام پر سختی سے پابند رہنے کا حکم دیتے۔ اس لئے آپ اپنے مریدین میں "فنا فی الرسول" کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ ہر ایک کو مرید بنانے میں حتی الوسع تامل فرماتے اور اگر لوگ زیادہ اصرار کرتے تو ان کو مختلف آزمائشوں میں ڈال دیتے۔ آپ کے حلقہ میں داخل ہونے کے لئے نماز تہجد اور شب بیداری لازمی ہوتی تھی۔

۱۹۲۰ء میں آپ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور ۱۹۳۲ء میں دو حجرے رہائش گاہ اور بارہ دری تعمیر کروائے۔ تصوف پر متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے درج ذیل مشہور و معروف ہیں۔

تصنیف: ۱۔ حجتِ ربانی۔ ۲۔ توثیق الاجابات غرح درود مستغاث۔ ۳۔ تحقیق الوجد۔ ۴۔ ظہور الصفات فی جمیع الموجودات۔ ۵۔ ج فقیر بر آستانہ پیر۔ ۶۔ قدم بوسی وغیرہ۔

آپ کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ بیان کی جاتی ہے۔ جو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں آپ نے اپنے والدِ گرامی کے دربار کے بالکل ملحق ایک مسجد۔ بہت سے حجرے دیوان خانے اور چوبارے تعمیر کروائے تاکہ عرس پہ آنے والے زائرین کو تکلیف نہ ہو اور وصیت نامہ بھی تحریر کر دیا کہ تا قیامت ان حجروں اور چوباروں کو کوئی سجادہ نشین کرایہ پہ نہیں اٹھا سکتا۔

وصال سے تین روز قبل احباب نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ حضورؐ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر رکھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک سے زیادہ عمر نہیں چاہتا اس کے تین دن بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

وفات: آپ کا مزار اقدس شیرانوالہ دروازہ کے باہر ریلوے لائن کے قریب محلہ عثمان گنج میں واقع ہے۔ وفات ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۵۸ء صبح آٹھ بجکر پچاس منٹ پہ ہوئی۔ آپ کا مزار اپنے والد بزرگوار کے مقبرہ سے جنوب کی جانب ہے۔ مقبرہ کے اندر اور باہر نقاشی قابلِ دید ہے۔ تعویذ اور فرش سنگِ مرمر کا ہے۔ مقبرے پہ اب تک چالیس ہزار روپے کی رقم خرچ ہو چکی ہے۔ مزار کے نقش و نگار اور فنی خوبیاں اپنی مثال آپ ہیں۔

محکمہ اوقاف: محکمہ اوقاف حکومتِ پاکستان نے ۲۶ فروری ۱۹۶۰ء میں اس درگاہ کو اپنی

تحویل میں لے لیا۔ اس وقت سے اب تک محکمہ ہزار ہا روپیہ خرچ کر چکا ہے جنوری ۱۹۶۱ء سے محکمہ اوقاف نے ایک امور مذہبیہ کمیٹی کی تشکیل کی تاکہ درگاہ کا انتظام بہتر ہو سکے اور پرانی رسومات کو برقرار رکھا جا سکے۔ اس کمیٹی نے جو آپ کے عقیدت مندوں پر مبنی ہے۔ مزار شریف کی توسیع و مرمت پر انتظامیہ کمیٹی نے تقریباً چالیس ہزار روپے خرچ کیے ہیں۔ اوقاف کے زیر اہتمام ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۶ء تک مزار پر ۱۲۲۷۳ روپے کی آمدنی اور خرچ ۲۹۰۱۲/- روپے ہوئے۔

انوار المرتضائیہ میں آپ کے تفصیلاً حالات زندگی درج ہیں۔

۴۴۱۔ حضرت سید چراغ شاہ نقشبندیؒ

والد گرامی کا نام سید حسین شاہ تھا۔ ظاہری تعلیم کم تھی مگر دینی تعلیم کالوی شاہ موضع شیں بھٹیاں ضلع گورداسپور اور میاں صدر دین موضع چھاڑ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات سے حاصل کی۔ آپ مراڑہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کی بیعت سید جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری المتوفی ۱۹۳۹ء سے تھی جب حضرت لاثانی صاحبؒ نے وصال فرمایا تو پہلی نماز جنازہ آپ نے ہی پڑھائی تھی دوسری نماز جنازہ حضرت محمد حسین صاحب پسروری اور تیسری امیر ملت حضرت پیر جماعت علیشاہ صاحب محدث علی پوری نے پڑھائی تھی۔

کافی عرصہ لاہور میں تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ راقم الحروف نے آپ کی زیارت کی ہے جب کہ آپ گڑھی شاہو میں تشریف لائے تھے۔ سعادت حج الحرمین الشریفین سے بھی مستفیض ہوئے تھے۔

تصنیفات میں "تنویر لاثانی" اور "ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے" معروف ہیں۔

خلفاء میں صاحبزدگان کے علاوہ حاجی فضل دین موضع بھوگنا ضلع لائل پور۔ حاجی فضل دین موضع کانواں والی ضلع شیخوپورہ۔ میاں رحمت اللہ ضلع لائل پور۔ مولوی عبدالعزیز لائل پور۔ مولوی غلام نبی شیخوپورہ۔ صوفی غلام علی ٹی ٹی چکوٹ اور چوہدری غلام علی ملتان ہیں۔

وفات ۱۶ محرم ۱۳۸۹ھ مطابق ۴ اپریل ۱۹۶۹ء میں ہوئی اور مقبرہ والٹن ٹریننگ سکول کے بالمقابل لاہور چھاؤنی میں پیر کالونی میں واقع ہے۔ جنوری ۱۹۷۵ء میں آپ کا سالانہ عرس ہوا۔ مقبرہ کے پاس نہایت عالی شان مسجد ہے اور ساتھ ہی حجرے بھی ہیں۔

اولاد میں سید ضیاء الحسن سجادہ نشین خادم حسین۔ مقبول حسین۔ محمود حسین۔ یعقوب حسین امداد حسین۔ گلزار حسین اور حافظ ذاکر حسین ہیں۔

۴۴۲۔ حضرت حافظ محمد نواز نقشبندیؒ

مولانا نبی بخش حلوائی نقشبندیؒ کے تلامذہ خاص میں شامل تھے۔ ابوالفیاض کہلاتے تھے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری سے تھی۔ حبیب گنج جامعہ مسجد کے بانی اور خطیب تھے۔ بڑے عالم بزرگ تھے۔

۱۹۷۰ء کے لگ بھگ وفات پائی۔ ان کے نمازِ جنازہ کے ساتھ ایک روایت کے مطابق ایک سو بارہ حافظِ قرآن تھے۔ مزار قبرستان بڈھو کا آوا میں ہے۔

۴۴۳۔ حضرت پیر فضل عثمان مجددیؒ

نام گرامی پیر فضل عثمانؒ مجددی صدر المشائخ تھے۔ ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں شور بازار کابل میں حضرت نور المشائخ فضل عمر مجددی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تربیت اپنے دادا حضرت غلام قیوم مجددی کی زیر نگرانی ہوئی۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو شور بازار کابل کے مدرسہ مجددیہ میں داخل ہوئے اور جید علماء سے استفادہ کیا اور پھر اپنے والد مکرم سے بیعت کی۔ آپ امام ربانی حضرت سید احمد سرہندی کی اولاد امجاد سے تھے اور فاروقی النسل تھے۔

آپ حضرت سید جمال الدین افغانی اور حضرت نور المشائخ کے ملی خوابوں کے علمبردار تھے جب اعلیحضرت غازی امان اللہ خان نے مستقل آزادی حاصل کرنے کے لئے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا تو آپ نے حکومت کا مکمل ساتھ دیا بجہ سقہ کے دورِ استبداد میں

آپ نے تاشقند کی طرف ہجرت کی۔ جنرل نادر شاہ کے زمانہ میں واپس وطن آئے۔ ۱۹۴۸ء میں جب یہودیوں نے ارضِ مقدس فلسطین میں عربوں پر حملہ کر کے ان کو گھروں سے بے دخل کر دیا تو آپ نے لاکھوں روپیہ بطورِ چندہ اکٹھا کر کے الحاج سید امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین کی وساطت سے وہاں بھیجا۔ غزنی میں آپ نے نور المدارس کے نام سے ایک دینی مدرسہ جاری کیا۔ تحریکِ خلافت میں بھی آپ کی خدمات بے مثال ہیں اور قیام پاکستان کے لئے آپ نے بے حد کام کیا تھا۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد آپ لاہور تشریف لائے۔ اور یہاں مستقل قیام کا ارادہ کر لیا چنانچہ آپ نے گلبرگ میں رہائش اختیار کر لی اور تبلیغ اعلائے کلمۃ الحق اور اشاعت سلوک طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں مشغول ہو گئے (تذکرہ حیات [illegible] فضل عثمان جان کراچی ۱۹۷۴ء) مؤلف کتاب ہذا کئی دفعہ آپ کی خدمت میں گلبرگ والی کوٹھی میں حاضر ہوا تھا۔

وفات لاہور میں ۱۱ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۷۳ء بعمر ۷۳ سال ہوئی۔ یہ اتوار کا دن تھا اور اس روز آپ حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ کے مرقدِ منور پر حاضر ہوئے اور وہاں آپ نے مکتوبات قدسی حضرتِ امام ربانی کو پڑھا۔ پھر انار کلی لاہور میں عید میلاد النبیؐ کی مبارک محفل میں شرکت فرمائی اور زاں بعد اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔ اس وقت شدت کا بخار تھا چنانچہ اسی دن وفات پائی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی میت کو آپ کے صاحبزادے حضرت فضل الرحمٰن مجددی کابل لے گئے۔ ان کے ساتھ مسلمانانِ لاہور کی طرف سے سید خلیل احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیر خاں بھی ساتھ گئے۔ کابل میں نمازِ جنازہ آپ کے بھائی حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ مجددیہ نے پڑھائی اور آپ کے جسدِ مبارک کو آپ کے والدِ گرامی کے پہلو میں دفن کر دیا گیا جس وقت میں نے "لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں" کتاب شائع کی تھی تو میں گلبرگ آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنے کے لئے حاضرِ خدمت ہوا تھا اس موقع پر آپ نے کلماتِ تحسین فرمائے تھے۔

۴۴۴ ۔ حضرت خواجہ احمدؒ نبی نقشبندی

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت اپنے والدِ معظم حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی ابن حضرت خواجہ نور محمد تیراہی (چورہ شریف) سے تھی۔ اور خلافت بھی حاصل تھی آپ کو "زلفاں والی سرکار" بھی کہا جاتا ہے۔ اقوال۔ افعال اور لباس سنّت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق تھے۔ احیائے سنّت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پیش پیش تھے۔ تبلیغ اسلام کے لئے بے پناہ کام کیا اور بمبئی۔ دہلی۔ اجمیر شریف۔ بلوچستان جموں کشمیر۔ افغانستان (کابل) سندھ۔ امرتسر۔ گورداسپور میں اسی مبارک مقصد کے حصول کے لئے گئے۔

آخری عمر میں تقریباً بیس سال لاہور کی ایک آبادی دسن پورہ میں اقامت گزین رہے کیونکہ آپ کے مریدین لاہور کی طرف سے زبردست تقاضہ واصرار تھا۔ اپنے ایک عقیدت مند بابا دسن کے کنویں پر تشریف لے آئے۔ ایک حجرہ میں عبادت الٰہی میں مصروف ہوئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے جس مسجد میں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے وہ چوک پیراں والا کے نام سے مشہور ہو گئی۔

لاہور ہی میں آپ کا وصال ہوا۔ نماز جنازہ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوریؒ نے پڑھائی۔ بعد میں آپ کا مزار اقدس چورہ شریف میں بنا۔

بزرگانِ نقشبندیہ لاہور کے مزید حالات کے لئے میری تصنیفات اور مقالہ جات (۱) لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں (۲) مدینۃ الاولیاء لاہور اور حضرت مجدد الف ثانیؒ (۳) لاہور میں مدفون اولیائے نقشبند (۴) حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ اور لاہور۔ (۵) لاہور کے صوفیائے نقشبند (۶) انوار نقشبندیہ اور (۷) حضرت پیر محمد شاہ نقشبندی مجددی کلانوری ملاحظہ فرمائیں۔

۴۴۵ - حضرت سید محمد اسماعیل محدث بخاریؒ

آپ بخاری سادات میں سے تھے اور لاہور کے قدیم ترین بزرگوں اور عالموں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ آپ بخارا سے وارد لاہور ہوئے تھے۔ مدینۃ الاولیاء لاہور میں سلطان محمود غزنوی کے عہد حکومت میں ۳۹۵ھ مطابق ۱۰۰۴ء میں وارد لاہور ہوئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

تعلیم و تربیت: آپ نے اپنے آبائی وطن سے حاصل کی اور پھر بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت اور باطنی علوم کی تکمیل کے لئے نکلے۔ وسط ایشیا، ایران، توران اور افغانستان کی سیر کی اور وہاں کے بزرگان سے اکتساب فیض کیا۔ ازاں بعد لاہور چلے آئے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے حدیقۃ الاسلین تصنیف لطیف شیخ احمد زنجانی لاہوری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ داغطان لاہور میں جو عالم لاہور میں سب سے پہلے نشر و اشاعت اسلام کے لئے تشریف لائے۔ ان میں سر فہرست آپ کا اسم گرامی ہے۔ آپ کے دخرات سے یہاں ہزاروں کفار دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ نے یہاں ہی ساری عمر تبلیغ و ارشاد میں بسر کر دی۔ جو شخص تھوڑی دیر بھی آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا۔ کلمہ پڑھے بغیر نہ رہ سکتا۔ صاحب "تذکرۂ علمائے اسلام" لکھتے ہیں۔ "از عظمائے محدثین و مفسرین بود اول کسے است کہ علم تفسیر و حدیث در لاہور آورد"۔ لکھا ہے کہ آپ کی شخصیت مقناطیسی تھی۔ تبلیغ کا انداز نرالہ تھا۔ آپ کی مجلس میں جو شخص بھی آتا۔ اس کے پاؤں کی آہٹ سنتے تو لب آنکھ اٹھا کر ایک نظر دیکھ لیتے۔ نظر اس قیامت کی ہوتی کہ اس کا وار خالی نہیں جاتا تھا۔

آپ کا وصال ۴۴۸ھ مطابق ۱۰۵۶ء عہد فرخ زاد جمال الدولہ میں ہوا۔ "گنج تاریخ" میں بھی تاریخ مرقوم ہے۔ مزار مقدس ہال روڈ پر واقع ہے۔ آپ کے مقبرہ کے پاس ایک وسیع باغ بھی تھا جو تمام اب رومن کیتھولک گرجا گھر کے قبضہ و تصرف میں ہے۔ مقبرہ کی تعمیر نو کر دی گئی ہے اور ساتھ ہی مسجد بھی تعمیر ہو چکی ہے۔ مسجد اور مقبرہ کے درمیان ایک نیم کے قدیم درخت کے نیچے ایک چھوٹا سا حجرہ ہے مقبرہ پر سبز گنبد ہے۔ سنگ مرمر کی لوح پر لکھا ہے۔ "سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری، عرف ... سن وفات ۴۴۸ھ مطابق ۱۰۵۶ء تعمیر کردہ ... ۱۹۶۲ء محمد اقبال حیات خاں ... محمد حسین خان راجپوت نے ۱۹۶۶ء میں تعمیر کرائی تھی۔

مسجد اور مقبرہ کے درمیان ایک حجرہ ہے جس میں ایک درویش رہائش پذیر ہے۔ ہال روڈ سے دس سیڑھیاں اوپر چڑھ کر مقبرہ کی سطح زمین آتی ہے۔ سڑک پر نیچے تین دکانیں ہیں۔

محمد غوثی شطاری مانڈویؒ نے اپنی تالیف اذکارِ ابرار اردو ترجمہ "گلزار ابرار" جو عہدِ جہانگیری کے ایک غیر مطبوعہ تذکرے کا تذکرہ ہے۔ میں مصنف مذکور نے مولانا اسماعیل" کے عنوان سے ایک ایسے لاہوری بزرگ کا تذکرہ لکھا ہے۔ لکھتے ہیں "آپ محدث ہیں۔ فقہ اور سنت کی کتابیں ایران میں شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد شہید ہروی اور حضرت امیر سید جمال الدین عطاء اللہ محدث کی خدمت میں تصحیح اور مطالعہ فرمائی تھیں۔ نقشبندیہ سلسلہ میں ارادت رکھتے تھے امیر عبداللہ ہروی جو میر قطبی کے نام سے مشہور ہیں۔ شیخ بلال واعظ ہروی بخاری کے مرید تھے۔ امیر عبداللہ کی ملازمت میں آپ ارادت مندانہ سلوک سے پیش آتے تھے۔ ہجری سن ۹۱۸ھ مطابق ۱۵۰۷ء عہد جلال الدین اکبر میں لاہور میں وصال فرمایا۔

اس سے ظاہر ہے کہ یہ بزرگ نقشبندی سلسلہ کے بزرگ تھے اور حضرت سید محمد اسماعیل بخاری محدث سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ کتاب گلزار ابرار کے دوبارہ شائع ہونے کے بعد کچھ لوگ کہنے لگے ہیں کہ یہ وہی بزرگ تھے حالانکہ یہ نقشبندی بزرگ عہد اکبری سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت محدث بخاری عہد غزنوی کے بزرگ تھے۔

۴۴۶ - حضرت ابوالنجم شیخ ایاز غزنویؒ

ابوالنجم ملک احمد ایاز سلطان محمود غزنوی کے محبوب غلام تھے۔ شیخ سعدی شیرازیؒ نے ایاز کے ضمن میں خواجہ حسن میمندی کا قول نقل کیا ہے۔ کہ ایاز اگرچہ حسین و جمیل نہ تھا مگر جو دل کو بھا جائے وہ آنکھوں میں بھی سما جائے گویا وہ صورت کے لحاظ سے خوبصورت نہ تھا مگر سیرت کے لحاظ سے ایک اعلیٰ ترین انسان تھے۔ ان کی وفاشعاری۔ فداکاری۔ خلوص اور سپردگی اس کے بہترین جوہر تھے۔ جب امیر مجدود صوبہ لاہور مقرر ہوا تو ایاز کو اس کا اتالیق بنا کر غزنی سے لاہور بھیجا گیا یہ ۴۲۷ھ مطابق ۱۰۳۶ء کا واقعہ ہے۔ پہلے کئی حملوں میں لاہور شہر تباہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اس کی تعمیر نو کی خیراللہ فدا لاہوری لکھتا ہے

بانئے او ایاز محمود است
زیں بنا حسن و عشق مقصود است

غفاری ۔ فرخی ۔ حکیم سنائی ۔ خواجہ فریدالدین عطّار ۔ فردوسی ۔ عنصری وغیرہ بزرگان نے ایاز کی بہت تعریف کی ہے ۔ ابوالنجم کا خطاب اس کو سلطان محمود نے عطا کیا تھا ۔ نیز اسے ہندوستان میں بارہ ہزار فرسنگ کی جاگیر بھی حاصل تھیں ۔ ابوالنجم ایاز ایک مجاہد بھی تھا جب پنجاب کے ہندو راجاؤں کا ایک جرار لشکر لاہور پر حملہ آور ہوا تو لاہور کے باہر زبردست جنگ ہوئی بلکہ کہا جاتا ہے کہ لاہور کے اینچ اینچ پر جنگ ہوئی بے شمار ہندو تہ تیغ کر دیئے گئے اور باقی دم دبا کر بھاگ گئے اور پھر کبھی بھی انہوں نے لاہور کی طرف رُخ کرنے کی جرأت نہ کی ۔ اس جنگ نے لاہور کی آبادی کو زبردست نقصان پہنچایا اور اس کا مداوا ایاز نے اسطرح کیا کہ لاہور کے استحکام اور آبادی کے لیئے بھرپور کوشش کی اس کے حکم سے شہر کی از سرِ نو تعمیر شروع ہوئی ۔ قلعہ تعمیر کرایا گیا جو مٹی کا تھا فصیل کھنچوائی اور باغات لگوائے ۔

وفات لاہور میں ۴۵۰ھ مطابق ۱۰۵۸ء میں ہوئی ۔ اس وقت فرخ زاد جمال الدولہ غزنی کا بادشاہ تھا اور حاکمِ لاہور ایک غزنوی سردار تھا ۔ کسی زمانہ میں حضرت کے ساتھ ایک وسیع باغ تھا جس کے سرحاکمان لاہور کے زمانہ تک آثار موجود تھے لیکن عہدِ مہاراجہ رنجیت سنگھ میں یہاں ٹکسال بنائی گئی اور باغ کا وجود ختم کر دیا گیا ۔ ملک ایاز کی قبر چوک رنگ محل میں ایک چاردیواری کے اندر ایک اُونچے چبوترے پر واقع ہے ۔ مزار سے باہر حاجی بابا عبدالاحد بٹ امام مسجد حضرت ملک ایاز المتوفی ۱۹۷۳ء اور میاں فضل حسین ولد پیر بخش متولی خانقاہ حضرت ملک ایاز المتوفی ۱۹۶۵ء کی قبور ہیں ۔ مقبرہ کے پاس ایک چھوٹا سا درخت ہے ۔ مسجد جانب جنوب خانقاہ عالیہ ہے اور حجرے جانب مغرب ۔ درگاہ کے دو دروازے جانبِ مشرق و شمال ہیں ۔ باہر چار پانچ دکانیں بھی ہیں جن کا کرایہ آتا ہے ۔ صدر دروازہ پر سنگِ مرمر کی ایک تختی پہ یہ تحریر کندہ ہے ۔ " درگاہ شریف حضرت پیر ملک ایاز ۔ سپہ سالار شہنشاہ محمود غزنوی " قدیم کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری فرائض کو آپ نے آخری عمر میں چھوڑ دیا تھا اور تصوف کو اپنا لیا تھا نیز گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی ۔

۴۴۷۔ حضرت شیخ حسام الدین لاہوریؒ

حضرت داتا گنج بخشؒ لاہوری سے منسوب تالیف کشف الاسرار میں ایک قدیم لاہوری بزرگ شیخ حسام الدین کا ذکر موجود ہے اور ان کے اقوال بھی درج ہیں۔ اس کے مطابق آپ حضرت سید علی ہجویریؒ کے لاہور آنے سے قبل ہی لاہور میں رشد و ہدایت اور تلقین و ارشاد میں مشغول تھے۔ صاحب کشف الاسرار تحریر کرتے ہیں۔ "شیخ حسام الدین ایک پاک طینت بزرگ تھے۔ انہوں نے بعمر ۸۰ سال لاہور میں وصال فرمایا۔ ان کی بیماری کے آخری دن ان کی عیادت کے لیے گیا تو ان پر نزع کا عالم طاری تھا۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ اے میری جان دُعا کرو کہ میرا انجام بخیر ہو۔ جس وقت وہ آخری سانس لے رہے تھے تو میں ان کے منہ کے قریب اپنے کان لے گیا۔ اس وقت ان کی زبان پہ یہ الفاظ جاری تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّی وَاَنَا عَبْدُکَ (اے میرے رَب تو میرا رَب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں)۔ (داتا صاحبؒ)

میں نے ان سے عرض کی کہ اے شیخ میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں تو انہوں نے فرمایا کہ اے علی۔ کسی کا دِل نہ دکھانا اور کوشش کرنا کہ کوئی تجھ سے ناراض نہ ہو جس قدر ممکن ہو۔ لوگوں کے ساتھ احسان سے پیش آنا۔ مگر باوجود اس بات کے بھی کسی کو اپنا دوست نہ سمجھنا نیز اپنے علم کو ضائع نہ کرنا بلکہ اس سے کام لینا۔ مال اور اولاد کو اپنے لئے فتنہ سمجھنا کیونکہ اللہ کریم قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ (تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں) میری حالت سے عبرت حاصل کر۔ اس وقت میری جان نکل رہی ہے مگر نہ میرا بیٹا میری مدد کر سکتا ہے اور نہ ہی اور رشتہ دار کام آسکتے ہیں جو کچھ میں نے اپنی زندگی میں کیا ہے وہی میرا توشہ ہے اور وہی میرے آگے میرے کام آئے گا۔ دوسری جگہ تحریر ہے۔

ایک بار مجھ سے شیخ صاحب مذکور نے کہا کہ ماں باپ کا مرتبہ نہایت بلند ہے۔ اگر کوئی مصیبت میں گرفتار ہو تو وہ اپنی ماں باپ کی قبر پہ جا کر دُعا مانگے تو اللہ ان کی مشکل آسان کر دیتا ہے۔ نیز میں نے ان سے سنا ہے کہ نفس کافر ہے اور حسب ذیل باتوں کے سوا نہیں مرتا۔

(۱) حق کی مدد۔ ۲۔ خاموشی۔ ۳۔ بھوک۔ ۴۔ تنہائی۔ ۵۔ خلق کے میل جول کو ترک کرنا۔ ۶۔ ہر وقت

خلوت میں خدا کو یاد کرنا"۔ اس کتاب میں مصنف نے شیخ حسام الدین لاہوری کا دو مرتبہ کا ذکر کیا ہے۔

۴۴۸ - حضرت شیخ تاج الدین لاہوریؒ

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری سے منسوب تالیف کشف الاسرار میں ایک اور بزرگ کا ذکر ہے جس کا نام شیخ تاج الدین ہے۔ اس میں انہوں نے ان کے احوال بھی درج کئے ہیں لکھتے ہیں "میں نے تاج الدین لاہوری کو یہ کہتے سنا کہ ایک بھنورا تھا۔ لوگوں نے دیکھا۔ کہ جہاں چنبیلی لگی ہوئی تھی وہاں مٹی میں لوٹ رہا ہے اور غمگین ہے تو پوچھا کہ اے بھنورے! وہ تمہاری چنبیلی کیا ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ جل چکی ہے اس پر لوگوں نے کہا کہ اے بھنورے تیرا عشق خام ہے اگر تو واقعی سچا عاشق ہوتا تو اس راہ میں پیچھے کیوں رہ جاتا۔ اپنے محبوب کے ساتھ ہی کیوں نہ مر جاتا۔ اس نے کہا۔ یارو۔ میں پردیس میں تھا۔ یہ سب کچھ بربادی میری عدم موجودگی میں ہوئی۔ اب تو میں اسے بھی بہت کچھ سمجھتا ہوں کہ مجھے اس کی جگہ ہی نظر آ جائے۔ افسوس وہ جگہ بھی تو دکھائی نہیں دیتی۔ کیونکہ جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ میں وہاں کی مٹی اپنے سر کا تاج جانتا ہوں یہی وجہ ہے کہ میں اسے سر پر ڈال رہا ہوں"۔

۴۴۹ - حضرت سید علی بن عثمان ہجویریؒ
المعروف داتا گنج بخش لاہوریؒ

اسم گرامی علی بن عثمانؒ ہے۔ حسنی سادات سے تھے۔ شجرۂ نسب اس طرح ہے۔ علی بن عثمانؒ بن سید علی بن سید عبدالرحمٰن بن سید عبداللہ (شجاع شاہ) بن سید الحسن علی بن سید حسن بن سید زید بن حضرت سیدنا امام حسن بن امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، خلیفہ چہارم۔ شہزادہ دارا شکوہ قادری آپ کے خاندان کے متعلق لکھتے ہیں۔ "خانوادۂ ایشاں خانوادۂ زہد و تقویٰ بود" اور اس خاندان کو ایک علمی خاندان سمجھا جاتا تھا۔ ولادت تقریباً ۴۰۰ھ مطابق ۱۰۰۹ء میں غزنی میں ہوئی۔ یہ خاندان غزنی کے دو محلوں میں آباد تھا۔ ایک کا نام ہجویر اور دوسرے

کا جلاب۔ اس لئے آپ " علی بن عثمان بن علی الجلابی۔ الہجویری۔ غزنوی۔ لاہوری " کہلاتے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے جیسا کہ نفحات الانس میں مولانا عبدالرحمٰن جامی نے لکھا ہے " وکنیت وے ابوالحسن است " لقب گنج بخش ہے جو کہ حضرت معین الملت والدین سید معین الدین اجمیری کے اس شعر کی وجہ سے مشہور ہوا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا　　کاملاں را پیر کامل۔ ناقصاں را رہنما

ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے خاندانی بزرگوں سے حاصل کی اور سلسلہ جنیدیہ میں بیعت حضرت امام حسن ختلی سے کی خود کشف المحجوب میں لکھتے ہیں " صوفیہ متاخرین میں اوتاد کی زینت اور عابدوں کے شیخ ابوالفضل محمد بن الحسن ختلی ہیں۔ طریقت میں میری بیعت اُن سے ہی ہوئی " پھر غزنی سے سیر و سیاحت اور علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور ماوراء النہر۔ آذربائیجان۔ فرغانہ۔ خراسان۔ مرو وغیرہ بلاد اسلامیہ میں تشریف لے گئے۔ وقت کے چوٹی کے مشائخ سے استفادہ کیا آپ کے اساتذہ میں حضرت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری۔ ابوالعباس بن محمد اوشقانی ابوجعفر محمد بن المصباح صیدلانی۔ ابوالقاسم بن عبداللہ گورگانی۔ ابوالعباس احمد بن محمد القصاب زآمل وطبرستان الشیخ ابوسعید ابوالخیر۔ وغیرہ نہایت نامور ہستیاں ہوئیں ہیں۔ صرف ملک خراسان میں آپ نے تقریباً تین سو اُستادوں سے علم حاصل کیا اور پھر وارد لاہور ہوئے۔ فوائد الفواد میں حضرت خواجہ حسن سجزی حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی چشتی دہلوی کے حوالے سے آنجناب کے لاہور تشریف لانے کے متعلق روایت بیان کرتے ہیں کہ " شیخ حسین زنجانی و شیخ علی ہجویری رحمت اللہ علیہما ہر دو مرید یک پیر بودہ اند و آں پیر قطب عہد بودہ است شیخ حسین زنجانی از دیر باز ساکن لہاور بود بعد از چندگاہ پیر ایشاں خواجہ ہجویری را فرمودند کہ در لہاور رو ساکن شد۔ شیخ علی عرض داشت کہ حسین زنجانی آنجا است پیر فرمود تو برو وچوں علی ہجویری بحکم اشارات ایشاں در لہاور در آمد شب بود بامداداں جنازہ شیخ حسین زنجانی را بیروں آوردند " اس عبارت کو بعد کے مصنفین نے متواتر نقل کیا ہے اور کئی لوگوں کا ذہن اس طرف گیا ہے کہ حسین زنجانیؒ سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے لاہور میں ملاقات کی تھی جیسا کہ گلزار ابرار محمد غوثی ماندویؒ سے ظاہر ہے اس لئے یہ روایت وضعی اور جعلی ہے مگر کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت خواجہ خواجگان

غلط روایت بیان نہیں کر سکتے۔ ممکن ہے۔ یہ حسینؒ زنجانی کوئی دوسرے بزرگ ہوں۔ لاہور آنے سے قبل آپ نے ممالک اسلامیہ کرمان۔ خوزستان۔ عراق۔ شام۔ خراسان۔ ماوراء النہر۔ قہستان۔ پارس۔ بغداد آذربائیجان۔ طبرستان۔ ترکستان۔ قستان وغیرہ تمام ممالک و بلاد کی سیر کی تھی اور اس دوران آپ ریاضات و مجاہدات میں بھی مشغول رہے۔ آپ مشرباً حنفی تھے۔ حضرت امام اعظمؒ سے بے پناہ عقیدت و ارادت رکھتے تھے اور آپ کو امام اماماں۔ مقتدائے سُنّیاں شرف فقہا و اعزّ علماء کے معزز و محترم خطابات سے نوازتے ہیں۔ تقریباً ۴۳۱ھ مطابق ۱۰۳۹ء میں لاہور تشریف لائے اور نشر و اشاعت اسلام اور احیائے ملت کے لئے کام شروع کر دیا۔ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے اور بے شمار لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ بعد ازاں آپ نے ایک مسجد دریائے راوی کے کنارے تعمیر کرائی جس میں آپ نماز جمعہ بھی پڑھاتے تھے نیز درس و تدریس کا بھی سلسلہ شروع کر دیا۔ شیخ ہندی جو آپ کی وجہ سے دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا۔ آپ کے بعد اس خانقاہ کا گدی نشین بنا اور پھر اس کی اولاد میں سے سجادہ نشین ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ چند سال سے حکومت پنجاب کے محکمہ اوقاف نے اس پر قبضہ کر لیا اور اب حکومت نے اس خانقاہِ معلّٰی کی تعمیرِ نوجدید پر لاکھوں روپے خرچ کر کے اس کے حسن و زینت کو بہت رونق دی ہے بہت سے مؤرخین نے آپ کا سالِ وصال ۴۶۵ھ مطابق ۱۰۷۲ء دیا ہے کئی ایک نے اختلاف کیا ہے مگر اختلاف کرنے والے بھی تذبذب میں ہیں اس لئے ۴۶۵ھ کو ہی آپ کے وصال کا سال سمجھنا درست رہے گا۔ مزید حالات کی تفصیل کے لئے میری تصنیف سوانح حیات حضرت داتا گنج بخش لاہوری" "کشف المحجوب کے قدیم و جدید نسخہ جات" "غزنوی عہد کے لاہوری صوفیا و علماء" "لاہور کے قدیم دینی مدارس" اور "صاحب تصنیف اولیائے لاہور" قابل مطالعہ ہیں۔

مقبرہ منور: پاکستان کا وہ مزار پُر انوار جہاں چوبیس گھنٹے زائرین عبادت۔ ریاضت اور تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے ہیں یہی وہ جگہ ہے جہاں ہر وقت انوار کی بارش برستی رہتی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان بلکہ نزدیکی بلادِ اسلامیہ میں شاید ہی کوئی ایسا مقبرہ ہو جہاں رات دن درود و صلوات اور تلاوت کلام پاک کیا جاتا ہے ہر لمحہ یہاں لوگ نماز۔ نوافل۔ تلاوت اور عبادت میں مصروف نظر آ[illegible] مصروف عبادت ہوں گے اور

اس برِ صغیر میں یہ امتیاز و اعزاز کسی اور ولی کو حاصل نہیں ہے۔

کشف المحجوب: آپ کی بہت سی تصانیف تھیں اس کتاب کے علاوہ کشف الاسرار۔ کتاب فنا و بقا اسرار الخرق والملونات۔ الرعایہ لحقوق اللہ تعالیٰ۔ کتاب البیان لاھل العیان۔ کتاب در شرح کلام حسین بن منصور حلاج۔ منہاج الدین۔ نحو القلوب۔ دیوان اشعار وغیرہ تھیں جن میں سے اب سوائے کشف الاسرار کے اور کوئی بھی تصنیف موجود نہیں ہے اس کو بھی وضعی بتایا جاتا ہے۔ صرف اب کشف المحجوب ہی دنیا میں آپ کی واحد تصنیف ہے جس کی وجہ سے آپ کو عظیم عالموں میں شمار کیا جاتا ہے۔

تصوّف اور طریقت کی یہ قدیم ترین تصنیف ہے جو مدینۃ الاولیا۔ لاہور میں آپ نے تصنیف کی اور اب تک اپنی اصل حالت میں محفوظ ہے۔ دربار بقائے دوام میں جو مقبولیت اس تصوّف کی کتاب کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کو نہ مل سکی۔ انداز بیان سادہ اور دقیق ہے۔ نہایت جامع اور مستند کتاب ہے۔ اسلامی تصوف میں اس سے پہلے یا بعد شاید ہی کوئی کتاب ایسی لکھی گئی ہو۔ آپ نے یہ کتاب ابو سعید غزنوی کے سوالوں کے جواب میں تحریر کی ہے۔ مصنف مضمون لکھنے سے قبل قرآن مجید سے آیات کا استنباط کرتے ہیں پھر احادیث کا حوالہ دیتے ہیں اور اس کے بعد اقوال بزرگان درج کرتے ہیں جگہ جگہ عربی اشعار بھی رنگینی اور دلچسپی پیدا کرنے کے لئے لاتے ہیں۔ صوفیاء کے مختلف گروہوں کی مکمل تاریخ دی گئی ہے۔ چونکہ آپ کی بہت سی کتابیں سرقہ ہو گئیں تھیں۔ اس لئے اس کتاب کو بچانے کے لئے آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ وقفے وقفے کے بعد عبارت میں اپنا نام تحریر کرتے گئے " ومن کہ علی بن عثمان جلابی ام می گویم " اور ایسا تقریباً اٹھائیس مقامات پر ہے۔ ساری کتاب میں صرف ایک فارسی شعر ہے۔

آنچہ گوشم نتوانست شنیدن بخبر

ہمہ چشم بعیاں یکسرہ دید آں بخبیر

اس میں قرآن مجید کی انہتر سورتوں کی دو سو بتیس آیات کے علاوہ ایک سو اکتیس احادیث اور تین سو اکیاون اقوال و روایات ہیں۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ بڑے بڑے مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے اس کے حوالے جابجا اپنی کتابوں میں دیئے ہیں جن میں مولانا

نورالدین عبدالرحمان جامیؒ صاحب نفحات الانس۔ شہزادہ داراشکوہ قادریؒ صاحب سفینۃ الاولیاء خواجہ بہاءالدین نقشبندی محمد پارسا صاحب فصل الخطاب۔ شیخ فریدالدین عطار صاحب تذکرۃ الاولیاء حضرت شرف الدین یحییٰ منیری صاحب مکاتیب شریفہ۔ حضرت سید محمد الحسینی گیسودراز صاحب مکتوبات۔ لعل بیگ بخشی شہزادہ مراد ابن اکبر بادشاہ صاحب ثمرات القدس جیسے عظیم المرتبت بزرگان شامل ہیں۔ اس کی مقبولیت کا ایک راز یہ بھی ہے کہ دنیا کی بے شمار زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہو چکے ہیں جن میں سمرقندی۔ روسی اور انگلش نسخوں کو خاص اہمیت حاصل ہے جو مشہور و معروف روسی مستشرق پروفیسر ژوکوفسکی اور انگریز سکالر پروفیسر نکلسن نے ترتیت دیئے تھے علاوہ ازیں مارٹن لنگز۔ اے۔ جی۔ آربری۔ ای۔ جی۔ براؤن اور ڈی ایم میتھیسن وغیرہ نے کشف المحجوب کو دنیا کے سامنے بطور سند پیش کیا ہے اس قدیم تصوف کی کتاب کے بے شمار مخطوطات اور قلمی نسخے دنیا کے بہت سے ممالک میں محفوظ ہیں۔

دیگر تصنیفات

کشف المحجوب کے علاوہ آپ کی مندرجہ ذیل کتب کا اس کتاب کے حوالہ سے پتہ چلتا ہے

(۱) دیوان: لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے دیوان پڑھنے کے لئے حاصل کیا مگر اس ستمگر نے دیوان میں جہاں میرا نام آتا وہاں اپنا نام لکھ دیا اور اس طرح میری ساری محنت ضائع کر دی۔

(۲) منہاج الدین: یہ کتاب علوم تصوف و معرفت پر تھی اور غزنی میں لکھی گئی تھی۔ اس کو بھی ایک شخص مطالعہ کرنے کے بہانے لے گیا اور اس کو اپنی تصنیف ظاہر کرنے لگا۔ جن لوگوں نے یہ کتاب آپ کے پاس دیکھی تھی وہ اس کے قول پر ہنستے تھے۔

(۳) البیان الاہل العیان: اس کا ذکر بھی آپ نے کشف المحجوب میں کیا ہے۔ اب اس کتاب کا کوئی نسخہ دنیا میں دریافت نہیں ہو سکا۔

(۴) اسرار الخرق والمؤنیات: یہ کتاب شیخ اور مرید کی بابت تحریر کی گئی ہے۔ خود لکھتے ہیں کہ اس کا ایک ہی نسخہ ہے اور وہ بھی مَرو میں ہے مگر اب وہ بھی نایاب ہے۔

(۵) الرعایت الحقوق اللہ: اس میں توحید کے مسائل بیان کئے گئے تھے۔ یہ کتاب بھی ناپید ہے۔

(۶) نحو القلوب؛

(۷) کتاب الفناء والبقاء اس رسالہ کا ذکر بھی حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں کیا ہے۔ جس میں فنا اور بقا کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

(۸) کشف الاسرار: یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں تصوف و معرفت کے اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں۔ موجودہ تحقیق کے مطابق اس کتاب کو وضعی قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر کشف المحجوب میں نہیں ہے۔

چند اشعار

آپؒ سے منسوب کتاب کشف الاسرار میں آنجناب کے چند اشعار درج ہیں۔ ملاحظہ کریں۔

۱۔ اشتیاقت روز و شب دارم دلا ‏ ‏ عشق تو دارم نہاں دیر ملا

(ترجمہ اردو۔ دن میں مجھے تمہارا اشتیاق رہتا ہے اور رات کو بھی۔ میں ظاہر اور باطن میں تیرے ہی عشق کا اظہار کرتا ہوں۔)

۲۔ جاں بخواہم داد اندر کوئے تو ‏ ‏ گر مرا آزار آئید یا بلا

(ترجمہ اردو۔ میں تمہاری گلی میں جان دے دوں گا خواہ اس کے بدلے میں مجھے مصیبت کا سامنا کرنا پڑے)

۳۔ سوزِ تو دارم میان جان و دِل ‏ ‏ سینہ ہم از عشقِ تو ہر سو صدا

(ترجمہ اردو۔ تیرا عشق میرے دل و جان میں رچا ہوا ہے اور میں تیرے عشق کے چرچے ہر طرف کر رہا ہوں)

(۴) یا خداوندا! رقیباں را بکش ‏ ‏ مست در عبادت بگرداں یا مرا

(ترجمہ اردو اے پروردگار۔ رقیبوں کو ختم کر دے یا مجھے یاد میں اس قدر محو کر دے کہ مجھے ان کی پرواہ نہ رہے۔)

۵۔ یارِ من! داری شراب جام نوش ‏ ‏ مہربانی کن بریں غم مبتلا

(ترجمہ اردو۔ خوشی کا شراب کا پیالہ تیرے پاس ہے۔ میں غمزدہ ہوں۔ مہربانی کر کے مجھے اس کی چاشنی سے بہرہ مند کر)

۶۔ دلبرا از تو ہمے خواہم لقاء ‏ ‏ کن تو آرے مکن ہرگز تو لا

(ترجمہ اردو: میری آنکھ تیرے دیدار کے لئے ترس رہی ہے اگر تیری عادت ہاں کرنے کی ہے تو ہاں کر دے

تاکہ انکار کی گنجائش نہ رہے ۔)

(۷) اے علیؒ ! تو فرخی در شہر و کو ۔ وہ زِ عشق خویشتن ہر سُو صلا

(ترجمہ اردو - اے علیؒ ۔ خداوند قدوس کی ہر جگہ تعریف و ثنا کرنی چاہیئے ۔

آخر کتاب میں بھی دو شعر تحریر ہیں :-

مکُن اے علیؒ ! بیش ازیں گفتگو
اگر مردِ حقی و پاکیزہ خُو

(ترجمہ اردو - اے علیؒ ! اس سے زیادہ گفتگو نہ کر کیونکہ تو حق پرست اور پاکیزہ خصلت کا مالک ہے ۔)

ہر آنچہ تو داری ثواب و عذاب
آمرزشش بخوارہ از خدا بالصواب

(ترجمہ اُردو - مَیں بُرا ہوں یا بھلا - اپنی کرم فرمائی سے میری قصور معاف فرما)

جیساکہ حضرت داتا صاحبؒ خود کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص میرے دیوان کو پڑھنے کے لئے لے گیا ۔ اس کا ایک ہی نسخہ میرے پاس تھا وہ اس کو عاریتاً دے دیا ۔ اس ستمگر نے دیوان میں جہاں جہاں میرا نام موجود تھا اس کی جگہ اپنا نام لکھ لیا اور میری ساری محنت ضائع کر دی ۔

اولیائے عظام و صوفیائے کرام جو اس درگاہ پر حاضری دیتے رہے : برِ صغیر پاک و ہند میں جو بزرگانِ دین برائے احیائے ملت و دین کے اس ملک میں وارد ہوتے رہے ہیں وہ لاہور حاضر ہو کر آپ کے مرقدِ منور پر حاضری کے بعد کسی دوسری جگہ کو اپنا مستقل مستقر قرار دیتے تھے ۔ لاہور کے صوفیاء کے علاوہ جو صوفیاء اور اولیاء باہر سے آپ کے مزار پاک پر حاضر ہوتے ۔ ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں ۔ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ حضرت شیخ بہلوا ، دریائی خلیفہ حضرت امام شاہ برّی لطیف بہ حضرت بو علی قلندر پانی پتی حضرت گیسو دراز بندہ نواز غریب نواز گلبر گوی ۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلوی ۔ حضرت نوشہ گنج بخش قادری حضرت سید محمد فخر الدینؒ محب النبی دہلوی ۔ حضرت خواجہ میر حسن علائی سجزی ۔ حضرت شیخ المشائخ شمس الدین ہراتی قادری ۔ قطب الاقطاب شیخ کمال قادری ۔ شیخ الاولیا ، ملا محمد قادریؒ اور متاخرین صوفیا

میں یہ نام بہت مشہور ہیں۔ مولانا غلام محی الدین قصوری خلیفہ شاہ غلام علی دہلوی۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی۔ میاں محمد شاہ چشتی ہوشیارپوری۔ سائیں توکل شاہ نقشبندیؒ انبالوی۔ شاہ ابوالخیر نقشبندی دہلوی۔ شاہ قاری سلیمان پھلواری شریف۔ شاہ علی حسینؒ کچھوچھوی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی۔ سید علی احمد شاہ گیلانی ڈیرہ غازی خاں۔ ابوالمحامد سید محمد محدث کچھوچھوی۔ مولانا حامد رضا خانؒ بریلوی صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی۔ مولانا مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی۔ سید یوسفؒ الگیلانی نقیب الاشراف بغدادی۔ مفتی اعظم فلسطین سید امینؒ الحسینی۔ حضرت مخدوم محمد عمر بخش قادری۔ حضرت رحمت اللہ قادریؒ۔ حضرت میاں شہاب الدین قادریؒ لاہوری۔

سربراہان مملکت اور بادشاہ جو اس مرقد منور پہ جبین سا ہوئے: جہاں دنیائے اسلام کے بے شمار مشائخ کرام اس مزار مقدس پہ حاضری دینا فخر خیال کرتے ہیں۔ اس طرح سربراہان مملکت اسلامیہ وغیرہ بادشاہ اور اکابرین یہاں حاضری باعث نیازمندی تصور کرتے تھے۔ چند ایک ان لوگوں کے نام دیئے جاتے ہیں۔ سلطان ظہیر الدولہ ابراہیم غزنوی۔ سلطان الدولہ بن ارسلان شاہ غزنوی۔ سلطان معزالدولہ غزنوی بن بہرام شاہ۔ سلطان خسرو شاہ غزنوی۔ سلطان خسرو ملک غزنوی۔ سلطان محمد غوری سلطان قطب الدین ایبک۔ سلطان شمس الدین التمش۔ سلطان غیاث الدین بلبن۔ شہنشاہ جلال الدین اکبر نورالدین محمد جہانگیر۔ صاحبقران شہاب الدین شاہجہان۔ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر۔ شہزادہ داراشکوہ اس مرقد پاک پہ حاضر ہوتے رہے: پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد جو بھی بادشاہ، صدر یا وزیراعظم اس ملک میں آتا وہ لاہور آکر ضرور اس مرقد منور پہ جبین سا ہوتا۔ اس کے علاوہ پاکستان کے جتنے بھی صدر اور وزیراعظم ہوئے وہ اپنی پہلی فرصت میں یہاں ضرور حاضری دیتے رہے۔ غیرملکی رہنمائے کرام میں ملائشیا کے وزیراعظم تنکو عبدالرحمٰن۔ انڈونیشیا کے وزیر خارجہ ڈاکٹر آدم ملک۔ بیشتر عرب ریاستوں کے حکمران اور سفیر یہاں حاضری باعث فخر سمجھتے تھے۔ وہ جب بھی مدینۃ الاولیاء (لاہور) آتے ضرور حاضری دیتے رہے۔

قرآن مجید: مولوی نور احمد چشتی اپنی تالیف تحقیقات چشتی میں لکھتا ہے کہ شمالی دالان جو کہ بھائی ہیرا کنور نونہال سنگھ اور رانی چند کور نے تعمیر کرایا تھا اس میں قرآن شریف رکھتے ہیں۔ اس کی تفصیل اس طرح دی ہے۔

۱۔ ایک قرآن پاک مرسل طوائف مجوبہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۵ء میں نذر کیا۔

۲۔ محمد خاں چیٹھہ ضلع گوجرانوالہ نے احمد نگر سے چڑھاوا کے طور پر پیش کیا۔

۳۔ نواب دکن نے اپنے دستخطوں سے پیش کیا اور اس کے ہر سہ پارہ کے اخیر پر یہ تحریر ہے "الحمد للہ جزو فلاں قرآن مجید باتمام رسید بخط محمد ہادی المشتہر بہ مومن الملک علاء الدولہ جعفر خاں نصیری بہادر ناصر جنگ وقف نمود .... الخ" یہ قرآن مجید ۱۱۳۷ھ مطابق ۱۷۲۴ء میں پیش کیا گیا تھا۔

۴۔ امیر بخش نے بھی ایک قرآن پاک نذر کیا تھا۔

۵۔ ایک قرآن مجید مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فتح پشاور کے بعد وہاں سے درگاہ حضرت داتا صاحب کے لئے بھیجا تھا۔

۶۔ ایک کلام پاک شیخ غلام محی الدین صوبیدار کشمیر پدر نواب شیخ امام الدین خاں نے نذر کیا تھا

۷۔ میاں صمد و تاجر کشمیری ساکن امرتسر سوداگر پشمینہ نے چڑھایا۔

۸۔ میاں غلام یٰسین خوشنویس لاہور نے پیش کیا۔

۹۔ ایک قرآن مجید کسی نامعلوم الاسم نے بہ خط بہاری مشک سے تحریر شدہ نذر کیا اور قدیم ہے۔

۱۰۔ نواب ملتان نے بھی ایک کلام پاک کا نسخہ بخط ملتانی نذر کیا۔

۱۱۔ ایک کلام پاک قدیم بہ خط ثلث بھی کسی نے پیش کیا تھا۔

رائے بہادر کنہیا لال مؤلف تاریخ لاہور لکھتا ہے کہ اس دربار عالی وقار میں سلطان محمد ابراہیم غزنوی اور سلطان شمس الدین التمش وغیرہ بادشاہوں کے ہاتھ کے تحریر کردہ قرآن مجید بھی موجود ہیں۔ اب یہ قرآن مجید اس جگہ نہیں ہیں۔

زیارتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: اس بات کا قوی امکان ہے کہ آپ کو کئی دفعہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہو مگر کشف المحجوب میں آپ نے اپنی ایک زیارت کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ کچھ وصیت فرمایئے۔ آنجنابؐ نے فرمایا۔ اپنے حواس کو خداوند تعالیٰ کی

محبت میں مشغول رکھو کیونکہ حواس کو بند کرنا پورا مجاہدہ ہوتا ہے اور تمام قسم کے علوم واحساسات انہی پانچ دروازوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں عرس پہ اخراجات کا اندازہ پچھتر ہزار روپے تھا۔ سالانہ آمدنی ساٹھ لاکھ روپے ہے جو محکمہ اوقاف کی مکمل آمدنی کا بتیس فیصد ہے۔

قدیم عمارات: آپ کا مقبرہ اور چبوترہ ظہیرالدولہ سلطان ابراہیم غزنوی ابن سلطان مسعود غزنوی نے بنوایا تھا۔ مزار پہلے گنبد سے خالی تھا مگر ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں حاجی نور محمد سادھو کشمیری نے مرقد منور پہ ایک مدور گنبد بنوایا جو کہ اب موجود ہے۔ شہنشاہ جلال الدین اکبر نے حجرۂ اعتکاف حضرت سلطان الہند سید معین الدین چشتی اجمیری اور قبر سلیمان مجاور تعمیر کرائی۔ روضۂ عالیہ کی چار دیواری بھی اسی بادشاہ کے حکم سے تکمیل کو پہنچی۔ خانقاہ کا فرش اور ڈیوڑھی بھی اس کی یادگار تھی۔ حجرہ کے اندر سفید اور سیاہ پتھر کا خوبصورت فرش خان بہادر میاں محمد بخش مرحوم ٹھیکیدار نے عہد انگریز میں بنوایا تھا۔ میر مومن خان نائب ناظم لاہور کی قبر کے بالمقابل ایک دالان سنگ سیاہ کا نواب خان جہاں نے تعمیر کرایا تھا۔ ایک دالان رانی چند کور والدہ کنور نونہال سنگھ و مہارانی مہاراجہ کھڑک سنگھ نے تعمیر کرایا تھا۔

خان بہادر میاں محمد بخش نے صرف کثیر سے احاطہ مزار میں دو عالیشان دو منزلہ کمرے تعمیر کرائے تھے جن میں مسافر اور درویش رہتے تھے۔ یہ کمرے ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں تعمیر کرائے گئے تھے ایک بیرونی ڈیوڑھی میاں غلام حسین ولد حاجی غلام حسن نے ۱۹۰۵ء میں تعمیر کرائی تھی۔ عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ میں عوض خان فیلبان نے احاطہ مزار کا چبوترہ کھنچوایا تھا۔ یہ ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۲۹ء کا واقعہ ہے۔

قدیم مسجد جو کہ خستہ ہو چکی تھی کی تعمیر نو گلزار شاہ سادھو کشمیری نے سابقہ جگہ پہ ہی کرائی تھی اس کی چھت چوبی تھی اور اس پہ گنبد نہیں ہے گلزار شاہ نے اس پہ گنبد بھی بنوا دیئے۔ اس کے علاوہ محمد دین نے بھی تعمیر و تجدید میں حصہ لیا۔ موجودہ مسجد حاجی غلام رسول کٹھ والا نے بصرف کثیر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں تعمیر کرائی۔ مولوی فیروز دین نے مرقد منور پہ چوبی کی بجائے سنگ مر کی جالیاں اور ستون ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں قائم کرائے

احاطہ صحن مسجد میں نواب میر مومن خاں نائب ناظم لاہور کی قبر کا نشان اب بھی محفوظ ہے۔ خانقاہ معلیٰ یعنی گنبد شریف کے اِرد گرد ان اصحاب کی قبور ہیں۔

۱۔ شیخ عنایت اللہ۔ ۲۔ شیخ عباد اللہ۔ ۳۔ شیخ نصیر اللہ۔ ۴۔ شیخ عجیب اللہ۔
۵۔ شیخ ظہور اللہ۔ ۶۔ شیخ قدرت اللہ۔ ۷۔ شیخ مراد اللہ۔ ۸۔ شیخ سلیمان
۹۔ شیخ علم الدین۔ ۱۰۔ شیخ لطیف اللہ۔ ۱۱۔ شیخ عثمان۔ یہ سب قبور سنگ مرمر کی موجودہ غلام گردش کے نیچے ہیں۔ سنگ مرمر کی غلام گردش سے جانب جنوب صحن میں یہ قبور ہیں۔

۱۔ پیر حضوری شاہ۔ ۲۔ چوہدری غلام رسول المتوفی ۱۱ رجب ۱۳۴۵ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۲۷ء بانی مسجد ہذا۔ مہر جھنڈو المتوفی ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۶ء۔ شیخ حضوری حضرت مخدوم کے پھوپھی زاد تھے۔ خانقاہ معلیٰ سے جانب شمال نشیب میں یہ قبریں ہیں۔ ۱۔ نواب شیخ امام الدین خاں گورنر کشمیر۔ ۲۔ شیخ فیروزدین سابق وزیر بہاول پور۔ ۳۔ فرزند نواب غلام محبوب سبحانی۔ ۴۔ نواب غلام محبوب سبحانی رئیس اعظم لاہور۔ اس کے علاوہ سر سکندر حیات وزیر اعظم پنجاب کے خاندان کے کچھ افراد کی بھی قبور ہیں۔ اب ان قبور کی جگہ نئی تعمیرات نے لے لی ہے۔

تعمیر جدید: ۱۹۷۶ء میں درگاہ حضرت داتا صاحب کا بجٹ تقریباً ۱۳ لاکھ روپے ہے جس میں سے دس لاکھ روپے ترقیاتی منصوبوں کے لئے اور باقی رقم عرس اور دیگر انتظامی اخراجات کے لئے مختص ہے۔ یہ درگاہ ۱۱ جنوری ۱۹۶۰ء کو محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل میں لی تھی۔ درگاہ کی بہبود اور توسیع کے لئے جو منصوبہ جات تیار کئے گئے تھے ان کی تکمیل کے لئے ایک تعمیراتی کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس نے ۷۳-۱۹۷۲ء میں کام شروع کر دیا تھا۔

مکمل تعمیر نو: باب الصدر پر یہ کتبہ تحریر ہے۔ المسجد اُسِّسَ علی التقویٰ۔ کتبہ تعمیر و توسیع دربار حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش علیہ الرحمت۔ جسے جناب اختر حسین صاحب گورنر مغربی پاکستان نے ۱۸ اپریل ۱۹۶۰ء مطابق ۱۱ شوال المکرم ۱۳۷۹ھ بروز جمعۃ المبارک

۱۔ دربار عالیہ کے مشرقی حصے کی تعمیر، جس میں زیریں کمرے اور بالائی منزل میں مستورات

کے لئے وضو گاہ شامل تھے۔ مکمل ہو چکا ہے۔ اس میں لائبریری، دفتر پولیس گارڈ، نیشنل بنک آف پاکستان وغیرہ شامل ہیں۔ اس حصہ کی مکمل تعمیر ہو چکی ہے۔ اسی حصہ میں تبرک خانہ، باب الرجال اور باب النساء ہے اور سامنے وسیع و عریض کھلا میدان ہے۔

۲۔ مستورات کا حصہ: سنگِ مرمر کا فرش لگا دیا گیا ہے نیز بیت الخلا کی تعمیر بھی مکمل ہو چکی ہے اس میں حضرت شیخ ہندی اور مولانا ابوالحسنات قادری کے مزارات بھی ہیں۔ مستورات کے لئے نہایت اعلیٰ پردہ کا انتظام ہے

۳۔ مردانہ حصہ: سنگِ مرمر کا فرش اور چبوترہ کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ اس حصہ میں پیر جسنوی شاہ چودھری غلام رسول کٹھ والا اور مہر جھنڈو وغیرہ دفن ہیں۔ اس حصہ کو سنگ مرمر کی ٹائیلوں سے نہایت اعلیٰ طریق پر مرصع کیا گیا ہے۔ صحن کا شمال حصہ اونچا ہے اور جنوبی حصہ نیچا۔

۴۔ چشمۂ فیض کی تعمیر: یہ چشمہ سنگِ مرمر کی تراش خراش کا ایک نادر و نایاب نمونہ ہے جس کے پانی کو زائرین تبرک کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

۵۔ باب الصّدر: مردانہ صدر دروازہ پر یہ تحریر ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ والطیبین الطاہرین۔ نذرِ عقیدت سید مراتب علی ۱۳۸۰ سنہ مطابق ۱۹۶۰ سنہ۔

۶۔ باب الرّجال: اس پر یہ کتبہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ نذرِ عقیدت بیگم چوہدری عید محمد ۱۹۶۶ سنہ مطابق ۱۳۸۶ سنہ۔

۷۔ باب النّساء: اس دروازے پر یہ کتبہ نصب ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ والطیبین الطاہرین۔ نذرِ عقیدت سیدہ مبارک بیگم ۱۳۸۰ سنہ مطابق ۱۹۶۰ سنہ

۸۔ غلام گردش کی توسیع: روضہ منورہ کے ارد گرد دوہری غلام گردش تعمیر کی گئی ہیں جو سنگِ مرمر سے آراستہ کی گئی ہیں اور ان پر کتبات بھی تحریر کرائے گئے ہیں۔ اس پر آٹھ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے۔ ہر طرف پانچ پانچ دروازے ہیں۔ غلام گردشوں کے نیچے زائرین کے بیٹھنے کے لئے قالینوں اور بہترین دریوں کا اہتمام ہے۔ اس جگہ چشمہ فیض جانب شمال جنوب ہے اور یہاں ہی سجادہ نشینان داتا دربار کی قبروں کے نشان بمعہ نام محفوظ کئے گئے ہیں۔

۹۔ تبرک خانہ: جانب مشرق تبرک خانہ ہے جہاں سے روزانہ لنگر کی تقسیم کا اہتمام ہوتا ہے۔

۱۰۔ درگاہ سے باہر بیت الخلا کی تعمیر: زائرین کی سہولت کے لئے ایک بہت بڑا دو منزلہ بیت الخلا تعمیر کیا گیا ہے جس میں مردوں اور عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ انتظام کیا گیا ہے عورتوں کا بیت الخلا استعمال میں لیا جا رہا ہے۔ اس کام پر محکمہ اوقاف نے پانچ لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے۔

۱۱۔ میناروں کی تعمیر: میناروں کی تعمیر کے لئے بھی بجٹ میں گنجائش رکھی گئی ہے۔

۱۲۔ برقی تنصیبات: داتا دربار میں بجلی کی تنصیبات کا نہایت اعلیٰ انتظام ہے اور اسکی دیکھ بھال میں عملہ مصروف عمل رہتا ہے۔

۱۳۔ شمالی عمارت کی تکمیل: ذیلدار روڈ پر شمالی عمارت مکمل ہو چکی ہے۔ نیچے مارکیٹ اور بالائی منزل پر مسافر خانہ ہے۔

۱۴۔ قوالی گھر: سکول کی طرف تعمیر ہوگا۔ ابھی تک عرس کے موقع پر یا جمعرات کو کھلے میدان میں ہی ہوتی ہے۔

۱۵۔ لنگر خانہ: لنگر کے پکانے اور تقسیم کرنے کے لئے ایک علیحدہ نہایت کشادہ لنگر خانہ تعمیر کیا گیا ہے جس میں لنگر کے سٹور کرنے کا خاطر خواہ انتظام ہے۔ اس کام پر محکمانہ طور پر تقریباً ایک لاکھ روپے کے اخراجات اُٹھے تھے۔

۱۶۔ ٹاور: بنک کے ساتھ بہت بڑا ٹاور بلاک تعمیر کیا گیا ہے اس پر دو لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔

داتا دربار ہسپتال: خانقاہ عالیہ حضرت داتا صاحب کے عقب میں یہ ہسپتال کئی سال سے تعمیر ہے۔ یہاں دو شفٹوں میں کام ہوتا ہے اس لئے مریض صبح کے علاوہ شام کو بھی علاج کی سہولتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ شعبہ امراض چشم کی وجہ سے یہ ہسپتال صوبہ بھر میں مشہور ہے۔ اس پر مردوں اور عورتوں کے دونوں آئی وارڈ مکمل طور پر ائیر کنڈیشنڈ ہیں۔ اس لئے آنکھوں کے اپریشن ہر موسم میں کئے جاتے ہیں۔ یہ ہسپتال داتا دربار کے عقب میں چوراہے میں ایک نہایت وسیع و عریض جگہ پر واقع ہے۔ دربار ہسپتال کے زیر انتظام لاہور میں مختلف مقامات پر دس شفا خانے ا... ... نمبر ی شفا خانہ کام کر رہا ہے۔ شفا خانوں سے تقریباً چالیس ہزار

اور سفری شفاخانے سے تقریباً تین ہزار مریض علاج کی سہولت حاصل کرتے ہیں۔ داتا دربار ہسپتال کا سنہ ۱۹۷۶ء کا بجٹ تقریباً ۲۸ لاکھ روپے ہے۔

زیر تکمیل تعمیر نو: موجودہ مسجد زائرین کی کثرت سے حاضری کے باعث بہت چھوٹی ہے اور اس کمی کو شدت سے محسوس کرتے ہوتے محکمہ اوقاف نے ایک نہایت وسیع منصوبہ تیار کیا ہے تاکہ موجودہ مسجد کو شہید کرکے ایک نئی عالیشان مسجد تعمیر کی جائے جس میں کم و بیش پچاس ہزار نمازیوں کے لئے نماز ادا کرنے کی گنجائش ہو۔ نئی مسجد کی تعمیر کے لئے محکمہ اوقاف نے تقریباً ۱۲ کنال زمین پہلے ہی حاصل کر لی تھی اور مزید تقریباً ۵ کنال زمین حاصل کرنے کے لئے کاروائی کی جا رہی ہے جونہی یہ زمین محکمہ کو میسر آگئی ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر شروع کر دی جائے گی اس کے لئے مطلوبہ نقشہ جات تیار کئے جا رہے ہیں۔ یہ مسجد تعمیر کے بعد بادشاہی مسجد کے بعد لاہور کی دوسری بڑی مسجد ہو گی۔

۲۔ مسافر خانہ: زائرین کے قیام کے لئے ایک مسافر خانہ کی ضرورت تھی۔ محکمہ اوقاف نے اس کے لئے اراضی حاصل کرکے گراؤنڈ فلور (نچلی منزل) پہ ایک مارکیٹ تعمیر کی ہے اور اسکی بالائی منزل پہ مسافر خانہ تعمیر کیا ہے جس میں عورتوں اور مردوں کی رہائش کا علیحدہ علیحدہ اہتمام ہے اس عمارت پہ محکمہ نے آٹھ لاکھ روپے خرچ کئے ہیں۔ دربار شریف کے ساتھ ملحقہ صحن کو بڑھایا جا رہا ہے۔ نیز مردوں اور عورتوں کے صحن کو مردوں اور عورتوں کے مسافر خانہ کے ساتھ ملایا جا رہا ہے۔

۳۔ لائبریری: لائبریری میں کافی کتب ہیں جن میں تصوف اور تاریخ اسلام سے متعلقہ کتب کی بہتات ہے۔

۴۔ تہہ خانے: تہہ خانے بھی زیر تعمیر ہیں۔

۵۔ امام صاحب کی رہائش گاہ: مسجد داتا دربار کے امام و خطیب کی رہائش کے لئے بھی مکانات تعمیر ہوں گے۔

۶۔ دکانات: یہ شمالی بلاک میں واقع ہیں۔

طلائی نقرئی میناکاری دروازہ : محکمہ اوقاف حکومت پنجاب نے درگاہ شریف کے لئے ایران سے ایک سنہری دروازہ تیار کروا کر روضۂ عالیہ کے جانب جنوب باب الصدر کے پاس لگا دیا ہے یہ طلائی نقرئی میناکاری دروازہ ۱۲ × ۹ ہے۔ دروازہ اصفہان کے کاریگروں نے تیار کیا تھا۔ اس کی افتتاحی تقریب مؤرخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کو وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے ادا کی۔ اس کام پر تقریباً آٹھ لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ اس پر سونے اور چاندی سے انتہائی خوب صورت میناکاری کا کام کیا گیا ہے۔ اس دروازہ پر خطِ معکوس میں حافظ محمد یوسف سدیدی کی کتابت کا شاہکار "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" تحریر ہے۔

جہیز سکیم : یہ محکمہ اوقاف کی طرف سے ایک رفاعی اسکیم ہے جس کے تحت درگاہ حضرت داتا صاحب کی جانب سے ہر ماہ پچیس غریب بچیوں کو جہیز دیا جاتا ہے اس کے لئے ایک کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ہے۔

صنعتی سکول : مستورات کے لئے ایک جدید صنعتی سکول بھی زیرِ تعمیر ہے جس کی بالائی منزل ...توں اور مردوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مسافر خانے ہوں گے جس پر خرچ کا تخمینہ پانچ لاکھ ...ے ہے۔ اس منصوبہ کی تکمیل سے دربار شریف کا صحن کشادہ ہو جائے گا۔

روضۂ منورہ کے چند کتبات :

۱۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہ

۲۔ چہ حسنت کہ در یکدم را رخت صد نظر بینم
ہنوزم آرزو باشد کہ یک بار دگر بینم

۳۔ ابوبکرؓ ہمچو کعبہ عمرؓ در طواف او
عثمانؓ آب زمزم علیؓ حج اکبر است

۴۔ بر آستان تو ہر کس رسید مطلب یافت
روا مدار کہ من نا امید برگردم

۵۔ گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

۶۔ ہر کسے کہ بدرگاہ تو آمد بہ نیاز
محروم ز درگاہ تو کے گردد باز

۷۔ جائیکہ زاہد ان ہزار اربعین رسند
مست شرابِ عشق بہ یک آہ میرسد

ایسے کتبات روضۂ منورہ کے اندرون چھت پر۔ باہر دیواروں پر۔ دونوں غلام گردشوں کے اندرونی اور بیرونی حصوں میں دالان کی جنوبی طرف اور مسجد کے اندرون چھت پر عجیب و غریب خطوں میں تحریر کئے گئے ہیں۔

اندرونی غلام گردش کے چند کتبات:

از چنیں درگاہِ عالی ہیچ کس محروم نیست — بہتر از نقد و گر ہاست دام گنج بخش
از دل و جانم غلام شاہ میراں محی الدین — نیز از فضل خدا ہستم غلام گنج بخش

سر داد نہ داد در دستِ یزید — حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؓ
پیرِ کامل مرشد و ہادی مکمل راہنما — بوئے عرفانِ الٰہی در مشام گنج بخش

اولیاء اللہ خدا کے مُلک کے منتظم اور والی ہیں۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا — نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

انسان کی نجات دین کی تابعداری میں ہے — اور اس کی ہلاکت دین کی مخالفت میں ہے

دو جہاں زیرِ نگیں بر نام گنج بخش
جنّ و انسان و ملک منقاد رام گنج بخش

ہر کہ آمد با ارادت صد سعادت یافت او
ہر کسے شد بہرہ یاب از فیضِ عام گنج بخش

روز و شب وردِ زبانم ہست نامِ پاک تو
اسمِ اعظم یافتم من پاک نام گنج بخش

بادشاہِ اولیاء والا قدر عالی محل
اسلم یافت آسمان کمتر ز بام گنج بخش

بر مزارِ پاک او صد شعلہ ہائے نوا حق
روشن از صبحِ درخشاں ہست نام گنج بخش

اولیاء اہست قدرت از اِلٰہ
تیرِ جستہ باز گردد نذرِ راہ

سکونِ قلب کی دولت جہاں دن رات بٹتی ہے
نگاہِ لطف ہوتے ہی غموں کی رات کٹتی ہے

گر ہمی خواہی کہ بینی بہ زمین باغِ اِرم
روضۂ انور مقدّس ہیں مقامِ گنج بخش

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبد اللہ بود

بہت سے کتبات لاہور کے مشہور و معروف خطّاط و خوشنویس عبدالمجید پروین رقم کے ہاتھ کے تحریر کردہ ہیں۔

بیرونی غلام گردش کے چند اشعار

عشق تو دام میاں جان و دل
می دہم از عشق تو ہر سو صلا

یا خداوندا رقیباں را بکش
با مرا دریاد کن مست صلا

جام من دارد شراب بارخود
بہر جہان کن بہ من وہم مُبتلا

ایں روضہ کہ شد بانشیں فیض الست
مخدوم علی است کہ با حق پیوست

در ہستی اش نیست شد ہستی یافت
زاں سال وصالش افضل آمد زہست

خانقاہِ علی ہجویری است — خاکِ جاروب از درش بیاور
طوطیا کن بدیدۂ حق بیں — تا شوی واقف در اسرار
چوں کہ سردار ملکِ معنی — سالِ وصلش برآمد از سردار
۵ ۴۶۵

۴۶۵

یک زمانہ صحبتِ با اولیا — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کوئے تو کعبہ ہست یا خلد بریں یا بوستاں — یا گلستانِ ارم یا جنت الماویٰ است ایں

خاکِ پنجاب از دمِ تو زندہ گشت — صبحِ ما از مہرِ تو تابندہ گشت

نوازشِ دلِ ما کن کہ دل نواز توئی — بساز کارِ غریباں کہ کارساز توئی

تاجدارِ ملکِ معنی پیرِ پیراں گنج بخش — کوکبِ رشد و ہدایت نجمِ ایقاں گنج بخش
ماہِ اقلیمِ سخا خورشیدِ گردوں عطا — نیرِ برجِ طریقت شمعِ عرفاں گنج بخش
ہستی او مزرعِ اسلام را ابرِ کرم — خطۂ پنجاب را احسانِ یزداں گنج بخش

اے محسنِ اعظمِ غریباں — لطفے بنما کہ کم نصیباں

درگاہِ تو خلق را پناہ ہے — ہر جانِ فگار مانگتا ہے

سیدِ ہجویر نور شیدِ یقیں — ذاتِ او حسنِ حصینِ شرعِ دیں

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند — آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

روضہ انور سے جانب شمال کئی ایک پنجابی کے اشعار کندہ کئے گئے ہیں۔

۴۵۰ - حضرت شیخ احمد حمادیؒ سرخسی

حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے مزار پُرانوار کے ساتھ سبز گنبد کے نیچے آپ کی چھوٹی سی قبر ہے۔ آپ سرخس کے رہنے والے اور حضرت داتا گنج بخشؒ کے رفیق خاص تھے بلادِ اسلامیہ کی سیر و سیاحت اور قیام لاہور کے دوران آپ کے ساتھ رہے۔ سرخس خراسان کا قدیم شہر ہے جو نیشاپور اور مرو کے درمیان واقع ہے۔ یہ شہر شیخ صالح لقمان سرخسی کی طرف منسوب ہے۔ ابن بطوطہ نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے جب کہ وہ وہاں گیا تھا۔

شیخ احمد حمادیؒ ماوراءالنہر کے سفر میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے ہمراہ تھے آپ نے اس سے پوچھا کہ تم نکاح کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے عرض کی کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب شیخ احمدؒ نے یہ دیا کہ "میں اپنے زمانے میں یا تو اپنے آپ سے غائب ہوتا ہوں یا حاضر۔ جب غائب ہوتا ہوں تو دونوں جہانوں کی مجھے خبر نہیں ہوتی اور جب حاضر ہوتا ہوں تو اپنے نفس کو اس حالت میں رکھتا ہوں کہ ایک روٹی کو ہزار حوروں سے بہتر سمجھتا ہوں۔" ایک دوسرا واقعہ صاحب کشف المحجوب یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے ان سے ایک دفعہ دریافت کیا کہ تیری توبہ کس طرح ہوئی تو آپ نے جواب دیا کہ ایک دفعہ میں سرخس سے باہر جنگلوں میں چلا گیا اور ایک عرصہ تک وہاں اپنے اونٹوں کے ساتھ رہا۔ میری عادت تھی کہ جس دن میں کسی مسافر کو اپنے حصہ کا کھانا کھلا دیا کرتا تھا وہ دن میرے لئے خوشی کا باعث ہوتا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک شیر آیا اور میرے اونٹ کو مار کر بلندی پہ جا بیٹھا اور چیخ ماری اس گرج سے ارد گرد کے درندے از قسم بھیڑیے، لومڑ اور گیدڑ وغیرہ آ گئے۔ ان کے آنے پر شیر نے اونٹ کو پھاڑ ڈالا اور پھر دوبارہ بلندی پہ جا بیٹھا اب تمام جانور اونٹ کا گوشت مزے سے کر کھانے لگے جب وہ سب سیر ہو کر چلے گئے تو شیر نیچے اترا کہ وہ بھی کچھ کھائے کہ اتنے میں ایک

لنگڑی لومڑی نظر آئی جو اس طرف کو آرہی تھی۔ شیر واپس چلا گیا تب وہ بھی کھا کر چلی گئی تو شیر آگیا اور اس نے بھی تھوڑا سا گوشت کھایا۔ میں دُور سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ شیر میرے پاس آیا اور ایمائے ربانی سے یوں گویا ہُوا۔ اے احمدؒ۔ لقموں کا ایثار کرنا بھی کوئی ایثار ہے۔ اگر مرد ہے تو اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کر۔ لقموں کا ایثار تو حیوان بھی کر سکتے ہیں۔ تو انسان ہے تجھے لائق ہے کہ اپنے ایثار میں انسانیت کا ثبوت دے۔ احمد حماد سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے شیر کی باتیں سنیں تو مجھ پر ایثار کے اسرار کھُلے اور میں نے دنیا کے تمام معاملات سے توبہ کر لی اور یہی میری زندگی کا ابتدائی دِن تھا۔"

۴۵۱۔ حضرت شیخ ابُوسعیدؒ ہجویری

آپ کو حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمت نے اپنی تالیف کشف المحجوب میں کئی دفعہ مخاطب کیا ہے اور یہ دنیائے تصوف کی عظیم کتاب ان کے سوالات کی وجہ سے ہی معرضِ وجود میں آئی۔ حضرت داتا صاحبؒ کتاب کے ابتدائی اوراق میں لکھتے ہیں۔ "تمہاری درخواست کے مطابق اللہ تعالیٰ نے تمہیں نیکی کی نعمت عطا فرمائے۔ کمر بستہ ہُوا کہ کتاب لکھوں چنانچہ یہ کتاب لکھ کر تمہاری مراد پوری کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس کا نام کشف المحجوب رکھا۔ میں تمہارے اصل مقصد کو سمجھتا ہوں اور تمہارے اس مدعا کے پیشِ نظر میں نے اس کو مختلف ابواب میں تقسیم کر دیا ہے۔" آگے چل کر پھر فرماتے ہیں۔ "سائل ابوسعید ہجویریؒ کی گذارش ہے کہ از راہِ کرم مطلع فرمائیں۔ کہ

۱۔ راہِ تصوف کیا ہے؟

۲۔ اس راہ پر چلنے والوں کو کون کون سی منازل اور مقامات سے گزرنا پڑتا ہے اور ہر مقام کی کیفیت کیا ہے؟

۳۔ اہل تصوف کے مختلف مذاہب کی تفصیل کیا ہے؟

۴۔ تصوف کے رموز و اشارات کیا ہیں؟

۵۔ خداوند قدوس سے محبت کا مقام کیونکر حاصل ہوتا ہے اور دلوں کو محبت کا جذبہ

کیسے پیدا ہوتا ہے ؟

۶۔ خدائے وحدہٗ لاشریک کی حقیقت و ماہیت تک عقلِ انسان کی رسائی کیوں نہیں ؟

۷۔ نفس امارہ کی اصلاح کے کیا طریقے ہیں اور لوگ حقیقت سے آگاہی کے بعد اس طرف کیوں نہیں آتے ؟

۸۔ جو لوگ حقیقت پا لیتے ہیں ان کی روح کو تسکین کیسے نصیب ہوتی ہے نیز ان سوالات سے متعلق امور پر بھی تفصیلی بحث کی ضرورت ہے۔"

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

"میں تم پر قربان جاؤں. علم اور عمل کو جب تک یکجا نہ کریں تو علم پاکیزہ و صاف نہیں ہوتا اور نہ اس کے حاصل کرنے والے کی زندگی میں خلوص پیدا ہو سکتا ہے۔"

حضرت ابو سعید ہجویریؒ جن کی رہنمائی کے لئے حضرت داتا صاحبؒ نے کشف المحجوب لکھی ہے ان کا نام کتاب مذکور میں ہر جگہ انتہائی محبت اور پیار سے کیا گیا ہے۔ صوفیائے متاخرین کے ذکر سے قبل فرماتے ہیں۔

"ان کا ذکر اس لئے کر رہا ہوں کہ کتاب کی افادیت بڑھ جائے اور تمہارے لئے (ابو سعید ہجویریؒ) مزید فائدہ رساں ثابت ہو۔

کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں۔

"اور ابو سعید ہجویریؒ تجھے اور اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے دوسرے لوگوں کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ اس کتاب میں جن احکامِ خداوندی پر زور دیا گیا ہے ان کی ہمیشہ تکمیل کرتے رہو اور ہمت و توفیق عطا کرنا تو پروردگارِ عالم کے اختیار میں ہے۔"

آپ کی قبر بھی حضرت داتا گنج بخشؒ کے مرقدِ منور کے دوسری طرف ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت شیخ احمد حمادی سرخسیؒ اور حضرت شیخ ابو سعید ہجویریؒ کی قبور ایک تہہ خانہ میں ہیں۔ موجودہ گنبد کے نیچے ان کے نشانات ہیں۔ یہ سب بزرگان جنیدی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

۴۵۲ - حضرت امام خطیر الدینؒ

سدید الدین محمد عوفی صاحب لباب الالباب نے اس بزرگ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔ "امام خطیر الدین محمد بن عبدالملک جرجانی" نیز اس کے فضل و کمال اور زہد و اتقا کی بڑی تعریف کی ہے۔ عوفی کے لاہور آنے سے قبل امام صاحب کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کی مسند پر ان کا فرزند امام مجد الدین متمکن تھا انہوں نے بہت سی تصانیف چھوڑی ہیں عوفی نے آپ کو اپنے وقت کا جنیدؒ و شبلیؒ اور بوعبید قرار دیا ہے۔ لاہور کے مشائخ میں سے تھے۔ عوفی نے اس بزرگ کی چند رباعیات بھی محفوظ کی ہیں۔ غزنوی عہد پایا تھا۔ غرضیکہ یہ شخص لاہور کے مشائخ۔ افاضل اماثل جمہور میں سے تھے۔

۴۵۳ - حضرت شیخ الاسلام زکی الدین احمدؒ

عہد خسرو ملک غزنوی (۱۱۶۰ء سے ۱۱۸۶ء) میں صدر قاضی کے عہدے پر متمکن تھے اور شیخ الاسلام کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ سدید الدین محمد عوفی صاحب "لباب الالباب" نے جن علمائے لاہور کا تذکرہ لکھا ہے وہ ان ہی کے تعاون سے مکمل کیا تھا۔ خسرو ملک غزنوی خاندان کا لاہور میں آخری حکمران تھا۔

۴۵۴ - حضرت شیخ ہندیؒ لاہوری

جس زمانہ میں حضرت سید علی ہجویریؒ المعروف بہ داتا گنج بخش غزنی سے لاہور تشریف لائے تو بے شمار لوگ آپ کی خدمت اقدس میں اسلام لانے کے لئے جوق در جوق حاضر خدمت ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انہیں ایام میں سلطان مودود والی غزنی کی طرف سے پنجاب کی حکومت رائے راجو کے سپرد تھی جو یہاں کا نائب ناظم تھا۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ رائے راجو حاکم پنجاب کا نائب تھا۔ وہ حضرت کا مرید ہو کر مسلمان ہو گیا چونکہ یہ پہلا ہندو تھا جو حضرت کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوا تھا اس لئے حضرت نے

اپنی دلی خواہش سے بطورِ یادگار اس کا نام "شیخ ہندی" رکھا اور پھر وہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی خانقاہِ عالیہ کا پہلا مجاور بنا اور زاں بعد اس کی اولاد آج تک اس پر بحیثیت مجاور سجادہ نشین رہی۔

تقریباً ایک ہزار سال سے شیخ ہندیؒ کی اولاد ہی اس درگاہ پر متصرف تھی۔ شیخ ہندیؒ کے انتقال کے بعد عہدِ جلال الدین اکبر تک بارہ بزرگ یکے بعد دیگرے یہاں مجاور رہے۔ شیخ لطف اللہ بارہویں پشت میں سے تھے۔ ان کے ہاں ایک ایک ہی اولاد نرینہ ہوتی رہی۔ شیخ سلیمان جن کی قبر حضرت کی مسجد کے زینہ کے ساتھ اور حجرۂ اعتکاف حضرت معین الملت و الدین سید معین الدین چشتی اجمیری کے بالمقابل ہے۔ اسی شیخ لطف اللہ کے فرزند ارجمند تھے۔ ان سب سجادہ نشینان کی قبور خانقاہِ معلیٰ کے چاروں اطراف میں ہیں اور ان پر نشانات لگا دیئے گئے ہیں۔

شیخ ہندیؒ کی قبر موجودہ مستورات والے حصہ میں آگئی ہے جہاں سالانہ عرس بھی ہوتا ہے۔

۴۵۵ - حضرت پیر حضوری شاہ غزنویؒ

آپ حضرت سید علی ہجویریؒ المعروف بہ حضرت داتا گنج بخشؒ لاہوری کے پھوپھی زاد تھے۔ اغلباً آپ کے ساتھ یا مابعد لاہور تشریف لائے ہوں۔ آپ کا مزار حجرۂ اعتکاف حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند سید معین الدین اجمیریؒ کے باہر صحن میں چوہدری غلام رسول کٹھ والے کے مزار کے پاس واقع ہے۔ قبر سنگِ مرمر کی ہے۔ اس پر یہ تحریر لکھی ہوئی ہے۔ یا ستار العیوب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا غفار الذنوب۔ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ قل یا عبادی الذین اسرفو علیٰ انفسہم۔ لا تقنطوا من رحمت اللہ۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً۔ انہ ہو الغفور الرحیم۔

پیر حضوری رحمت اللہ علیہ۔

۴۵۶ - حضرت پیر غازیؒ المعروف بہ پیر از غیبؒ

لاہور کے قدیم بزرگان میں سے ہیں۔ صاحب حدیقۃ الاولیار لکھتے ہیں کہ "مشہور اس طرح ہے کہ شہزادی زیب النسار نے یہاں کوئی عمارت (شیش محل) بنوائی تھی۔ خدا کی قدرت سے اس مقام کی دیوار گر جاتی تھی جب زمین کھدوائی تو ایک پرانی قبر وہاں سے نکلی۔ اس نے اس کو بلند کر کے بنا دیا۔ کرامت اس کی یہ مشہور ہے کہ جس کے گلے میں ورم پڑ جائے وہ یہاں سے ایک سنگریزہ اٹھا کر لے جاتا ہے اور اس ورم پر پھیرتا ہے۔ جب شفا ہو جاتی ہے تو اس ٹھیکرے کے مطابق مصری وزن کر کے بانٹ دیتا ہے اور ڈھیلا پھر وہاں ہی چھوڑ جاتا ہے۔"

آپ کا مقبرہ دربار حضرت داتا گنج بخشؒ سے آگے داتا ہسپتال اور حسینیہ ہائی سکول کے درمیان ایک گلی میں واقع ہے اس گلی میں ایک مسجد ہے جس میں دینی مدرسہ قائم ہے۔ یہ مدرسہ مفتی اعجاز ولی خانؒ رضوی مرحوم کی زیر نگرانی چلتا تھا۔ مقبرہ ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے جس تک پہنچنے کے لئے چھ سیڑھیاں ہیں۔ یہاں نیم کا ایک قدیم درخت بھی ہے۔ کسی زمانہ میں تکیہ پیر از غائب میں کشتیاں بھی ہوتی تھیں۔ جمعرات کو قوالی بھی ہوتی تھی اب یہ جگہ آباد نہیں ہے۔

۴۵۷ - حضرت پیر بہاونؒ بہشت

مشہور ہے کہ آپ حضرت داتا گنج بخشؒ کے ساتھ لاہور تشریف لائے تھے اور ان حضرت کا جذبہ ایسا تھا کہ اگر اس راستے سے کسی ہندو کا جنازہ جاتا تھا تو اس کو آگ نہ لگتی تھی اور سر کی طرف قبر کے ایک چھوٹا سا حوض تھا۔ نیز قبر کی دیوار میں ایک سوراخ تھا۔ وہاں سے خود بخود شہد برآمد ہوتا رہتا تھا۔ اور ہر بیماری کا مریض اس کو استعمال کر کے شفایاب ہوتا تھا۔ جب لوگ اس شہد کو جمع کرنے لگے تو شہد نکلنا بند ہو گیا اور دودھ نکلنے لگا پھر سکھوں کی عملداری میں پانی نکلتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد وہ بھی نکلنا بند ہو گیا یہاں تک کہ بقول

مؤلف تحقیقات چشتی خشت فروشان ناخدا ترس نے وہ چبوترہ اور قبر گرا دی۔ کسی زمانہ میں یہاں بہت بڑا قبرستان تھا اور سارا علاقہ پیر بہاون بہشت کے نام سے مشہور تھا۔ اب قبر خام موجود ہے اور خانقاہ معلیٰ حضرت داتا گنج بخش اور کربلا گامے شاہ کے درمیان گلی مجاوراں میں واقع ہے۔ مزار ایک پانچ چھ فٹ اونچے چبوترے پر ہے۔ تین اطراف سے سربفلک مکانات میں گھرا ہوا ہے۔ چار دیواری سے باہر ایک اور چبوترے پر چار قبریں ہیں۔ چار دیواری و مزار قابل مرمت ہیں یہاں کے لوگ اس کو اب "پیر بادشاہ" کے نام سے پکارتے ہیں۔

۴۵۸ - حضرت سید میر موسیٰ زنجانی

آنجناب حضرت شاہ حسین زنجانی کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ عمر میں حضرت میراں حسین زنجانی سے چھوٹے اور حضرت سید یعقوبؒ زنجانی سے بڑے تھے موجب تحریر مصنف "آفتاب زنجان" آپ زنجان میں سید علی محمودؒ کے گھر ۳۴۱ھ مطابق ۹۵۲ء پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی نہایت عبادت گزار اور شب بیدار بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والدین کی زیرِ نگرانی پائی۔ جب آپ کے برادرِ بزرگ اپنے ملک زنجان سے لاہور تشریف لائے تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ شروع میں آپ نے شہر لاہور کی شمال مشرقی سمت جہاں موجودہ صورت میں مستی دروازہ ہے۔ اقامت گزینی اختیار کی اور عبادت۔ ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ عمر کے آخری ایام میں چاہ میراں چلے آئے۔ آپ ساری عمر مجرد رہے۔ لاہور میں آپ کی آمد کا زمانہ ۳۸۶ھ مطابق ۹۹۷ء بتایا جاتا ہے۔ تقریباً سو سال کی عمر پاکر وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کی رسومات آپ کے چھوٹے بھائی حضرت یعقوبؒ زنجانی نے ادا کیں۔ موجودہ تحقیق کے مطابق آپ کا زمانہ آمد لاہور اور وصال بہت بعد کا ہے۔

آپ کا مقبرہ اکرم روڈ بھارت نگر (پاک نگر) میں برلب سڑک ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ مقبرہ کے ساتھ جانب غرب مسجد ہے اور جانب شرق ایک حجرہ۔ باہر کا

فرش رنگا رنگ کی ٹائلوں سے مزین کیا گیا ہے۔ قبر پر ہر وقت سبز غلاف چڑھا رہتا ہے۔ سطح زمین سے یہ چبوترہ تقریباً دس فٹ بلند ہے۔ شاید کسی زمانہ میں یہ قبر ایک مقبرہ میں ہے۔

۴۵۹ - حضرت شیخ احمدؒ زنجانی

لاہور کے آپ ایک نامور بزرگ گزرے ہیں۔ جنہوں نے کتاب "تحفۃ الواصلین" تحریر کی تھی جو کہ اولیائے لاہور کے حالات میں تحریر کی گئی تھی۔ اس طرح یہ پہلی تالیف ہے۔ جو لاہور کے صوفیاء پر لکھی گئی۔ مفتی غلام سرور لاہوریؒ۔ مولوی نور احمد چشتی اور رائے بہادر کنہیا لال نے اس کتاب سے استفادہ کیا تھا اور اپنی تالیفات تاریخ مخزن پنجاب۔ خزینۃ الاصفیاء۔ تحقیقات چشتی اور تاریخ لاہور میں اس کے حوالے دیئے ہیں۔ شیخ احمد زنجانی نے یہ کتاب ۴۳۵ھ مطابق ۱۰۴۳ء عہد سلطان مودود شہاب الدولہ میں تحریر کی تھی۔ یہ کتاب اب نایاب ہے اور شاید اس کا کوئی بھی نسخہ کہیں موجود نہیں ہے۔ شیخ احمد زنجانی نے لاہور کے بہت سے صوفیاء کے حالات لکھے ہیں جن میں حضرت پیر بلخیؒ۔ مزار گنج شہیداں۔ حضرت پیر زکیؒ۔ حضرت پیر مکی۔ حضرت سید اسحاق گازرونی المعروف حضرت میراں بادشاہ وغیرہ شامل ہیں۔ اب آپ کی قبر کا کوئی کھوج تک نہیں لگا سکتا۔

۴۶۰ - حضرت سید احمدؒ توختہ ترمذی

آپ حضرت امام زین العابدینؓ ابن حضرت امام حسینؓ کی اولاد امجاد سے تھے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرورؒ لاہوری لکھتے ہیں کہ آپ کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ ترمذ میں اقامت گزین ہو گئے تھے۔ آپ حصولِ تعلیم کے بعد مختلف ممالک کی سیر و سیاحت کرتے اور بے شمار بزرگان سے اکتسابِ فیض حاصل کر کے واردِ لاہور ہوئے۔ طریقت میں آپ کا سلسلہ جنیدیہ ہے جب آپ ترمذ سے جانب لاہور روانہ ہوئے تو آپ کی صاحبزادیاں

بی بی حاج۔ بی بی تاج۔ بی بی نور۔ بی بی گوہر۔ بی بی نور اور بی بی شہباز آپ کے ہمراہ تھیں۔ جب آپ کیچ مکران پہنچے تو وہاں کے حکمران سلطان قطب الدین کے صاحبزادے شہزادہ بہاء الدین سے اپنی بڑی صاحبزادی بی بی حاج کا نکاح کر دیا جن کے بطن سے تین لڑکے شہزادہ جمال الدین شہزادہ ضیاء الدین اور شہزادہ حمید الدین پیدا ہوئے۔ شہزادہ بہاء الدین اور ان کے صاحبزادے سلطان حمید الدین حاکم بھی لاہور آئے تھے۔

جب لاہور تشریف لائے تو محلہ چلہ بیبیاں اندرون موچی دروازہ میں قیام کیا۔ یہاں رشد و ہدایت اور تبلیغ و تلقین میں مشغول ہوئے اور تاحیات اس دینی فریضہ کی ادائیگی میں مصروف رہے پیر غلام دستگیر نامی اپنی تصنیف تاریخ جلیلہ میں بہاول پور گزیٹ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ دہلی میں سلطان شمس الدین التمشؒ نے اپنی بیٹی عائشہ کا نکاح سلطان حمید الدین حاکم سے کر دیا اور آپ چند دن کے بعد اس بیوی کو ساتھ لے کر لاہور میں اپنے نانا حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ قضائے الٰہی سے یہیں اس بی بی کا انتقال ہو گیا۔ اس کا مزار سید صاحب کے مزار کے بالکل قریب واقع ہے۔

آپ کا وصال ۶۰۲ھ مطابق ۱۲۰۶ء میں لاہور میں ہوا۔ یہ قطب الدین ایبکؒ کا دور حکومت تھا اور جہاں آپ نے وفات پائی وہیں دفن کیے گئے۔ آپ کے مزار پہ ایک عالیشان سنگ مرمر کا گنبد تھا اور اس کے متصل ایک قبرستان بھی تھا۔ آپ کے وصال کے بعد آپکی چھوٹی صاحبزادیاں ناکتخدائی میں وفات پاگئیں اور ان کو موجودہ محلہ محمد نگر بی بی پاکدامناں میں دفن کیا گیا اور یہ جگہ مزارات مقدسہ بیبیاں پاکدامناں کہلاتی ہے۔ سکھوں کے دورِ جبر و استبداد میں جب ان غارتگروں نے قدیم مقابر اور مساجد سے سنگِ مرمر اور قیمتی پتھر اتارنا شروع کیا تو یہ مقبرہ بھی ان کی زد سے نہ بچ سکا جس سے سنگِ مرمر کا گنبد گر گیا اور ملحقہ قبرستان بھی ختم کر دیا گیا۔ موجودہ صورت میں آپ کا مزارِ اقدس محلہ چہل بیبیاں اندرون موچی دروازہ واقع ہے۔ امام باڑہ نثار حویلی سے تھوڑے آگے بائیں تو لکڑ منڈی بازار سے بائیں ہاتھ ایک گلی میں ایک مکان میں آپ کا مزار ہے۔ اس مکان کو دو گلیاں لگتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی ”مسقف ڈیوڑھی“ ہے۔ یہ مکان گر چکا ہے۔ تالا لگا ہوا ہے اور کوئی شخص اس کی مرمت نہیں کراتا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیر غلام دستگیر نامی کے بعد اس مکان کا کوئی وارث نہیں رہا ورنہ اس مزار کا یہ حشر نہ ہوتا۔

۴۶۱ - حضرت سید الف شاہ شہیدؒ

بقول مولوی نور احمد چشتی مؤلف کتاب تحقیقات چشتی آپ حضرت بی بی پاکدامناں کے ہمراہ تشریف لائے تھے اور کفار سے جنگ و قتال میں جام شہادت نوش کیا۔ عام مشہور ہے کہ تن بے سر ان کا لڑتا ہوا یہاں تک آیا تو کسی عورت نے دیکھ لیا اور آپ وہیں سرد ہو گئے۔ آپ کا مزار ایک اونچے چبوترے پر میو روڈ (علامہ اقبال روڈ) پر سردار ہاؤس سے دو گلی آگے میو گارڈنز کے بالمقابل ایک گلی میں قبرستان زرگراں میں اب بھی مرجع خلائق ہے۔ بڑا وسیع و عریض قبرستان ہے۔ صدر دروازہ قبرستان گزرتے ہی آپ کا مزار ہے ساتھ ہی کنواں اور حجرے ہیں۔ نئی جنازہ گاہ تعمیر ہو چکی ہے مگر آپ کا مزار خستہ اور بوسیدہ حالت میں ہے اور اس کی مرمت کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ کافی درخت بھی ہیں بی بی پاک دامناں سید احمد توختہ ترمذی کی صاحبزادیاں تھیں جو تقریباً ۵۶۰ھ مطابق ۱۱۶۵ء میں لاہور تشریف لائے اور پھر یہاں رشد و ہدایت میں مصروف رہ کر کافی بعد وصال فرما گئے۔

۴۶۲ - حضرت سید عزیز الدین المعروف پیر مکی لاہوریؒ

بمطابق رسالہ تحفۃ الواصلین آپ بغدادی الاصل ہیں۔ نام گرامی سید عزیز الدین المعروف بہ پیر مکی لاہوری ہے۔ سلسلہ طریقت چند واسطوں سے سید الطائفہ حضرت جنیدؒ بغدادی سے ملتا ہے ابتدائی تعلیم و تدریس کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں بارہ برس تک مقیم رہے۔ اس عرصہ میں آپ بڑے بڑے علماء و فضلاء اور محدثین سے ملے اور ان سے استفادہ کیا کچھ عرصہ آپ نے بیت اللہ کے قریب حالتِ اعتکاف میں گزارا۔ آپ مکہ معظمہ میں ۱۰۶۲ھ میں تشریف لے گئے تھے اور وہاں کے طویل قیام کے بعد بایمائے ربانی لاہور تشریف لائے اس وقت لاہور کا حاکم خسرو ملک تاج الدولہ غزنوی تھا جو خاندان غزنویہ

کا آخری بادشاہ تھا نیز بے شمار علماء و فضلاء کا مرکز بن چکا تھا۔ مزید تفصیلات کے لئے میری کتاب "سوانح حیات حضرت پیر مکی لاہوری" قابل مطالعہ ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں "از سادات عظام و اعاظم علماء کبرائے اولیائے اہل شریعت و طریقت است" بقول صاحب رسالہ تحفۃ الواصلین وے از بغداد است و سلسلہ طریقت وے بہ چند واسطہ بہ سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ ملحق می شود" جس زمانہ میں آپ لاہور تشریف لائے یہ سیاسی افراتفری اور انتشار کا زمانہ تھا اور سلطنت غزنویہ کا ستارہ غروب ہو رہا تھا۔ سلطان محمد غوری مسلسل حملے کر رہا تھا۔ آپ کے قیام لاہور کے زمانہ میں ہی سلطان شہاب الدین غوری نے یہاں حملہ کیا تھا مگر آپ نے فرمایا تھا کہ لاہور پر اس کا قبضہ ابھی چھ سال تک نہیں ہو سکتا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور زاں بعد ۵۸۰ھ مطابق ۱۱۸۴ء میں سلطان محمد غوری نے پھر لاہور پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور غزنوی راج کا خاتمہ کر دیا۔ قیام لاہور کے دوران آپ نے تعلیم و تدریس کا باقاعدہ نظام قائم رکھا مدرسہ قائم کیا۔ اس ضمن میں میری تالیف "لاہور کے قدیم دینی مدارس" کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ درس و تدریس کے فرائض کی تکمیل کے لئے آپ نے کامل چھتیس سال گزارے۔ ہزار ہا لوگ آپ کے فیوض و برکات اور ارشادات و تعلیمات سے مستفید و مستفیض ہوئے۔ وفات آپ کی ۶۱۲ھ مطابق ۱۲۱۵ء میں ہوئی جو کہ سلطان شمس الدین التمش کا زمانہ تھا۔ مقبرہ بیرون بھاٹی دروازہ پیر مکی روڈ پر آج بھی ہزار سال گزرنے کے بعد مرجع خلائق عوام خواص ہے۔ موجودہ انتظام محکمہ اوقاف حکومت پنجاب کے ذمہ ہے۔ مقبرہ نہایت عالیشان ہے بے شمار خلقت خدا روزانہ حاضری دیتی ہے اور جمعرات کو تو میلہ کا سماں ہوتا ہے۔ مردانہ اور زنانہ حصہ علیحدہ علیحدہ ہے۔ ساتھ ہی مسجد ہے جس کی توسیع کردہ گئی ہے۔ مقبرہ کا اندرونی حصہ زیبائش و آرائش اور تزئین سے مزین و مرقع ہے۔ تعویذ قبر سنگ مرمر کا ہے۔ آپ کے مقبرہ کے جانب جنوب حجرے۔ مسجد اور قبرستان ہے۔ قبرستان قدیم ہے۔ حضرت پیر مکی کے مزار پر انوار کی بہت سی زمین انگریزوں نے اپنے عہد حکومت میں قبضہ کر لیا اور یہاں "گوروں کا قبرستان" قائم کر دیا جو آج تک قائم ہے۔ یہی قبرستان والی جگہ ہے جہاں ملا احمد ٹھٹھوی کو دفن کر کے ابوالفضل نے اکبر بادشاہ کی اجازت سے پہرہ لگوا دیا تھا۔

قبرستان میں بہت سی قدیم قبور ہیں۔ جدید قبروں میں پہلوانوں کی قبریں ہیں۔ جن میں قبر حمیدہ پہلوان رستم ہند خلف رحمانی پہلوان امرتسری المتوفی ۱۹۵۳ء۔ غلام محمد عرف گاماں پہلوان رستم ہند پسر کلو پہلوان رستم ہند امرتسری المتوفی ۱۹۶۲ء آخری آرامگاہ رستم زمان گاماں پہلوان المتوفی ۱۹۶۰ء۔ خالو پہلوان چھمیں پسر مہنا پہلوان نوری والا المتوفی ۱۹۶۳ء وغیرہ ہیں۔

۴۶۳ - حضرت پیر بلخیؒ

لاہور کے اس قدیم بزرگ کا نام بھی تحفۃ الواصلین میں مذکور ہے۔ آپ کا وطن بلخ تھا جہاں سے آپ واردِ لاہور ہوئے تھے۔ یہ چنگیز خاں کی غارت گری کا زمانہ تھا۔ آپ کی شہادت کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب منگولوں نے لاہور پر حملہ کیا اور اس کو تاخت و تاراج کردیا نیز آتش زنی کی تو آپ بھی کفار کے ساتھ لڑتے رہے تاآنکہ شہید ہوگئے۔ مزید لکھا ہے کہ جب چنگیزی فوج شہزادہ جلال الدین خوارزمی کی گرفتاری کے لیے لاہور کو آئے اور وہ گرفتار نہ ہوسکا تو کفار نے اس شہر کا محاصرہ کرلیا۔ مدت تک جنگ و قتال رہا۔ بالآخر شہر فتح ہوا لاہور پر یہ حملہ چنگیز خاں کے پوتے علی خاں نے کیا تھا۔ مؤلف تاریخ لاہور لکھتا ہے کہ اس وقت کے غازیوں میں آپ بھی شریک تھے۔ آپ ۶۱۹ھ مطابق ۱۲۲۲ء میں لاہور میں مقیم تھے۔ قیام لاہور میں آپ کثرت عبادت و ریاضت کی وجہ سے پیر بلخیؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔

نواب بکھاری خاں نے جب سنہری مسجد عہد نواب میر معین الملک ناظم لاہور بنانی شروع کی تو اپنی مسجد کی زینت کے لیے بازار سیدھا کیا چونکہ یہ مزار سرِراہ آگیا تھا اس لیے اس کو ایک پختہ کمرہ میں کردیا گیا اور اس کی مرمت بھی کردی۔ عہد شہنشاہ جلال الدین اکبر میں اس محلہ کو گزر برنہ کہا جاتا تھا۔ مزار کشمیری بازار میں سنہری مسجد کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ ایک مسقف کمرے میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ پہلے ڈیوڑھی آتی ہے اور پھر دوسرے کمرے میں ایک اونچے چبوترے پر آپ کا مرقدِ منور ہے۔

کمرے پر لکڑی کا چھت اور روشندان ہے۔ مزار کا صدر دروازہ لوہے کا ہے۔ کمرہ سبز رنگ سے مزین کیا گیا ہے۔ بجلی کا انتظام بھی ہے۔ آپ کا مزار بھی سید سربلند کے مزار کی طرح طویل ہے۔ کچھ مؤرخین نے آپ کا سال شہادت ۶۲۳ھ مطابق ۱۲۲۵ء تحریر کیا ہے۔ یہ سلطان ناصر الدین محمود کا عہدِ حکومت تھا۔ سجادہ نشینوں میں ملک احمد حسین اور اور ماسٹر محمد حسین کا نام ایک بورڈ پر لکھا ہوا ہے۔

۴۶۴- حضرت سید مٹھا رحمۃ اللہ علیہ

آپ عہد تغلق کے بزرگ ہیں۔ مشہور ہے کہ جب چنگیز خاں نے خوارزم پر حملہ کیا تو اُن کی سلطنت برباد ہوگئی اور منگول پنجاب کی طرف بڑھنے لگے یہاں تک کہ لاہور تک پہنچ گئے اس زمانہ میں خوارزم سے ایک بزرگ بھی جن کا نام جمال الدین تھا وارد لاہور ہوئے۔ ان کا فرزند ارجمند جن کا نام معین الدین تھا بھی ان کے ساتھ آیا یہی معین الدین بعد ازاں اپنے زہد و ورع اور پرہیز گاری کے باعث سید مٹھا کہلایا۔ نہایت عابد زاہد اور خدا پرست بزرگ تھے چونکہ آپ اخلاق عالیہ کے مالک تھے اور ہر ایک شخص سے نہایت خوش کلامی اور شیریں کلامی سے پیش آتے تھے اس لیے سید مٹھا کہلائے۔

وفات ۶۶۱ھ مطابق ۱۲۶۳ء عہد ناصر الدین محمود میں ہوئی اس وقت صوبہ لاہور معظم خاں شیر خاں تھا۔

مزار سید مٹھا بازار میں ہے لوہاری منڈی چوک سے جو راستہ نوگزہ پیر ہیرا منڈی کی طرف نکل جاتا ہے اس راستہ میں واقع ہے۔ مرقدِ منورہ ایک چھوٹے سے کمرہ میں ہے جس کو سبز رنگ سے مزین کیا گیا ہے۔ مزار سیڑھیاں اور فرش سنگِ مرمر کی ٹائلوں سے تعمیر شدہ ہے۔ غلاف سبز ہر وقت چڑھا رہتا ہے۔ حویلی راجہ دھیان سنگھ وزیرِ اعظم مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کے بالکل نزدیک ہے۔ عہد جلال الدین اکبر میں اس محلہ کو گزر مانک چوک کہا جاتا تھا۔ حضرت معصوم شاہؒ بھی اس کے نزدیک اسی بازار میں واقع ہیں۔

۴۶۵ - حضرت سخی حسن شاہ ولیؒ

آپ کو بھی عبدِ غلاماں کا بزرگ مانا جاتا ہے آپ کے مرقد منور پہ ایک کتبہ لگا ہوا ہے جس پہ تحریر ہے۔ سید حسن شاہ المشہور بہ حضرت سید سخی گلاب علی۔ تاریخ پیدائش ۱۵ رمضان ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۰ء۔ تاریخ وصال ۱۷ ربیع الاول ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۴ء۔

مطابق تحریر بالا وفات ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۴ء میں ہوئی۔ مزار ایک بڑ کے درخت تلے ایک مسجد کے اندر واقع ہے جو داتا دربار اور کربلا گامے شاہ کے درمیان واقع ہے اس کے ساتھ ہی مقبرہ صوفی مشتاق احمد چشتیؒ واقع ہے اور کسی وقت یہاں روزنامہ ”مساوات“ کا دفتر بھی تھا۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے قبل اس کے ساتھ رائے بہادر میلہ رام کی مل تھی اور ساتھ ہی لال کوٹھی جس میں رائے بہادر کی رہائش تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رائے بہادر مذکور ہر سال آپؒ کا عرس منایا کرتا تھا۔

۴۶۶ - حضرت سید سربلندؒ

مفتی غلام سرور لاہوری اپنی کتاب ”حدیقۃ الاولیاء“ میں آپ کا ذکر ”سید سربلند قدس سرہٗ“ کے عنوان سے کرتے ہیں۔ آپ لاہور کے قدیم بزرگوں میں سے تھے۔ مکان نہایت متبرک ہے آپ سادات کرام سے تھے اور متقدمین بزرگان میں سے صاحبِ جذب و تاثیر ہوئے ہیں۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ حضرت سید اسحاق گازرونی جن کا مرقدِ منور مسجد وزیر خاں کے صحن کے نیچے تہہ خانہ میں ہے کے بھائی ہیں مگر تاریخی طور پر اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

مزار اقدس مسجد وزیر خاں کے شمال مشرق میں بازار سے پار ایک گلی میں ایک کٹڑہ میں واقع ہے جس کو نواب وزیر خاں نے تعمیر کرایا تھا اور مسجد کے نام وقف کر دیا تھا قبر ایک مسقف کمرہ میں او نچے چبوترے پر واقع ہے۔ اس کا تعویذ کافی طویل ہے ارد گرد لکڑی کا سبز جنگلا ہے جس پر ہر وقت سبز غلاف پڑا رہتا ہے۔ کمرہ کی چھت کافی بلند ہے۔ خانقاہ میں ایک درخت بھی ہے۔ مزار تک پہنچنے کے لئے ایک لمبا راستہ ہے

انگریزوں کے اوائل حکومت میں راجہ دینا ناتھ نے اس کے ارد گرد اپنا اصطبل بنایا ہوا تھا۔

۴۶۷ - حضرت پیر ذکیؒ

آپ کا شمار بھی متقدمین بزرگانِ لاہور میں ہوتا ہے تحفۃ الواصلین کے حوالہ سے مورخین لاہور نے آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ سلاطین کے زمانہ کے بزرگ ہیں جس وقت مغلوں نے لاہور پر حملہ کیا تو آپ نے نہایت پامردی اور جرأت سے کفار کا مقابلہ کیا اس وقت آپ کی رہائش اس دروازہ کے اندر تھی چنانچہ کفار سے مقابلہ میں شہید ہوئے۔ لکھا ہے کہ جب سر اُتر چکا تو جسم بے سر بھی کفار کے ساتھ لڑتا رہا۔ آپ کے سر کی قبر عین دروازے (یکی دروازہ) میں برلب بدرُو واقع ہے اور جسم کی اندرونِ شہر اسی دروازے کے اندر جاتے ہوئے دائیں طرف ایک کٹڑی میں واقع ہے اس کے بعد یہ دروازہ پیر ذکی قدس سرہٗ کے نام پر یکی دروازہ مشہور ہو گیا۔ سکھوں کے عہد تک اس دروازہ کا کسی نہ کسی صورت میں وجود باقی تھا مگر عہد انگریزی میں یہ نہایت شکستہ تھا جس کی وجہ سے اس کو منہدم کر دیا گیا۔ ایک مزار اقدس بیرون یکی دروازہ بدرُو سے آگے شہر کی طرف ہے جس پر کتاب "حدیقۃ الاولیاء" کے حوالے سے سنگ مرمر کی تختی پر آپ کے حالات درج ہیں۔ یہ قبر ایک کمرہ میں ہے۔ دوسرا مزار اس سے تھوڑی دُور دائیں طرف ایک کٹڑی میں واقع ہے یہ بھی ایک کمرہ میں ہے ساتھ ہی بڑ کا ایک قدیم درخت ہے۔ دروازہ والے مقبرہ پر لکھا ہے "گدی نشین باوا قمر دین قادری نوشاہی پاک رحمانی"۔

۴۶۸ - حضرات گنج شہیداں

صاحب حدیقۃ الاولیاء کتاب تحفۃ الواصلین مولفہ شیخ احمد زنجانیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اگرچہ یہاں ایک قبر ہے مگر ہزاروں شہید یہاں دفن ہوئے ہیں۔ واقعہ اس طرح ہے کہ جب سلطنت غزنویہ پنجاب میں قائم ہوئی تو لاہور کو دارالحکومت قرار دیا گیا۔ کچھ مدت تو ان کا استحکام رہا مگر جب شاہ بہرام غزنوی کے عہدِ حکومت میں یہاں فساد برپا ہوا تو

پنجاب کی حکومت کمزور ہو گئی چنانچہ اس سے ناجائز فائدہ حاصل کر کے راجہ اننگ پال پسر راجہ جے پال راجگان ہند کا لشکر لے کر لاہور پر چڑھ دوڑا۔ چھ ماہ تک اہالیان شہر حملہ آوروں سے لڑتے رہے۔ غزنی سے کمک طلب کی گئی جو بروقت نہ آسکی۔ آخر دشمنوں نے شہر فتح کر لیا اور ہندوؤں نے سینکڑوں مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا اس محلہ تکیہ سادھواں میں بھی قتل و غارت ہوئی۔ اور تقریباً دو ہزار مسلمان ایک ہی جگہ بعد از شہادت دفن ہوئے اس وقت ہندوؤں نے مسلمانوں کی مسجدیں گرا دیں۔ بت خانے دوبارہ قائم کر لئے کچھ عرصہ ان کی عملداری رہی پھر جب غزنی سے لشکر اسلام آیا تو راجہ اننگ پال یہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور شہر پر دوبارہ اہل اسلام کا قبضہ ہو گیا۔ شاہان مغلیہ کے عہد حکومت میں یہ علاقہ گذر چھجہ دیوانی کہلاتا تھا۔

موجودہ صورت میں یہ مقبرہ گنج شہیداں کوچہ چابک سواراں اندرون اکبری دروازہ محلہ تکیہ سادھواں میں مسجد کے غرب میں برلب گلی واقع ہے اور مرجع عوام و خواص ہے اس مکان کو بہت متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ مقبرہ کا گنبد چینی کاری کا بہترین نمونہ ہے جو سبز رنگ کا ہے۔ باہر دروازہ پہ ایک سنگ مرمر کی تختی پہ لکھا ہے۔ "دربار گنج شہیداں" متولی محمد عنایت اللہ قادری"۔ کمرے میں ایک طویل سنگ مرمر کی قبر ایک اونچے چبوترے پر بنائی گئی ہے۔ قبر ظہور احمد ولد نور احمد تکیہ سادھواں نے بنوائی ہے۔ اس قدیم خانقاہ کے قریب چوک "مسجد غوثیہ تکیہ سادھواں و مینار عمر فاروق" ہے جو کہ اندرون شہر سب مساجد کے میناروں سے بلند و بالا ہے۔ اور عظمت رفتہ کا آئینہ دار ہے۔

۴۶۹۔ حضرت وان شہیدؒ

لاہور کے قدیم بزرگان میں سے ہیں۔ منگولوں کے حملہ کے دوران جام شہادت نوش فرمایا۔ اصل نام ان کا وان کر کے مشہور ہے اور یہی نام خانقاہ کے باہر ایک سنگ مرمر کی تختی پہ اس طرح تحریر ہے۔ "مزار وان شہید رحمت اللہ علیہ"۔ مزار ایک مسقف مکان میں طویلہ شاہنواز کے پاس واقع ہے۔ مسجد مرزا محمد المعروف مرزا موٹا

اس کے متصل ہے۔ سریانوالہ بازار میں یہ طویلہ ہے جس میں نواب شاہنواز خاں ناظم لاہور کے گھوڑے وغیرہ بند رہتے ہیں اور سائیس رہتے تھے اب اس جگہ مکانات تعمیر ہو چکے ہیں اور مزار ایک چھوٹے سے کمرہ میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ چوک بازار سریانوالہ سے چوہٹہ مفتی باقر کٹڑہ ولی شاہ کو جائیں تو چند قدم کے فاصلے پر بائیں ہاتھ یہ خانقاہ ہے۔ کمرہ میں سبز رنگ کیا ہوا ہے اوپر وَن کا درخت ہے۔ بازار کی طرف کٹہرہ بنا دیا گیا ہے۔

۴۷۰۔ حضرت نوگزہ پیرؒ

آپ ایک عظیم درویش بتائے جاتے ہیں بلکہ کچھ لوگ آپ کو مجاہدین میں شمار کرتے ہیں۔ آپ کا مزار ایک مسقف کمرہ میں ہیرا منڈی چوک میں واقع ہے جہاں سے بادشاہی مسجد کو راستہ مڑتا ہے۔ مقبرہ برلب سڑک ہی واقع ہے۔ مقبرہ سے جانب شمال ایک قدیم چھوٹی اینٹوں کی مسجد ہے بڑ کا قدیم درخت بھی ہے۔ حضرت سید سر بلندؒ اور حضرت پیر بلخیؒ کے مزارات کی طرح آپ کا مزار بھی کافی طویل ہے۔

۱۹۴۰ء میں جب سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے خاکسار تحریک پر پابندی لگا دی کہ خاکسار سپاہی قطار بندی کر کے سڑکوں پر مارچ نہ کریں گے اور نہ ہی باوردی بیلچے لے کر گھوم سکیں گے۔ تو خاکسار قیادت نے اس کو تسلیم نہ کیا بلکہ فیصلہ کیا کہ تین سو تیرہ جانباز خاکساروں کا دستہ ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کو نماز ظہر بادشاہی مسجد میں ادا کرے گا چنانچہ یہ دستہ سروں پر کفن باندھے اور بیلچے سجائے شاہی مسجد پہنچنے کے لئے روانہ ہوئے جب خانقاہ پیر نوگزہ تک پہنچے تو پولیس سے مقابلہ ہو گیا جس میں مسٹر بیٹی ایک انگریز افسر ایک خاکسار کے بیلچے سے قتل ہو گیا کیونکہ مسٹر بیٹی نے خاکسار لیڈر کو تھپڑ کھینچ مارا تھا اس کے علاوہ سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر گینفورڈ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ایک گندی نالی میں گر پڑا چنانچہ مسٹر الیف سی اوبرن ڈپٹی کمشنر لاہور کے حکم سے اس دستہ پر گولی چلا دی گئی جس سے بے شمار خاکسار شہید ہو گئے کچھ بھاگ کر مقبرہ اور مسجد میں داخل ہو گئے جن کو مسٹر مارگن کے حکم سے پناہ گاہوں سے نکال کر سر بازار گولی مار کر شہید کر دیا اس موقعہ پر علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی قائد تحریک خاکسار

لاہور میں موجود نہیں تھے۔

۴۷۱۔ حضرت پیر ہادیؒ رہنما

آپ شاہ شمس الدینؒ تبریزی کی اولاد سے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید عبدالقادر تھا خانقاہ کا صدر دروازہ لارنس روڈ پر بالمقابل شاہ حسین کالج اور ریک روڈ ہرٹ چرچ ہے نہایت وسیع و عریض احاطہ ہے جس کے ارد گرد مکمل چار دیواری ہے جانب مشرق ایک گوشے میں حجرہ بھی ہے۔ آپ کے مقبرہ کے چاروں اطراف میں غلام گردشیں ہیں اور ہر جانب پانچ پانچ دروازے ہیں۔ مقبرہ ایک تین چار فٹ اونچے چبوترے پر تعمیر شدہ ہے اور اس کے اندر ایک اونچے چبوترے پر تینوں قبور ایک ساتھ ہیں۔ درمیانی مزار آپ کا ہے۔ مورخ تاریخ لاہور لکھتا ہے کہ جس قدر سنگِ مرمر کی جالیاں اور سلیں اس کی منڈیروں میں لگی ہوئی تھیں۔ نیز سنگ سرخ کے ستون تھے وہ راجہ دھیان سنگھ اتروا کر جموں لے گیا۔ تہہ خانہ میں بھی سنگِ مرمر کا فرش اور دیواروں پر سنگِ مرمر سرخ کی سلیں تھیں۔ وہ بھی اکھڑوا لی گئیں۔ عہد انگریزی میں ایک انگریز نے اس کو کوٹھی بنا لیا تھا۔

۴۷۲۔ حضرت پیر محسن شاہؒ دریائی

پیر ہادیؒ رہنما کے بھائی بیان کئے جاتے ہیں۔ مقبرہ کے اندر داخل ہوں تو آپ کی قبر اونچے چبوترے پر دائیں طرف ہے۔ مقبرہ سے باہر ایک بورڈ آویزاں ہے جس پر لکھا ہے کہ "ان کا سلسلہ نسب سادات کرام سے ہے اور طریقت میں غوث الاعظمؒ سید عبدالقادر گیلانی کے سلسلہ قادری سے متعلق ہیں۔

۴۷۳۔ حضرت سید عبداللہ شاہؒ

پیر ہادیؒ رہنما کے دوسرے بھائی بیان کئے جاتے ہیں۔ ان کا مزار پیر صاحبؒ کے بائیں طرف ہے۔ ساتھ ہی ایک مسجد ہے جس کو شمس مسجد کہا جاتا ہے۔ محراب مسجد میں سنگِ مرمر کی تختی پر لکھا ہے "تعمیر کنندہ شیخ محمد امین۔ ۲۰۰ ڈیوس روڈ لاہور ۱۹۶۴ء" مسجد کی جنوبی دیوار کے ساتھ ایک بہترین مینار تعمیر کیا گیا ہے خانقاہ میں بہت سے درخت ہیں۔ جن میں بڑ اور کھجور

کے زیادہ درخت ہیں۔

بمطابق مؤلف تحقیقات چشتی وفات پیر ہادی رہنما کی ۶۸۱ھ مطابق ۱۲۸۲ء عہد غیاث الدین بلبن میں ہوئی۔ اس وقت قان الملک محمد صوبہ لاہور تھا۔ اصلی قبریں تہہ خانے میں ہیں۔ موجودہ صورت میں مقبرہ لارنس روڈ پر واقع ہے۔ مقبرہ ظہیر الدین محمد بابر کے زمانہ میں تعمیر ہوا۔ عمارت نہایت سنگین ہے اور ایک اونچے اور وسیع چبوترے پر تعمیر شدہ ہے نیز مقبرہ جہانگیر کی طرز کا بنا ہوا ہے ارد گرد و برانڈے ہیں۔ عہد سکھوں میں ان لٹیروں اور غارت گروں نے اس مقبرہ کا سب قیمتی پتھر اکھاڑ لیا۔ شمس العلماء خان بہادر سید محمد لطیف اپنی انگریزی تصنیف "لاہور اور اس کے قدیم آثار قدیمہ" میں لکھتا ہے کہ مسجد کو شہنشاہ اکبر کے ایک درباری کلاں خاں نے تعمیر کرایا تھا۔

۴۷۴۔ حضرت پیر شیرازی رح

آپ لاہور کے قدیم بزرگوں میں سے ہیں نام پیر سراج دین تھا مگر پیر سراجی کے نام سے معروف تھے کئی لوگ پیر شیرازی بھی کہتے ہیں نہایت عارف کامل اور فاضل اجل بزرگ تھے زمانہ آپ کا عہد محمد تغلق سے تعلق رکھتا ہے اس زمانہ میں آپ بخارا سے لاہور آکر اقامت گزین ہوئے علوم ظاہری و باطنی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ بادشاہ وقت نے ہر چند خواہش کی کہ آپ منصب قضا سنبھالیں مگر آپ نے منظور نہ فرمایا اس بات کو سن کر بادشاہ غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ یہ سن کر عمائدین سلطنت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جان بخشی کے لئے عرض کی۔ اس دن سے آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ بند کر دیا نیز مریدوں کو بھی اپنے ہاں آنے سے روک دیا اور گوشہ نشین ہو گئے۔ مصنف ہسٹری آف لاہور لکھتا ہے کہ یہ بزرگ ۷۲۳ھ مطابق ۱۳۲۳ء عہد محمد تغلق میں لاہور آئے۔ وہ مزید لکھتا ہے کہ ایک دفعہ ملتان کے وائسرائے نے لاہور کے ذریعہ سے سرکاری فرائض کی انجام دہی کے لئے تعینات کر دیا اور آپ جلد ہی بادشاہ کے محبوب بن گئے کیونکہ آپ زیرویست فاضل اور عالم تھے مزار چوڑے موری بازار میں واقع ہے بعد از وفات یہاں ہی دفن ہوئے چوک متی سے آگے یہ بازار آتا ہے۔ آپ کا مقبرہ کوچہ پیر شیرازی میں جامع مسجد پیر شیرازی

میں واقع ہے۔ مقبرہ پر لکھا ہے: "مقبرہ حضرت سید سراج الدین پیر شیرازی المعروف بہ
بابا پیر شیرازی" اس مقبرہ کی تعمیر ۲۰ صفر ۱۳۹۵ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۷۵ء کو حاجی محمد اسماعیل
چغتائی کوچہ پیر شیرازی نے صرف خاص سے کرائی تھی۔ مقبرہ مسجد کے آخری گوشہ میں جانب
شمال واقع ہے۔ عہدِ مغلیہ میں اس محلہ کو گنبد مبارز خاں کہا جاتا تھا۔

۴۷۵۔ حضرت پیر بھولاؒ

بزرگانِ لاہور میں مست جذب و سکر اور کشف و کرامت بزرگ تھے۔ سوائے خورد سال
بچوں کے آپ کسی سے بھی ملتفت نہ ہوتے تھے اور نہ ہی کسی سے ان کو محبت تھی۔ نذر و نیاز
اور فتوحات ہزاروں سیلوں کی تعداد میں آتی مگر آپ سب بچوں ہی میں تقسیم کر دیتے کیونکہ ان
سے آپ کو کمال محبت تھی۔ سارا دن شہر میں پھرا کرتے تھے اور بچے جوق در جوق آپ کے
ہمراہ ہوتے تھے۔ صاحب کرامات بزرگ تھے لکھا ہے کہ جب کوئی بچہ آپ کے پاس آتا تو
آپ بغل سے شیرینی نکال کر اس کو دے دیتے۔
بقول مصنف تاریخ لاہور رائے بہادر کنہیا لال مزار محلہ پیر بھولا نزد چیلیہ کا حمام واقع ہے۔
موجودہ صورت میں آپ کا مرقد منور چوک لوہاری منڈی سے بازار سوتر منڈی کو جائیں تو کوچہ پیر بھولا
سے گزرنا پڑتا ہے اس گلی کے وسط میں آپ کا مزار ہے جس پر کوئی چھت نہیں ہے۔ ارد گرد
بلند و بالا مکانات ہیں۔ قبر پر سبز غلاف چڑھا رہتا ہے۔ باہر چار دیواری کے ایک سنگِ مرمر
کی تختی پر تحریر ہے۔ "خانقاہ حضرت پیر بھولا صاحب" اندرون بھاٹی دروازہ اونچی مسجد اور
مقبرہ حضرت شاہ محمد غوثؒ کے درمیان بر لب سڑک ایک مکان کی نکڑ میں آپ کا نشانِ بیٹھک
ہے جہاں آپ اپنی حیات میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے یہاں مزار نہیں ہے۔ اس نشان
کی مرمت ۱۹۷۵ء میں ہوئی تھی۔

۴۷۶۔ حضرت شیخ علیؒ رنگریز

صاحب حدیقۃ الاولیاء لکھتا ہے کہ "یہ بزرگ دو بھائی شیخ علیؒ اور شیخ ولیؒ

مغلیہ سلطنت کے وقت عرب سے لاہور میں آئے اور دکان رنگریزی کی جاری کی چونکہ ولی کامل تھے تمام لوگ رنگریز حضرات آپ کے مرید ہوگئے۔ موجودہ صورت میں آپ کا مزار ایک مسقف کمرہ میں ہے اور اس کے دائیں بائیں دو اور مزار ایک شیخ ولی اور دوسرا شیخ باہو کا ہے۔ درمیانی بلند مزار آپ کا ہے۔ یہ کمرہ ایک بلند و بالا چبوترہ کے وسط میں واقع ہے جو تقریباً دس بارہ فٹ ارتفاع میں ہے۔ کافی وسیع چبوترہ ہے۔ ساتھ ہی دو درخت وَن اور گوندی کے ہیں۔ صدر دروازے سے داخل ہوتے ہی دائیں جانب ایک حجرہ ہے۔ مقبرہ سے باہر بھی چند قبور ہیں۔ چار دیواری کافی اونچی اور سنگین ہے۔ ۲۱ قدم عرض اور ۴۰ قدم طول میں ہے۔ مزار پر کوئی لوح تحریر نہیں۔ یہ عمارات آج بھی اپنی قدامت کا ثبوت دیتی ہے۔ مزار ایمپرس روڈ پر ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس اور مقبرہ ملا محمد صالح کنبوہ اور شیخ عنایت اللہ کے درمیان پاکستان ریلوے کی حدود میں واقع ہے۔ مقبرہ ملا محمد صالح کنبوہ اور شیخ عنایت اللہ لاہوری پر عیسائیوں کا قبضہ و تصرف ہے اور اس میں سینٹ اینڈ ریلوز چرچ سکول قائم ہے۔ اہلِ اسلام کے یہ عظیم تاریخی آثار غیر مسلموں کے قبضہ میں ہیں۔ چار دیواری سے باہر چند بڑے قدیم درخت موجود ہیں۔ تین قبریں ہیں موجودہ عمارت ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں تعمیر ہوئی

۱۔ شیخ علی رنگریز: مقبرہ میں درمیانی قبر آپ کی ہے۔

۲۔ شیخ ولی رنگریز: دائیں طرف آپ کا مزار ہے۔

۳۔ شیخ باہوؒ: بائیں طرف آپ کا مزار ہے۔

۴۷۷۔ حضرات درویشاں حضرت سلطان سخی سرورؒ

مسلم مسجد بیرون لوہاری دروازہ کے کم و بیش سو فٹ اونچے مینار کے نیچے ایک کمرہ میں تین قبور ہیں جن پر موم بتیاں اور چراغ جلائے جاتے ہیں۔ یہ حضرت سلطان سرورؒ سہروردی کے درویشوں کی قبریں ہیں جن کے نام تاریخ میں محفوظ نہیں ہیں۔ حضرت سلطان سخی سرورؒ کا اسم گرامی سید احمد بن سید زین العابدین تھا۔ جب سن بلوغ کو پہنچے تو بغداد شریف تشریف لے گئے۔ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ

سے فیوضات و برکات حاصل کیں۔ لاہور تشریف لائے تو یہاں کے مولانا محمد اسحاق لاہوری سے تعلیم حاصل کی۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ آپ حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کے مرید تھے۔ آپ کے تین نام بہت مشہور ہیں ۱۔ سخی سرور۔ لکھ داتا۔ لالانوالہ۔ آپ کو ۵۷۵ھ مطابق ۱۱۸۱ء میں شہید کر دیا گیا۔ مزار اقدس شاہ کوٹ ضلع ڈیرہ غازیخاں میں بنا۔ اس وقت خسرو ملک تاج الدولہ لاہور کی سلطنت کا بادشاہ تھا اور لاہور میں ہی اقامت گزیں تھا۔

مکان چوکی سخی سرورؒ: چشتی لکھتا ہے کہ بھرائی لوگوں نے یہ مکان برائے نام بنا لیا ہے۔ قیام پاکستان تک یہ جگہ ایک غیر مسلم کے مکان میں تھی جو اس کا بہت احترام کرتا تھا اور چراغ جلانے کا بہت اہتمام کرتا تھا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد یہ مکان ایک مسلمان کو ملا جس نے اس کو نیا تعمیر کرانا شروع کیا ہے۔ اب یہ جگہ اس کے شمال مغربی کونے میں ہے یہ جگہ سرتاج پریس اور غوثیہ کتب خانہ کے قریب ہے اس زمین دوز حصہ میں قدموں کے نشان ہیں جن کی وجہ سے سالانہ "قدموں کا میلہ" انعقاد پذیر ہوتا ہے۔

میلا سخی سرور یا قدموں کا میلہ: مولوی نور احمد چشتی لکھتا ہے کہ ان کے زمانہ میں میلہ میں شیطان کا راج ہوتا ہے۔ بھرائی لوگ ڈھول بجاتے ہیں۔ لوگ ناچتے اور گاتے ہیں۔ اس میلہ کا مفصل حال یادگار چشتی مصنفہ مولوی نور احمد چشتی میں بھی ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ اب صرف میلہ لگتا ہے اور صرف مٹی کے برتن ہی فروخت ہوتے ہیں۔ فواحش کا رواج نہیں ہے۔

۴۷۸۔ حضرت شاہ گوہر پیرؒ

مورخین لاہور مفتی غلام سرور لاہوری۔ مولوی نور احمد چشتی۔ رائے بہادر کنہیا لال اور سید محمد لطیف کسی نے بھی آپ کا ذکر اپنی کتب میں نہیں کیا اور نہ ہی ما بعد کے تذکرہ نگاروں نے حالانکہ یہ نہایت قدیم مقبرہ اور خانقاہ معلوم ہوتی ہے اس کے ارد گرد کی قبور، چبوترے اور قبرستان اپنی قدامت کی آپ گواہی دیتی ہیں۔ مقبرہ عہد مغلیہ سے بھی قبل کا تعمیر کردہ معلوم ہوتا ہے۔ نہایت عظیم الشان تعمیر ہے۔ ارد گرد چار دیواری ۲۲ × ۲۲ قدم ہے جس میں تین قبور ہیں۔ مقبرہ کے شمالاً غرباً وسیع و عریض قبرستان ہے۔ جنوب میں مسجد ہے اور مقبرہ

سے باہر نیچے حجرہ اور تکیہ بھی ہے بہت سے درخت ہیں۔ گھنی چھاؤں ہے اور ساتھ ہی حجروں کے پاس ایک قدیم تین فٹ اونچا چبوترہ ہے جو کہ شاید بزرگان کی بیٹھک کے لئے بنایا گیا ہے۔ یہ عظیم الشان مقبرہ دارو غہ والا سٹرک بند روڈ پہ بالمقابل آبادی شادی پورہ کھیتوں میں واقع ہے۔ مقبرہ کے اندر تین قبور ہیں جن میں سب سے بڑی حضرت شاہ گوہر پیر کی بتائی جاتی ہے۔ مقبرہ زیرِ انتظام محکمہ اوقاف ہے جس پر یہ عبادت تحریر ہے۔ حضرت پیر داتا گوہر بخش محمود لوئی۔ زیر تحویل محکمہ اوقاف پنجاب۔ مقبرہ کے ساتھ ۳۹ کنال اراضی بھی وقف ہے احاطہ چار دیواری سے جانب مشرق قدیم چبوترہ کے پاس وَن اور گوندی کے درختوں کے پاس قدیم قبور ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد سلاطین میں یہاں آبادی یا باغ ہو گا۔

۷۹۴۔ حضرت مخدوم علی شاہ ولیؒ

میاں رحمت علی کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ عہد شاہجہان میں فوج کے ایک دستہ کے سالار تھے اور لاہور کے گرد و نواح میں جو مغلیہ حکومت کی چھاؤنیاں تھیں۔ ان میں سے ایک کمانڈر تھے اور اس جگہ آپ کے دستہ کا قیام تھا اس کے ساتھ ہی شاہ راہِ قدیم تھی جو لاہور سے دہلی کی طرف جاتی تھی کچھ عرصہ بعد آپ نے درویشی اختیار کر لی بعد از وصال آپ کا مقبرہ شاہی خرچ پر یہاں تعمیر ہوا۔ انگریزی دور میں باغبان پورہ کے آرائیں نے اس جگہ کے اردگرد تمام اراضی کو اپنے قبضہ میں لے لیا جس سے آپ کی خانقاہ کا احاطہ محدود ہو گیا مقبرہ نہایت قدیم ہے مگر کسی تاریخ کے تذکرے میں آپ کے سوانح نہیں۔ یہاں کا مجاور حضرت شاہ مخدوم علی شاہ ولی کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اب اس کی مرمت بھی کر دی گئی ہے۔ مقبرہ عہدِ مغلیہ کی طرزِ تعمیر معلوم ہوتا ہے۔ مقبرہ سے ملحق تکیہ۔ حجرہ اور کنواں ہے اردگرد کوٹھیاں بن رہی ہیں نیز مقبرہ کے ساتھ ایک قدیم بڑ کا درخت بھی موجود ہے۔ مصنف تحقیقات چشتی خزینۃ الاصفیا۔ حدیقۃ الاولیا۔ تاریخ لاہور اور ہسٹری آف لاہور کے مصنفین نے آپ کا مطلقاً ذکر نہیں کیا اور نہ ہی بعد کے تذکرہ نگاروں نے اس قدیم مقبرہ کو دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ مقبرہ پاکستان ٹکسال باغبان پورہ سے آگے اسی سمت میں ایک کوٹھی چھوڑ

کر برلب سڑک گرینڈ ٹرنک روڈ پر آتا ہے۔ اس مقبرہ کے بالمقابل باغ سکھاں (باوا والا باغ) واقع تھا جس کو تباہ و برباد کیا جا رہا ہے اور اس کے دیواروں اور وسطی بارہ دری کے آثار اب بھی واقع ہیں۔ مقبرہ سے آگے سڑک جرنیلی پر فردوس مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔

۴۸۰۔ حضرت پیر محمد شاہ ولیؒ (سخی قادر قلندر قطب زمانہ)

۴۸۱۔ حضرت شیخ ولایت علیؒ قادری

یہ دونوں مزارات احاطہ میاں امیر دین کے پاس واقع ہیں اور عہد بابری بتائے جاتے ہیں ان مزارات تک شارع حضرت شیخ طاہرؒ بندگی سے ہو کر جانا پڑتا ہے۔ دونوں مزارات ایک چاردیواری میں ایک اونچے چبوترے پر واقع ہیں ساتھ ہی مسجد نما کمرہ ہے مجھے سید بشیر حسین طاہری سجادہ نشین حضرت شیخ طاہرؒ بندگی قادری نے بنایا ہے کہ ہر دو مزارات عہد بابر سے متعلق ہیں اور نہایت قدیم ہیں۔

۴۸۲۔ حضرت پیر شیخ شہیاںؒ

جہاں پر اب آپ کا مزار پُر انوار ہے عہد اکبر و جہانگیر میں یہ دریائی علاقہ تھا بھوگیوال کے لوگ آپ کو اسی عہد کا بزرگ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہایت صاحب کرامت بزرگ تھے یہ بھی سُنا گیا ہے کہ چونکہ اس ٹیلہ کے نیچے دریائے راوی بہتا تھا نیز یہ جنگل تھا جب آپ یہاں سے جنگل کو جاتے تو واپسی پر شیر پر سواری کر کے واپس یہاں تشریف لاتے۔ آپ کی بہت سی کرامات بیان کی جاتی ہیں وصال کے بعد آپ اس جگہ دفن ہوئے۔ یہ مزار ایک ٹیلے پر باغبان پورہ اور بھوگیوال کے مقام اتصال اور پیر شہیاں سٹریٹ نمبر ۵ پر واقع ہے۔ سولہ سیڑھیاں چڑھ کر ایک چبوترہ آتا ہے جس سے بھی اوپر مزید چھ سیڑھیاں چڑھ کر آپ کا مزار آتا ہے۔ ساتھ ہی حجرے بھی ہیں۔ اس کو تکیہ پیر شہیاں بھی کہا جاتا ہے۔ نزدیک ہی مسجد بھی ہے اس کے ساتھ قبرستان بھی ہے جن اور کریہ کے کافی درخت ہیں۔ مورخین لاہور نے آپ کے حالات نہیں لکھے۔

۴۸۳۔ حضرت حاجی شاہ ابوسعیدؒ

آپ کے حالات بھی کافی تحقیق کے بعد نہیں مل سکے۔ آپ کا مقبرہ ارگیشن سیکرٹریٹ کے بالمقابل اور پنجاب پبلک لائبریری سے ملحقہ ہے ایک لمبی سی گلی کے آخر میں آپ کا مقبرہ ہے جس کو سبز رنگ سے زینت دی گئی ہے حجرہ بھی ساتھ ہے۔ مقبرہ پہ تحریر ہے "مزار شریف حضرت سید بادشاہ قطب حاجی شاہ ابوسعیدؒ۔ تاریخ وصال ۱۷ ذی الحجہ ۹۵۲ھ مطابق ۱۵۴۵ء بروز بدھ۔ سلسلہ چشتیہ قادریہ۔ عرس ہر سال ۲۶-۲۷ محرم الحرام کو ہوتا ہے یہ عہد شیر شاہ سوری کا ہے اور گورنر لاہور ہیبت خاں نیازی تھا۔ سائیں محمد حسین خدمت گزار حجرہ میں رہتا ہے۔ مغلیہ دورِ حکومت میں اس جگہ نواب وزیر خاں کی بارہ دری تھی۔

۴۸۴۔ حضرت ہامون شاہؒ

کسی زمانہ میں یہ جگہ ڈھایہ ہامون شاہ کہلاتا تھا۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے "کہ ایک ٹیلہ پہ چار قبریں پختہ ایک ہامون شاہ صاحب کی ہے اکبر بادشاہ کی عملداری میں اس مقام پہ دریا بہتا تھا۔ اس کے جانبِ غرب ایک احاطہ احمد علی بن یافی کا ہے" موجودہ صورت میں آپ کا مزار ایک نہایت اونچی چار دیواری میں ایک چبوترے پر واقع ہے چار دیواری میں صرف اب آپ کی ہی قبر ہے۔ مزار فتح شیر روڈ پر جو نواں مزنگ کی طرف باقی ہے۔ باغ گل بیگم سے آگے برلبِ سڑک نالہ کے نزدیک واقع ہے۔ ساتھ ہی ایک نئی عالیشان مسجد تعمیر ہو چکی ہے جو جامعہ قادریہ رضویہ کے نام سے معروف ہے۔ مزار اقدس کے باہر تحریر ہے "حضرت ہامون شاہؒ قادری ولی"

۴۸۵۔ حضرت پیر عزیزؒ

یہ بزرگ کابل سے لاہور آئے تھے اور یہاں مزنگ میں اقامت گزینی اختیار کی پھر ان کی وجہ سے یہاں آبادی ہو گئی۔ پہلے تو اس کو محلہ پیر عزیز کہا جاتا تھا مگر بعد ازاں پیر عزیز

مغل کی گوت مزنگ پر اس آبادی کا نام مزنگ پڑ گیا۔ اب مزنگ ایک بہت بڑی آبادی ہے۔ جب پیر عزیز مزنگ نے یہ آبادی قائم کی تو اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد یہاں قابض ہوئی۔ مغلیہ عہد میں محلہ لنگر خاں (نزد ہائی کورٹ) جب اجڑا تو بلوچ بھی اس محلہ سے اٹھ کر یہاں آ گئے اور یہاں مغلوں اور بلوچوں کی مشترکہ آبادی ہو گئی جس زمانہ میں چالیسی قحط پڑا تو ارد گرد کے دیہات سے ارائیں بھی یہاں آ گئے اور یہاں تین اقوام بسنے لگیں لیکن اقتدار مغلوں کے ہاتھ میں ہی رہا کیونکہ کوئی کام بیع نامہ یا گرو نامہ ان کی مہر و دستخط کے بغیر درست تسلیم نہ کیا جاتا تھا یہاں تک کہ سہ حاکمان لاہور کا زمانہ آ گیا۔ یہ زمانہ نہایت انتشار اور افراتفری کا تھا چنانچہ اس وقت بلوچوں کا غلبہ ہو گیا کیونکہ ان کے بہت سے آدمی عہد راجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں ملازم تھے پھر عہد انگریزی میں بلوچوں کی نمبرداری ختم ہوئی تو ارائیں بر سر اقتدار آ گئے۔

وفات پیر عزیز ۱۰۲۳ھ مطابق ۱۶۱۴ء عہد نور الدین محمد جہانگیر ہوئی۔ آبادی مزنگ کے وسط میں کوٹ عبداللہ شاہ میں کوچہ پیر عزیز اب بھی موجود ہے۔ اس کے ایک مکان جو کہ معراج دین کی ملکیت ہے میں آپ کی بیٹھک موجود ہے جس میں ہر جمعرات کو چراغ جلائے جاتے ہیں اور جس جگہ آپ کا قیام تھا اس کو محفوظ کر لیا گیا ہے۔ پیر عزیز کی قبر لٹن روڈ پر میانی قبرستان میں پٹرول پمپ کے عقب میں ایک کافی بلند و بالا قدیم ٹیلے پر واقع ہے اس اونچے ٹیلے پر پہلے پیر مزنگ کا قدیم مزار ہے اور اس سے تین چار گز کے فاصلے پر ایک مزید اونچے چبوترے پر پیر عزیز کی قبر ہے جو اپنی قدامت کا ثبوت دیتی ہے اس کے اوپر بے شمار خود رو گھاس اور بیلیں چڑھی ہیں۔ یہ قبر پیر مزنگ کی قبر سے بڑی ہے۔ مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ قبر پیر عزیز بہ طرف جنوب موضع مزنگ کے شکستہ سی موجود ہے۔

۴۸۶۔ حضرت پیر مزنگ

آپ بلوچ قبائل کے پیر تھے کئی لوگ پیر عزیز اور پیر مزنگ کو ایک ہی بزرگ قرار دیتے ہیں مگر بعض معمر حضرات سے سنا ہے کہ یہ دو بزرگ تھے۔ سعدی پارک کی جگہ بلوچوں کا کنواں تھا جہاں اب آبادی ہو چکی ہے اس جگہ ان کی رہائش تھی بعد از وصال آپ

کا مزار بھی اسی جگہ بنا۔ پیر مزنگ کا قدیم مزار پیر عزیز کے مزار کے پاس ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے اس پر ون کا درخت ہے اس کے پاس ہی پیاہ جنگی تھا جو اب خشک ہو چکا ہے۔

اس سے مزید اونچائی پر تین چار گز کے فاصلے پر پیر عزیزؒ کی قبر ہے اور اس سے آگے جانب مشرق قبرستان میانی میں (ٹاؤن روڈ) چودھری افضل حق صدر مجلس احرار الاسلام ہند ماسٹر تاج الدین انصاری۔ شیخ حسام الدین امرتسری۔ میر واعظ عبدالسلام ہمدانی امرتسری۔ استاد کرم امرتسری اور استاد ہمدم امرتسری کی قبور ہیں۔ پیر مزنگ کا مزار تکیہ ماچھیاں میں ہے۔ موجودہ صورت میں میانی میں تکیہ نظام شاہ۔ ڈھایہ ہامون شاہ۔ تکیہ بابا گھوٹو سائیں (اسلامیہ پارک) تکیہ بڑا مکان نزد مسجد میاں سلطان تکیہ گمہاراں۔ تکیہ ماچھیاں اور تکیہ گورکناں ہیں۔

۴۸۷۔ حضرت شاہ رستم غازی

یہ بزرگ شہزادی زیب النساء دختر محی الدین اورنگ زیبؒ عالمگیر کا استاد تھے۔ موجودہ صورت میں یہ مزارات ملتان روڈ پر جاتے ہوئے مقبرہ زیب النساء کے بالمقابل اور ملتان روڈ سے دائیں ہاتھ ایک گلی میں واقع ہیں۔ ساتھ ہی ایک مسجد نشیب میں ہے۔ ہر دو مقابر ایک وسیع و عریض اور نیچے چبوترے پر درمیان میں خستہ حالت میں موجود ہیں۔ سب قبریں دونوں تہہ خانوں میں ہیں۔ کھنڈرات دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو مقابر کے ارد گرد غلام گردشیں تھیں جو امتداد زمانہ سے مسمار ہو گئیں۔ اس اونچے ٹیلے کا رقبہ تین کنال چھ مرلے تقریباً بتایا گیا ہے۔ صفائی کا اچھا انتظام ہے۔ حجرے جانب غرب واقع ہیں۔ اب یہ آبادی رستم پارک کے نام سے مشہور ہے۔

وفات ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۵ء میں ہوئی اس کے بعد آپ کا مقبرہ سنگِ سرخ سے تعمیر کیا گیا۔ یہ نور الدین جہانگیر کا عہد حکومت تھا اور پنجاب کا صوبیدار نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری تھا۔ مزار نواں کوٹ رستم پارک میں ہے۔ مقبرہ سکھ گردی میں مسمار کر دیا گیا اور اس کے قیمتی پتھر اور سنگ مرمر اتار لیا گیا نیز ایک حوض بھی تھا جو منہدم کر دیا۔ ایک جگہ دو قبریں ہیں۔ ایک آپ کی دوسری آپ کے فرزند کی اور دوسری جگہ بھی دو قبریں ہیں۔ ایک آپ کی اہلیہ کی اور

دوسری ان کی والدہ کی۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ ہر دو جگہ ہر دو گنبد سنگ مرمر کے تھے جو رنجیت سنگھ اکھاڑ کر لے گیا۔ اب ان مزارات کی حالت نہایت خستہ ہے کوئی مرمت کروانے پر توجہ نہیں کرتا اور اس طرح یہ قدیم آثار مٹ جائیں گے۔

۴۰۸۔ حضرت عبدالخالقؒ

آپ حضرت شاہ رستم غازیؒ کے مرشد تھے وفات کے بعد ان کو بھی یہاں دفن کیا گیا ان کی کرامات کئی ایک بیان کی جاتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں رات کو خود بخود چراغ روشن ہو جاتا تھا۔ سید فضل شاہ پنجابی کے معروف شاعر نے یہاں مرمت کروائی تھی اور چوبی کھڑکی لگوا دی تھی۔ سید عبدالخالق کا مقبرہ درخت وَن کے نیچے ایک خستہ چوکھنڈی میں سید فضل شاہ جو پنجابی کا ایک معروف شاعر گذرا ہے کے مقبرہ کے عقب میں ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے یہ مقبرہ رسول سٹریٹ نمبر۱۷ میں آخری کونے پر واقع ہے۔ مقبرہ فضل شاہؒ بھی اس جگہ واقع ہے ملتان روڈ سے ایک میناری مسجد کے عقب میں فضل گنج یا فضل شاہ روڈ ہے۔ جہاں یہ مقبرہ ہے۔ مقبرہ ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے اور اس کے باہر ایک طرف چند قبور ہیں۔ مقبرہ پر تحریر ہے۔ "روضہ مبارک زبدۃ السالکین و سراج العارفین ملک الشعرا حضرت سید فضل شاہ صاحب ولد قطب شاہؒ صاحب ساکن نواں کوٹ سادات بھاگریاں" تاریخ وفات ۱۳۰۷ھ در عہد ملکہ معظمہ وکٹوریہ با قیصر ہند ۱۸۹۰ء۔

سال تاریخش چو جستم یا علی
گفت ہاتف وائی سید فضل شاہ

یہ فضل شاہؒ پنجابی کے معروف شاعر تھے پیدائش ۱۸۲۷ء اور وفات ۱۶ فروری ۱۸۹۰ء ہے کچھ عرصہ درس میاں وڈا میں بھی دینی تعلیم حاصل کی اور پھر فنانشل کمشنر لاہور کے دفتر میں ملازم ہو گئے۔ تحفہ فضل۔ سوہنی مہینوال۔ ہیر رانجھا۔ لیلیٰ مجنوں۔ یوسف زلیخا۔ لکھی گئیں۔ اس کے علاوہ سی حرفیاں اور دوہے بھی ہیں۔ بیعت فضل شاہ کی حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ نقشبندی سے تھی۔

۴۸۹ - حضرت سیلنؒ شاہ ولی

آپ کا مزار اقدس ایک وسیع و عریض احاطہ میں ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے جو آبادی میاں میرؒ میں وزیر علی روڈ پر کچی آبادی موسوم بہ "آبادی بابا سیلن شاہ ولی" کہلاتی ہے۔ مزار پر ایک قدیم وَن کا درخت ہے۔ نزدیک ہی ایک نہایت عالیشان مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔ مزار پر تاریخ وفات ۱۰۲۷ھ مطابق ۱۶۱۷ء تحریر ہے جو عہد نور الدین جہانگیر ہے۔

۴۹۰ - حضرت مولانا محمد فاضل کابلیؒ

آپ حضرت عین القضاۃ ہمدانیؒ کی اولاد سے تھے اور اُردستان کے رہنے والے تھے۔ سمرقند جاکر مولانا محمد صادق حلوائی کے درس میں شامل ہوئے اور علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد لاہور چلے آئے اور یہیں مستقل اقامت گزینی اختیار کی جہانگیر کے پاس گئے تو اس نے آپ کو صوبہ پنجاب کی صدارت مرحمت کی۔ زاں بعد شاہی لشکر کے میر عدل مقرر ہوئے اور شاہجہان کی ابتدائے سلطنت تک اس عہدے پر فائز رہے۔ ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء میں بمقام لاہور وفات پائی اور قبرستان حضرت بی بی تاج و بی بی حاج (قبرستان بیبیاں پاکدامناں) میں مدفون ہوئے۔ مصنف فرحت الناظرین نے آپؒ کے حالات تحریر کئے ہیں۔ قبر کا نشان نہیں مل سکا۔

۴۹۱ - حضرت حاجی نورؒ

شاہجہان کے عہد میں آپ لاہور کے ایک نہایت زاہد، پرہیزگار، عبادت گذار اور دولت مند بزرگ تھے۔ ایک دفعہ شاہجہان کو ایک مہم کو سر کرنے کے لئے چار کروڑ روپوں کی ضرورت پڑی۔ شہر کے بڑے بڑے ساہوکاروں سے رجوع کیا گیا مگر مشکل حل نہ ہو سکی بعد ازاں بادشاہ نے آپ کو بلایا اور اتنا روپیہ قرض مانگا۔ آپ نے یہ گراں قدر رقم بادشاہ کو دے دی جب مہم بخیر و خوبی سر ہوئی تو بادشاہ نے آپ کو یہ رقم واپس کرنا چاہی

مگر آپ نے یہ رقم واپس لینی قبول نہ کی۔ آپ نے سات حج بیت اللہ شریف کئے۔ آپ کا مزار ایک احاطہ چار دیواری میں قبرستان میانی میں واقع ہے اور اس کو پراچوں کا احاطہ کہا جاتا ہے۔ آپ کا مقبرہ مکہ شریف بیت اللہ کے طرز پر تعمیر ہوا ہے۔ چاروں اطراف میں مصلے ہیں۔ محراب مشرق میں آپ کی قبر ہے۔ علامہ چشتی لاہوری المتوفی ۱۰۶۴ھ مطابق ۱۶۵۳ء آپ کے ہم عصر تھے۔

وصال حاجی نور کا ۱۰۸۰ھ مطابق ۱۶۷۵ء عہد شاہجہان میں ہوا اور میانی میں مزار بنا اس کو احاطہ پراچیاں بھی کہا جاتا ہے۔ میاں گاماں پراچہ لاہوری انہیں کی اولاد سے تھا۔

۴۹۲ - حضرت مولوی صادق علی گجراتی

آپ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے اور لاہور آئے۔ یہاں اپنی خداداد قابلیت اور ذہانت کے باعث نواب جعفر خاں اور نواب خلیل اللہ خاں صوبیدار لاہور کے خاندان کے بچوں کو پڑھانے لگے۔ شاہجہان نامہ مصنفہ محمد صالح کنبوہ میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔ آپ کی اہلیہ بھی ان امراء کی صاحبزادیوں کو تعلیم دیا کرتی تھی۔ نواب خلیل اللہ خاں کے والد ماجد کا نام میر میراں نعمت اللہ خاں تھا۔ نواب موصوف امرائے عالمگیری میں سے تھا۔ صوبیداران لاہور کے محلات اور قبائل میں دینی تعلیم بچوں اور بچیوں کو دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک زبردست معلم تھے نیز پرہیزگاری اور زہد و ورع میں بھی نامور ہوں گے جب آپ کی وفات ہوئی تو نواب جعفر خاں نے ان کو یہاں دفن کر کے تہہ خانہ بنوا دیا۔ موجودہ صورت میں آپ کا مزار ایک تہہ خانہ میں واقع ہے جو کہ گڑھی شاہو میں محراب مسجد سے جانب شمال واقع ہے۔ یہ محراب مسجد نواب جعفر خاں ہفت ہزاری شاہجہان بادشاہ نے تعمیر کرائی تھی۔ بموجب مصنف تحقیقات چشتی یہی جگہ ہے جہاں کہ نواب جعفر خاں اور اس کے فرزند نواب کاظم خاں کی قبور ہیں چند سالوں سے جب کہ یہ جگہ لاہور امپرومنٹ ٹرسٹ کی سکیم میں آئی تو اس تہہ خانہ کے لئے کافی جگہ چھوڑ کر اردگرد چار دیواری بنا دی گئی۔ مولوی صادق علی کی قبر کے ساتھ ان کی اہلیہ کی بھی قبر ہے۔ سات آٹھ سیڑھیاں اتر کر نیچے تہہ خانہ میں یہ قبور ہیں اور اوپر

نشان بنا دیا گیا ہے جس پر دُن کا درخت قدیم کھڑا ہے۔

محراب مسجد کے جانب جنوب مشرق موتیا بیگم دختر نواب خلیل اللہ خاں کا مقبرہ تھا جس کو ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ میں نے دیکھا ہے۔ اب پیوندِ زمین ہو چکا ہے اور اس کا نشان تک بھی محفوظ نہیں ہے۔ والد مکرم حضرت میاں شہاب الدین قادری کا مزار پُرانوار بھی اس کے جانب جنوب قبرستان محلہ فیروز گنج میں ہے۔ نواب جعفر خاں کا والد نواب صادق خاں طہرانی تھا جس کا مقبرہ باغبان پورہ میں باغ و مزار مہابت خاں سے شالامار باغ کو جاتے ہوئے اس طرف آتا ہے یہ مقبرہ نہایت عالیشان ہے اور آبادی میں گھِر چکا ہے۔ صمصام الدولہ شاہنواز خاں مصنف مآثر الامرار لکھتا ہے کہ نواب جعفر خاں کو عمدۃ الملک کا خطاب حاصل تھا جو صادق خاں طہرانی میر بخشی کا فرزند اور یمین الدولہ آصف خاں کا بھانجا اور داماد تھا۔ اس کی بیوی کا نام فرزانہ بیگم تھا۔ اُنیسویں سال جلوسِ شاہجہانی میں پنجاب کا صوبیدار مقرر ہوا۔ آخری عمر میں وزارت کل کا عہدہ اور قلمدان مرصع مرحمت ہوا۔ شاہجہان آباد میں ۱۰۸۱ھ مطابق ۱۶۷۰ء میں وفات پائی یہ امیر نیک نفس اور خیر اندیش تھا۔ اچھی عادتوں اور نیک خصلتوں کا مالک تھا۔ فرزانہ بیگم سے اس کے دو لڑکے تھے۔ نامدار خاں اور کامگار خاں۔ اس کا والد صادق خاں میر بخشی کا اصل نام آقا طاہر وصلی ابن محمد شریف ہروی تھا۔ اعتماد الدولہ کا داماد تھا۔ اس کی وفات ۱۰۴۳ھ میں ہوئی تھی۔

۴۹۳ - حضرت پیر دلاورؒ علی شاہ

مولوی نور احمد چشتی اپنی تصنیف تحقیقات چشتی میں لکھتے ہیں کہ آپ کا نام دلاور علیشاہ ہے مگر مشہور گھوڑے شاہ کے نام سے ہیں عہدِ مغلیہ میں اس جگہ ایک حمام تھا۔ یہ شاہجہان کا عہدِ حکومت تھا۔ اب اس جگہ کسی قدیم حمام کا نشان تک نظر نہیں آتا مزید تفصیلات کے لئے میرا مقالہ "لاہور کے قدیم حمام" ملاحظہ فرمائیں۔ اب یہاں لوگ مٹی کے گھوڑے نذر چڑھاتے ہیں دو چبوترے ہیں۔ اندر مسقف چبوترہ میں آپ کا مزار ہے اور باہر بقول مصنف تحقیقات چشتی تین سیدوں کی قبریں تھیں جن میں سے ایک سید میرن شاہ کی۔ دوسری آپ کے فرزند

کی اور تیسری ان کی لڑکی کی مگر اب یہ قبور اس دوسرے چبوترے پر نظر نہیں آتیں۔ یہ قبر بس عہد سکھاں کی تھیں۔ آپ کا مقبرہ سرکلر روڈ پر ریوالی سینما اور نولکھا پولیس سٹیشن کے درمیان جو گلی نولکھا بازار کو نکل جاتی ہے اس کے کونے پر واقع ہے ایک اونچے چبوترے پر ایک مسقف کمرہ میں آپ کا مزار ہے۔ باہر تھوڑا سا صحن ہے اور اس کے ساتھ ایک کمرہ ہے۔

۴۹۴ - حضرت سید بدر الدین شاہ عالم بخاریؒ

کسی زمانہ میں آپ کے مقبرہ کو سبز گنبد کہا جاتا تھا۔ لاہور کے بخاری سادات آپ کو اپنے آباؤ اجداد میں سے بتاتے ہیں۔ عہدِ سکھاں میں آپ کے مقبرہ کے ارد گرد جو باغ اور اراضی تھی اس پر راجہ سوچیت سنگھ نے قبضہ کر کے اپنی حویلی تعمیر کرا لی تھی۔ انگریزی عہد میں اس حویلی میں تحصیل لاہور کی کچہری لگتی تھی۔ وفات آپ کی عہد شاہجہان میں ہوئی۔ لکھا ہے کہ نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم بادشاہ نے یہ مقبرہ بنوایا جو نہایت سنگین، چینی کار اور قیمتی پتھروں سے مزین تھا۔ موجودہ صورت میں یہ مقبرہ ہیرا منڈی میں ٹبی کے عقب میں ایک گلی میں واقع ہے۔ مقبرہ کے ساتھ باغ اور بہت سی زمین تھی جس پر سکھوں کے عہد حکومت میں راجہ سوچیت سنگھ نے قبضہ کر لیا اور اس جگہ اپنی حویلی تعمیر کر لی۔ اس جگہ انگریزوں نے اپنے اوائل حکومت میں تحصیل قائم کی تھی۔ اب مقبرہ کی تھوڑی سی جگہ ہے۔ مقبرہ نہایت خوبصورت، دیدہ زیب اور مضبوط تعمیر شدہ ہے۔ درگاہ کا راستہ جانب مشرق واقع ہے اور مقبرہ کا دروازہ جانب جنوب فرش رنگدار ٹائلوں سے سجایا گیا ہے۔ ساتھ ہی ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔ سبز جھنڈا لہرا رہا ہے۔ مزار پر سبز غلاف چڑھا ہوا ہے احاطہ مقبرہ سے باہر لوٹے شاہ کی قبر ہے۔ نیز نیم اور بڑ کے درخت ہیں۔

۴۹۵ - حضرت شاہ ابوالخیر بغدادیؒ

آپ بغداد سے بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت کرتے وارد ہندوستان ہوئے اور

مدینۃ الاولیاء لاہور میں مستقلاً قیام فرمایا۔ یہاں آکر آپ نے درس وتدریس اور رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کو اس قدر شہرت اور ناموری حاصل ہوئی کہ اس آبادی (گڑھی شاہو) کا نام ہی خیر گڑھ پڑ گیا چنانچہ آپ نے یہاں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا جہاں دُور دراز سے تشنگانِ علم و حکمت آنے لگے اور اپنے دامنوں کو موتیوں سے بھرنے لگے۔ اس عظیم الشان دینی درسگاہ کے ساتھ ایک اقامت گاہ تھی جس کے نشانات آج بھی آثارِ قدیمہ کی صورت میں نظر آتے ہیں اور انتہائی کس مپرسی اور خستہ حالی میں اہالیان دیہہ اس کو نیست و نابود کر رہے ہیں۔ درویشوں کے لئے حجرے تھے۔ دیوان خانہ تھا۔ الغرض ایک مکمل دینی یونیورسٹی کی شکل کی درسگاہ تھی جہاں نامور عالم اور صوفی درس وتدریس کے فرائض سنبھالے ہوئے تھے اس مدرسہ کے چاروں اطراف میں چار عظیم الشان مینار تھے۔ ایک کا نشان اب بھی علامہ اقبال روڈ پر ٹوٹی ہوئی حالت میں موجود ہے۔ درسگاہ کے ساتھ ایک عظیم الشان مسجد بھی ہے جو اب بالکل آبادی کے اندر آگئی ہے۔ سطح زمین سے آٹھ دس فٹ نشیب میں ہے۔ فرش چھوٹی کھڑی اینٹوں کا ہے۔ چونے گچ کے گنبد سیاہ ہو چکے ہیں۔

حضرت شاہ ابوالخیر بغدادی ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۶ء میں لاہور تشریف لائے۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ جب آپ نے یہاں آکر قیام کیا تو مطابق روایت فرمانات میر نعمت اللہ مومن خانی اس جگہ سنگسار دل باغ تھا۔ اس کو آپ نے خیر گڑھ بنایا جو کہ قلعہ کی صورت میں تھا اور بہت وسیع و عریض تھا یعنی ایک طرف علامہ اقبال روڈ دوسری طرف مزار حضرت جان محمد حضوری۔ تیسری طرف مزار حضرت شاہ ابوالخیر اور چوتھی طرف جہاں محراب کا صدر دروازہ آج تک اس امر کی گواہی دے رہا ہے کہ یہ قلعہ یا خانقاہ کس قدر وسیع و عریض تھی۔ بادشاہی مسجد لاہور کے نمونے پر اس کے چاروں کونوں پر چار مینار تھے اور اندرون قلعہ مسجد ابوالخیر۔ مدرسہ ابوالخیر۔ حجرے برائے طلباء و درویشان۔ خانقاہ اور مزارات بزرگان موجود تھے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں کہ آپ نے تقریباً ایک صدی درس وتدریس میں گذاری۔ آپ کی وفات کے بعد اس مدرسہ کے صدر مدرس مولانا محمد نعیم مقرر ہوئے حضرت شیخ جان محمد حضوری آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ سرحاکمان لاہور (لہنا سنگھ۔ گوجر سنگھ

سوبھا سنگھ) کے زمانۂ غارت گری میں یہ خانقاہ تباہ ہو گئی۔

وصال آپ کا سنہ ۱۱۳۶ھ مطابق سنہ ۱۷۱۹ء عہد محمد شاہ رنگیلا میں ہوا۔ اس وقت ناظم لاہور نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ تھا اور مرقدِ منور اپنی خانقاہ کے ایک کونے میں بنا جو اب ایک وسیع چار دیواری میں رہائشی مکانات میں گھرا ہوا ہے۔ اس احاطہ میں آپ کا مرقد منور درمیان میں ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے یہاں ہر وقت سبز چادر چڑھی رہتی ہے مزار پر وَن کا درخت ہے اور احاطہ میں نیم کا درخت ہے۔ صدر دروازہ پہ ابراہیم نمبردار نے اپنا مکان بنوا لیا ہے۔ آپ کا مدرسہ اس زمانہ میں ایک دینی یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر چکا تھا جس میں بہت سے اساتذہ درس و تدریس میں مشغول تھے ان کی کچھ تفصیل جو اہالیان دیہہ سے مل سکی ہے وہ اس طرح ہے۔

۱۔ حضرت مولانا محمد نعیم : حضرت شاہ ابوالخیر کے وصال کے بعد آپ صدر مدرس مقرر ہوئے اور بعد از وفات آپ کی قبر کے ساتھ دفن ہوئے مزار آپ کے چبوترہ سے باہر نیچے واقع ہے۔

۲۔ حضرت چراغ شاہ : آپ بھی اس مدرسہ کے مدرس بتائے جاتے ہیں۔ مزار گلی نمبر ۲۱ چراغ سٹریٹ۔ مغلپورہ روڈ میں واقع ہے۔

۳۔ حضرت شاہ عنایت : آپ بھی مدرس تھے آپ کا قدیم مقبرہ مہران سٹریٹ نمبر ۹ گڑھی شاہو میں واقع ہے۔ مزار نہایت پرانا اور سطح زمین سے تقریباً ۸ فٹ نیچا ہے۔

۴۔ حضرت معصوم شاہ : آپ بھی مدرس تھے۔ مزار شریف شرف سٹریٹ نمبر ۲۔ گڑھی شاہو میں واقع ہے۔

اس کے علاوہ مزار پیر بھولا اس یونیورسٹی کے باہر جانب مشرق پیر بھولا سٹریٹ میں واقع ہے۔ مزار قدیم ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے میری تالیفات "سوانح حیات حضرت جان حضوری" اور "گڑھی شاہو لاہور" قابلِ مطالعہ ہیں۔ نیز "لاہور کے قدیم دینی مدارس" میں بھی اس مدرسہ کا ذکر موجود ہے۔

۴۹۶ - حضرت سائیں ڈورے شاہؒ

مولوی نور احمد چشتی تحقیقات چشتی میں لکھتے ہیں کہ یہ بزرگ شہاب الدین شاہجہان کے عہد حکومت میں وارد لاہور ہوئے تھے۔ شہزادہ داراشکوہ قادری کو آپ سے بہت عقیدت و ارادت تھی۔ آپ کے زہد و ورع اور تقدس کی بنا پر ان کو "مادھو ثانی" کہا جانے لگا۔ لکھا ہے کہ خانِ خانان ناظم لاہور نے اس خانقاہ کے لئے جس میں آپ سکونت رکھتے تھے ایک سو بیگھہ اراضی برائے آسائش و خدمت فقرا و درویشاں وقف کی تھی۔ سکھوں کے عہد میں دیوان کرپا رام نے اس اراضی پر قبضہ کر لیا اور اس میں اپنا باغ بنوا لیا۔ نیز ایک قلعہ نما عمارت بھی تعمیر کرائی اور وسیع تالاب کھدوایا نیز تالاب کے درمیان ایک دو منزلہ بارہ دری بھی تعمیر کرائی۔ ان تمام عمارات وغیرہ کی جگہ اب آبادی سلطان پورہ تعمیر ہو چکی ہے کہتے ہیں کہ یہ بزرگ حضرت حاجی جمیعت لاہوری سے شرفِ بیعت تھے جنہوں نے گنبد قدمِ رسول نزد ریلوے سٹیشن لاہور تعمیر کرایا تھا اور حاجیؒ جمیعت کی بیعت حضرت زنگ ملولؒ مرید شیخ مادھو مرید حضرت لال حسینؒ قادری سے تھی جن کا مقبرہ اب بھی باغبان پورہ میں مرجع عوام و خواص ہے۔

آپ کا وصال ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء عہد شاہجہان میں ہوا اور وفات کے بعد اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ زمانہ مابعد میں اس جگہ سائیں تبرک حسین المعروف جھگے شاہ جو درگاہ حضرت مادھو لال حسینؒ باغبان پوری کے سجادہ نشین صوبے شاہ کے مرید تھے۔ بھی یہیں دفن ہوئے۔ سکھوں کے عہد میں دیوان کرپا رام نے حضرت ڈورے شاہ کا چبوترہ مزار پختہ بنوا دیا تھا۔ اس کی زندگی تک یہاں قوالی ہوتی رہی بلکہ اس نے تکیہ کی حد بھی اپنے باغ سے علیحدہ کر دی تھی۔ آج بھی اس آبادی کا پرانا نام محلہ حاجی نالہ قائم ہے۔ موجودہ صورت میں یہ مزار سلطان پورہ روڈ پر بالمقابل آبادی کوچہ محمدی بر لب سڑک پختہ واقع ہے ساتھ ہی ایک کھجور کا درخت ہے۔ احاطہ چار دیواری سے باہر مسجد غوثیہ ہے جس کی اب تعمیرِ نو کی گئی ہے اور اس سے آگے مکانات میں فخر الشعرا مولوی احمد بخش یکدل

۱۸۶۷ء اور مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقات چشتی المتوفی ۱۸۶۷ء کی قبور ایک اونچے چبوترے پر موجود ہیں مزید تفصیلات کے لئے میری تالیف سوانح حیات حضرت سید بہاء الدین المعروف حضرت گھوڑے شاہ بخاریؒ کا مطالعہ کریں جس میں آبادی سلطان پورہ کی مکمل تاریخ لکھی گئی ہے۔

۴۹۷ - حضرت پیر سید سراج الدین گیلانیؒ

آپ نہایت بزرگ ہستی گزرے ہیں گیلانی سادات سے تھے۔ زہد و تقویٰ اور پرہیزگاری میں مشہور تھے۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ عہد مہاراجہ شیر سنگھ میں ایک سکھ سردار کاہنہ سنگھ نے اس مقبرہ کو ختم کر کے اس کی اینٹیں لے جانی چاہیں مگر اسی دوران وہ ایک سخت مصیبت میں مبتلا ہوا جس سے اس مقبرہ کو نقصان نہ پہنچ سکا۔ آپ کی بے شمار کرامات و خوارق مشہور ہیں۔ وفات آپ کی ۱۰ محرم ۱۱۴۰ھ مطابق ۱۷۲۷ء میں بعہد محمد شاہ رنگیلا ہوئی۔ اس وقت ناظم لاہور نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ تھا۔ قبر تہہ خانہ میں ہے۔ مقبرہ کو کالا برج کہا جاتا ہے اور باغبان پورہ میں واقع ہے اس کی چار دیواری جو شکستہ حالت میں تھی اس کی مرمت کر دی گئی ہے اس علاقہ کو بھی کالا برج کے نام سے پکارا جاتا ہے

۴۹۸ - حضرت شاہ بخاریؒ

عہد محمد شاہی کے بزرگ ہیں اور صاحب جذب و سکر ولی کامل تھے۔ اغلباً آپ اسی عہد میں بخارا سے لاہور تشریف فرما ہوئے ہوں۔ صاحب خوارق و کرامات بزرگ بتائے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ کس زمانہ میں نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری صوبیدار لاہور نے یہاں اپنا باغ اور محلات بھی تعمیر کرائے تھے جن کا نام و نشان تک امتداد زمانہ سے مٹ چکا ہے۔

وفات آپ کی ۶ صفر المظفر ۱۱۵۰ھ مطابق ۱۷۳۷ء میں ہوئی اس وقت خان بہادر نواب زکریا خانی ناظم لاہور تھا۔ مزار ایک چوکھنڈی میں واقع ہے جو باغبان پورہ میں نیلا گنبد اور کالا برج کے درمیان واقع ہے اور محمد گنج سٹریٹ نمبر ۶۵ اور صدیق سٹریٹ

نمبر ۵۵ کے مقام اتصال پر ہے۔ ساتھ ہی ایک وسیع و عریض میدان ہے۔ کسی زمانہ میں یہاں قبرستان بھی تھا۔ چوکھنڈی میں وَن اور کریر کے درخت ہیں۔ مزار خستہ حالت میں ہے چوکھنڈی میں داخل ہونے کے لئے ایک کھڑکی جانب مشرق ہے۔

۴۹۹۔ حضرت صابر شاہؒ

پیدائش لاہور کی ہے ایک نیم مجذوب درویش تھے۔ ان کا دادا جن کا لقب استا حلال خور تھا۔ کابل میں گھوڑوں کی امراض کے طبیب تھے۔ جنہوں نے بعد ازاں درویشی اختیار کر لی۔ اس کا لڑکا حسین شاہ بھی فقیروں کے گروہ میں شامل ہو گیا اور صابر شاہ نے اس درویشی ماحول میں پرورش پائی۔ ان پر جذب و سکر کی حالت زیادہ غالب رہتی تھی۔ اسی حسین شاہ کا لڑکا صابر شاہ تھا۔ ان کا کچھ عرصہ مشہد میں بھی گزرا۔ نادر شاہ درّانی کے عہد حکومت میں ہی صابر شاہ کی احمد شاہ ابدالی سے حضرت امام رضاؒ کے صاحبزادے حضرت سلطان ابوالحسنؒ علی کے روضہ پر مشہد مقدس میں ملاقات ہوئی اور اس نے ابدالی کو بادشاہ بننے کی بشارت دی۔ جب احمد شاہ ابدالی بادشاہ بنا تو اس درویش کو نہایت عزت و احترام سے دیکھا جانے لگا۔ ۱۷۴۷ء میں جب حکومت پنجاب افراتفری اور انتشار کی حالت میں تھا اور ناظمانِ لاہور مرکزی حکومت کے فرامین تسلیم نہ کرتے تھے تو اس زمانہ میں احمد شاہ ابدالی نے صابر شاہ کو اپنا سفیر بنا کر دربار لاہور میں بھیجا کہ وہ معاہدہ لاہوری تکمیل کرے ورنہ دوسری صورت میں احمد شاہ ابدالی لاہور کو تباہ کر دیگا نواب شاہنواز خاں ایک ناعاقبت اندیش نوجوان تھا اس نے غصہ میں آکر درویش کی بے باکانہ گفتگو کے نتیجے میں اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ ان کے گلے میں پگھلی ہوئی گرم چاندی ڈالی جس سے آپ کی فوری موت واقع ہوگئی اور ناظم لاہور نے آپ کی لاش بے گوروکفن پھینکوا دی جسے بعد ازاں پٹھانوں نے بادشاہی مسجد کے عقب میں ایک اونچے ٹیلے پر دفن کر دیا۔ افسوس کا مقام ہے کہ اہالیان لاہور کو تباہی و بربادی سے بچانے والا درویش خود قربانی کی بھینٹ چڑھ گیا جب احمد شاہ ابدالی کو پتہ

چلا تو وہ اس کا انتظام لینے کے لیے لاہور پر حملہ آور ہوا اور لوٹ مار اور قتل و غارت کا حکم دیا چنانچہ ۱۷۴۸ء میں اس نے لاہور کو خوب لوٹا اور لاکھوں روپوں کا خزانہ اور زر و جواہر سب لوٹ مار کر کے لے گیا۔

لیڈی ولنگڈن ہسپتال اس خانقاہ کی چار دیواری کی جانب مغرب ہے۔ تکیہ صابر شاہ شملہ روڈ پر واقع ہے۔ مقبرہ ایک وسیع و عریض دس بارہ فٹ بلند چبوترے کے درمیان ایک اونچے چبوترے پر ہے۔ مقبرہ تمام لکڑی کا تیار کردہ ہے۔ مرقد کے اردگرد لکڑی کا پنجرہ ہے۔ یہ مقبرہ خان بہادر مولوی محرم علی چشتی نے بصرفِ کثیر بنوایا تھا اور ساتھ ہی جانب جنوب ایک مسجد بھی بنوادی جس پر لکھا ہے "بانی حقیقی خانۂ خدا حضرت جل شانہٗ عز اسمہٗ۔ مسجد باہتمام ظاہری خاکسار محرم علی چشتی لاہوری وکیل ہائی کورٹ و ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء"۔ تکیہ کا احاطہ کافی وسیع ہے۔ مرقد منور چبوترہ کے نیچے صدر دروازہ سے جانب جنوب مغرب مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ابراہیم علی چشتی المتوفی ۹ جولائی ۱۹۶۸ء کی قبر ایک درخت کے نیچے موجود ہے۔ تکیہ زیرِ اہتمام محکمہ اوقاف حکومت پنجاب ہے۔ حجرے جانب مشرق واقع ہیں۔ تکیہ صابر شاہ میں گھنگھرو سائیں کی بھی قبر ہے۔

۵۰۰۔ حضرت بہاری شاہؒ

سائیں عبداللہ خدمتگار موجودہ نے بتایا ہے کہ اس کو بذریعہ کشف معلوم ہوا ہے کہ آپ کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ وسیع احاطہ ہے جس میں نیم کا قدیم درخت بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب میو گارڈنز میں ریلوے افسران کی کوٹھیاں تعمیر ہونی شروع ہوئیں تو اس میں کافی رکاوٹ رہی پھر ٹھیکیدار نے یہاں نذرانہ پیش کیا تو تعمیرات شروع ہوئیں۔ آپ کا مزار میو گارڈنز میں ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے اردگرد ریلوے نے لوہے کا جنگلا لگوا دیا ہے ۱۹۴۰ء میں ایک بوسیدہ اور خستہ قبر تھی مگر اب اس کی مرمت کر دی گئی ہے۔ میو گارڈنز اور اردگرد کے دھوبی حضرات ان کی کرامات کو بہت جانتے ہیں اور یہاں نذرانہ پیش کر کے عرس کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ آپ کے مقبرہ کے پاس بابا ... شاہ کا مزار ہے

۵۰۱۔ حضرت سائیں اہدیؒ شاہ

آپ کا شجرہ مرشدی حضرت فتح شاہ سرمست لاہوری تک پہنچتا ہے۔ عہد خاں بہادر نواب زکریا خاں میں دیوان جیت رائے دیوان لکھپت رائے کے مقابلہ کا ایک اور ہندو سیٹھ رہتا تھا جس کا نام دیوان دلآرام تھا۔ وہ آپ کا بہت معتقد تھا بعد از وفات اسی دیوان دلآرام نے آپ کا مقبرہ بنوایا۔ اس دلآرام نے لاہور میں دو ہزار ایک سو مکانات تعمیر کرائے تھے۔ وفات ۱۷؍ رجب المرجب ۱۱۹۲ھ مطابق ۱۷۷۹ء میں ہوئی۔ مزار ایک اونچے چبوترے پر قبرستان حضرت شاہ ابوالمعالیؒ قادری لاہوری کے جانب غرب ٹیلا پر واقع ہے اور یہ خانقاہ مشرق رویہ تکیہ ڈنڈی گراں ہے۔ آٹھ زینے اتر کر نیچے تین قبریں آتی ہیں۔ ایک حضرت اہدی شاہ کی۔ دوسری نور شاہ اور تیسری محکم شاہ معمار کی خام ہیں۔

۵۰۲۔ حضرت نواب امیرؒ خاں

شمس العلما خان بہادر سید محمد لطیف اپنی انگریزی تالیف "ہسٹری آف لاہور" میں لکھتے ہیں کہ امیر خاں مذکور شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں ایک منصبدار تھا جس نے یہ مسجد (موجودہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو) تعمیر کرائی اور اس کی وفات کے بعد اس کی قبر مسجد کے صحن میں بنی۔ کسی زمانہ میں یہ مسجد اہالیان گڑھی شاہو بطور عیدگاہ استعمال کرتے تھے زمانہ مابعد میں یہاں مولوی کابلی کا بھی مزار بنا جو شاید اس مسجد کا امام و خطیب ہو گا۔ اب اس جگہ قدیم مسجد کو شہید کر کے مسجد و مدرسہ (جامعہ نعیمیہ) تعمیر ہو چکا ہے اور اب بھی عیدگاہ کے نام سے معروف ہے۔ مولوی نور احمد چشتی مولف "تحقیقات چشتی" لکھتا ہے کہ گورستان حضرت جان محمد حضوریؒ کے شمال رویہ اور غرب رویہ ایک مسجد مبینہ امیر خاں ہے۔ ایسی شکل کی مسجد یا تو غرب رویہ گنبد خواجہ بہاری متصل خانقاہ حضرت میاں میرؒ ہے یا یہ سقف مسجد کے میانہ میں گنبد ڈھلواں کلاں بطور سقف پالکی اور اس کے شمال جنوب رویہ دو گنبد معمولی۔ اب (۱۸۶۰ء) اس مسجد میں قبضہ زمینداروں موضع گڑھی شاہو کا ہے۔ اس مسجد کے مشرق کی طرف مزار امیر خاں پر تعویذ

بھی سنگِ مرمر کا تھا مگر سکھ لوگ اُتار کر لے گئے۔ اب صرف قبر پر خشتی سرہانے چراغدان خورد شرق رویہ اس کے چاہ مبینہ مزار امیر خاں چرخ چوب والا کہ جس کے ساتھ اکیس بیگھہ زمین مزروعہ حال مقبوضہ قائم پسر غلام نبی و روڈا اور نتھا زمیندار ہے۔ سبحان اللہ۔ اب اس مسجد میں دریند کے نوڑی معبری ہوئی ہوتی ہے۔ کتاب تذکرۃ الامراء سے واضح ہوتا ہے کہ یہ امیر خاں امرائے عالمگیری سے ہفت ہزاری مراتب دار تھا" تذکرۃ مورخین مرتبہ چوہدری نبی احمد سندیلوی میں عہد عالمگیری کے ایک مصنف امیر خاں کا ذکر ہے جس نے "واقعات عالمگیری" کتاب لکھی تھی جس میں اورنگ زیب عالمگیر کی ولادت۔ شاہزادگی، تخت نشینی کے واقعات کے بعد شاہجہان کی وفات پر کتاب ختم کر دی ہے۔ شاید وہ یہی امیر خاں ہو۔ اللہ کریم کی شان دیکھئے کہ قدیم مسجد شہید کر کے اس پر ایک انتہائی عالیشان مسجد تعمیر کرائی گئی ہے جو لاہور کی نفیس ترین مسجدوں میں شمار ہوتی ہے نیز ایک عظیم الشان مدرسہ بنام جامعہ نعیمیہ بھی معرضِ وجود میں آچکا ہے جس پر لاکھوں روپیہ خرچ اٹھا ہے اور مسجد کے صحن کے عین وسط میں امیر خاں کا مزار ہے اب بھی محفوظ اور مامون ہے جو اس کی پرہیزگاری پر دلالت کرتا ہے۔ سلطانُ العارفین حضرت سلطان باہُوؒ قادری کا یہ فرمان درست ہے کہ نیکوکار لوگوں کے مزارات کے آثار بھی ان کے وصال کے بعد قائم و دائم رہتے ہیں۔ اور یہی سعادت اس نیک دِل نواب کے حصّہ میں آئی کہ اس کی قبر کو بھی زندۂ جاوید بنا دیا گیا۔ ۔ اللہ کریم جس پر چاہے ایسا فضل و کرم کرے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قادریؒ کے ابیات اس طرح ہیں۔

ثابت صِدق تے قدم اگیرے تائیں رب لبھیوے ہُو
لُوں لُوں دے وِچ ذکر اللہ دا ہر دم پیا پڑھیوے ہُو
ظاہر باطن عین عیانی ہُو ہُو پیا سُنیوے ہُو
نام فقیر تنہاں دا باہُو قبر جنہاندی جیوے ہُو

اس پہ مستزاد یہ کہ لاہور میں اب اس مسجد کو اہل سنت والجماعت کی ایک مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔ قیام پاکستان کے بعد غیر ملکی سربراہان مملکت اور دیگر مذہبی رہنما جو لاہور آتے رہے۔ ان میں اکثر یہاں آتے رہے۔ ۲۲ فروری ۱۹۷۶ء کو اس مسجد میں شیخ عبدالعزیز

بن صالح خطیب۔ قاضی القضاۃ اور امام مسجد نبوی (مدینہ منورہ) یہاں تشریف لائے تو اس نواب کے مزار کے ارد گرد گملے رکھے گئے جن میں سرسبز و شاداب لہلاتے ہوئے پودے سجائے گئے تھے اور امام صاحب اس کے قریب سے گزرے۔ سبحان اللہ۔ اللہ کریم جس نیکوکار کو چاہے۔ عزت و عظمت بخش دیتا ہے۔

۵۰۳ - حضرت پیر ترت مرادشاہؒ

آپ کے مرقد پر سنگِ مرمر کی ایک تختی پر تحریر ہے۔ بارگاہ سیادت پناہ۔ اعلیحضرت ابوالفیض پیر سخی ترت مراد شاہ عمر مبارک ۹۲ سال ۱۸۴ءسنہ مطابق ۱۷۷۰ءسنہ سے ۱۲۴۵ءسنہ مطابق ۱۸۲۹ءسنہ زمانہ قیام گاہ۔ ۶۹ سال۔ ہند ۲۳ سال۔

مزار باغ جناح میں چڑیا گھر کے پاس عقب دفتر سپرنٹنڈنٹ سرکاری باغات واقع ہے جو ایک احاطہ میں ہے مقبرہ کو سنگِ مرمر کی نفیس جالیوں سے مزین کیا گیا ہے۔ تعویذ قبر بھی سنگِ مرمر کا ہے۔ اوپر ٹین کا چھپر ہے۔ بہترین آرامگاہ ہے۔ بجلی کا انتظام ہے۔ نزدیک ہی چبوترہ مسجد ہے۔ ارد گرد لوہے کے جنگلے ہیں۔ سجاوٹ کے طور پہ بے شمار گملے رنگا رنگ کے پھولوں سے لدے ہوئے رکھے گئے ہیں۔ ایک حجرہ بھی ہے۔ خادم کا نام محمد شریف بٹ لکھا ہے۔ اس کے علاوہ ایک مزار مسجد دارالسلام کے عقب میں ہے جو گلستانِ فاطمہؓ سے متصل ہے اور لارنس باغ (باغ جناح) میں دوسرا مزار لیڈیز کلب میں ہے اس کے علاوہ گورنر ہاؤس کے دروازہ کے سامنے ایک عظیم الشان مقبرہ اونچے چبوترہ پر ہے جس کا ذکر سلسلہ قادریہ کے حصہ میں ہے۔

۵۰۴ - حضرت پیر ولی شاہؒ

آپ کا مزار بھی فیض پور خورد میں ہے اور موضع کے مغرب کی جانب ایک اونچے ٹیلے پہ مرجع خلائق ہے۔ مقبرہ پختہ سڑک جو شرقپور کو جاتی ہے سے صاف نظر آتا ہے اس کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ مربع اراضی وقف ہے جس کی آمدنی یہاں خرچ ہوتی ہے چودہ ایکڑ اراضی میں قبرستان ہے۔ مقبرہ کے اندر ایک اور قبر نوگزہ پیر کی ہے۔ ان کی

سے باہر نشیب میں ایک قبر پیر بروٹی کی ہے۔ ان کی قبر سے کوئی کنکر یا روڑا اٹھا کر لے جاؤ تو پھر وہ اسی جگہ پہنچ جاتا ہے۔ کوئی آدمی یا جانور بیمار ہو جائے تو یہاں دعا کی جاتی ہے سالانہ میلہ بمطابق دو اساڑھ کو ہوتا ہے یہ ٹیلہ تقریباً چودہ ایکڑ میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ قبرستان اس قدر وسعت میں ہے کہ یہاں فیض پور خورد سگیاں۔ نین سکھ۔ بھلے اندرون ستار والا کے مردہ یہاں دفن ہوتے ہیں۔

۵۰۵۔ حضرت پیر نور شاہ ولیؒ

یہ مزار موضع سگیاں میں ہے۔ قدیم آبادی دریا برد ہو گئی تھی جہاں حضرت پیر نور شاہ ولیؒ کا مزار تھا۔ اس گاؤں میں دو قومیں آرائیں اور مہتم رہائش پذیر تھے۔ دریا برد ہونے کے بعد سگیاں نئی آباد ہوئی تو ارائیں حضرات نے اس جگہ مزار نور شاہؒ بھی بنا دیا جو ایک چار دیواری میں ہے۔ اس کے علاوہ مہتم حضرات نے ایک نئی آبادی بنام کوٹ نور شاہؒ آباد کی۔ اور انہوں نے وہاں بھی مزار نور شاہ ولی بنا لیا۔ یہاں سالانہ عرس ہوتا ہے۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ جب لاہور تشریف لاتے تھے تو یہاں ضرور فاتحہ خوانی کر کے آتے تھے۔

۵۰۶ - حضرت قاری عبدالوہابؒ

آپ کا مزار فیض پور خورد میں واقع ہے۔ آپ اس موضع میں وہابؒ چناں کے نام سے مشہور ہیں۔ فیض پور خورد کی آبادی سے دریائے راوی تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر آپ کا مرقدِ منور ایک پختہ دیواری میں ہے یہاں بڑ کا درخت قدیم ہے۔ یہ چار دیواری تقریباً چار کنال کے لگ بھگ ہے۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو ارد گرد کے گاؤں میں یہ تنازعہ پیدا ہوا کہ ان کو گاؤں میں دفن کیا جائے چنانچہ علاقہ کے سرکردہ لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ان کو مواضعات فیض پور خورد اور ڈھڈیاں کے سنگم پر دفن کیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سنا ہے کہ یہاں قدیم زمانہ میں درس کا انتظام تھا۔ تقریباً ایک سو چالیس آدمی ہر وقت

درس میں شامل رہا کرتے تھے۔ جو قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے نیز قرآن مجید حفظ کیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ اس موضع کو فیض پور قاریاں بھی کہا جاتا ہے۔ اب بھی قاری خاندان کے افراد اس گاؤں میں آباد ہیں جو سید پور سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے مگر درس کا انتظام برقرار نہ رہ سکا۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری جب لاہور تشریف لاتے تھے تو یہاں بھی فاتحہ خوانی کے لیے آتے تھے۔

۵۰۷۔ حضرت سید علی شاہ

بتایا جاتا ہے کہ یہ بزرگ حضرت بی بی پاکدامناں کے ساتھ آئے تھے مگر یہ درست نہیں ہے یہ متاخرین میں سے کسی بزرگ کا مقبرہ ہے۔ جس کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ یہ مقبرہ ڈیورینڈ روڈ پہ واقع کوئین میری کالج کے عقب میں قزلباش روڈ سے ایک گلی میں آخری سرے پہ ایک قدیم اونچے ٹیلے پر واقع ہے۔ مقبرہ کی طرز تعمیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقبرہ عہدِ مغلیہ کے آخری دور کی طرز تعمیر سے مشابہ ہے اور کسی امیر کا ہے۔ مقبرہ کی مرمت کردی گئی ہے۔ کافی وسیع قبرستان ہے جس پہ دہلی دروازہ سے اندرون رہائش کنندگان کثیر صاحبان کی قبور بھی اس جگہ ہیں۔

۵۰۸۔ حضرت پنج پیر بخاریؒ

آپ کا مرقد منور گورنمنٹ کالج لاہور کے جانب مغرب ضلع کچہری کی طرف گورنمنٹ کالج کے احاطہ میں واقع ہے۔ ساتھ ہی ایک نہایت عظیم الشان مسجد تعمیر کی گئی ہے جو مسجد نبوی کے نمونہ کے مشابہ ہے۔ ایک مینار ترکی اور مصری طرز کا ہے۔ مزار مسجد سے جانب جنوب واقع ہے۔ ایک بورڈ پر تحریر ہے۔ مزار مبارک۔ حضور اقدس جناب حضرت بابا پیر بخاری المعروف ملقب پنج پیر بخاری۔ گورنمنٹ کالج۔ کچہری روڈ۔ لاہور۔ گورنمنٹ کالج کے احاطہ میں جانب جنوب مشرق ایک اور مزار ہے جو قدیم بڑے بڑے برگد کے درختوں تلے ہے

یہ حضرت موسیٰ کھوکھر قادری کا ہے اور اس کے پاس ہی کئی اور قبریں ہیں۔ حضرت موسیٰ کھوکھر قادری کا ہے اور اس کے پاس ہی کئی اور قبریں ہیں۔

۵۰۹ - حضرت عبدالرحمٰن غازیؒ المعروف بہ نوگزہ پیرؒ

صاحب جذب و سکر بزرگ تھے اس عہد میں انہوں نے اپنی توجہ حضرت سید محمد معصوم شاہ قادری نوشاہی کی طرف مبذول کرائی جنہوں نے اس مزار کی از سر نو تعمیر کرائی نیز مسجد نبویؐ کے نمونے پر ایک نہایت عالیشان مسجد تعمیر کرائی۔ یہ اس بزرگ کا کمال ہے کہ اس نے ایک بزرگ کی توجہ اس طرف کرائی۔ ابتدائی مسجد ایک بیس فٹ مربع چبوترہ تھا اور اس کے ارد گرد ایک جنگلا لگا ہوا تھا آہنی جنگلا کے سامنے ایک قدیم بڑ کا درخت تھا۔ درخت کی ساخت کا اگر تجزیہ کیا جاتا تو اس پر تقریباً ایک سو تہیں الگ الگ چڑھائی ہوئی تھیں جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ بڑ کا درخت صدیوں پرانا ہے جس پر چونے اور مسالحے سے یہ چبوترہ تعمیر کیا گیا تھا اس کی ماہیت کا اندازہ لگانے کے بعد یہ عیاں طور پر معلوم ہوتا تھا کہ یہ نہایت قدیم جگہ ہے۔ بعض معمر حضرات کی زبانی سنا گیا ہے کہ جب یہاں تالاب مبلہ رام تعمیر ہو رہا تھا جس کے ارد گرد سرائے بھی تعمیر کرائی گئی اس مزار کو اس حالت میں دیکھا گیا تھا۔ یہ تالاب ۱۸۵۷ء کے قریب تعمیر ہونا شروع ہوا تھا کیونکہ اس ہندو ٹھیکیدار نے یہ جگہ سو سال کے لئے گورنمنٹ پنجاب سے کرایہ پر لی تھی چنانچہ ۱۹۵۳ء میں یہ جگہ لاہور امپرومنٹ ٹرسٹ کے پاس چلی گئی جس نے اس جگہ میں تالاب کو بھروا کر اور عمارات کو ختم کر کے یہاں اپنی سکیم لاگو کی چنانچہ اس سکیم میں واضح طور پر اس خانقاہ کا وجود برقرار رکھا گیا اور اس کے گرد مزید پانچ پانچ فٹ جگہ چھوڑ کر باقی جگہ پلاٹوں میں تقسیم کر دی جہاں آجکل ہوٹل اور دیگر سربفلک عمارات تعمیر کی گئیں ہیں رائے بہادر مبلہ رام اس مزار کا بہت احترام کرتا تھا اور اس کی خدمت میں لیس و پیش نہیں کرتا تھا۔

موجودہ صورت میں اس خانقاہ میں آپ کے مرقد منور کے علاوہ محمد بخش سپاہی کی بھی قبر ہے جو اس درگاہ کی خدمت کیا کرتا ہے اس کی وفات ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ ہوئی۔ ایک اور قبر بھی ہے جو کسی درویش کی ہے جو تقریباً ۱۹۲۰ء کے قریب وفات پا کر یہاں دفن ہوا

یعنی مسجد کے ساتھ والے احاطہ میں آپ کی قبر کے علاوہ ایک دوسری نامعلوم الاسم قبر ہے اور شمالی دیوار کے ساتھ سپاہی کی قبر ہے۔ جس وقت مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی تو اس جگہ ہر ممکن کوشش کی گئی مگر یہاں بنیاد نہ کھد سکی بلکہ ایسا محسوس ہوا کہ نیچے کوئی چیز جنبش کر رہی ہے اس سے اس کو کسی ولی اللہ کا مرقد سمجھ کر اس کو محفوظ کر دیا گیا۔

نوری مسجد : موجودہ مسجد پیر محمد معصوم شاہ نوری کی کوششوں کا نتیجہ اور اس بزرگ کی روحانی کرامات کا مظہر ہے پہلے یہ ایک بالکل چھوٹا سا چبوترہ تھا اور پھر یہاں ۴۰ مرلہ پر وسیع نوری مسجد اپنے پُرو جاہت گنبد سبز اپنے پُر وقار بلند مینار۔ بارہ سہ ترین خدوخال و اشجار پر مشتمل محراب۔ مرصع جالیوں اور کبرنوں میں آیات و اسمائے مبارک کے حروف جو مسجد نبویؐ کے انعکاس کے قریب ترین مشابہت۔ نہایت حسین وجمیل معلوم ہوتی ہے۔ اس مسجد کی تعمیر میں قمر سنز سوداگر عطر شاہ عالمی کے حاجی شمس دین حاجی ظہور دین وغیرہ نے ساڑھے تین لاکھ روپے خرچ کئے ہیں۔ محراب مسجد میں یہ تحریر ایک سنگ مرمر کی بڑی تختی پر لکھی ہوئی ہے۔

جامع مسجد نوری : "عالی مرتبت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ الطریقت حضرت قبلہ الحاج سید معصوم شاہ صاحب گیلانی قادری نوری نور اللہ مرقدہ سجادہ نشین درگاہ قادریہ سادہ چک ربانی نوری کتب خانہ) کا ورود مسعود ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں اس مقام پر ہوا۔ یہ مسجد مدت سے غیر آباد تھی۔ آپ نے اس کی آبادی کے لئے دعا کی اور اس کا انتظام اپنی سرپرستی میں تبلیغی نوری مسجد رجسٹرڈ کو تفویض فرمایا۔ ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں قبلہ شاہ صاحب نے الحاج شمس الدین ظہور الدین پسران میاں قمر الدین محلہ دار (قمر سنز لاہور) جن کا تعلق نوری جماعت اور حلقہ ارادت قبلہ شاہ صاحب سے ہے کو تعمیر نو کی اجازت عطا فرمائی۔ قبلہ شاہ صاحبؒ نے سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا۔ صاحبان موصوف نے یہ عظیم الشان عمارت تقریباً ۴۴ مرلہ رقبہ پر برنمونہ مسجد نبویؐ صرف دو سال کے قلیل عرصہ میں ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں بنا کر لا دی۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

تبلیغی نوری جماعت اپنے اراکین برادران شمس الدین ظہور الدین صاحبان اور دیگر ان تمام

احباب کی شکر گزار ہے جنہوں نے اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاہ۔
سید محمد حسین شاہ گیلانی نوری سرپرست تبلیغی نوری جماعت رجسٹرڈ۔ لاہور۔

مرکزی مجلس رضا، مرکزی مجلس رضا کا قیام ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء میں امام اہلِ سنّت شاہ احمد رضا خانؒ بریلوی کے نظریات کی تبلیغ و اشاعت میں قائم کی گئی۔ چند ہی سال میں اس مجلس نے بے پناہ کام کیا اور بے شمار کتب دینی شائع کرا کے ان کو مفت تقسیم کر دیا۔ یہ رسائل وکتب کم و بیش تیس ہزار کے لگ بھگ ہیں نیز ہزاروں کی تعداد میں کتب بیرون ملک بھی بھجوائی گئیں۔ سعودی عرب۔ ایران۔ ترکی۔ افغانستان۔ مصر۔ کویت۔ روس۔ امریکہ۔ انگلینڈ۔ نیپال بھارت۔ فرانس۔ افریقہ۔ نیدرلینڈ۔ کینیڈا۔ تھائی لینڈ وغیرہ ممالک شامل ہیں جو کتب شائع ہوئیں ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) تجلی المشکوٰۃ از اعلیحضرتؒ فاضل بریلوی۔ (۲) فاضل بریلوی اور ترک موالات (۳) سراج الفقہا از عبدالحکیم شرف قادری (۴) پیغامات یوم رضا از مقبول احمد قادری (۵) اعلیحضرت کا فقیہی مقام از اختر شاہجہانپوری۔ (۶) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں از پروفیسر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی۔ (۷) مولانا احمد رضا خانؒ کی نعتیہ شاعری از ملک شیر محمد خاں اعوان کالا باغ (۸) فاضل بریلوی کا فقیہی مقام از غلام رسول سعیدی۔ (۹) الجمل المعدد لتالیفات المجدد از ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری۔ (۱۰) محاسن کنزالایمان از ملک شیر محمد خاں اعوان۔ (۱۱) اعلیحضرت کی شاعری پر ایک نظر از نور احمد قادری۔ (۱۲) تمہید الایمان از اعلیحضرت فاضل بریلوی وغیرہ۔ مزید تفصیلات کے لئے میری تالیف " امام اہلِ سنّت شاہ احمد رضا خانؒ بریلوی کا لاہور پہ فیضان " قابل مطالعہ ہے۔ اس مجلس کے بانی حکیم حاجی محمد موسیٰ امرتسری ہیں جو ملک کے ایک نامور مورخ عالم اور صوفی ہیں۔

ہر سال اس مسجد میں " یوم رضا " بھی منایا جاتا ہے جس میں ملک کے نامور علماء اور مشائخ شرکت کرتے ہیں۔

۵۱۰۔ حضرت پیر مُرادیہؒ

یہ مزار بیرون موچی دروازہ کے ساتھ ہی پولیس سٹیشن کے پاس ہے ایک چھوٹا سا احاطہ ہے جس میں ایک حجرہ ہے اور آپ کا مزار ایک اونچے چبوترے پہ واقع ہے

لوحِ مزار سنگِ مرمر کی ہے جس پہ تحریر ہے۔ پیر مراد یہ " اگر کسی مزار یا قبر پہ سے گزرے تو کچھ نہ کچھ اس کے واسطے پڑھا کرتا کہ اس (صاحب قبر) کو فرحت ہو اور وہ تیرے لئے دُعا کرے۔" ارشاد حضرت داتا گنج بخش لاہوری)

اس خانقاہ سے موچی دروازہ میں داخل ہوتے وقت سامنے مسجد محمد صالح کنبوہ آتی ہے جو ایک چھوٹی سی مسجد ہے مگر اس پہ اس قدر کلمات عربیہ و فارسیہ و کلماتِ قرآنی تحریر ہیں کہ لاہور کی کسی اور اتنی بڑی مسجد میں نہیں ہیں نیز نقش و نگار اور صنعت کاری کا بھی ایک لاجواب مرقع ہے۔ عہدِ شاہجہانی کی اس مسجد کے ساتھ محمد صالح کنبوہ کی حویلی تھی۔ مرنے کے بعد اُن کا مقبرہ صدر دفتر پاکستان ریلویز اور مقبرہ حضرات شیخ علیؒ رنگریز سے جانب شمال تعمیر ہوا جو اب عیسائیوں کے قبضہ و تصرف میں ہے۔

۵۱۱ - حضرت گُجّا پیرؒ

یہ مزار دو موریہ پُل کے اوپر ریلوے لائن سے جانب شمال واقع ہے جس میں دو تین قبریں ہیں جن میں سے سب سے بڑی آپ کی ہے۔ یہ قبور مسقف کمرے میں ہیں کمرہ کو انتہائی زیب و زینت اور سجاوٹ و آرائش سے نمایاں کیا گیا ہے۔ قبر پہ نہایت عظیم الشان سبز گنبد تمغہ کلس تعمیر کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ریلوے لائن اس طرف سے عہدِ انگریزی میں تعمیر ہونی شروع ہوئی اور ریلوے انجنوں سے فالتو کوئلہ یہاں گرایا جانے لگا تو اس سے کئی حادثات پیش آئے چنانچہ اسے بزرگ کی بے ادبی محمول کیا گیا اور یہ کام بند کر دیا گیا بعد ازاں مقبرہ بنا دیا گیا جو سطح زمین سے تقریباً دس بارہ فٹ ارتفاع میں ہے۔

۵۱۲ - حضرت پیر قطبؒ شاہ

آپ حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی اوچ شریف والوں کی اولاد امجاد سے ہیں۔ آپ اوچ شریف میں ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوئے والد ماجد سید عبداللہ شاہ پیر طریقت تھے۔ آپ نے اوائل عمر میں ہی علوم ظاہری و باطنی

کی تکمیل کر لی اور پھر مرشد کی تلاش میں وطن سے نکلے اور چاچڑاں شریف میں حضرت خدا بخش خلیفہ حضرت نور محمد چشتی مہار شریف کی خدمت اقدس میں پہنچے حضرت خواجہ خدا بخش چشتی حضرت خواجہ سلیمانؒ چشتی کے پیر بھائی تھے۔ پھر اجمیر شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ ابھی آپ انبالہ میں تھے کہ آپ ایمائے ربانی کے مطابق لاہور تشریف لے آئے۔ یہ مہاراجہ شیر سنگھ کا عہد حکومت تھا۔ ایک رات مسجد وزیر خاں میں شب باش ہو کر صبح بہ مزار حضرت شاہ میرؒ مشرف ہوئے۔ کچھ عرصہ بیرون بھاٹی دروازہ متصل مزار پُر انوار حضرت داتا گنج بخشؒ بہ مکان سائیں جلتے شاہ مجذوب سکونت پذیر ہوئے۔ جلتے شاہ مجذوب نے بہت زور لگایا کہ آپ یہاں سے سکونت ترک کر دیں مگر ایسا نہ ہو سکا پھر نواب شیخ امام الدین خاں نے ان کی رہائش کے لئے متصل چوبارہ چھجو بھگت داندرون میو ہسپتال ایک تکیہ معہ چاہ بنوا دیا چنانچہ آپ نے اس جگہ رہائش اختیار کر لی۔ دوسری بیعت آپ کی قادریہ سلسلہ میں حضرت احمد یار سے ہے جن کا شجرہ بیعت حضرت سید سعید خاں دھرم کوٹی خلیفہ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری تک منتہی ہوتا ہے۔ لکھا ہے کہ پیر محمد شاہ گیلانی آپ کے پیر بھائی تھے اور ان کے فرزند ارجمند پیر شاہ سردار گیلانی بھی آپ کے بہت گرویدہ تھے۔

تکیہ قطب شاہ قطب روڈ بالمقابل داتا ہسپتال بر لب سڑک واقع ہے۔ مزار پیر قطب شاہ ایک معمولی سی چار دیواری میں ہے جہاں مسجد اور کنواں بھی ہے۔ جمعرات کو قوالی ہوتی ہے کسی زمانہ میں یہ ایک وسیع و عریض تکیہ تھا مگر اب چھوٹے چھوٹے مکانوں میں گھر گیا ہے اس کے گرد و نواح میں تکیہ بلاقی شاہ۔ تکیہ گوندی پیر۔ تکیہ کھڑکی پیر اور تکیہ سکندر شاہ بھی ہیں۔ یہ سکندر شاہ ایک ہندوستانی فقیر تھا جو ۱۸۴۴ء میں فوت ہوا۔

۵۱۴ - حضرت پیر دشندی شاہ

آپ کا مزار ایک مسقف کمرہ میں فیروز پور روڈ پہ چوک قرطبہ سے اچھرہ کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ آتا ہے ساتھ ہی ایک حجرہ ہے۔ آپ کو چشتی سلسلہ کا بزرگ کہا جاتا ہے۔ قبر کا تعویذ سنگِ مرمر کا ہے۔ ساتھ ہی بڑ کا درخت ہے۔ تختی پہ یہ تحریر موجود ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ - الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔
عمدۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت پیر سید روشندی شاہ صاحب۔

اللہ دین جاروب کش آپ کے حالات پر روشنی نہ ڈال سکا جس چبوترہ پہ مزار ہے وہ تقریباً چھ سات فٹ بلند ہے۔

۵۱۴ - حضرت سائیں قمر علی شاہؒ

آپ کا مزار بھی برلب فیروز پور روڈ نزد مقبرہ پیر روشندی شاہ چند قدم کے فاصلے پر ہے کسی وقت یہاں بورسٹل جیل کی دیوار تھی نیز مزار کے پاس پھروان کا درخت قدیم ہے مزار سطح زمین سے پانچ چھ فٹ اونچا ہے۔ اس کے بالمقابل ورکشاپ اومنی بس میں چار دیواری میں ایک بزرگ حضرت بابا صاحب کا بھی مزار ہے جس پہ پیپل کا درخت ہے اور وہاں لسیں دھوئی جاتی ہیں۔ اومنی بس کی ورکشاپ میں مزار ہے اس کے بالمقابل نالہ کے ساتھ ساتھ کچے راستہ پہ جائیں تو ایک کوٹھی چھوڑ کر ایک گلی میں سات آٹھ فٹ اونچے چبوترے پہ دو قبور ہیں اس کو آبادی جیل روڈ کہا جاتا ہے۔

۵۱۵ - حضرت بابا غریب شاہؒ

مزارات پیر روشندی شاہ اور سائیں قمر علی شاہ سے چوک قرطبہ کی طرف فیروز پور روڈ سے جو سڑک جیل روڈ اور شادمان کالونی کو نکلتی ہے۔ یہ مزار وہاں ایک مسقف کمرہ میں موجود ہے۔ پہلے یہ مزار بورسٹل جیل کے اندر تھا مگر جب اس عمارت کو مسمار کر دیا گیا تو یہ مزار سڑک پہ آگیا۔ کہتے ہیں کہ عہد انگریز میں اس مزار پہ بڑی حاضری ہوتی تھی کیونکہ جیل میں جو لوگ مجرموں سے ملاقات کے لیے آتے تھے وہ یہاں ضرور حاضری دیتے تھے جس پہ انگریز حاکم نے یہ پھاٹک ہی بند کروا دیا۔ قدیم بزرگ بتاتے جاتے ہیں۔

۵۱۶ - حضرت پیر غازیؒ

آپ کا مزار پیر غازی روڈ پہ اچھرہ آبادی کی طرف جاتے ہوئے اندرون آبادی دیہہ بائیں ہاتھ ایک چوکھنڈی میں مرجع خلائق ہے۔ تین اطراف میں دکانات ہیں اور ایک طرف پیر غازی روڈ۔ آپ کے حالات باوجود تحقیق کے بھی نہ مل سکے۔ اتنا سنا ہے کہ آپ ایک بہت بڑے بزرگ تھے۔

۵۱۷ - حضرت پیر نوگزہؒ

پیر غازی روڈ پر اچھرہ کے قدیم قبرستان کے کنارے ایک اونچے ٹیلے پہ آپ کا طویل مزار ہے جو تقریباً بارہ چودہ فٹ کی بلندی پر ہے۔ ارد گرد ون اور کریر کے بہت سے درخت ہیں۔ اسی قبرستان میں حضرت سائیں فتح محمدؒ (مقبرہ) اور مولانا محمد عمر اچھروی کی بھی قبور ہیں۔

۵۱۸ - حضرت سیّد فضل شاہؒ

آپ کے حالات نہیں مل سکے۔ سید محمد لطیف مصنف ہسٹری آف لاہور لکھتا ہے۔ آپ نہایت پرہیزگار اور نیک بزرگ تھے۔ قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے تلاوت کرتے تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات بیان کی جاتی ہیں۔ مقبرہ سید فضل شاہ کے پوتوں نے بنوایا جو میانی گورستان کے درمیان واقع ہیں۔ قبر سنگ مرمر کی ہے۔ مقبرہ کے مغرب میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی یاد میں ساتھ ہی ایک یادگار بھی بنائی گئی ہے احاطہ میں ایک کنواں بھی ہے جس کو میٹھا کھوہ کہا جاتا ہے سالانہ عرس بھی ہوتا ہے۔

۵۱۹ ۔ حضرت بابا گھوڑے شاہؒ

درویش متشرع، عالم فاضل اور عارف کامل تھے۔ قدیم مسجد کو جامع مسجد بنا دیا گیا ہے۔ پیر حمید گل شاہ قادری اس مسجد کے خطیب تھے۔ مسجد میں شمال کی طرف چوکنڈی میں آپ کی قبر ہے۔ بڑ کا قدیم درخت ہے۔ پرانی آبادی شاہدرہ ٹاؤن کے جانب غرب واقع ہے خانقاہ آبادی گھوڑے شاہ میں ہے۔ خانقاہ کی قدیم چار دیواری جو چھوٹی اینٹوں سے بنائی گئی تھی وہ منہدم ہو گئی تھی اب نئی بنا دی گئی ہے۔ ۴۰ سال قبل ایماے ربانی کے تحت آپ کی لاش کو قبر سے نکال کر دوبارہ دفن کیا گیا اور قبر کو پختہ کیا گیا۔ سال وفات کا تعین نہیں ہو سکا۔ سالانہ عرس ہوتا ہے جس میں تبرک کا انتظام بھی ہوتا ہے۔

۵۲۰ ۔ حضرت شاہ عبد الکمالؒ

مین بازار شاہدرہ سے جنوب کی طرف دریاے راوی کے کنارے واقع ہے۔ آپ کی قبر ایک چوکھنڈی میں ہے اور ساتھ ہی ایک بڑا قبرستان ہے۔ کھجوروں کے قدیم بہت سے درخت یہاں ہیں۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔ آپ کے زہد و ورع اور کرامات کے متعلق بہت سی حکایات بیان کی جاتی ہیں۔

۵۲۱ ۔ حضرت شاہ چنگی پیرؒ

شاہدرہ ٹاؤن کے وسط کوچہ شیخاں میں آپ کا مزار ایک چوکھنڈی میں واقع ہے پیپل کا قدیم بہت بڑا درخت بھی سرہانے کی طرف موجود ہے۔ ۲ مرلہ جگہ ہے اس جگہ سے چاروں اطراف میں گلیاں نکلتی ہیں۔ سالانہ عرس ہوتا ہے جہاں بھنڈارہ بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے میری تالیف "خطہ شیرانہ۔ شاہدرہ" ملاحظہ کریں۔

۵۲۲۔ حضرت حسنؒ شاہ ولی

آپ کا مزار شاہدرہ ٹاؤن سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر جانب شمال واقع ہے جو پرانی سرکاری خام نارووال سڑک کے جانب غرب واقع ہے۔ مزار چوکھنڈی میں ہے اس کے اردگرد ایک بہت بڑا قبرستان ہے جس میں بڑ پیپل۔ جامن۔ کھجور اور بیری کے درخت کافی تعداد میں موجود ہیں۔ ساتھ ہی ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ تکیہ بھی موجود ہے۔
یہاں سالانہ میلہ ہوتا ہے جس میں کشتیاں بھی ہوتی ہیں۔ خانقاہ کے ساتھ چار پانچ گھماؤں زرعی زمین بھی وقف ہے جو غیر مسلم حضرات نے پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے قبل وقف کی تھی۔ درگاہ مرجع عوام و خواص ہے۔

۵۲۳۔ حضرت بابا محمودؒ شاہ

شاہدرہ شہر کے وسط کوچہ ککے زئیاں میں واقع ہے۔ مزار ایک خوب صورت مقبرہ میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں آپ ایک حجرہ میں عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے جب آپ کا وصال ہوگیا تو آپ کو اس حجرہ میں دفن کیا گیا۔ ساتھ ہی ایک مسجد ہے جو حجرے والی مسجد کہلاتی تھی موجودہ مسجد چراغ دین خیمہ سازان نے پرانی مسجد کو شہید کر کے صرف کثیر سے تعمیر کرائی۔ سال میں دو دفعہ عرس ہوتا ہے۔ نیز یہاں قوالی کا بھی بندوبست ہوتا ہے۔
شاہدرہ کو کسی زمانہ میں خطۂ شیراز بھی کہا جاتا تھا کیونکہ یہاں عظیم القدر صوفیا و علماء قیام پذیر تھے ان میں شیخ محمد اشرف بن شیخ محمد مرید مصنف تحفۃ الحسینؒ قلمی معنون بنام شہنشاہ اورنگ عالمگیر مرید حافظ محمد برخوردار۔ شیخ محمد اشرف بن محمد یونس مرید مرید شاہ فرید ثانی مصنف جامع الفوائد قلمی (تصوف) احوال مشائخ کبار قلمی (ملفوظات) مرتبہ شیخ سلیمان بن سعد اللہ عہد عالمگیر ملا محمد باقر کے علاوہ پیر فیض محمد قندھاری نقشبندی المتوفی ۱۹۶۱ء پیر خدا بخش غوث جلی شاہ نقشبندی المتوفی ۱۸۶۰ء۔
پیر حمید گل شاہ قادری المتوفی ۱۹۶۴ء بھی یہاں قیام پذیر رہے۔ حضرت شاہ جمالؒ لاہوری

کا مقامِ چلّہ بھی اس قدیم بستی میں ہے۔

۵۲۴۔ حضرت بابا عظیم شاہؒ

یہ مزار ایک کافی اونچی جگہ پہ آبادی درمیان کوٹ خواجہ سعید اور تیزاب احاطہ واقع ہے کسی زمانہ میں یہ ساری آبادی ٹِبّہ کی شکل میں تھی یہی وجہ تھی کہ اس آبادی کو ٹبہ عظیم شاہ کہا جاتا تھا۔ عہد سکھاں میں یہاں مائی بھاگی کا ڈیرہ تھا۔ مزید تفصیلات کے لئے میری تصنیف "سوانح حیات حضرت سید بہاء الدّین سہروردی المعروف بہ گھوڑے شاہ بخاری" ملاحظہ کریں۔

۵۲۵۔ حضرت شاہ عبد الرزّاقؒ

نہایت صاحب جذب بزرگ تھے۔ آپ کی قبر جامع مسجد کوچہ محمدی نورانی سٹریٹ نمبر ۸ سُلطان پورہ میں واقع ہے۔ مزید حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔

۵۲۶۔ حضرت بابا شاہؒ پھاگھ

آپ کو بابا گا نھدی شاہ بھی کہا جاتا ہے۔ حالات نہیں مِل سکے اور نہ ہی یہ علم ہو سکا کہ آپ کس عہد کے بزرگ ہیں بہرحال اس مزار پہ حاضر ہونے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مزار کسی قدیم بزرگ کا ہے۔ مزار جیل روڈ (گلبرگ روڈ) پہ ایک اونچے ٹیلے پہ بالمقابل انگولا سینما واقع ہے تقریباً پندرہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر ایک چبوترہ میں آپ کا مزار ہے آپ کی چوکھنڈی سے باہر دو اور مزار ہیں اوپر وَن کا درخت ہے۔

۵۲۷۔ حضرت شاہ بُخاریؒ

آپ قدیم بزرگانِ لاہور میں سے ہیں اور حضرت شاہ بخاریؒ کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ مزار ایک وَن کے درخت کے نیچے مسجد چڑیا گھر بو مال روڈ پہ واپڈا ہاؤس کے بالمقابل ہے جانب جنوب مسجد کی دیوار کے ساتھ ہے۔ ساتھ ہی مدرسہ ہے۔ ایک چار دیواری

ہیں آپ کا مزار ہے جس کی چار پانچ فٹ نشیبی بنیادیں اب بھی اس کی قدامت کا ثبوت دے رہی ہیں۔

۵۲۸ - حضرت شیر شاہ ولیؒ

لاہور کے تذکرہ نگاروں نے آپ کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ لوگ آپ کے متعلق عجیب و غریب حکایات بیان کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ جن دنوں قلعہ زیرِ تعمیر تھا آپ نے بھی اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ دوسرا کہتا ہے کہ چونکہ یہاں دریائے راوی کی گزرگاہ اور جنگل تھا۔ آپ کے مزار پر ایک شیر پہرہ دیا کرتا تھا کیونکہ یہاں سے کوئی گزرتا نہیں تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ آپ شیر پر سوار ہو کر جنگل کی طرف آیا جایا کرتے تھے اور کوئی کہتا ہے کہ رات کی تاریکی میں شیر یہاں آکر جاروب کشی کرتا تھا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اکبری عہد کا مشہور و معروف فارسی شاعر جمال الدین عرفی جب لاہور میں فوت ہوا تو اس کو یہاں دفن کیا گیا یہ شاعر لاہور میں ۹۹۹ھ مطابق ۱۵۹۰ء میں وفات پا گیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد کوئی درویش کسی اور بزرگ کے دھوکے میں اس کی ہڈیاں نکال کر نجف اشرف لے گیا اور وہاں ان کو دفن کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مقبرہ شاہی قلعہ لاہور کے باہر جانب شمال شیش محل کے نیچے مرجعِ خلائق ہے۔ مقبرہ کا سبز گنبد عجب بہار دے رہا ہے۔ ایک عالیشان کمرہ میں دو قبور ہیں۔ دائیں ہاتھ سیّد چراغ شاہؒ ولی اور بائیں ہاتھ سید شیر شاہؒ ولی۔ فرش سنگِ مرمر کا ہے بلکہ دہلیز بھی سنگِ مرمر کی جو نفاست میں اپنا جواب نہیں رکھتی چاروں اطراف میں غلام گردشیں ہیں۔ بڑ کا قدیم درخت بھی ہے سنگِ مرمر کی نفیس سلوں پہ اچھے اچھے کتبات از قسم شانِ خدا ایک نظر۔ نکات۔ عشق۔ آیاتِ قرآنی۔ وغیرہ تحریر ہیں۔ جانب شرق وسیع احاطہ قلعہ کی دیوار کے ساتھ واقع ہے۔ خانقاہ کے دو دروازے ہیں۔ ایک جانب شمال اور دوسرا مغرب کی طرف۔ حجرے جانب مشرق ہیں۔ انتظام حکومت پنجاب کا محکمہ اوقاف کرتا ہے مسجد قلعہ کی دیوار سے ملحق ہے۔ بابا چراغ شاہ کی وفات کو تقریباً پچاس سال گزرے ہیں اور سید شیر شاہؒ ولی مغلیہ عہد کے بزرگ بتائے جاتے ہیں۔ بابا چراغ شاہ کے بعد

سائیں جلا یہاں کا متولی تھا۔ لاہور کا سب سے بڑا بارونق تکیہ ہے۔ جمعرات کو قوالی ہوتی ہے۔

۵۲۹ - حضرت سید معصوم شاہؒ ولی

ایک بزرگ کے حالات کسی قدیم و جدید تاریخ لاہور میں نہیں ملتے لیکن یہ ایک قدیم بزرگ بتائے جاتے ہیں کہ ان کا مرقد سطح زمین سے اب بھی دس فٹ کے قریب نشیب میں ہے۔ بے شمار خلقت خدا اس جگہ حاضری دیتی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش کے مرقد منور سے جب لوگ اس طرف آتے ہیں تو یہاں حاضری ضرور دیتے ہیں کیونکہ یہ مسجد کے پاس برلب سڑک ہے نیز اس کے پاس ہی احمد بھیا حضور کی بھی قبر ہے جہاں ہر جمعرات کو قوالی ہوتی ہے اور درود و سلام کی محفلیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔

یہ مزار میلہ رام کاٹن ملز واقع میلہ رام روڈ (گنج بخش روڈ) پر واقع ہے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد میلا رام مل اور لال کوٹھی میں تھا۔ اب مسجد حزب الاحناف میں واقع ہے۔ مزار نہایت نشیب میں دس سیڑھیاں اُتر کر نیچے آتا ہے۔ مزار کے اُوپر گنبد ہے جو بارش کی وجہ سے گر گیا اور اب اس کی مرمت ہو گئی ہے۔

۵۳۰ - حضرت شاہ عبد اللہ

آپ صاحب جذب و سُکر اور کامل بزرگ تھے۔ زمانہ شہنشاہ اکبر و جہانگیر بتایا جاتا ہے۔ سنا گیا ہے کہ آپ حضرت پیر شیخ شہیاں کے ہم عصر تھے۔ آپ کا مزار ایکلافی بلند وسیع و عریض ٹیلے پہ واقع ہے جس کے ساتھ قبرستان بھی ہے۔ وَن اور کریرُ کے بہت سے درخت ہیں۔ اب بھی یہ جگہ ویرانی کا عالم پیش کرتی ہے۔ یہ مزار پیر شیخ شہیاں کے مزار سے اِدھر بھوگیوال میں واقع ہے۔ اب بھوگیوال کی ایک حاجن نے اس دربار کی مرمت کرا دی ہے۔ حجرے بھی ہیں۔ یہ جگہ باغ و مقبرہ نواب میاں خاں اور مزار پیر شیخ شہیاں کے درمیان گلی کی نکڑ پہ واقع ہے۔ یہاں جاٹ حضرات کی بھی قبور ہیں قبرستان دیکھنے سے دہشت آتی ہے۔ ان لوگوں کی ساتھ ہی حویلیاں ہیں۔

۵۳۱ - حضرت بابا فیض عالمؒ

آپ کا مزار ایک نہایت وسیع و عریض چار دیواری میں آبادی یونس پورہ کے قریب آبادی نبی پورہ آرائیاں میں واقع ہے۔ آپ کا مزار احاطہ کے وسط میں ایک اونچی چوکھنڈی میں واقع ہے۔ اوپر بڑ کا ایک نہایت قدیم درخت ہے نیز باہر بھی چند ایک قبور ہیں ہر سال عرس ہوتا ہے۔ نام صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکا اور نہ ہی یہ معلوم ہو سکا ہے کہ یہ کس عہد کے بزرگ ہیں۔ مزار اندرون آبادی آچکا ہے آج سے بیس بائیس سال قبل یہاں کھیت ہی کھیت تھے۔

۵۳۲ - حضرت بابا بھولا سائیںؒ

مزار درس میاں چھوٹا کے عقب میں قبرستان میں واقع ہے قیام پاکستان سے قبل یہاں قبرستان نہیں تھا بلکہ ایک اونچی جگہ پر بارہ دری تھی جو اب بھی موجود ہے۔ یہ بارہ دری زمانہ عہد مغلیہ کے کسی باغ کی ہوگی کیونکہ اس نواح میں گنج مغلپورہ کی آبادیاں تھیں جو نیست و نابود ہو چکی ہیں اور اب یہاں ریلوے کالونی ہے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد یہاں لوگ مردے دفن کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں میں یہاں ایک بہت بڑا قبرستان بن گیا۔ بابا بھولا سائیں اس قبرستان میں رہتے تھے اور چشتی صابری سلسلہ سے متعلق تھے جو کہ ان کے مزار کے اوپر تختی پر تحریر ہے۔ وفات ۱۹۶۷ء میں ہوئی۔

۵۳۳ - حضرت سید شیر شاہ ولیؒ (تریخ پیرا)

یہ مزارات گرینڈ ٹرنک روڈ پر باغ و مزار نواب مہابت خاں اور مقبرہ حضرت سید سراج الدین گیلانی کے درمیان واقع ہے ایک خانقاہ میں تین قبریں ہیں۔ وَن اور کریہ کے درخت ہیں۔ اس کے جانب غرب قبرستان حافظ پورہ ہے۔ کسی تاریخ میں ان بزرگان کے نام محفوظ نہیں ہیں۔

۵۳۴ - حضرت پنج پیرؒ

یہ مزارات و پنج پیرؒ - گوجر پورہ - گھوڑے شاہ روڈ پر واقع ہیں۔ اس کے بالمقابل چلہ شاہ بدرؒ دیوان ہے اور ساتھ ہی آگے قدیم باغ نواب ملتانی والا تھا جو اب ختم ہو چکا ہے۔ یہ مزارات کافی بلند ہیں۔ سات سیڑھیاں چڑھ کر اوپر خانقاہ میں جائیں تو وہاں پانچ مزارات ہیں جن پر وُن کا درخت بھی ہے۔ ساتھ ہی تکیہ ہے جو کافی وسیع ہے اور قبرستان بھی ہے بڑ کے قدیم درخت کے علاوہ اور بھی بے شمار درخت ہیں نیز قبرستان بھی ہے۔ ارد گرد چار دیواری تعمیر کر دی گئی ہے۔ پرانی تاریخ ان کے ناموں کا اتہ پتہ نہیں بتلاتی۔

۵۳۵ - حضرت پنج پیر باباؒ سلام شاہ

یہ مزارات بیرون یکی دروازہ مزار حضرت پیر بہانؒ اور حضرت پیر ذکیؒ سرکلر روڈ پر دو سڑکوں کے درمیان ایک اونچے چبوترے پر ہیں۔ ان کے سامنے میاں عبدالعزیز مالواڈا کی کوٹھی ہے چھوٹا سا باغیچہ بھی ہے۔ چبوترے پر قبریں پانچ ہیں۔ صاحبِ مزارات کے کسی تذکرہ میں حالات نہیں ملتے۔

۵۳۶ - حضرت شہاب الدین بخاریؒ (پنج پیر)

مورخین لاہور نے آپ کے حالات نہیں لکھے اور نہ ہی اب پتہ چل سکا ہے۔ مزار اقدس اورینٹل کالج اور لاء کالج کے ساتھ بر لب سڑک واقع ہے۔ باہر صدر دروازے پر ایک سنگِ مرمر کی تختی پر تحریر ہے۔ "مرکزِ فیض۔ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین امام الزاہدین شیخ الشیوخ مرشد کامل حضرت پیر سید شہاب الدین بخاری رحمت اللہ علیہ" آپ کو پنج پیر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے ایک اونچے چبوترے پر آپ کی خانقاہ ہے جس کے وسط میں آپ کا مرقدِ منور ایک سبز گنبد کے نیچے ہے۔ تعویذ تو سنگِ مرمر کا ہے جس پر اسمائے الٰہی اور نبوی تحریر ہیں۔ مقبرہ میں اور باہر بہترین فرش لگایا گیا ہے۔ سیمنٹ

کی مضبوط جالیاں خوب صورت منظر پیش کرتی ہیں۔ حجرہ جانب مشرق ہے۔ ویرانڈہ جانب جنوب اور مسجد جانب غرب واقع ہے۔ متولی صلاح الدین۔ ذوالفقار احمد اور سائیں کریم بخش ہیں۔

۵۴۷ - حضرت سائیں اُجاگر شاہؒ

روایت ہے کہ عہد مہاراجہ میں راجہ دینا ناتھ نے اپنے باغ کو سیراب کرنے کے لئے ایک چھوٹی سی نہر بنانا شروع کی جو سابقہ میسنہ خشت سے شروع کی۔ باغ تک کھود گئی جب نہر میں پانی چھوڑا گیا تو پانی اس جگہ رُک گیا اور زمین میں سمانا شروع ہو گیا ہر چند نہر کو چالو کرنے کی کوشش کی گئی مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی چنانچہ راجہ نے محسوس کیا کہ یہاں ضرور کسی اللہ کے نیک بندے کی قبر ہے کہ یہاں سے پانی کا آگے جانا رُک گیا ہے چنانچہ انہوں نے منّت مانی کہ اگر ایک دفعہ پانی یہاں سے باغ تک پہنچ جائے تو پھر ہم اس نہر کو دوسری طرف سے گزار لیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پانی باغ تک پہنچ گیا اور اس کو سیراب کرنے کے بعد نہر کا رُخ دوسری طرف موڑ دیا گیا اور اس جگہ پختہ مزار بنا دیا گیا جو اُجاگر شاہ کے نام سے مشہور ہوا۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ ولی حضرت شاہ مقیمؒ حجردی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے یہ مزار چاہ میراں سے کوٹ خواجہ سعید کو جاتے ہوئے سڑک کے شمالی کنارے پر ایک تکیہ میں ہے اس کے ساتھ ایک قبرستان بھی ہے جو تقریباً چار بیگھہ اراضی پر محیط ہے۔ جانب مشرقی اور جانب جنوب سڑک کے کنارے قد آدم چار دیواری اس قبرستان کی ہے۔ شمال اور غرب رویہ مکانات کی بھی عقبی دیواریں ہیں۔ سڑک کے کنارے جنوبی دیوار میں ایک دروازہ آمد و رفت کے لئے ہے۔ اس دروازے سے داخل ہوتے ہی جانب غرب ایک بلند سفید چار دیواری کے اندر ایک چبوترے پر مزار واقع ہے۔ تعویذ کے چاروں گوشوں پہ چار فٹ اونچے گول ستون بنے ہوئے ہیں۔ سرہانے بڑ کا قدیم درخت ہے۔ اس کے بالمقابل بر لب سڑک تکیہ گھنگرو شاہ ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ چاہ میراں میں باغ بھائی دستی رام۔ باغ شام سنگھ۔ باغ منشی غلام رسول باغ جھنڈی طوائف اور باغ بھگت رام تھے مگر اب اس قدر آبادی بڑھ چکی ہے کہ ایک باغ بھی

اب موجود نہیں ہے اور ان کی جگہ مکانات تعمیر ہو چکے ہیں۔

۵۳۸ - حضرت حضوری شاہؒ

یہ مزار آبادی چاہ میراں کے قدیم چوک میں واقع ہے۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ اس جگہ جان محمد حضوری کی جو گھوڑے شاہ کے پیروں میں سے ہیں۔ قبر واقع ہے۔ موجودہ صورت میں چوک میں ایک کمرہ میں آپ کی قبر ہے اور اس کے ساتھ دو اور قبریں نامعلوم الاسم ہیں ساتھ وسیع تکیہ ہے جس میں مسجد کے علاوہ بڑ اور نیم کے درخت بھی ہیں۔ ٹیوب ویل بھی اس جگہ ہے۔

۵۳۹ - حضرت مکھنؒ شاہ

چاہ میراں میں آپ کا مزار گلی نمبر ۹ میں واقع ہے ساتھ ہی ایک نئی مسجد تعمیر ہو گئی ہے۔ مزار و مسجد کے پاس حویلی کمبواں ہے اور قبرستان کمبواں بھی اسی جگہ ہے۔ آپ ایک بڑے کامل بزرگ گزرے ہیں۔

۵۴۰ - نامعلوم الاسم مقبرہ

باوجود تحقیق کے بھی صاحب مزار کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔ یہ مقبرہ جو عہدِ سکھاں کی یادگار معلوم ہوتا ہے ملتان روڈ پر وینس سینما کے بالمقابل پونچھ ہاؤس کوارٹرز میں واقع ہے۔ مقبرہ کے عقب میں ایک وسیع گراونڈ ہے جس میں قدیم بڑ اور پیپل کے درخت ہیں اور مقبرہ سے باہر ایک چوکھنڈی میں ایک قبر ہے جس پر تحریر ہے۔ "مزار پیر کرم شاہ صاحب خاندان قادریہ چشتیہ طالب منوں شاہ صاحب۔ سکنہ پنڈوری اکبر ضلع ہوشیار پور۔ تاریخِ وفات ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۶ء"

صاحب مقبرہ کا نام اور سالِ وصال دریافت نہیں ہو سکا۔

۵۴۱ - حضرت سید صفدر علی شاہ گیلانیؒ

اِس بات کا کوئی پتہ نہیں چل سکا کہ کس عہد کے بزرگ تھے البتہ زمانہ قدیم میں جب یہ علاقہ جنگل اور بیابان تھا اور یہاں حملہ آوروں سے جنگیں ہوتی تھیں تو یہ اس زمانہ کے بزرگ ہیں۔ آپ کا مزار قلعہ خزانہ میں واقع ہے جو سلطان محمود روڈ پر واقع ہے۔ پاکستان ٹکسال سے جو سڑک محمود بوٹی کو جاتی ہے۔ بجلی گھر سے آگے نکل کر دائیں طرف ایک وسیع و عریض تکیہ میں آپ کا مزار ہے۔ ایک چار دیواری میں آپ کا مرقدِ منور ہے جس پر آپ کا نام تحریر ہے ساتھ ہی مسجد ہے باہر حجرے اور تکیہ ہے نیز چند قبریں بھی ہیں۔ ابتداءً آپ کی قبر خام تھی اور اب مقبرہ بنا دیا گیا ہے۔

۵۴۲ - حضرت سید کرم شاہ ولیؒ

یہ مزار گرینڈ ٹرنک روڈ پر برلب سڑک شاہدرہ ولیبار ٹریز سے شہر کی طرف آئیں تو بائیں ہاتھ ریلوے کی کوٹھیوں کے ساتھ واقع ہے اب ایک ریلوے کی دیوار کے ساتھ مسقف مقبرہ تعمیر کر دیا گیا ہے اور دونوں اطراف میں صحن بنا دیئے ہیں۔ اکثر لوگ یہاں بھی آتے جاتے ہیں اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کس زمانہ کے بزرگ تھے۔ بہر حال مقبرہ بنا کر اس پر بورڈ آویزاں کر دیا گیا ہے۔

۵۴۳ - حضرت میراںؒ شاہ

آپ لاہور کے قدیم بزرگان میں سے تھے۔ عہدِ انگریزیں میں جب حکومت نے گڑھی شاہو سے لے کر مغلپورہ تک تمام اراضیات برائے ریلوے حاصل کر لیں تو بے شمار مزارات۔ مقابر مساجد اور باغات۔ ویران کر دیئے گئے اور ان کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا۔ اس ضمن میں میرا مقالہ "محکمہ ریلوے کی طرف سے لاہور کے آثارِ قدیمہ کی تباہی" قابلِ مطالعہ ہے۔ میرے والد معظم حضرت میاں شہاب الدین قادریؒ اکثر اس جگہ بھی درود و فاتحہ کے لئے حاضر ہوا کرتے

تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہاں سے خوشبو آتی ہے۔ یہ مزار دُن پیر بھی کہلاتا ہے۔

آپ کا مزار گڑھی شاہو کے ریلوے کے اونچے پُل سے نیچے ریلوے سٹیڈیم اور ریلوے گراؤنڈ کے درمیان آئی۔ او۔ ڈبلیو سٹورز کی دیوار کے ساتھ سٹورز کی حدود سے باہر مرجع خلائق عوام ہے ساتھ ہی ایک نہایت قدیم بڑ کا درخت ہے۔ محکمہ ریلوے نے اس کے ارد گرد لوہے کی تاریں لگا دی ہیں۔ مقبرہ ایک پانچ چھ فٹ اونچے چبوترے پر واقع ہے نیچے ایک حجرہ بھی ہے۔ قبر کے سرہانے نام سنگِ مرمر کی تختی پر تحریر ہے۔

۵۴۴۔ حضرت پنج پیرؒ

یہ مزارات مغلپورہ سے آگے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر برلبِ نہر آبادی پنج پیر میں واقع ہیں۔ مزارات پانچ ہیں اور چار دیواری سے باہر دو مزارات ہیں۔ وَن اور بڑ کے دو درخت بھی ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ نہر کی تعمیر سے قبل بھی ان کے آثارِ قدیمہ تھے۔ ان کی کرامات زبان زدِ خلائق ہیں۔

۵۴۵۔ حضرت پیر نصیرؒ

آپ کا اسمِ گرامی نصیر الدین ہے۔ صدیوں سے یہ مزار قصبہ پیر نصیر نزد رکھ جلّو واقع ہے۔ لاہور سے جانب مشرق قریباً دس میل کے فاصلے پر مشہور قصبہ ہے۔ مزار اقدس ایک چوکنڈی میں قصبہ سے باہر واقع ہے۔ خانقاہ کے اِرد گرد ملٹری کی گراؤنڈیں اور بارکیں ہیں زیارت گاہ خلائق ہے اور سالانہ عُرس کا اہتمام بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ زمانہ کا تعین نہیں ہو سکا۔

۵۴۶۔ حضرت خاکی شاہؒ

کوٹلی گھاسی میں یہ مزار بہت مشہور ہے جو گاؤں کے قبرستان میں واقع ہے نہر مغلپورہ سے آگے ہربنس پورہ پُل سے قریباً ایک میل کے فاصلے پر کھیتوں میں واقع ہے۔ سالانہ میلہ ہوتا

ہے۔ کسی زمانہ میں یہ اراضیات راجہ ہربنس سنگھ کی تھیں۔

۵۴۷ ۔ حضرت نوگزہ پیرؒ

یہ طویل مزار موضع فتح گڑھ جو مغلپورہ سے آگے ایک قدیم بستی ہے میں واقع ہے۔ یہ قصبہ مغلیہ دور کے قدیم باغات اور عمارات کے لئے بہت مشہور تھا آج بھی اس کے کئی ایک آثار ملتے ہیں۔ مسجد بابا یتیم شاہ بستی کی قدیم ترین مسجد ہے اور اس بزرگ کی قبر بھی مسجد کے پاس موجود ہے۔ شالا مار باغ سے فتح گڑھ تک زمین دوز سرنگوں کے آثار بھی ملتے ہیں پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد قدیم آثار کی مکمل طور پہ تباہی ہو گئی ہے۔ "بڑا باغ" جس کے آثار بمعہ بارہ دری اب بھی قائم ہیں۔ میں جانب جنوب مشرق گنبد کے نیچے حضرت بابا چراغ شاہ کا مزار ہے تیز گاؤں کے ایک طرف مزار بی بی پاکدامن بھی بتایا جاتا ہے جو ایک بھٹہ خشت کے پاس موجود ہے۔ قبرستان فتح گڑھ میں مولوی محمد حسین قادری کی بھی قبر ہے جن کی ولادت ۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ہوئی اوائل عمر سے ہی مذہب کی طرف میلان تھا۔ تہجد گزار بزرگ تھے۔ مزارات حضرت داتا صاحبؒ حضرت شاہ محمد غوثؒ حضرت میاں میرؒ اور حضرت حسین زنجانیؒ پہ حاضری دیا کرتے تھے۔ وفات ان کی ۱۹۳۷ء میں ہوئی۔ آپ کے فرزند رشید چودھری عبدالحمید وسن پورہ میں رہتے ہیں۔ ان کے احباب میں میاں سردار خاں چشتی تھے جن کے مرشد حضرت سائیں خدا بخش عرف مہل علی المتوفی ۲۶ فروری ۱۹۶۴ء تھے اور قبرستان کوٹ خواجہ سعید میں مدفون ہیں۔

۵۴۸ ۔ حضرت پیر مقصود علی شاہ

آپ کو مقصودن شاہ بھی کہا جاتا ہے۔ مزار آپ کا گرینڈ ٹرنک روڈ سے جو راستہ سلامت پورہ کو جاتا ہے اس کے بائیں جانب ایک دو فرلانگ کے فاصلے پہ ہے یعنی نہر اور جی ٹی روڈ کے درمیان واقع ہے۔ آپ کا مرقد منورہ ایک اونچے ٹیلے پر ایک چاردیواری میں ایک مسقف کمرہ میں ہے اردگرد تمام اراضیات بہت نشیب میں ہیں۔ یہ ایک تکیہ کی

صورت میں ہے۔ بڑ کا ایک نہایت قدیم درخت بھی ہے نہایت پُر فضا جگہ ہے۔ کسی زمانہ میں میاں باغ مقصود دن ڈیڑھ دو مرلیہ جات اراضی میں واقع تھا جس میں جامن۔ آم۔ انار امرود۔ لنگاٹھ وغیرہ ہر قسم کے بے شمار درخت تھے۔ عہدِ سکھاں میں اس پر سکھوں نے قبضہ کر لیا تو یہ پنڈتوں کو عطا کیا گیا۔ ان کے زمانہ میں یہ باغ نہایت سرسبز و شاداب رہا اور پھل بھی دیتا رہا۔ انگریزی عہد میں بلاقی شاہ جو لاہور کا ایک زبردست سود خور ساہوکار تھا کے داماد نے اس کو خرید لیا۔ یہ باغ کی تباہی و بربادی کا وقت تھا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ باغ ویران ہو گیا۔ پروفیسر علم الدین سالک مرحوم کی کسی زمانہ میں رہائش سلامت پورہ میں تھی اور وہ حضرت مولانا محمد یعقوب چشتی خلیفہ مجاز حضرت مولانا غلام قادر بھیروی چشتی سے پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے بھی اس بزرگ کے متعلق تحقیق کی تھی تو بس یہی پتہ چل سکا کہ یہ بزرگ عہد شاہجہانی سے تعلق رکھتے تھے اور فن خوشنویسی کے ماہر تھے۔ اس قصبہ میں قبرستان عوام الناس میں حضرت بابا سلامت رحؒ کی قبر بھی ہے جو حسینی برہمن (بابا) کہلائے جاتے ہیں اور انہیں کے نام سے یہ گاؤں آباد ہے۔ اس قبرستان میں ایک اور قبر میاں عمر دین ولد میاں جمال دین کی ہے جو بہت نیک بزرگ تھے۔ انہوں نے جامع مسجد سلامت پورہ کے لئے بہت کام کیا۔

۵۴۹ - حضرت بابا غلام مصطفےٰ

آپ کا شمار بھی بزرگان لاہور میں ہوتا ہے۔ مزار اقدس ایک اونچے چبوترے پر شالامار باغ سے مغلپورہ نہر کی طرف شالامار لنک روڈ پہ جائیں تو انگوری باغ سے آگے دائیں ہاتھ ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے ولی کامل گزرے ہیں۔ آج سے بیس پچیس سال قبل یہاں ایک بہت بڑا باغ تھا جس کے وسط میں آپ کا مزار تھا۔ اب باغ کاٹ دیا گیا ہے اور نئی آبادی معرضِ وجود میں آ چکی ہے۔

۵۵۰ - حضرت خلیفہ مولوی غلام رسول فاضل لاہوریؒ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مولوی غلام فرید لاہوری تھا جن کا وصال ۱۲۳۱ھ میں ہوا خداوندِ کریم نے آپ کی ذات بابرکات کو دریائے فیض بنایا تھا نہایت عالم۔ فاضل بزرگ تھے علم ان کے گھر کی لونڈی تھی۔ مولوی غلام فرید کے فرزند مولوی غلام رسول فاضل لاہوری کے نام سے ممتاز ہیں۔ صاحب حدیقۃ الاولیاء لکھتا ہے کہ آپ لاہور کے علماء و فضلاء میں جامع علوم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت تھے۔ تدریس و تلقین میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ خالق حقیقی نے ان کی ذات بابرکات کو چشمۂ فیض و دریائے فضل پیدا کیا تھا کہ پنجاب میں کوئی شخص ان کے وقت میں علمائے وقت سے فیض رسائی میں ان کے ہمتا نہ تھا چار گھڑی رات جب حضرت نماز تہجد سے فراغت پاتے تو خاص شاگرد ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ فجر کی نماز سے اوّل اوّل ان کو تعلیم سے فراغت ہو جاتی پھر ایک انبوہ و ہجوم شاگردوں کا جمع ہوتا۔ اس قدر کہ مسجد موراں میں بیٹھنے کو جگہ نہ ملتی اور حضرت نہایت محبت و خلق کے ساتھ ہر ایک کو تعلیم دیتے۔ دوپہر تک یہی حال رہتا۔ آپ مدرسہ موراں واقعہ مسجد موراں پاپڑ منڈی میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے تھے جہاں ہر علم کی تعلیم دی جاتی تھی اور صاحب مدرسہ کا ادب احترام تمام پنجاب کرتا تھا۔ علاوہ ازیں ہزاروں طلباء اور درویش دور دراز مقامات سے یہاں آکر تعلیم پاتے تھے۔ آپ اور آپ کے بھائی مولوی غلام اللہ تمام پنجاب میں اُستاد الکل تسلیم کئے جاتے تھے۔

وفات ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء میں ہوئی اور قبرستان میانی میں مدفون ہوئے۔

تاریخ وصال "چراغ ولی" سے نکلی۔ احاطہ قبرستان میانی میں فقیر خاندان کے احاطہ چاردیواری سے جانب جنوب ہے۔

مصنف تاریخ لاہور۔ صاحب حدیقۃ الاولیاء اور مؤلف حدائق الحنفیہ نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ آپ کا ایک فرزند خلیفہ لٰسین علوم دینی و دنیوی میں اُستاد مانا جاتا تھا۔

۵۵۱ - حضرت خلیفہ مولوی غلام اللہ فاضل لاہوریؒ

آپ مولوی غلام رسول فاضل لاہوری کے بھائی تھے اور علم وحکمت میں لاثانی۔ لاہور میں تمام عمر درس وتدریس کی انجام دہی کے لئے مصروف عمل رہے۔ آپ کی ذات مظہر کمالات دینی ودنیاوی تھی۔ علم تفسیر، حدیث، فقہ، صرف نحو، اور منطق ومعانی میں یکتائے زمانہ تھے۔ ہزارہا تشنگانِ علوم وفنون نے آپ سے اکتساب فیض کیا اور نامور ی حاصل کی۔ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ آپ استاد کامل اور مخدومِ زمانہ تھے۔ دنیا ودین کا فیض ان کے وجودِ بابرکت سے جاری ہوا۔ لاکھوں آدمیوں نے ان کی ذات سے علم وعمل پایا۔ رات دن ان کی اوقات عزیزہ تدریس وتعلیم میں گزرتی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ آپ کے کمالاتِ علمی کا بیحد معترف تھا اور آپ کی بہت عزت کرتا تھا جب آپ دربار جاتے تو مہاراجہ آپ کو تعظیم دیتا اور برابر کرسی پر بٹھاتا کیونکہ آپ اس کے بیٹوں اور پوتوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شہزادہ شیر سنگھ کی والدہ نے مہاراجہ سے شکایت کی کہ خلیفہ غلام اللہ نے ان کے فرزند کو سزائے بدنی دی ہے جس سے اس کو دلی تکلیف ہوئی ہے۔ مہاراجہ نے اس کی شکایت سُنی۔ خلیفہ صاحب اور شہزادہ کو اپنے حضور بلایا اور استاد سے کہا کہ اس کو اور سزا دو۔ آپ ایسا کرنے سے ہچکچائے تو مہاراجہ نے سختی سے اس کی تکمیل کرائی جس پر انہوں نے شیر سنگھ کو چند بید لگائے۔ سنہ ۱۲۲۴ھ مطابق سنہ ۱۸۰۹ء میں جب موراں طوائف نے پاپڑ منڈی میں اپنی حویلی کے سامنے ایک خوب صورت دو منزلہ مسجد تعمیر کرائی تو اس کے لئے آپ کا ہی انتخاب ہوا۔

وفات سنہ ۱۲۷۲ھ مطابق سنہ ۱۸۵۵ء میں ہوئی اور گورستان میانی میں دفن ہوئے۔ تاریخ وفات "مرجع الفضلاء" سے نکلی۔ احاطہ قبرستان فقیر خاندان کے احاطہ سے جانب جنوب ہے۔ آپ کی اولاد میں سے خلیفہ حمید الدین۔ خان بہادر خلیفہ عماد الدین المتوفی سنہ ۱۹۰۲ء خلیفہ نظام الدین۔ الحاج حافظ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین المتوفی سنہ ۱۹۵۵ء۔ بہت نامور

اور ممتاز ہستیاں ہوئی ہیں۔ مزید حالات کی تفصیل کے لئے میری تالیف "لاہور کے چند علمی خانوادے" کا مطالعہ کریں۔

۵۵۲ - حضرت سید حسین علی شاہؒ

آپ پڑی ملتان کے رہنے والے تھے۔ باوجود تلاش کے آپ کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ وفات ۴ اگست ۱۹۱۸ء میں ہوئی اور یہیں مدفون ہوئے۔ آپ کا مقبرہ پنجاب اسمبلی چیمبر کے پاس واقع ہے۔ قبر طویل ہے۔ ساتھ ہی چھوٹی سی مسجد بھی ہے ارد گرد وسیع و عریض میدان میں بے شمار سایہ دار درخت ہیں۔ یہ مقبرہ ایک شخص عبدالقدیر نے بنوایا تھا۔

۵۵۳ - حضرت فاروق احمدؒ لینارڈ چشتی

آپ حضرت شاہ شہید اللہ چشتی خلیفہ حضرت شاہ سید محمد ذوقی چشتی کے بڑے بھائی تھے۔ شاہ شہید اللہ اس وقت کراچی میں حیات ہیں۔ یہ دونوں بھائی انگلستان کے رہنے والے تھے اور پھر اسلام قبول کر لیا۔ شاہ فاروق احمد کا عیسائی نام لینارڈ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی طبیعت میں مذہب کی طرف بہت زیادہ میلان ہو گیا۔ آپ کو حضرت داتا گنج بخشؒ سے بے پناہ محبت تھی اور اس وجہ سے آپ کشف المحجوب کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور کشف المحجوب کا مطالعہ کر کے ہی آپ مسلمان ہوئے تھے۔ "تربیت العشاق" جو قطب الاقطاب الحاج شاہ سید محمدؒ ذوقی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے میں آپ کے حالات تفصیل سے مل سکتے ہیں یہ ملفوظات حضرت شاہ شہید اللہ فریدی کے جمع کردہ ہیں۔ جنہوں نے کراچی میں "محفل ذوقیہ" کے نام سے ایک مجلس بھی قائم کی ہوئی ہے۔ آپ کے معتقدین کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے جو برصغیر پاک و ہند کے ہر حصہ میں موجود ہے۔

آپ کا وصال ۲۹ صفر المظفر ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۹۴۵ء ساڑھے دس بجے رات میو ہسپتال میں ہوا۔ اس وقت آپ کے بھائی حضرت شاہ شہید اللہ

بھی موجود تھے اور آپ خانقاہ عالیہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے اندر دفن ہوئے۔ ۲۷-۲-۸۱۔ بروز جمعۃ المبارک جب میں اس جگہ گیا تو محکمانہ تعمیرات ہو رہی تھیں اس جگہ بنیادی کھُد چکی تھیں اور ان کی قبر پر یہ کتبہ کندہ تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولاکن لا تشعرون۔ مرقد۔ فاروق احمد لینارڈ انگلستان۔ تاریخ ولادت ۱۰ اربیع الاول ۱۳۳۱ھ بروز جمعۃ المبارک مطابق ۲۸ فروری ۱۹۱۳ء مشرف باسلام جمادی الآخرہ ۱۳۵۶ھ مطابق ستمبر ۱۹۳۶ء۔ تاریخ وفات ۲۹ صفر ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۹۴۵ء بروز دوشنبہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی قبر کے جانب شمال سر سکندر حیات خاں سابق وزیرِ اعظم پنجاب کے رشتہ داروں کی قبور ایک چار دیواری میں کھجور کے تین درختوں کے نیچے واقع ہیں۔ ان میں ایک اُمینہ خاتون زوجہ سردار سکندر حیات خاں المتوفی ۱۹۴۵ء۔ دوسری اہلیہ سردار اسلم حیات خاں بنت محمد نظام الدین خاں وزیرِ اعظم پونچھ المتوفی ۱۹۱۱ء اور دوسری قبور ابھی باقی ہیں۔ لینارڈ کی قبر سے جانب مغرب مقبرہ حاجی شیخ عبدالواحد ولد شیخ موج دین المتوفی ۱۹۵۴ء اور مزارات سجادہ نشینان وغیرہ ہیں اس کے ساتھ ہی مزار الحاج ملک محمد شریف مالک قیصر سینما المتوفی ۱۹۴۹ء بھی ہے۔

۵۵۴ ۔ حضرت بابا گاندی شاہؒ

آپ داروغہ خاندان کے ایک صاحب جذب و سکر درویش تھے جو قصبہ داروغہ والا میں رہتے تھے اور ان کو شاہانِ مغلیہ نے جاگیرات عطا کی تھیں۔ آپ عہدِ سکھاں سے تعلق رکھتے تھے۔ اس قصبہ کے ایک بزرگ حاجی کریم بخش نے گاندی شاہ کی بہت خدمت کی جو تکیہ میں اپنے آخری ایام میں مصروف عبادت رہتے تھے۔ حاجی محمد اسحاق اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں جب بارہ دری شاہ بلاولؒ قادری میں مہاراجہ شیر سنگھ اور اس کے لڑکے اجیت سنگھ کا قتل ہوا تھا تو اس وقت حضرت گاندی شاہ ابھی طفولیت کے عالم میں تھے عہدِ انگریز میں بابا گاندی شاہ نے وفات پائی۔ مزار داروغہ والا میں واقع ہے احاطہ تکیہ تقریباً تین کنال میں ہے۔ آپ کا مرقد ایک چوکھنڈی میں واقع ہے جس میں آپ کا مقبرہ

ہے۔ اوپر بڑ کا قدیم درخت ہے۔ مقبرہ کا گنبد سبز رنگ کا ہے۔ باہر فرش لگا ہے دکانیں ہیں اسی تکیہ میں ایک مقبرہ سائیں کالے شاہ قادری کا ہے جو ستاسٹھ کی طرف سے آئے تھے۔ اور یہاں قیام کیا۔ کلمہ کا کثرت سے ذکر کرتے تھے اور بالآخر وفات پاکر یہیں دفن ہوئے۔ ان کی وفات ۱۹۴۵ء کے قریب ہوئی۔ ساتھ ہی ایک مسجد ہے جس کا مینار ۸۰ فٹ بلند وبالا ہے اور اس مینار کی تعمیر پر تقریباً پچاس ہزار روپیہ خرچ اٹھا ہے۔ مینار ۱۹۷۵ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا مسجد کا انتظام حاجی محمد اسحاق قادری کے ہاتھوں میں ہے۔ جو اس کی غور و پرداخت کے لئے کام کرتے رہتے ہیں۔

۵۵۵ - حضرت بابا فرید شاہؒ

آپ کا مزار مومن پورہ میں ہے جو داروغہ والا سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہے آپ عہدِ سکھاں کے ایک نیکوکار بزرگ تھے ان کی زندگی نہایت سادہ بیان کی جاتی ہے۔ مزار ایک چوکھنڈی میں گاؤں کی مسجد کے پاس واقع ہے۔ ساتھ ہی بڑ اور پیپل کے قدیم درخت ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان درختوں کے پتے کھانے سے بیمار شفایاب ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی تکیہ ہے۔ سالانہ میلہ ۸ اساڑھ کو ہوتا ہے۔

۵۵۶ - حضرت حاجی مولا بخش چشتی صابریؒ

آپ کا مقبرہ جس کا گنبد سبز رنگ کا ہے اور آٹھ دس فٹ بلند چبوترے پر واقع ہے۔ چوبرجی سے بہاول پور روڈ پہ جائیں تو عیدگاہ سے چوبرجی کی طرف دائیں ہاتھ آتا ہے۔ آپ پیسہ اخبار نزد انارکلی میں رہتے تھے۔ مقبرہ میں دوسری قبر آپ کی اہلیہ کی ہے۔ وفات ۲۶ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۵۹ء بروز پیر ہوئی۔ آپ کا ایک صاحبزادہ مسجد چنگڑ محلہ پیسہ اخبار میں پیش امام ہے۔ قبرستان میانی میں داروغہ حضرت باوا مالن شاہ قلندر مست کے پاس ایک اور بزرگ محمد شفیع نعت خواں ولد غلام قادر ولد عبدالصمد کاشمیری ہے جن کی ولادت ضلع

امرتسر میں ہوئی۔ تمام عمر نعت خوانی کرتے رہے اور ثنا خوان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہے۔ بندگانِ دین کی محفلوں میں اکثر اوقات حاضری دیا کرتے تھے خاص کر ضلع امرتسر میں بابا بوٹا سائیں جو ان دنوں حیات تھے ان کی محفل میں اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔ زندگی نہایت سادہ بسر کی۔ امرتسر میں لوگ ان کو ان کی سادگی اور شرافت کے لحاظ سے فرشتہ کے نام سے پکارتے تھے۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد لاہور میں اقامت گزین ہوئے اور وفات ۴ اپریل ۱۹۵۳ء میں پائی اور حضرت باوا مالن شاہ کی پائنتی میں دفن ہوئے آپ کے صاحبزادے غلام قادر عارف وسن پورہ میں ہیں جو بزرگوں سے نہایت عقیدت رکھتے ہیں اور قادری سلسلہ میں بیعت ہیں۔ انہوں نے میری تالیف سوانح حیات حضرت سید بہار الدینؒ المعروف بہ حضرت گھوڑے شاہ بخاریؒ اپنے خرچ پر شائع کر کے مفت تقسیم کی۔ عارف صاحب شاعر ہیں اور وثیقہ نویسی کا کام بھی کرتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ سے آپ کی بہت ارادت مندی تھی۔

۵۵۷ - حضرت حافظ پیر عبدالرشیدؒ پانی پتی

ولادت آپ کی ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۸ء پانی پت میں ہوئی۔ والد گرامی کا نام نامی پیر عبدالرحیم تھا۔ قرآن مجید کی تعلیم حافظ رحمت اللہ سے حاصل کی۔ پھر پانی پت کے مشہور عالم مولانا احسن رضا سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ پیر تفضل حسین سجادہ نشین درگاہ حضرت بو علی قلندرؒ کی وفات کے بعد آپ اس درگاہ کے سجادہ نشین ہوئے۔

اکتوبر ۱۹۴۵ء میں پیر صاحب مانکی شریف محمد امین الحسنات کی دعوت پر پشاور میں صوبہ سرحد پنجاب کے مشائخ کا ایک اجتماع ہوا تھا جس میں درگاہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے سجادہ نشین دیوان آل رسول اجمیریؒ۔ خواجہ حسن نظامیؒ امیرِ ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوریؒ۔ پیر فضل شاہؒ جلال پوری اور آپ نے شرکت کی تھی۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد آپ نے منتقلاً لاہور میں اقامت گزینی اختیار کی اور ماڈل ٹاؤن قیام کیا

آپ شاعر بھی تھے۔ اردو۔ فارسی۔ ہندی اور پوربی میں شعر کہتے تھے۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۲ء تک لاہور میں رہائش رہی اور یہیں آپ کی اولاد موجود ہے۔ وفات ۲۴ اپریل ۱۹۶۲ء کو ہوئی۔ حج حرمین الشریفین کے لئے لاہور سے کراچی پہنچے۔ سمندری جہاز میں سوار ہونے سے قبل آپ نے وفات پائی۔

۵۵۸۔ حضرت سیّد شاہ محمّد صابریؒ

آپ کی پیدائش ۱۸۸۸ء میں بمقام ترن تارن ضلع امرتسر میں ہوئی۔ مقبرہ حاجی مولابخش چشتی صابری جو بہاولپور روڈ پہ واقع ہے کے پاس نشیب میں آپ کا مزار ہے اس پر یہ تحریر ہے۔ "دربار عالیہ منبع فیوض و برکات حضرت مخدوم طاہر ذات مظہر کل غیاث کائنات حضرت مخدوم پاک کلی "م" شمس العارفین زبدۃ السالکین شہنشاہ عاشقین خلیفہ اکبر اکبائر علوالعزم والمرتبہ شہنشاہِ ولایت کلی حمان ذات حمان صفات۔ م۔ ش۔ ع۔ ع ح۔ ذ۔ ص۔ جمیع سلاسل صابریہ و نظامیہ و قادریہ و چشتیہ سیّد شاہ محمّد صاحب میر میرالاولیا۔

وفات ۵ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۶۹ء بروز چہارشنبہ ہوئی۔

اللہ بس است عاشقاں را
باقی ہوس است طالباں را

آپ کے مزار کے ساتھ ہی بہاولپور روڈ پہ قبرستان کی دیوار کے ساتھ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت صوفی حاجی حبیب الرحمٰن برق چشتی صابری نظامی قادری المتوفی ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۶۸ء سنگِ مرمر کے ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ مرقد کا تعویذ بھی سنگِ مرمر کا ہے۔

۵۵۹۔ حضرت صوفی مقبول احمدؒ ولی

آپ کی ولادت بستی پٹھاناں جو سرہند شریف سے دو میل کے فاصلے پر ہے ہوئی۔ بچپن سے ہی آپ کی طبیعت عبادت و ریاضت کی طرف مائل تھی۔ حضرت مجددالفِ ثانی

اور حضرت اسماعیلؒ بندگی کے مزارات پر چلّے کاٹے۔ آپ کے پیر و مرشد بابا رؤف شاہ تھے
آپ بائیس سال تک میسن روڈ گردھاری لال کی کوٹھی میں مقیم رہے۔ رہائش کے لئے
ایک کوٹھڑی تھی جس میں ہر وقت پڑے رہتے تھے۔ ساتھ ہی ایک قرآن مجید بھی رکھتے تھے
جو حاجتمند آتا اس سے کھڑکی سے بات کرتے۔ مستورات کثرت سے جاتی تھیں۔ آپ کا
مقبرہ چوبرجی سے بہاولپور روڈ پہ جاتے ہوئے بائیں سمت ایک گلی سے ہو کر قبرستان
میانی میں آتا ہے۔ مقبرہ نہایت رفیع الشان ایک اونچے چبوترے پر تعمیر کیا گیا ہے۔ مرقد منوّر
پر سنگِ مرمر کی لوح نصب ہے جس پہ تحریر ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ایاک نعبد وایاک نستعین
اعلیحضرت صوفی مقبول احمد ولی المعروف میسن روڈ والے صوفی جی بستی پٹھاناں۔ ریاست پٹیالہ
آپ کا وصال ۸ شوال المکرم ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۶۹ء میں بعمر ۶۰ سال ہوا اور
قبرستان میانی میں مقبرہ بنا۔ نہایت عالیشان عمارت تعمیر کی گئی ہے جس پر سبز گنبد اور کلس ہے
فرش تمام و کمال سنگِ مرمر کی ٹائیلوں سے مزین کیا گیا ہے اور آپ کی قبر ایک سنگِ مرمر
کے بلند چبوترے پہ واقع ہے۔ بجلی کا انتظام ہے۔ تعویذ قبر بھی سنگِ مرمر کا ہے۔ چھت اور
دیواروں کو نفیس ترین اور دیدہ زیب رنگ برنگ کے شیشوں سے مزین کیا گیا ہے
قبرستان میانی میں خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ
شیش محل ہے۔ مقبرہ کے ساتھ صوفی مسجد۔ ڈسپنسری سکول اطفال وغیرہ دستکاری موصوف بہ
بھنڈارہ ہاؤس جس کا سنگِ بنیاد بدست مسز ٹی پی بھنڈارہ ۸ نومبر ۱۹۷۲ء میں رکھا گیا قائم
ہیں۔

۵۶۰۔ حضرت صوفی جان محمدؒ چشتی

نام جان محمد اور والد مکرم کا اسم گرامی محمد بخش تھا۔ ولادت ۲۲ فروری ۱۹۰۹ء محلہ
سیٹھ تیلو مل شہر فیروز پور میں ہوئی۔ تعلیم بی اے تک تھی۔ کچھ عرصہ آرڈی ننس ڈپو قلعہ
فیروز پور میں ملازمت بھی کی۔ ۱۹۲۸ء میں حضرت مولانا محمد یار فریدیؒ سے بیعت کی
اور ۱۹۳۲ء میں خلافت حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور تشریف لے آئے اور
مصطفیٰ آباد (دھرم پورہ) میں اقامت گزینی اختیار کی۔

تصانیف میں سرالاسرار شرح لوائے جامی فارسی میں زیرِ طباعت ہے۔ خلفاء میں چھوٹی سرور محمد چک نمبر ۲۴ ضلع سرگودھا اور صوفی شوکت علی منڈی بہاء الدین ہیں۔ وفات ۲۴ فروری ۱۹۷۲ء مطابق ۸ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ بعمر ۹۳ سال پاک پتن شریف میں ہوئی اور نعش کو لاہور لایا گیا اور بنجر تراں میں دفن کیا گیا۔ مقبرہ زیرِ تعمیر ہے۔

۵۶۱۔ حضرت حاجی کریم بخش قادریؒ

آپ کی ولادت تقریباً ۱۸۸۱ء میں موضع مجیٹھہ ضلع امرتسر میں ہوئی ابھی بچے ہی تھے کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور چند ہی سال بعد لاہور تشریف لے آئے اور پھر مروجہ علوم کی تکمیل کی۔ اوائل سے ہی آپ زہد و اتقا کی طرف مائل تھے۔ بیعت آپ کی قادری سلسلہ سے تھی۔ بچپن ہی سے طبیعت میں بے حد سادگی اور درویشوں کی صحبت میں بیٹھنا ان کا معمول تھا۔ قیام لاہور میں آپ نے محنت مزدوری کر کے اپنی والدہ ماجدہ کو دو دفعہ حج کرایا پھر انہوں نے ان کو تیسری دفعہ حج پر بھیجنے کا ارادہ کیا تھا کہ اچانک آپ کی وفات ہو گئی اور ان کے بچوں نے وہ تمام روپیہ مسجد دیہہ کی تعمیر میں خرچ کر دیا۔

حج بیت اللہ شریف آپ نے ۱۹۲۹ء میں کیا اور تمام زیارات و مقامات مقدسہ کی زیارت کی اور آخری عمر تک صحت برقرار رہی نیز آنکھوں کی بینائی بھی قابل رشک تھی تہجد گزار اور شب بیداری بچپن سے ہی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی جو زندگی کے آخری لمحات تک قائم رہی پھر اوائل عمر سے ہی آپ کو بزرگانِ دین کے مقابر پر جانے اور درویشوں سے محبت پیار کرنے کی عادت تھی جب لاہور تشریف لائے تو دربار حضرت داتا گنج بخشؒ۔ خانقاہ حضرت میاں میر قادریؒ اور دیگر اولیائے عظام و صوفیائے کرام لاہور کے مزارات پر حاضری کو فخر خیال کرتے تھے۔ غریبوں۔ یتیموں اور بیواؤں کی خفیہ امداد کیا کرتے تھے۔ بعمر ۱۰۰ سال وفات ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں بمقام داروغہ والا جو من مضافات لاہور ہے ہوئی اور مزار احاطہ خانقاہ گاندھی شاہ داروغہ والا میں اپنے پیرومرشد حضرت کالے شاہ قادریؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کے فرزند حاجی محمد اسحاق قادری بھی

اسی قصبہ میں رہائش پذیر ہیں۔ دو عمرے۔ دو حج کئے۔ بیعت قادری سلسلہ میں حضرت مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی قادری بصیرپوری سے ہے۔ ایک میناری مسجد کی تعمیر میں آپ پیش پیش ہیں جس پر ہزارہا روپیہ خرچ ہو چکا ہے اس ضمن میں میرا مقالہ "لاہور کی ایک میناری مساجد" کا مطالعہ کریں؟

۵۶۲ - ٹبہ حضرت بابا فرید قدس سرہٗ

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود

سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

حضرت بابا فریدؒ نے چلہ کشی کے لئے اس ٹبہ کو منتخب فرمایا اور یہاں مقیم ہو گئے یہاں سے روزانہ داتا دربار میں حاضری دیتے اور شب اس ٹیلے پر بسر کرتے جہاں حضرت بابا صاحب معتکف ہوئے تھے وہاں ایک حجرہ موجود ہے جس کو "فرید آستانہ" کہا جاتا ہے۔ کچھ لوگ فریدانہ یا چلیدانہ بھی کہتے ہیں۔ کسی زمانہ میں یہاں ایک بہت بڑا قبرستان تھا جو اب ختم ہو چکا ہے۔ مکان نہایت متبرک در نورانی مشہور ہے۔ انگریزوں کے عہد میں اس ٹیلہ کو ایک طرف سے گرا دیا گیا تھا مگر اس کے باوجود اب بھی اس کی بلندی کافی ہے اوپر قبور اور درخت ہائے بے شمار ہیں نیچے ایک مسجد بھی ہے جس کے ساتھ سے اوپر جانے کا راستہ ہے چند قدیم درخت آپ کے زمانہ حیات کے اب بھی موجود ہیں۔ حضرت دیوان صاحب سجادہ نشین پاک پٹن شریف لاہور آکر اسی ٹیلہ پر قیام فرمایا کرتے ہیں۔ مسجد سے جانب مشرق ایک چار دیواری میں ایک مزار ہے جس کے باہر کتبہ لکھا ہوا ہے۔ "حضرت حاجی عثمان خواجہ قطب فرید۔ یہ مزار مبارک حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کے غلاموں میں سے ایک کا ہے" چلہ مبارک کے جانب شمال ایک نہایت کشادہ اور ہوادار بارہ دری تعمیر کی گئی ہے۔ سلطان الہند معین الملت والدین حضرت سید معین الدین چشتی اجمیریؒ کے بعد چشتی سلسلہ کے جس واجب الاحترام ہستی نے مدینۃ الاولیاء لاہور کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا وہ حضرت خواجہ فریدالدینؒ گنج شکر مسعود خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلویؒ ہیں جنہوں نے اپنے دادا مرشد کی اقتدا میں

لاہور میں حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخشؒ لاہوری صاحب کشف المحجوب کے روضہ منورہ پہ اعتکاف کیا۔ حضرت خواجہ معین الدینؒ چشتی کا حجرۂ اعتکاف روضہ عالیہ داتا گنج بخشؒ کے جانب جنوب چند قدم کے فاصلے پہ ہے مگر حضرت فریدالدینؒ گنج شکر نے اس مقام کو اپنا مرکز اعتکاف و چلہ بنایا جو آج تک یادگار زمانہ ہے۔ آپ امیرالمومنین خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد سے تھے۔ بچپن میں ہی علوم ظاہری باطنی کی تکمیل کر لی تھی پھر سیر و سیاحت کے لئے نکلے اور تمام دنیائے اسلام کی سیر و سیاحت کرتے اور بزرگان وقت سے فیوض و برکات حاصل کرتے وارد لاہور ہوئے۔ حضرت بابا صاحب نے ابتدائی تعلیم مسجد منہاج الدینؒ ملتان سے حاصل کی اور ان کی فقہ کی کتاب "نافع" پڑھی اس زمانہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ملتان تشریف لائے تو ان سے بیعت کر لی پھر مزید تعلیم کے لئے سیوستان، چشت۔ بغداد۔ دمشق۔ غزنی۔ نیشاپور۔ بدخشاں۔ شام۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ قندھار اور دوسرے بلاد میں تشریف لے گئے۔ بغداد میں حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدینؒ سہروردی سے فیوض و برکات حاصل کئے نیز یہاں کئی ایک بزرگان سے ملے۔ سیاحت غزنی میں امام مداحی کی خدمت میں حاضر رہے۔ سیوستان میں شیخ اوحدالدینؒ کرمانی سے کسب فیض کیا۔ ملتان میں شیخ الاسلام حضرت بہاءالدین زکریاؒ ملتانی سے ملاقات کی۔ پھر دہلی اپنے پیر و مرشد کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مجاہدات و ریاضات میں مصروف عمل ہوئے چنانچہ آپ کو خلافت عطا ہوئی پھر ہانسی چلے آئے۔ یہاں سے پاکپتن تشریف لے آئے اور مستقلاً قیام فرما ہوئے۔ ولادت آپ کی ۱۱۸۰ء ہے اور وصال ۱۲۶۶ء۔

آپ کے خلفاء میں حضرت شیخ نظام الدینؒ محبوب الٰہی۔ حضرت علاؤالدینؒ حضرت علی احمدؒ صابر کلیری حضرت شیخ شمسؒ الدین ترک پانی پتی۔ حضرت شیخ جمال الدینؒ ہانسوی شیخ نجیب الدینؒ متوکل۔ شیخ بدرالدین اسحاق۔ شیخ۔ بدرالدینؒ سلیمان۔ بہت معروف ہیں۔ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاء نے "راحت القلوب" کے نام سے جمع فرمایا تھا۔ آپ سے کئی ایک نظمیں بھی منسوب ہیں جن میں آپ کا عارفانہ کلام موجود ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے میری تالیفات "لاہور کے اولیائے

چشت" اور" لاہور کے اولیائے سہروردی" ملاحظہ فرمادیں

موجودہ صورت میں یہ جگہ ضلع کچہری لاہور اور سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے دفاتر کے درمیان واقع ہے۔ لاہور میں میرے ایک محترم دوست ڈاکٹر ممتاز حسین جعفری ہیں ان کے والد مکرم سید مرید حسین تھے جن کی وفات موضع دھرنال ضلع کیمبل پور میں ۱۹۵۸ء میں ہوئی اِس وقت ڈاکٹر صاحب کی رہائش گلبرگ میں ہے۔ آپ بندگان دین سے انتہائی عقیدت رکھتے ہیں۔ مزار مقدس حضرت داتا گنج بخش، حضرت میاں میرؒ اور مزارات حضرات بی بی پاکدامناں کے علاوہ دوسرے مزارات منورہ پر حاضری ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ نہایت علم دوست خلیق، متواضع اور کریم النفس بزرگ ہیں۔ اس قبہ پر آپ کا آنا بھی ہے کیونکہ یہ لاہور کی قدیم ترین آثار میں شامل ہے اور پھر حضرت شیخ الاسلام فریدالدینؒ گنج شکر پاک پٹن شریف سے تو ہر کہ و ماہ کی عقیدت و ارادت اظہر من الشمس ہے۔

۵۶۳ - حضرت سید علاء الدین بخاریؒ

آپ کا مزار مقدس چلہ گاہ حضرت شاہ بدرؒ دیوان گیلانی کے اوپر ایک بلند چبوترہ پر واقع ہے۔ اوپر نہایت اعلیٰ سبز گنبد بنا ہوا ہے جو کہ ۱۹۳۹ء میں مجلس تحفظ شاہ بدر دیوان کے زیر اہتمام تعمیر ہوا تھا۔ آپ حضرت شاہ بدرؒ دیوان کے پیر و مرشد بتائے جاتے ہیں مگر قدیم تواریخ میں اس کا ذکر نہیں ملتا نیچے احاطہ خانقاہ میں جانب شرق ایک خاتون کا مقبرہ ہے اور جنوب مغرب میں نور محمد شہید کی قبر ہے جو ۱۹۳۱ء میں انارکلی بازار میں ہندوؤں کے ایک جلوس میں شہید ہوا تھا۔ خانقاہ میں چند ایک درخت بھی ہیں نیز حجرے بھی۔ احاطہ خانقاہ سے باہر جانب مغرب مسجد، قدیم کنواں اور حجرے ہیں۔ بڑ کا قدیم درخت جانب شمال ہے۔ جانب مشرق مغرب اور شمال قبرستان ہے جو نہایت وسیع و عریض ہے۔ یہ قبرستان حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف بہ حضرت ایشاں نقشبندیؒ کے مقبرہ اور مزارات نواب عبدالصمد خاں اور نواب زکریا خاں سے گھوڑے شاہ روڈ تک واقع ہے۔ بمطابق مؤلف تحقیقات چشتی یہاں قبر شاہزادہ

کریم خاندان ایوب شاہی کی بھی ہے جو ۱۸۶۰ء کے قریب فوت ہُوا تھا۔ مصنف مذکور نے اپنی کتاب میں اس بزرگ کا نام تحریر نہیں کیا ہے اور نہ ہی رائے بہادر کنہیا لال مصنف تاریخ لاہور اور شمس العلماء سید محمد لطیف نے ہسٹری آف لاہور میں حضرت سید علاء الدین بخاری کا نام تحریر کیا ہے۔ مولوی نور احمد چشتی لکھتا ہے "جنوب رویہ چوکھٹ چوبی دار جس کے اندر میانہ میں ایک ہشت پہلو تھڑا چونہ گچ سفید۔ اس پر تعویذ قبر سفید چونہ گچ" مقبرہ کے جانب شمال ایک خورد مینار بطورِ چراغ دان کانسی کار۔ برنگ بسنتی منقش نہایت خوشنما موجود ہے۔

حضرت شاہ بدر دیوانؒ حضور غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے تھے۔ بعہد اکبر بادشاہ لاہور تشریف لائے اور یہاں قیام فرما ہوئے پھر یہاں معتکف ہوئے اور کچھ عرصہ قیام کیا۔ آپ کے لاہور سے چلے جانے کے بعد آپ کے حجرۂ چلہ نشینی کو محفوظ کر لیا گیا۔ لاہور سے آپ مسانیاں ضلع گورداسپور چلے گئے جہاں آپ نے وصال فرمایا وہاں نہایت عالیشان خانقاہ تعمیر ہے۔ قیام پاکستان سے قبل میں اپنے والدِ محترم حضرت میاں شہاب الدین قادری کے ہمراہ بے شمار دفعہ وہاں حاضر ہوا تھا۔

وصال شریف حضرت شاہ بدر دیوانؒ گیلانی کا ۱۰۱۸ھ مطابق ۱۶۰۹ء میں ہوا جو کہ نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کا عہد حکومت تھا۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ اس خانقاہ کے ساتھ بارہ بھیگھہ اراضی سرکار کی طرف سے معاف ہے اور اس پر درزیوں کا قبضہ ہے۔

۵۶۴ - حضرت سید میر محمودؒ شاہ

آپ عہد اکبر میں دربس میاں وڈا کے نزدیک ایک محلہ تیلیاں یا تیلی پورہ میں رہتے تھے اور اس ابادی کے رئیس تھے جب حضرت میاں وڈا سہروردی لاہور تشریف لائے تو آپ نے بذریعہ کشف معلوم کر لیا کہ ایک قطب وقت اس محلہ میں تشریف لائے ہیں چنانچہ آپ حضرت میاںؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مرقدِ منور پر چلہ کشی کریں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور چالیس روز درگاہ منورہ حضرت داتا گنج بخشؒ پر معتکف رہ کر پھر واپس یہاں ہی تشریف لے آئے اور مستقلاً

قیام فرمایا۔ خانقاہ درس میاں وڈا آپ کی ہی یادگار ہے جو اب محکمہ اوقاف کی زیر تولیت ہے۔ مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ مقبرہ حضرت سید میر محمود شاہ کے جانب غرب ایک عالیشان باغ تھا جو بعہد سہ حاکمان لاہور گوجر سنگھ لہنا سنگھ اور سوبھا سنگھ سکھ گردی میں ویران ہوگیا تھا۔ لکھا ہے کہ یہ باغ آپ نے ہی احداث کرایا تھا جہاں بعد از وصال آپ ایک اونچے ٹیلے پر دفن ہوئے۔

وفات آپ کی ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء عہد شہاب الدین شاہجہان میں ہوئی اور پشر اسی آبادی میں آپ کا نہایت عالیشان مقبرہ تعمیر ہوا جو اب تک اپنی شان سے قائم ہے اس زمانہ میں لاہور کا صوبیدار معتمد خاں تھا۔ لکھا ہے کہ آپ کا مقبرہ شاہجہان کے حکم سے تعمیر ہوا تھا۔ اس مقبرہ میں دو قبریں ہیں۔ ایک حضرت سید میر محمود صاحب کی اور دوسری آپ کی اہلیہ کی۔ صورت مقبرہ کی اس طرح ہے کہ چاروں اطراف چار دروازے اور باہر مقبرہ کے خشتی چبوترہ۔ سکھوں کے عہد جبر و استبداد میں اس مقبرہ کی حالت نہایت خستہ ہوگئی تھی اب اس کی مرمت کروا دی گئی ہے اور ساتھ ہی مسجد بھی تعمیر کردی گئی ہے۔ یہ مرمت ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔ مزار پر تحریر ہے "حضرت سید محمود شاہ المعروف بابا صاحب گنبد والے" مزار کے ارد گرد مضبوط لوہے کی جالی کا کٹہرا بھی لگا دیا گیا ہے۔ صدر دروازہ از سر نو بنایا گیا ہے۔ محکمہ اوقاف نے اس کی حفاظت کے لئے ایک کمیٹی بھی تشکیل دے دی ہے۔ مزید حالات کے لئے میری تالیف سوانح حیات حضرت سید میر محمود شاہ صاحب (آئینہ تاریخ ا) ملاحظہ فرماویں۔

۵۶۵ حضرت بابا عبدالرحمن شاہ

آپ کا مزار ایک چوکنڈی میں اس گلی میں واقع ہے جو چوک قلعہ گوجر سنگھ سے نکلسن روڈ کو نکلتی ہے۔ آپ کے مزار کے اوپر بڑ کا ایک نہایت قدیم درخت موجود ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ آپ آج سے تقریباً ڈیڑھ دو سو برس قبل کے بزرگ ہیں۔ آپ کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ آپ کا مزار دو گلیوں کے مقام اتصال پر ہے۔

۵۶۶ - حضرت سائیں امامؒ

حضرت شیخ شہیداں سٹریٹ نمبر ۵۰ سے سائیں امامؒ سٹریٹ نمبر ۱۷ میں جائیں تو گلی کے درمیان میں آپ کا مزار ایک اونچے چبوترے پر ایک احاطہ میں واقع ہے۔ احاطہ میں کئی ایک درخت ہیں۔ کنواں بھی ہے۔ قبر پر تحریر ہے۔ حضرت سائیں امام قادری قلندر محراب مسجد مادھو سے بالمقابل گلی میں ہے۔ آپ کامل درویش بتائے جاتے ہیں۔

۵۶۷ - حضرت بابا یعقوبؒ شاہ

آپ کا مقبرہ ایک نہایت اونچے چبوترے (پختہ) پر ایک گلی میں واقع ہے جو انگوری باغ اور شالیمار سینما کے درمیان واقع ہے۔ آج سے چند سال قبل یہاں باغ غلام مصطفےٰ تھا جو اب نیست و نابود کر دیا گیا ہے۔ اور اس کی جگہ نئی آبادی جنم لے رہی ہے۔ مقبرہ تک شالامار لنک روڈ سے راستہ جاتا ہے۔ خانقاہ کا فرش سطح زمین سے پانچ چھ فٹ بلندی پر ہے ساتھ ہی قبرستان ہے۔ حجرے بھی ہیں۔ مزید حالات نہیں مل سکے۔

۵۶۸ - حضرت بابا چراغ شاہ چبوترے والا

آپ کا مزار باغبان پورہ سے باہر کھیتوں میں دربار عالیہ حضرت مادھو لال حسینؒ کے بالمقابل واقع ہے۔ مقبرہ نہایت عظیم الشان ہے جس پر گنبد قائم ہے جس کے ارد گرد چاروں اطراف میں چار برجیاں بھی ہیں۔ جانب مغرب مسجد ہے۔ مسجد اور مقبرہ کے درمیان سبزہ زار ہے نیز حجرہ جات بھی ہیں۔ مقبرہ سے جانب جنوب قبریں اور کنواں ہے۔ مقبرہ کی چار دیواری کا صدر دروازہ جانب مشرق ہے۔ مقبرہ کے ارد گرد چاروں اطراف میں غلام گردش ہے اور مقبرہ میں دو قبور ہیں۔ ایک حضرت بابا چراغ شاہ چبوترے والا کی اور دوسری میاں محمد دین کراؤن لبس سروس والے کی۔ مقبرہ سنگِ مرمر کی جالیوں سے مزین ہے۔ دونوں قبریں سنگِ مرمر کے ایک چبوترے پر ہیں اور سنگِ مرمر کی ہیں۔ فرش اور مقبرہ اور

اس کی دیواریں بھی سنگِ مرمر سے زینت دی گئی ہیں۔ چاروں اطراف میں عربی اور اُردو کے کتبات بھی تحریر ہیں نیز سنگِ مرمر کی بیلیں بھی بنائی گئی ہیں۔ چاردیواری کافی بلند ہے۔

۵۶۹ - حضرت سید گوہر علی شاہؒ

آپ کا نام کتبہ پر اس طرح تحریر ہے۔ "سید گوہر علی شاہ سیلانی صدر گروہ متوطن تنگی سیداں کابل" عمر ۸۰ سال پائی۔ مرشد محبوب شاہ جلالی کانی بھورا بہادر شیر تھے تاریخ وفات ۲۹ جمادی الاوّل ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۹۳۵ء ہے۔ آپ کا مقبرہ صدر دروازہ درگاہ حضرت میاں میرؒ قادری جانب جنوب واقع ہے اور دروازہ سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔

۵۷۰ - حضرت حافظ غلام محی الدینؒ قصوری

آپ قصور کے رہنے والے تھے اور حضرت میاں محمد شاہ چشتی ہوشیارپوریؒ مدفون بستی نو متصل ہوشیارپور کے مرید تھے۔ حضرت میاں علی محمد خاں سجادہ نشین بستی نو کی لاہور والی قیام گاہ متصل دربار حضرت داتا گنج بخشؒ قدس سرہٗ میں رہتے تھے بڑی نفیس عادات و خصائل کے مالک تھے۔ لاہور کے مشہور عالم خطاط منشی عبدالمجیدؒ پروین رقم مرحوم ان کے مرید تھے۔ علامہ اقبالؒ کی ایک نمازِ جنازہ حافظ صاحب مرحوم نے پڑھائی تھی۔ آپ نے تمام زندگی لاہور ہی میں گزاری۔ آپ حضرت گنج شکر قدس سرہٗ کے عرس میں حاضری کے لئے پاک پٹن شریف براہِ قصور روانہ ہوئے۔ قصور میں پہنچتے ہی بیمار ہو گئے اور ۸ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۴۷ء وفات پا کر قصور کے قبرستان کلاں میں حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوریؒ کے سرہانے کی طرف دو سو قدم ہٹ کر دفن ہوئے حافظ صاحب نے تجرد کی زندگی گزاری۔ آپ کے چھوٹے بھائی شیخ خادم محی الدین قصوری مقیم لاہور صاحب اولاد ہیں۔

حافظ صاحب کی تاریخ وفات حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے یہ کہی۔ ع

آہ مہر سما شدہ مستور
۱۳۶۷ھ

۵۷۱ - حضرت سائیں مُراد علی شاہؒ

آپ حضرت پیر انورؒ علی شاہ چشتی سکنہ مونہ کلاں ضلع ہوشیار پور کے خلیفہ تھے قیام پاکستان کے بعد لاہور تشریف لے آئے تھے اور یہاں ۶ نومبر ۱۹۴۷ئہ کو وفات پاکر قبرستان عوام الناس حضرت میاں میرؒ قادری میں چبوترہ عالیہ حضرت شیخ شاہ دیوان کے پاس مدفون ہوئے۔ کامل بزرگ بتائے جاتے ہیں۔

۵۷۲ - حضرت صُوفی دین محمدؒ

آپ کی رہائش اندرون دہلی دروازہ تھی جہاں آپ کا ذاتی مکان تھا۔ ساری عمر مجرّد رہے۔ بیعت کسی کو نہیں کرتے تھے۔ بچوں سے نہایت شفقت سے پیش آتے تھے جو نذرانہ آتا تقسیم فرما دیتے۔ اکثر داتا دربار حاضری دیتے رہتے تھے۔ جمال دین پہلوان المتوفی ۱۹۷۵ئہ آپ کا بے حد معتقد تھا۔ سابق گورنر جنرل غلام محمد سے آپ کی بے تکلفی تھی۔ آپ کا وصال بروز اتوار ۳، جون ۱۹۶۰ئہ بمطابق ۹، محرم الحرام ۱۳۸۰ھ لاہور میں ہُوا اور اندرون دہلی دروازہ آپ کا مقبرہ واقع ہے۔ مقبرہ بابو محمد گلزار ایس ڈی او پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کی زیر نگرانی تعمیر ہوا جو آپ کا از حد ارادت مند تھا۔

۵۷۳ - حضرت سید عترت علی شاہ گیلانیؒ

آپ کا مقبرہ چلّہ گاہ حضرت شاہ بدرؒ دیوان گیلانی بیگم پورہ سے جانب جنوب واقع ہے مقبرہ نہایت عالیشان بنایا گیا ہے اوپر سبز رنگ کا گنبد دُور سے ہی نظر آتا ہے۔ یہ ایک وسیع و عریض قبرستان میں واقع ہے جہاں کھجور کے بے شمار درخت قبرستان میں جانب مغرب، شمال اور جنوب ہیں۔ مقبرہ سے باہر ویرانڈہ میں بھی دو قبور ہیں۔ والد ماجد کا نام سیّد تراب علی شاہ مسانوی تھا جو اولاد حضرت سیّد بدرؒ دیوان سے تھے۔

تاریخ وفات ۷ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۶۲ء ہے۔ سید راحت علی شاہ آپ کے صاحبزادے نے یہ مقبرہ تعمیر کرایا ہے۔

۵۷۴ - حضرت نام کی رتی

یہ مزار دریائے راوی کے کنارے لاہور کی طرف بارہ دری میرزا کامران کے بالمقابل واقع ہے۔ ملک سراج الدین صراف کشمیری بازار والا آپ کا بے حد معتقد تھا اور وہی آپ کا عرس کراتا تھا۔ وفات ۱۹۶۵ء کے نزدیک ہوئی۔

۵۷۵ - حضرت بابا حسن دینؒ

آپ کا مزار شیخ شہیاں روڈ پر بالمقابل دربار حضرت مادھو لال حسینؒ باہر کھیتوں میں ایک وسیع و عریض احاطہ میں واقع ہے۔ یہ احاطہ بالکل شہر سے باہر ہے۔ صدر دروازہ جانب مشرق ہے دو کمرے اور کنواں بھی ہے۔ مقبرہ ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ مقبرہ نہایت عالیشان ہے۔ مقبرہ سے جانب مغرب سبزہ زار ہے۔ ایک کنال دو مرلہ احاطہ ہے۔ آپ قادری قلندر تھے۔ آپ کا پیر و مرشد افریقہ میں تھا۔ جب آپ وہاں سے واپس ہندوستان آئے تو گجرات میں چھ سال قیام فرمایا وہاں سے بابائے ربانی لاہور تشریف لائے اور یہاں چالیس سال تک قیام فرما کر ستمبر ۱۹۴۲ء میں وصال فرما گئے۔ نہایت خوش خلق بزرگ تھے۔ یہ مقبرہ ٹیپو سلطان سٹریٹ نمبر ۱۳۴ کے آخر میں واقع ہے ایک میناری جامع مسجد محمد فیضی سٹریٹ نمبر ۱۴۰ اس مقبرہ کے جانب شرق واقع ہے۔

۵۷۶ - حضرت مولٰنا غلام الدینؒ اشرفی قادری

ولادت موضع چکوڑہ ضلع گجرات میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گنجاہ ہائی سکول میں پائی اور پھر لاہور تشریف لے آئے اور دار العلوم حزب الاحناف میں داخلہ لیا اور ۱۹۳۹ء میں سند فضیلت حاصل کی۔ آپ ابو النور مولوی محمد بشیر کوٹلی لوہاراں اور حافظ مظہر الدین کے

ہم درس تھے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر ابتداءً مسجد لال کھوہ اندرون موچی دروازہ میں خطیب مقرر ہوئے پھر گڑھی شاہو میں ریلوے کے اونچے پل کے نیچے انجن شیڈ کے پاس ریلوے ملازمین کو نماز جمعہ پڑھانا شروع کیا چونکہ ان کی آواز میں رس تھا پنجابی اشعار ان کو اکثر ازبر تھے جو وعظ میں رنگینی پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے تھوڑے ہی عرصہ میں ریلوے کے ہزار ہا مسلم ملازمین آپ کے جمعہ میں شامل ہونے لگے۔ وعظ میں اکثر حضرت میاں محمد بخش مصنف سیف الملوک کے عارفانہ اشعار پڑھتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد بکثرت لوگ یہاں آنے لگے اور وہ مسجد جو کچی جگی کے موافق تھی۔ ایک نہایت عالیشان مسجد تعمیر ہو گئی۔ مسجد کے صدر دروازے پر یہ کتبہ تحریر ہے۔" جامعہ مسجد حنفیہ صدیقیہ انجن شیڈ لاہور۔ بانی تعمیر الحاج الیس محمد دین اینڈ سنز مالک نیشنل فین شاہدرہ لاہور۔ مؤسس و متولی خطیب پاکستان حضرت مولانا غلام الدین صاحب اشرفی قادری۔ ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ۔

وفات ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء بروز پیر بوقت نماز ظہر ہوئی اور مسجد کے جانب جنوب مشرق کونے میں مدفون ہوئے۔ آپ کے مزار پہ ایک بہترین مقبرہ تعمیر ہو چکا ہے۔ سنگ مرمر کا فرش۔ چبوترہ اور تعویذ قبر بن چکا ہے۔

۵۷۷۔ حضرت احمد بھیا حضور

آپ کا سلسلہ قادریہ چشتیہ بتایا جاتا ہے بیعت آپ کی حضرت بڑے بھیا حضورؒ جن کا قیام ڈھاکہ میں تھا سے تھی قیام پاکستان کے بعد لاہور تشریف لے آئے اور داتا دربار مارکیٹ میں قیام فرمایا۔ آپ مجرد تھے۔ وفات ۱۴ رجب المرجب ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۷۲ء میں یہاں ہی پائی اور یہیں دفن ہوئے۔ سینکڑوں سال کے بعد داتا دربار کے علاقہ میں یہ مزار بنا ہے لنگر کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ ہر جمعرات کو محفل سماع منعقد ہوتی ہے۔ سالانہ عرس ۱۴ رجب المرجب کو ہوتا ہے۔

حضرت احمد بھیا حضورؒ اور حضرت سید معصوم علی شاہ کے مقابر کے درمیان نشیب میں آپ کا مزار ہے جو کہ نہایت قدیم بتایا جاتا ہے۔ ان کے درمیان ہی ایک اور بزرگ کا مزار ہے

۵۷۸ ۔ حضرت بابا فیض علی شاہؒ

یہ مزار مال روڈ پر واقع پنجاب کلب میں ایک کمرہ کے اندر ایک کونہ میں واقع ہے اس کے نزدیک دھوبی گھاٹ بھی ہے۔ اب اس جگہ پر گورنمنٹ سٹاف کالج ہے۔ ہٹ کے ایک طرف بڑ کے کئی ایک قدیم درخت موجود ہے۔ سالانہ عرس بھی ہوتا ہے۔ آپ نہایت متورع اور پرہیزگار بزرگ بتائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ ہاؤس میں بھی دو مقابر ہیں جو کہ قدیم بزرگانِ لاہور سے تعلق رکھتے تھے۔

۵۷۹ ۔ حضرت سائیں غالب علی شاہؒ

آپ کا مزار ایک اُونچے چبوترے پر دفاتر لاہور ٹیلیویژن اور لاہور پریس کلب کے درمیان ایبٹ روڈ پر ایک چوکھنڈی میں واقع ہے معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کس زمانہ کے بزرگ ہیں۔ مزار پر حضرت غالب علی شاہ کا نام تحریر ہے۔ مزار کے نزدیک کئی ایک بڑ کے قدیم درخت موجود ہیں جس سے اس مزار کی قدامت معلوم ہوتی ہے۔ سالانہ عرس ہوتا ہے اور قوالی کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔

۵۸۰ ۔ حضرت بابا پنجرے شاہؒ

لاہور چیفس کالج کے اندر ڈیری فارم کے پاس ایک بہترین اُونچے چبوترے پر دو مزارات ہیں کچھ لوگ تو ان کو بچوں کے مزارات بتاتے ہیں مگر کچھ معمر حضرات اس مزار کو حضرت سائیں پنجرے شاہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک نہایت قدیم بڑ کے درخت تلے ایک اور قدیم مزار ہے جس کو مزار سائیں بوڑ شاہؒ کہا جاتا ہے۔ بڑ کا یہ قدیم درخت نہایت پھیلاؤ میں ہے میرے خیال میں لاہور میں بڑے پھیلاؤ اور گھیراؤ والا اور کوئی درخت اس کے مقابلے کا نہیں ہے۔

ان مزارات کے علاوہ چیفس کالج میں جو ہٹ کے پاس ایک اور مزار ہے۔

سُنا ہے کہ اس کالج کی حدود میں چار بھائیوں کی قبور ہیں مگر نہ تو ان کا زمانہ تعیّن ہو سکا ہے اور نہ ہی ان کے مزارات و حالات معلوم ہو سکے ہیں بہر حال یہ قدیم مزارات ہیں۔ اس کے علاوہ چار دیواری چیفس کالج سے باہر زنان پارک۔ سندر داس روڈ پر بھی ایک قدیم مزار ہے جو میں نے چالیس قبل شکستہ حالت میں دیکھا تھا مگر اب یہ مزار ایک کوٹھی میں آ گیا ہے۔

۵۸۱ - حضرت مولوی سراجُ الدین قادریؒ

آپ حضرت شاہ عنایت قادری لاہوری مرشد حضرت بُلھے شاہ قادریؒ قصوری کی اولاد سے تھے۔ حضرت شاہ عنایتؒ المتوفی ۱۱۴۱ھ مطابق سنہ اپنے زمانہ کے نہایت کامل اور عارف درویش گذرے ہیں ان کا مقبرہ اب کوئینز روڈ (شاہراہِ فاطمہ جناح) پر واقع ہے۔ مولوی سراج الدین کو حضرت قاضی سلطانؒ محمود آوان شریف المتوفی ۱۹۱۹ء سے سلسلہ خلافت قادری سلسلہ میں حاصل تھا۔ آپ نہایت عابد و زاہد بزرگ تھے اور محکمہ ڈاک میں پوسٹ ماسٹر جنرل کے پرسنل اسسٹنٹ تھے اور اس عہدہ سے پنشن حاصل کی۔ نواب معشوق یار جنگ بہادر بی اے (علیگ) المکشز حیدر آباد دکن اپنی تالیف "مقاماتِ محمودؒ" میں مولوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں۔ "آپ ایک خاموش طبع۔ ریاء و نمائش سے پاک۔ اپنے کام سے کام رکھنے والے مرنجِ و مرنجان بزرگ تھے "دل بہ یار و دست بہ کار" آپ کا مشرب تھا اور آپ کی وضع تھی۔ کہ "درویش صفت باش و کلاہِ تتری دار"۔ آپ کی رہائش نور محلّہ اندرون بھاٹی دروازہ تھی۔ آپ کے لڑکے میاں عبدالغنی محکمہ ڈاک کے ریٹائرڈ افسر ہیں۔

مولوی سراج الدین لاہوری کا انتقال ۱۹۴۵ء کے لگ بھگ ہوا اور میانی قبرستان میں دفن ہوئے۔

۵۸۲ - حضرت مولوی عبدالغنی چشتی صابریؒ

آپ کی ولادت دسوہہ ضلع ہوشیار پور (بھارت) میں ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء ہوئی

تعلیم و تربیت اپنے والدِ گرامی مولانا غلام رسول صاحب کی زیرِ نگرانی حاصل کی۔ قرآن و حدیث پر مکمل عبور تھا۔ چشتیہ سلسلہ میں بیعت حضرت مولانا شاہ سراج الحق چشتی صابری گورداسپوری المتوفی ۱۹۳۱ء سے تھی طب پر بھی عبور حاصل تھا۔ ساری زندگی وعظ و نصیحت میں گزری آپ کا فرمان تھا کہ ہندوستان کا کوئی معروف قصبہ ایسا نہیں جہاں میں نے وعظ نہ کیا ہو جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ سیلانی الطبع تھے۔ آپ کا یہ بھی طریقہ تھا کہ جس جگہ نمازِ جمعہ کی ابتدا کرتے وہ بے آباد جگہ میں کرتے اور پھر اس کو آباد کر کے چھوڑتے۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ لاہور تشریف لائے اور بادامی باغ میں قیام فرمایا۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک بیگم شاہی مسجد میں نماز جمعہ پڑھانا شروع کیا اور درگاہ حضرت شاہ ابو المعالی قادری میں چلے آئے یہاں انہوں نے ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا۔ آخری ایام تک وہاں ہی قیام کیا اور درس و تدریس میں مشغول رہے جن بزرگانِ دین سے آپ نے فیوض و برکات حاصل کئے ان میں حافظ پیر سید جماعت علیشاہؒ علی پوری۔ حضرت پیر جماعت علیشاہؒ ثانی لاثانی۔ حضرت خواجہ عبدالخالقؒ جہاں جیلان والے۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری بہت معروف ہستیاں ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں فریضہ حج سے فراغت حاصل کی۔ مدرسہ تنویر الاسلام کوچہ سدّھو حر اندرون شاہ عالمی دروازہ آپ کی یادگار ہے جس میں مولوی علی اصغر چشتی خطابت و تدریس تدریس کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ مولوی صاحب کو خلافت کا بھی شرف حاصل ہے مدرسہ جامع مسجد صدیق اکبر میں ہے۔

وفات ۱۳۷۹ھ ۸ ربیع الثانی مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۹ء بروز پیر بادامی باغ میں ہوئی اور بادامی باغ کے قبرستان میں دفن ہوئے جہاں آپ کا نہایت عالیشان مقبرہ تعمیر کر دیا گیا ہے ہر سال عرس ہوتا ہے۔ مقبرہ پر تقریباً چالیس ہزار روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔

۵۸۲ - حضرت حافظ برکت علی قادریؒ

آپ کی پیدائش تقریباً ۱۹۰۱ء میں لکھوڈیر از مضافات لاہور ہوئی۔ سات سال کی عمر میں آپ اپنے ماموں شیخ ولایت علی و رمضان علی کے ہمراہ بغداد شریف گئے اور وہاں

حضرت پیر سید مصطفیٰ گیلانی سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی جب لاہور واپس آئے تو آپ نے قادری سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں کام کرنا شروع کر دیا اور اس میں بہت کامیابی حاصل کی۔ ختمات غوثیہ لاہور میں آپ کی وجہ سے رائج ہوئے نیز بڑی گیارھویں شریف بھی آپ کی ہی کوششوں سے مروج ہوئی۔ آپ بغداد شریف گیارہ دفعہ گئے اور زیارت حرمین شریفین سے بھی مستفید ہوئے۔ بغداد شریف سے آپ جو زیارات لائے ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ حضور غوث پاکؒ کی تسبیح کا ایک دانہ۔

۲۔ تالا جو درگاہ حضرت شاہ جیلان میں دو سو سال تک لگتا رہا۔

۳۔ پارچات از قسم غلاف مرقد منور حضور غوث پاکؒ۔

لاہور میں آپ نے غوثیہ کتب خانہ کا اجرا کیا۔ مسجد غوثیہ حنفیہ کھجور کھوئی انیا بازار اور مسجد ۴۲ سرکلر روڈ نزد سینلا مندر آپ کے ہی زیر اہتمام تعمیر ہوئیں۔ آپ کو حضرت سید سالم گیلانی کلیدار آستانہ عالیہ حضور غوث پاکؒ بغداد شریف سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی جیسا کہ آپ کی شائع کردہ کتاب تنبیہ الانام (مجموعہ درود شریف) کے ابتداء میں تحریر ہے۔ تصنیفات میں داستان غم حصہ اول و دوم۔ قصیدۃ النعمان (مشرح)۔ ترجمہ سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار۔ یازدہم شریف۔ ممک العقائد۔ سی حرفی مقبول درماں دل ملول۔ زاہد خشک اور سماع۔ استمداد از عباد الرحمان۔ ترکیب ختمات شریف۔ فتاویٰ جواز۔ قصیدہ غوثیہ (مترجم) کلام الاولیا فی شان سلطان الاولیا۔ وغیرہ۔ آپ کے سجادہ نشین غلام دستگیر قادری جو آپ کے مرید ہیں۔ حافظ صاحب کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کا مقبرہ کوچہ غوثیہ نیا بازار میں اپنے رہائشی مکان کے نیچے بنا۔ مقبرہ نہایت عالیشان تعمیر ہوا ہے اور اس جگہ تبرکات موجود ہیں۔

کتبہ مقبرہ حافظ برکت علی قادریؒ

یا حضرت سلطان الشیخ سید عبد القادر جیلانی شیئاً للہ۔

سید و سرور محمد نور جاں   بہتر و مہتر شفیع مذنباں

دست و بازوئے شہ مرداں علی
افتخار ہر نبی و ہر ولی

روح و نور پاک و جان و پنجتن
قبلہ ایماں حسینؓ و شاہ حسنؓ

نور چشم جعفر صادق امام
شاہ عبدالقادر والا مقام

غوث اعظم درمیان اولیاء
چوں محمد درمیان انبیاء

حضرت اعلیٰ عجب ذی شان ہیں
حافظ دین حافظ قرآں ہیں

انجمن آرا ہیں پیر مصطفیٰ
قبلۂ جاں کعبۂ اہل صفا

شاہ شرف الدین بہاء الدین کا
قصر عالی مرتبہ ہے شان کا

ہے یہی دربار دربار نبیؐ
اس میں جا شامل ہوئے ہیں آپ بھی

محرم بسرِّ خفی سرِّ جلی
مہبط نور نبی نور علیؓ

لطف غوث پاک سے بالا نصیب
حافظ برکت علی پیر از حبیب

آرامگاہ:

بندہ بندگان عالی صاحب العین الکمالی جدّ پاک غوث عالی قطب ربانی و الغوث الصمدانی شہباز لامکانی حضرت میراں محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی محرم اسرار خفی و جلی قبلہ و کعبہ جناب حافظ برکت علی قادری نور اللہ مرقدہٗ و برہانہٗ۔

تاریخ وصال ۵ بجے صبح بروز جمعۃ المبارک ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ۸ نومبر ۱۹۶۳ء۔

۵۸۴۔ حضرت پنج پیرؒ

آپ عہد چوغطیاں کے بزرگ بتائے جاتے ہیں نہایت جامع اخلاق اور عارف کامل تھے۔ آپ کا مزار اب شادی پورہ کے نزدیک جانب جنوب کھیتوں میں بند روڈ پر واقع ہے۔ مزار ایک اونچے ٹیلے پر ایک چوکھنڈی میں واقع ہے جس میں پانچ مزارات ہیں اور پنج پیر کے نام سے موسوم ہیں۔ نہایت قدیم مزارات ہیں۔ یہ رقبہ تقریباً ایک کنال رقبہ میں واقع ہے۔ چاروں اطراف میں زمین نشیب میں ہے۔ بے شمار

خاردار جھاڑیاں۔ وَن اور کریرے کے درخت ہیں۔ ساتھ ہی ایک چھوٹا سا حجرہ ہے جس میں ایک درویش رہتا ہے۔

۵۸۵ - حضرت بابا خوشی محمدؒ

شادی پورہ سے نکھوڈیرہ کی طرف جائیں تو راستہ میں یہ مزار واقع ہے۔ قبر نہایت پختہ ہے۔ نزدیک ہی کیکر کا درخت ہے۔ یہ کوئی بھی نہیں بتا سکا کہ آپ کس زمانہ کے بزرگ تھے نکھوڈیرہ لاہور کا ایک قدیم قصبہ ہے جس میں قبل از مغلیہ سلطنت کے آثار ملتے ہیں۔ موجودہ صورت میں بند روڈ شادی پورہ سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے کہتے ہیں کہ قدیم شاہراہ اسی قصبہ کے نزدیک سے گزرتی تھی۔

۵۸۶ - حضرت سائیں غلام رسولؒ

آپ کا مزار بھی نکھوڈیرہ گاؤں کے اندر ایک چوکھنڈی میں واقع ہے۔ ساتھ ہی بیری کا درخت ہے

۵۸۷ - حضرت بابا خیر دینؒ

آپ کا مزار بھی نکھوڈیرہ میں حویلی گوجراں کے درمیان ایک مسقف کمرہ میں ہے نزدیک ہی جامن کا درخت ہے۔

۵۸۸ - حضرت خواجہ فیاضؒ

یہ مزار نکھوڈیرہ سے باہر دریائے راوی کی طرف واقع ہے۔ جھاڑیاں بکثرت ہیں اور ملبہ جات بھی نیز بیری کا درخت بھی ہے۔

۵۸۹ - حضرت بابا مہر دینؒ

مسجد نکھوڈیرہ کے نزدیک آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

۵۹۰ - حضرت سائیں چراغ شاہؒ

آپ کا مزار لکھوڈیر سے بالکل باہر واقع ہے۔ اردگرد جھاڑیاں ہیں۔ نہایت خستہ حالت میں ہے۔ گاؤں کا قبرستان اس کے نزدیک ہے۔

۵۹۱ - حضرت مولانا محمد شریف نوریؒ

آپ کی ولادت ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء بمقام چکوڑی ضلع گجرات میں مولانا محمد امین کے گھر ہوئی جو مولوی غلام دین اشرفی خطیب انجمن شیڈ۔ لاہور والے کے برادر تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ فریدیہ بصیر پور میں داخلہ لیا اور اپنی خداداد قابلیت اور ذہانت کی بنا پر شیخ الحدیث حضرت مولانا نوراللہ بصیر پوری کے خاص شاگردوں میں شمار ہو گئے۔ آپ اعلیٰ پایہ کے خطیب۔ مبلغ اور مصنف تھے نیز خوش الحان نعت خواں بھی تھے۔ حسنِ خطابت اور شیریں بیانی سے بہت جلد ایک منفرد مقام حاصل کر لیا۔ لاہور میں آپ مسجد سرائے رتن چند ہسپتال روڈ کے خطیب رہے پھر راوی روڈ شیش محل ہوزری کے بالمقابل جامع مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ اور دمِ وفات وہاں ہی رہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت حضرت مولانا نوراللہ بصیر پوری سے تھی۔ پیدل حج کیا اور ایران و عراق کے مقامات مقدسہ کی بھی زیارت کی۔ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں لاہور سے ماہنامہ "الحبیب" کا اجراء کیا نیز گنج بخش روڈ پر ایک مکتبہ اسلامیہ جاری کیا۔

وفات ۱۹۷۰ء میں پائی اور راوی روڈ والی جامع مسجد میں مقبرہ بنا۔

۵۹۲ ۔ حضرت سید محمد امینؒ زنجانی

حضرت سید محمد امین زنجانی ۱۸۹۶؁ء بروز سوموار سید محمد فاضل زنجانی کے گھر واقع جیا موسیٰ تحصیل و ضلع لاہور میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا سید لطف شاہ۔ سید محمد سعید مصنف مراۃ العاشقین (جو خلیفہ مجاز حضرت شمس العارفین شاہ شمس الدین چشتی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ تھے موضع بڑتھ نزد شاہدرہ سے نقل مکانی کر کے جیا موسیٰ میں آباد ہو گئے تھے۔ حضرت سید صاحب کا تعلق چونکہ مشہور روحانی اور علمی گھرانہ یعنی سادات زنجانی سے تھا لہٰذا انہوں نے ابتدائی اسلامی تعلیم اپنے والد اور دادا سے حاصل کی اور ساتھ ہی ساتھ اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ لاہور میں میٹرک تک تعلیم پائی۔ پنجاب کے سابق گورنر میاں امین الدین۔ میاں حمید الدین وکیل ہائی کورٹ اور پروفیسر علم الدین سالک ان کے ہم جماعتیوں میں تھے۔ عقیدہ کے لحاظ سے کٹر سُنی اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت اور خلیفہ مجاز تھے۔ تمام عمر جامع مسجد جیا موسیٰ میں خطیب رہے۔ تبلیغ اسلام میں نمایاں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم افراد کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا اور ان کے لئے مساجد تعمیر کروائیں۔ ہندو سکھ بھی آپ کے وعظ اور تلاوتِ قرآن پاک سننے کے لئے مسجد کے باہر گھنٹوں کھڑے رہتے اور ان پر رقت طاری ہو جاتی۔ بے سہارا بچوں کی شادی کے مصارف اپنی گرہ سے خرچ کرتے کیونکہ غریبوں سے ان کو خاص محبت تھی۔ ان کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ بڑے حلیم الطبع، منکسر المزاج اور سادہ طبیعت رکھتے تھے۔ سفید کھدر کا لباس زیبِ تن فرماتے۔ تصنع اور نمائش سے دُور بھاگتے تھے۔ یادِ الٰہی میں مشغولیت کا یہ عالم تھا کہ کوئی لمحہ بھی غفلت میں نہ گزارتے۔ عمر بھر شب بیدار رہے۔ درود شریف اور تلاوتِ قرآن کثرت سے فرماتے یا اکثر مراقبہ میں رہتے۔ اوامر و نواہی پر سختی سے عمل فرماتے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھتے۔ عاشقِ رسولؐ اسقدر تھے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نامِ نامی اسمِ گرامی لینے سے پہلے ہی آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی

بزرگان دین کے آستانوں اور مزارات پر حاضری دینے کا شوق انہیں ہر وقت دامن گیر رہتا۔ انڈو پاکستان کی شاید ہی کوئی ایسی درگاہ ہوگی جہاں انہوں نے حاضری نہ دی ہو۔ آپ کا انتقال پُر ملال مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۶۷ء بروز سوموار رات کو ہوا۔ موت سے پہلے وقت بے ہوشی کا عالم طاری رہا اور پھر صحو کی حالت ہوئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات کا ذکر کیا۔ بوقت موت اور موت کے بعد بھی زبان کی حرکت اس طرح جاری تھی کہ شاید کلمہ شریف کا ورد ہو رہا ہو۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت غلام احمد سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف نے وصیت کے مطابق پڑھائی۔ آپ کا مزار جیا موسیٰ میں خاندانی قبرستان میں مرجع خلائق ہے۔

۵۹۳۔ حضرت مستان شاہؒ

۵۹۴۔ حضرت فخر شاہؒ

آپ کا روضہ عالیہ اکبری منڈی۔ باغیچی صمدو میں واقع ہے۔ قدیم مقبرہ چار دیواری میں ہے جس میں حضرت مستان شاہؒ ولی اور حضرت فخر شاہؒ ولی کے مزارات پر انوار ہیں۔ معمر لوگوں سے سنا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنے دورِ اقتدار میں یہاں حاضری دیتا تھا نہایت صاحب کرامت بزرگ تھے۔ باہر ایک سنگ مرمر کی سِل پر تحریر ہے کہ یہ لوگ ملتان بھائی تھے اور ۳۰۰ سال قبل یہاں مقیم تھے۔ یہاں ایک باغیچی بھی تھی جو آپ ناپید ہے۔

۵۹۵۔ حضرت پیر مکیؒ

یہ مزار تقریباً سطح زمین سے دس بارہ فٹ بلند بر لب سڑک چوک اکبری منڈی میں واقع ہے۔ مزار سے ایک طرف نشیب میں مسجد بھی بنوا دی گئی ہے۔ مقبرہ میں آیات قرآنی اور درود شریف جگہ جگہ نہایت خوشخط لکھا ہے۔ اور ساتھ ہی تحریر ہے "دربار حضرت پیر مکیؒ"۔ مزید حالات باوجود تلاش بسیار کے نہیں مل سکے کہ آپ کس زمانہ کے بزرگ ہیں۔ اس کے ساتھ برنا کا قدیم درخت بھی موجود ہے۔

۵۹۶ - حضرت جیا موسیٰ المعروف بابا حاجی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ان کا مزار مبارک موضع جیا موسیٰ تحصیل و ضلع لاہور میں واقع ہے۔ جیا موسیٰ لاہور سے چند میل کے فاصلے پر دریائے راوی کے دائیں کنارے شیخوپورہ روڈ پر آباد ہے اور حضرت جیا موسیٰ کے نام پر ہی موسوم چلا آتا ہے۔ اس گاؤں کی حد بڈھا راوی تک ہے۔ مشہور مورخ عبداللہ خویشگی قصوری جو کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی زمانہ سے تعلق رکھتے تھے اپنی غیر مطبوعہ قلمی کتاب میں حضرت طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں حضرت جیا موسیٰ کا ذکر ملتا ہے جو کہ اس طرح سے ہے کہ جب انبوہ کثیرہ حضرت طاہر بندگیؒ کے آستانہ عالیہ پر حصول فیض کے لئے (جبکہ ان کا قیام لاہور میں تھا) شب و روز جمع رہنے لگا تو دل میں خیال کیا یادِ حق کے لئے فرصت ملنا مشکل ہو گئی ہے لہٰذا مریدین خاص کو بلایا اور فرمایا کہ حضرت جیا موسیٰ کی سی ادا اختیار کر لینی چاہتا ہوں کہ جب اسی طرح لوگوں کا ہجوم ان کے گرد جمع رہنے لگا تھا تو انہوں نے حجرہ نشینی اختیار کر لی تھی اور یادِ حق میں ایسے مشغول ہو گئے تھے کہ کئی روز تک لوگوں کی ان تک رسائی نہ ہو سکی اور حالت کو اپنے لئے سازگار بنا لیا۔

مندرجہ بالا حوالے سے پتہ چلتا ہے۔

۱- کہ حضرت جیا موسیٰ حضرت طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر بزرگوں میں سے تھے۔

۲- نقشبندی یا قادری سلسلہ میں بیعت تھے۔

۳- مزاج میں جمالیت غالب تھی۔

۴- منبع فیوض و برکات تھے۔

۵- یادِ الٰہی میں استغراق کی حالت کو ترجیح دیتے تھے۔

ان کے زمانہ میں ایک بڑ کا بہت بڑا اور قدیمی درخت مزار کے ملحقہ تکیہ میں اب بھی سایہ فگن ہے جس کا تنا تقریباً چالیس فٹ پیٹ میں ہے۔ اہل جیا موسیٰ ہر سال ہاڑ کے مہینہ میں عرس اور بھنڈارے کا اہتمام بڑا فراخ دلی سے کرتے ہیں۔ اہل جیا موسیٰ کو آپؒ سے بے پناہ عقیدت ہے۔ ہر روز رات کو مزار مبارک پر چراغ روشن کرتے ہیں۔ مزار مرجع الانوار

احاطہ چار دیواری جو کہ پختہ ہے میں موجود ہے۔ آپ کی پیدائش اور وصال کی تاریخوں کا پتہ نہیں چل سکا۔

۵۹۷ - حضرت حافظ مولانا عبدالستار بخاریؒ

آپ مسجد حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ لاہوری بیرون دہلی دروازہ کے پیش امام تھے۔ ولادت آپ کی امکنگ نزد بخارا میں ہوئی۔ بچپن میں ہی آپ کے والدین انتقال کر گئے اور آپ چلے آئے جہاں مدرسہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی میں تکمیل علم ظاہری و باطنی میں مصروف ہو گئے۔ جب بالشویکوں نے بخارا پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تو مفتی اعظم مدرسہ یعنی آپ کے استاد مکرم کو بھی شہید کر دیا گیا چنانچہ آپ مزار شریف (افغانستان) چلے آئے چند دن یہاں قیام کیا پھر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے اور لاہور پہنچ گئے۔ یہاں سے حج کے لئے روانہ ہوئے اور پھر واپسی پر چودہ پندرہ سال ہندوستان کے مختلف بلاد کی سیر و سیاحت میں مصروف رہے۔ ذاں بعد مستقل طور پر لاہور میں رہائش اختیار کی پہلے مسجد وزیر خاں میں مؤذن رہے یہ مولانا سیّد دیدار علی شاہؒ لاہوری کا زمانہ تھا پھر خانقاہ حضرت شاہ محمد غوثؒ قادری میں آ گئے اور مؤذن ہو گئے۔ بعد ازاں پیش امام بھی بنے۔ اور یہ سارا عرصہ آپ نے نہایت توکل سے گزارا۔ ساری عمر مجرّد رہے۔ درگاہ حضرت شاہ محمد غوثؒ میں آپ تقریباً ۴۲ سال تک مقیم رہے بیعت آپ کی مفتی بخارا سے نقشبندی خاندان سے تھی۔ حافظِ قرآن تھے۔ نہایت متوکل، زاہد، عابد، شب بیدار، تہجد گزار، متقی قسم کے درویش تھے۔ دنیا سے قطعی طور پر اجتناب برتتے تھے اور شہرت کے مخالف تھے۔

وفات ۹ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۷۶ء بعمر ۱۰۰ سال وفات پائی اور قبر احاطہ چار دیواری حضرت شاہ محمد غوثؒ میں مدفون ہوئے۔ نمازِ جنازہ حافظ محمد سلیم نے پڑھائی۔ مؤلف کتاب ہذا چوہدری خوشی محمد کی معیت میں کئی دفعہ ایام بیماری میں عیادت کے لئے گیا آخری دنوں میں آپ نور احمد شاہ کے گھر چلے گئے تھے جہاں آپ نے وصال فرمایا۔ قبر کی منظوری محکمہ اوقاف سے قبل ازیں حاصل کر لی گئی تھی۔

۵۹۸ - میاں مونگر مجذوب

آپ عہدِ اکبری کے مجذوب تھے جن کا قیام لاہور میں تھا۔ شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی اپنی تالیف اخبار الاخیار میں ۔ ہیں کہ ایک دفعہ دہلی کے ایک مجذوب حسن بودلہ المتوفی ۹۶۴ھ مطابق ۱۵۵۶ء شیخ حاجی محمد دہلوی کے ہمراہ لاہور آئے جب یہ بازار نخاس (لنڈا بازار) میں پہنچے تو اچانک میاں مونگر بھی یہاں آگئے اور حسن کو دیکھ کر کہا تجھے لاہور سے کیا کام ابھی واپس چلے جاؤ چنانچہ وہ اسی وقت دہلی کو واپس ہوا۔

حضرت صاحبزادہ سید مقبول محی الدین گیلانی سجادہ نشین درگاہ عالیہ حضرت علی احمد شاہ کیتھلی ڈیرہ غازیخاں اپنے مکتوب محررہ ۲۴ جنوری ۱۹۷۶ء تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الآفاق حضرت شاہ کمالؒ کیتھلی جب لاہور تشریف فرما ہوا کرتے تھے تو حضرت غیاث الدین گیلانیؒ لاہوری اور حضرت میاں مونگر مجذوب لاہوری سے ملتے تھے۔

وفات ۹۸۰ھ مطابق ۱۵۷۳ء عہدِ جلال الدین اکبر میں ہوئی اس وقت صوبہ لاہور خان جہاں حسین قلی خاں تھا۔

۵۹۹ - مستی مجذوب

لکھا ہے کہ شہنشاہ جلال الدین اکبر کے زمانہ میں لاہور میں ایک مست فقیر مدرس رہا کرتا تھا جو عموماً شاہی قلعہ لاہور کے اردگرد ہی گھومتا پھرتا تھا جب یہ فوت ہوا تو اس کو اندرون مستی دروازہ دفن کیا گیا اس کی قبر آج بھی پولیس چوکی مستی دروازہ کے متصل موجود ہے اور اس مجذوب فقیر اور درویش منش انسان کے نام پہ اس کا نام مستی دروازہ مشہور ہوا۔ کسی زمانہ میں اس دروازہ کے باہر چھڑیوں کا میلہ لگا کرتا تھا۔

۶۰۰ - نامعلوم الاسم مجذوب

حضرت محمدؒ ہاشم کشمی اپنی تالیف لطیف زبدۃ المقامات میں لکھتے ہیں کہ جن دنوں

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلوی لاہور تشریف لائے تھے۔ ان دنوں آپ کا شغل تھا کہ آپ لاہور کے قبرستان اور ویرانوں میں پھرا کرتے تھے ایک دفعہ آپ کو معلوم ہوا کہ ایک گورستان میں ایک مجذوب رہتا ہے چنانچہ آپ اس کے پاس پہنچے مگر وہ آپ کو دیکھتے ہی بھاگ گیا۔ آپ جب بھی جاتے وہ اسی طرح کرتا مگر ایک دفعہ اس مجذوب نے خوش ہو کر آپ کو بلایا اور حصول مراد کے لئے دعائیں دیں۔ حضرت خواجہؒ کو اس کی دعاؤں سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔

مزید حالات کے لئے میری تالیف "لاہور کے مجاذیب" پڑھیں۔

۶۰۱ - حضرت سید عبداللہ بخاری مجذوب

آپ حضرت نوشہ گنج بخش قادریؒ کے اکابر یاروں میں سے تھے اور لاہور میں رہتے تھے مجذوب درویش تھے۔ شرافت صاحب نے ان کا ذکر اذکار نوشاہیہ میں کیا ہے۔

۶۰۲ - شیخ یوسف مجذوب

حضرت شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی اپنی تالیف اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ آپ لاہور کے مجذوب تھے بلند قامت۔ موٹے تازے۔ باہیبت اور صاحب عظمت پابند اوقات تھے۔ سر پر مصافحہ باندھتے اور سر منڈاتے تھے۔ صاحب کشف اور کشادہ باطن تھے۔ شیخ محدثؒ فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں لاہور میں تھا میں نے دیکھا کہ آپ لاہور کے نخاس دلکڈا بازار میں کھڑے اونچی باتیں اور عجیب و غریب رموز و نکات بیان کر رہے ہیں۔ انہوں نے میری بھی بہت سی پوشیدہ باتیں بیان کیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی نہ جانتا تھا۔ دوسرے دن پھر میں ان کی طرف روانہ ہوا تاکہ اپنے سفر دہلی کے لئے ان سے نیک فال لوں۔ مگر آپ سے وہاں ملاقات نہ ہو سکی جب میں اپنی رہائش گاہ پہ واپس آیا تو آپ بھی وہاں آنکلے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہرگز سفر نہ کرنا۔ مبارک نہیں ہے

حاضرین نے کہا کہ شیخ یوسف کابل بارہ برس کے بعد اس طرف آئے ہیں حالانکہ اس سے پہلے وہ کبھی بھی اس طرف نہ آئے تھے۔

۶۰۳ - جلال خاموش مجذوبؒ

شہزادہ داراشکوہ قادریؒ اپنی تصنیف سکینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ لاہور میں جلال خاموش نامی ایک مجذوب رہتا ہے جو ترک تفرید و تجرید میں کامل ہے۔ علم باطن میں بی بی جیو (بی بی جمالؒ خاتون ہمشیرہ حضرت میاںؒ میر قادری لاہوری) نے بھی ان سے فیضان پایا تھا۔ کسی کو کوئی مشکل آتی تو حضرت بی بی جیوؒ کے پاس برائے حاجت روائی جاتا۔ آپ مجذوب کی قبر پہ جا کر توجہ فرماتیں اور حاجت مند کے متعلقہ دعا فرماتیں جس سے اس کی مراد پوری ہو جاتی۔

۶۰۴ - منگا مجذوبؒ

"تذکرۃ الشیخ والخدم" المعروف بہ حسو تیلی ۱۲۸ ورق کا ایک نادر و نایاب مخطوطہ ہے جو علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ لائبریری میں محفوظ ہے اور اس کا کوئی نسخہ کسی اور جگہ نہیں ہے اس کی نشاندہی پروفیسر محمد اسلم صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی نے کی ہے اس کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ حسو تیلی لاہوری جن کا مزار پہ انوار ایبٹ روڈ پہ واقع ہے کے ایک مرید صورت سنگھ تھا جس نے یہ تذکرہ لکھا ہے اس صورت سنگھ کو مسمیٰ منگا مجذوب لاہوری سے بڑی عقیدت تھی اور اس کے آستانہ پر اکثر حاضری دیتا تھا۔ ایک دفعہ اس مجذوب کی نشاندہی پہ صورت سنگھ کو اس مکان سے ایک دفینہ بھی ملا تھا۔ وہ لکھتا ہے۔

بحکم منگا مجذوب آمد آن خانہ
مرا بدست ہفصد روپیہ پاک عیار

یہ صورت سنگھ لاہور کے محلہ ٹلہ میں مولوی عبدالکریم۔ محمد شریف اور نظام خاں جو یہ

کے مکانات کے قریب ایک مکان میں رہائش پذیر تھا جو اس کا خود خرید کردہ تھا۔

۶۰۵ - معصوم شاہ مجذوب

یہ مجذوب صاحب جذب و استغراق و بے ہوش و بے خودی جامع خوارق و کرامات تھے کئی ایک کرامات آپ کی مشہور ہیں۔

تھڑیاں معصوم شاہ: روایت ہے کہ محلہ سید مٹھا میں ایک پرانی حویلی کے دروازے پر ان کا قیام تھا جس کو کوچہ طاقاں والا کہا جاتا تھا بعد ازاں آپ کی اقامت کی وجہ سے یہ جگہ تھڑیاں معصوم شاہ کہلانے لگی۔ اس مکان کی چوبی چوکھٹ پر آپ تقریباً بارہ سال تک آگ جلاتے رہے مگر اس چوبی چوکھٹ کو آگ سے کچھ نہ اثر ہوا اور وہ صحیح سلامت رہی۔ موجودہ صورت میں یہ تھڑیاں مسجد پٹولیاں سے آگے ایک مکان کے نیچے برلب سڑک زیارت گاہ عوام و خواص ہیں۔ اس پر سنگ مرمر کی ایک لمبی تختی پر تحریر ہے "وقف شدہ تھڑیاں حضرت معصوم شاہ صاحب" تھڑیاں تین ہیں اور ان کے اوپر ایک چھوٹا سا سبز گنبد ہے۔ فرش سنگِ مرمر کی سلوں سے بنایا گیا ہے صرف چند فٹ جگہ ہے۔

تکیہ معصوم شاہ: وفات کے بعد آپ کو لوہاری دروازہ کے باہر ایک تکیہ تھا دفن کیا گیا جو بعد ازاں انار کلی میں آگیا۔ ۱۹۳۵ء کے لگ بھگ میں نے دیکھا کہ یہ ایک تکیہ تھا جس میں بہت سے درخت۔ حجرے۔ کنواں اور قبریں تھیں۔ جس میں ایک آپ کی قبر پاک ہے۔

وصال ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ ہوا۔ مزار کا نشان موجود تھا مسجد انار کلی میں اب بھی موجود ہے اور اس مقام پر قیام پاکستان کے بعد ایک نہایت عالیشان چار منزلہ مسجد تعمیر ہو چکی ہے جس میں وضو خانے کے پاس دو قبروں کے نشان موجود ہیں جن کو محفوظ کر دیا گیا ہے اس مسجد میں مدرسہ انیس القرآن جاری ہے جو تعمیر کردہ قیوم اینڈ سنز بیرون دروازہ لاہور۔ قائم شدہ ۱۹۶۲ء ہے۔ مسجد کی عمارت چار منزلہ ہے سنگِ مرمر کا منبر پیش کردہ حاجی جان محمد فرمان اینڈ کمپنی انار کلی لاہور کا ہے۔

۶۰۶ - مستقیم شاہ مجذوب

آپ لاہور کے مضافات فیض پور میں حجام کی دکان کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کے پاس ایک صاحب جذب و فقر درویش آگیا اور پانی مانگا تو آپ نے اس کو پانی پلا دیا جس کی گرم نگاہی سے آپ تین دن تک بے ہوش رہے۔ جب ہوش آیا تو تارک الدنیا ہو گئے اور باقی عمر جذب و مستی میں بسر کر دی۔ صاحب کرامت بزرگ تھے ایک دفعہ فیض پور کے حاکم عطر سنگھ نے شیشم کا ایک بڑا درخت کٹوایا اور اسے چھکڑے پر لاد کر لاہور لانے کا ارادہ کیا۔ کئی آدمی لگوائے مگر ان سے وہ درخت نہ اُٹھ سکا۔ اسی دوران آپ کا اُدھر سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ہٹو میں لاد دیتا ہوں چنانچہ تنہا اس کو اٹھا کر چھکڑے پر لاد دیا۔

تاریخ وصال ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۴ء ہے اس وقت پنجاب کا حکمران رنجیت سنگھ تھا۔ مزار فیض پور از مضافات لاہور میں ہے۔

۶۰۷ - تاجے شاہ مجذوب

آپ مجاذیب لاہور میں سے تھے اکثر اوقات شہر اور ویرانوں میں گشت کیا کرتے تھے مستی میں آپ سے کئی ایک باتیں ایسی سرزد ہوئیں جس سے آپ کی شہرت بہت زیادہ ہو گئی۔ ہزارہا لوگ آپ کی کرامات کے معتقد تھے۔ سکھوں کی حکومت کے خاتمے کا آپ نے پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا یعنی جس دن رنجیت سنگھ مرا۔ اسی دن آپ نے کہہ دیا تھا کہ اب یہ حکومت صرف نو برس قائم رہے گی پھر فرنگی حاکم ہو جائیں گے چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ان ہی سالوں میں بے شمار سکھ سردار قتل ہوئے جن میں راجہ دھیان سنگھ وزیر اعظم۔ کنور نونہال سنگھ۔ مہاراجہ شیر سنگھ۔ اجیت سنگھ۔ سرداران سندھانوالیہ۔ راجہ سوچیت سنگھ راجہ ہیرا سنگھ۔ راجہ جواہر سنگھ بہت مشہور ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنی مرض الموت میں آپ کو بلایا اور صحت کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ مرنا سب کو ہے جس طرح تیرا اور میرا

باپ مرگیا ہے تو بھی مرنے والا ہے۔ چندن کی لکڑی تیری چتا کے لئے لانی چاہیئے یہ سن کر وہ بہت پریشان اور نا امید ہوا۔ جب تاجے شاہ قلعہ سے نکلے تو رنجیت سنگھ مرگیا۔

وفات ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء میں لاہور میں ہوئی۔ یہ سکھوں کی بربریت اور بہیمیت کا زمانہ تھا۔ مرزا چیمبرلین روڈ پر پرانی سبزی منڈی کے پاس برلب سڑک واقع ہے مسجد اور دو کانات محکمہ اوقاف کی زیرِ نگرانی ہیں۔ مسجد بہت خوب صورت اور عالیشان ہے اور اس کے جنوب مشرقی کنارے میں ایک آٹھ دس فٹ نیچے حجرے میں آپ کی قبر ہے جس میں ہر وقت اندھیرا رہتا ہے قبر تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں ہیں باہر ایک بورڈ پر تحریر ہے۔
حضرت تاجے شاہ ولی

بود تاجے شاہ تاجِ عارفاں
مشتہر شُد جا بجا سرمستِ عشق
سالِ ترحیلش چو جُستم از خرد
گفت ھادی ہدا سرمستِ عشق
(دوشنبہ ۱۲۶۰ھ)

۶۰۸۔ جلّے شاہ مجذوب

سرمست جذب و استغراق تھے ایسے الفاظ بولتے جن کی سمجھ نہ آتی۔ جنگلوں اور ویرانوں بیابانوں میں گشت لگایا کرتے۔ کسی کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ سر پر بڑی بھاری پگڑی پہنتے رہائش کے لئے کوئی کٹیا نہ تھی۔ لاہور کے گلی کوچوں میں اکثر ان کی گردش تھی۔ سیالکوٹ کا ایک مفلس آدمی آپ کی دُعا و برکت سے امیر کبیر بن گیا اور آغا شاہنواز خان رئیس سیالکوٹ کے نام سے مشہور ہوا۔ لاہور میں کافی عرصہ قیام کیا۔ وفات ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۸ء میں ہوئی۔ سکھوں کے زوال کا زمانہ تھا آپ کا تکیہ بیرون بھاٹی دروازہ اب بھی واقع ہے مگر مزار موضع کوٹلی ضلع سیالکوٹ میں ہے جو سیالکوٹ سے دو تین میل کے فاصلے پر جانب جنوب واقع ہے۔

۶۰۹ - نظام شاہ مجذوبؒ

آپ عہدِ سکھاں میں لاہور کے مجذوب تھے۔ عام طور پہ شہر کے گلی کوچوں اور ویرانوں پھرا کرتے تھے۔ بے شمار لوگ ان کے عقیدت مند تھے جو بھی نذر نیاز آتی اُسی وقت لوگوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ ان کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ ایک یہ ہے کہ جس دن راجہ ہیرا سنگھ پسر راجہ دھیان سنگھ وزیر کا قتل ہونا تھا اس دن اندرون موچی دروازہ محلہ سادھواں کی مسجد میں آئے اور امام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج عید الضحیٰ کا دن ہے پرانی صفیں لپیٹ دو اور نئی بچھا دو۔ حاضرین یہ بات سن کر بہت حیران ہوئے جب پہر دن چڑھا تو اہالیانِ شہر نے سنا کہ راجہ ہیرا سنگھ بمعہ مہر گھسیٹا قتل ہو گئے ہیں۔ مفتی غلام سرور لاہوری آپ کی ایک کرامت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد مولوی پاپڑ منڈی میں گیا تاکہ مولوی غلام اللہؒ فاضل لاہوری سے درس لوں۔ کتاب میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے دیکھا کہ نظام شاہ علی الصبح وہاں قاعدہ کا سبق پڑھ رہے ہیں۔ آہستہ سے اُٹھے اور میری پشت پہ تھپڑ مار کر فرمایا۔ کہ ناپاکی کی حالت میں مسجد میں آئے ہو اور استاد کے سامنے کھڑے ہو۔ میں نے توجہ کی اور غسل خانہ میں جا کر غسل کیا۔ نماز پڑھی اور پھر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وفات سے چند سال قبل انہوں نے اپنا مکان گورستان میانی میں بنا لیا اور کاٹھ چوبی جس میں سرکاری اہلکار مجرموں کے پاؤں رکھ کر قفل لگا دیتے تھے جس پہ غصہ آتا اس کو پکڑ کر اس میں جکڑ دیتا اور پھر رہا کر دیتا۔ اس طرح ایک جوگی کو سزا دی جس نے حاکم ضلع کے پاس شکایت کی۔ خدا بخش کوتوال کے نام پروانہ جاری ہوا کہ فقیر کو پکڑ کر حاضر عدالت کیا جائے جب آپ کے پاس گرفتاری کے لیے آیا تو ہنسے اور فرمایا کہ ہمیں کون پکڑ کر حاضر عدالت انگریزہ کر سکتا ہے اور اسی رات آپ وفات پا گئے۔ آپ کی اس کرامت پہ ہزار ہا لوگ آپ کے جنازے میں شامل ہوئے۔

وفات ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۵۲ء میں ہوئی۔ یہ انگریزوں کے ابتدائی اقتدار کا زمانہ تھا۔ مزار گورستان میانی میں اب بھی مرجع خلائق عوام و خواص ہے۔ نظام شاہ کی تجہیز و تکفین

کا انتظام میاں محمد سلطان ٹھیکیدار نے کیا اور قبر نواب شیخ امام الدین خاں سابق گورنر کشمیر نے بنوائی۔ جنازہ میں ہزار ہا افراد نے شرکت کی۔ اب آپ کا مقبرہ لٹن روڈ سے دل افروز سٹریٹ سے جو سڑک بہاول پور روڈ پر ملتی ہے اس پر جاتے ہوئے بائیں ہاتھ تکیہ نظام شاہ میں واقع ہے اس کے بالمقابل باغیچی سید چراغ شاہ چشتی ہے۔ قدیم کنواں بھی ہے۔ سرکاری نلکہ بھی ہے نزد ہی احاطہ سید محمد شاہ وکیل ہائی کورٹ والد باجی رشیدہ لطیف اور احاطہ پراچیاں ہے باہر سڑک پر حمید نظامی مدیر نوائے وقت کی قبر ہے اور نظام شاہؒ کے متصل شمس العلماء خان بہادر سید محمد لطیف مصنف ہسٹری آف لاہور اور دیگر قبریں ہیں۔ اب اس جگہ اللہ بخش ولد پیراں دتہ ولد پیر شاہ مجاور ہے۔ تکیہ میں مسجد اور حجرے بھی ہیں۔

۶۱۰ - مستان شاہ مجذوب

یہ فقیر لاہور شہر اور اس کے مضافات کے گلی کوچوں۔ ویرانوں اور جنگلوں میں سر و پا برہنہ پھرا کرتے تھے۔ موسم سرما میں بھورا اوڑھتے تھے۔ مستغنی المزاج اور متوکل فقیر تھے کبھی کسی سے کچھ نہ مانگتے اور نہ ہی دستِ سوال دراز کرتے اگر نذر نیاز کوئی لے کر آتا تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔ کمہاروں کے کام سے دلچسپی تھی اگر کسی جگہ مٹی کے برتن بنتے تو اس میں شامل ہو جاتے اور برتن بنانا شروع کر دیتے نیز منہ میں کچھ گنگناتے جس کی کسی کو کچھ سمجھ نہ آتی۔ جب بھوک ستاتی تو درختوں کے پتوں سے گزر گذران کرتے۔ مولوی نور احمد چشتی اپنی تالیف تحقیقات چشتی میں لکھتا ہے کہ وہ ان کو دیکھتا رہا ہے۔ جسم فربہ ہے شاہ عالمی دروازہ کے باہر ہمیشہ بیٹھے رہا کرتے تھے اور ایک روپیہ یومیہ ان کو خزانہ مہاراجہ سے ملتا تھا بڑے بڑے سکھ سردار آپ کے پاس حاضر ہوتے مگر آپ نظرِ التفات نہ فرماتے مہاراجہ رنجیت سنگھ اکثر حاضر ہوتا سینکڑوں روپیہ نذر پیش کرتا مگر آپ اس کی طرف توجہ نہ فرماتے بلکہ گالیاں دیتے۔ آپ کی کئی ایک کرامات مشہور ہیں۔ مفتی غلام سرور لاہوری مصنف خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مزنگ سے شہر کی طرف آ رہا تھا کہ راستے میں آپ کو ننگے بدن بیٹھے دیکھا۔ میں زیارت کے لیے کھڑا ہوا تو آپ اٹھ کر چاہ پانی والا کے

جو درگاہی شاہ قادری مرید حضرت شاہ چراغ گیلانی کی طرف چلے گئے جو مٹی کا برتن جسے پنجابی میں ٹینڈ کہتے ہیں کنویں پر سے نکال کر لے آئے پھر چند اینٹیں جمع کر کے چولہا بنایا اس پر اس ٹینڈ کو رکھدیا اور اس میں اس کھیت سے ساگ پالک کے پتے لا کر ڈال دیئے بعد ازاں حضرت سید محمد اسمٰعیلؒ محدث (ہال روڈ) کے مقبرہ کے درخت سے چند خشک ٹہنیاں توڑ کر چولہے کے نیچے رکھیں اور ہاتھ سے ہوا دینے لگے یہاں تک کہ آگ جلنے لگی۔ مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے میری طرف دیکھا تو اینٹ اٹھائی اور فرمایا کہ چلا جا حالانکہ میں دیکھ رہا تھا کہ آگ آپ کے ہاتھ ہلانے سے ہی جل اٹھی تھی۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ایک ملازم امام شاہ نامی تھا جس کو مہاراجہ نے امرتسر میں قید کر دیا اس نے آپ کے متعلق سنا تو آدمی بھیج کر رہائی کے لئے طالب ہوا چنانچہ آپ کی دعا سے اس کو رہائی ملی بلکہ دو روپیہ یومیہ بھی اس کے لئے مقرر ہو گیا۔ مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ ان سے ان کے ایک دوست شیخ وہاب الدین لاہوری نے بیان کیا کہ میں ایک دن شہر سے باہر ایک ٹیلے پر بیٹھا تھا اور بھوک لگی ہوئی تھی اسی دوران اس طرف مستان شاہ آ گئے میں نے کھانے کی فرمائش کی تو انہوں نے ہاتھ پشت کی طرف کیا اور گندم کی روٹی غیب سے لے کر میرے حوالے کی۔ شیخ وہاب الدین کا بیان ہے کہ جب روٹی میں نے کھائی تو روغنی تھی۔ صاحب حدیقۃ الاولیاء لکھتا ہے کہ ایک دفعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ آپ کو ہاتھی پر سوار کر کے قلعہ کی طرف لا رہا تھا کہ آپ نے راستے میں ہاتھی پر سے چھلانگ لگا دی۔

وفات ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۶ء میں ہوئی جو کہ انگریزوں کا عہدِ حکومت تھا۔ مزار قبرستان میانی میں ہے تکیہ نظام شاہ میں قبر ہے جو ایک اونچے چبوترے پر مرجع خلائق ہے۔ اس پر سبز غلاف ہر وقت پڑا رہتا ہے اوپر پیلو کا درخت ہے۔

۶۱۱ - شاہ سفر مجذوبؒ

مولوی محمد شفیع مرحوم نے ان کا ذکر اپنی کتاب "اولیائے قصور" میں اولیائے لاہور کے عنوان کے تحت کیا ہے لکھتے ہیں کہ آپ مجذوب تھے اور انکی قبر بھیائے راوی کی طرف ہے۔

۶۱۲ ۔ رحمان شاہ مجذوبؒ

جب سید فضل شاہ قادری نوشاہی جس کا مزار بیرون مستی دروازہ واقع ہے اپنے گاؤں ضلع سیالکوٹ سے عہدِ سکھاں میں آیا تو اس نے لاہور آکر اس رحمان شاہ سے بیعت کی تھی جو کہ ایک مجذوب فقیر تھا۔ رحمان شاہ مجذوب کی قبر کرڈہ شالی کوہاں جس میں کرسٹنہ ۱۸۶۰ سے پہلے مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقات چشتی رہتا تھا۔ موجود ہے۔

۶۱۳ ۔ مکھن شاہ مجذوبؒ

آپ حافظ میاں احمد دین سہروردی سجادہ نشین درگاہ حضرت میاں وڈا سہروردی درس میاں وڈا کے وقت اس خانقاہ میں رہتے تھے سارا دن گلیوں بازاروں میں پھرا کرتے۔ مجذوب اور مست الست بزرگ تھے۔ وفات کے بعد دفن بھی اس خانقاہ کے قبرستان میں ہوئے

۶۱۴ ۔ عظیم شاہ مجذوبؒ

سکھوں کے آخری عہد اور انگریزوں کے اوائل عہدِ حکومت میں لاہور میں یہ مجذوب رہا کرتا تھا پہلے یہ فوج میں گھوڑ سوار تھا اور پانچ ہتھیار لگا کر گراؤنڈ سٹیڈیم میں پھرا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ انگریز آ گئے انگریز آ گئے۔ سٹیڈیم کے پاس اس زمانہ میں ایک پڑاؤ تھا۔ قاضی لاہور کو پھانسی کا حکم ہوا تو اس کو ہاتھی پر چڑھا کر پریٹ میں لے جا رہے تھے اس قاضی کا نام شیخ امام دین تھا تو یکدم ایک طرف سے سائیں عظیم شاہ آتے دکھائی دیئے۔ قاضی نے آپ کو دیکھ کر فریاد کی تو آپ نے فرمایا کہ تم کو کوئی پھانسی نہیں دے سکتا جب ان کو پھانسی پر لٹکایا گیا تو ایک طرف سے سانڈنی سوار آئے اور شیخ امام دین قاضی لاہور کی رہائی کا پروانہ لے آئے چنانچہ آپ کو رہا کر دیا گیا پھر آپ گرمی شاہو میں آکر دربار حضرت جان محمد حضوری میں رہنے لگے اور یہیں وفات پا کر دفن ہوئے قبر آپ کی مقبرہ حضرت جان محمد حضوریؒ سے جانب شمال واقع ہے۔

۶۱۵ - مولوی عبداللہ مجذوب

مولوی فیروز دین اپنی تصنیف "جہاد زندگی" میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولوی صاحب لاہور کے رہنے والے اور اچھے ذی علم آدمی تھے مگر خدا جانے کیا ہوا کہ مجذوب ہو گئے۔ اکثر ایک نیلی چادر میں رہا کرتے تھے۔ سب کے سامنے پیشاب پاخانہ کر دیتے اور اگر کوئی کچھ پیش کرتا تو اس میں تھوڑا سا چکھ کر باقی زمین پر پھینک دیتے۔ مولوی فیروز دین لکھتے ہیں کہ میں بھی دو تین دفعہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور میں نے دیکھا کہ جو سوال میرے دل میں ہوتا وہ بغیر پوچھے اس کا جواب دے دیتے تھے۔

۶۱۶ - ایک مجذوبہ

ترجمان حقیقت علامہ سر محمد اقبالؒ اپنے ایک خط بنام مہاراجہ کشن پرشاد وزیر اعظم حیدر آباد دکن لکھتے ہیں جو کہ "شاد اقبال" کتاب میں تحریر ہے۔ یہ خط علامہ مرحوم نے ۷ مارچ ۱۹۱۷ء کو لاہور سے لکھا تھا۔ لکھتے ہیں۔

"آجکل لاہور میں سلطان کی سرائے (لنڈا بازار) میں ایک مجذوبہ نے بہت لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رکھا تھا کسی روز ان کی خدمت میں جانے کا قصد ہے۔"

۶۱۷ - گڈی سائیں مجذوب

یہ لاہور کے ایک مجذوب تھے۔ لمبا چغہ پہنتے اور ہر وقت گڈی (کنکوے) اور ڈور سے دل بہلایا کرتے تھے۔ لاہور کے خوش اعتقاد لوگ ان سے سٹے کا نمبر پوچھا کرتے تھے بعد از وفات ان کو شاہی قلعہ لاہور کی شرقی دیوار کے بالمقابل اور بیگم شاہی مسجد کے عقب میں دفن کیا گیا جہاں ان کے نام سے ایک تکیہ بھی وجود میں آیا۔ ہر جمعرات کو یہاں کافی رونق رہتی ہے نیز آپ کی قبر پہ گڈیوں کی چادر ہر وقت تنی رہتی ہے۔ وصال قیام پاکستان سے چار پانچ سال بعد ہوا۔

۶۱۸ - دیرکا والے مجذوب

"دیرکا" ایک ریلوے سٹیشن ہے جو امرتسر سے بٹالہ جاتے ہوئے راستے میں آتا ہے امرتسر سے جو پختہ سڑک بٹالہ کو جاتی ہے اس کے دائیں طرف دیرکا کے پاس آپ ایک شیشم کے درخت تلے کھڑے رہا کرتے تھے۔ قیامِ پاکستان سے قبل جب مؤلف کتاب ہذا اپنے وطن سے لاہور آیا کرتا تو بذریعہ لاری آپ کی زیارت ہوتی اس کے علاوہ یہ فدوی اپنے والدِ معظم حضرت میاں شہاب الدین قادری قدس سرہٗ کے ہمراہ بھی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا تھا۔ آپ کئی برس ایک شیشم کے درخت تلے رہے اور "ٹاہلی سائیں" کہلاتے رہے بے شمار خلقتِ خدا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوتی۔ دُور و دراز مقامات اور دوسرے اضلاع سے بھی بکثرت لوگ حاضر ہوتے مگر آپ گالیاں دیتے پھر بھی لوگوں کا کثرت سے جانا کم نہ ہُوا۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ کو لاہور لایا گیا اور آپ مصطفیٰ آباد (دھرم پورہ) کی سمادھیوں میں مقیم ہوئے اور وہاں ہی وفات پا کر دفن ہوئے۔

آپ کا نام حضرت شیخ محمد دین قادریؒ بتایا جاتا ہے۔ وصال ۱۸ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۵۰ء ہُوا۔

۶۱۹ - بابا ٹھوکر والا مجذوب

آپ کو چنگا پیر بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا قلندری سلسلہ تھا۔ محمد حنیف قریشی ایزدی آپ کے متعلق ایک کتاب تحریر کر رہے ہیں جس کا نام "گلستانِ قلندر" ہوگا۔ بڑے بابرکت اور پُرفیض بزرگ تھے۔ لوگ آپ کی بے شمار کرامات بیان کرتے ہیں۔ آپ کا وصال ۱۹۵۶ء میں ہُوا۔ مقبرہ قبرستان عقب آبادی شاد باغ میں واقع ہے جس پہ ایک خطیر رقم خرچ ہوئی ہے۔ آپ کے ساتھ ہی ایک اور مجذوب سید محمد علی جالندھری المشہور بہ بابا لوٹا سائیں کی قبر ہے۔ یہ بھی قلندرانہ زندگی رکھتے ہیں۔ ان کا وصال ۲۱ نومبر ۱۹۷۲ء میں ہُوا تھا۔

۶۲۰ - سیّد غلام محمدّ رنگیلا قلندر

آپ ڈیرہ غازی کی طرف کے رہنے والے تھے اور لاہور آ گئے تھے۔ قلندرانہ طریق تھا ولادت ۱۸۹۴ء میں ضلع ڈیرہ غازی میں ہوئی۔ آپ کے جدّ امجد زمیندارہ کرتے تھے۔ کچھ عرصہ جی۔ٹی۔ روڈ پر ریلوے کوارٹروں میں رہے۔ چنے آبادی میانمیر میں بھی قیام کیا پھر ڈاکٹر غلام نعیم الدین کے گھر واقع گڑھی شاہو میں تقریباً ۲۵ سال رہے آخری عمر میں ناسور کے عارضہ میں مبتلا رہے۔ بے شمار دنیا آپ سے فیضیاب ہوئی - وفات ۴ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۶۵ء میں بروز پیر بوقت عصر ہوئی۔ تقریباً ۹۰ سال عمر پائی - یہ مقبرہ قبرستان عوام الناس حضرت میانمیر قادریؒ لاہور میں واقع ہے۔ تعمیر کنندہ غلام قلندر حکیم خادم اسلم ہے جس نے یہ عالیشان مقبرہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں لوگوں کے تعاون سے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ گنبد سبز ہے اور اوپر کلس ہے۔ باہر سنگِ مرمر پر تحریر ہے۔ "سید غلام محمد شاہ رنگیلا" چھنڈا ساوا پیلا۔

۶۲۱ - بابا مجنوں سائیں

یہ مزار مقبرہ گیلانیاں پیر نظام الدین بودیانوالہ کے پاس ایک دوسری چار دیواری میں واقع ہے۔ ان کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے ساری عمر ٹھنڈا پانی نہیں پیا۔ تیس سال سے زائد عرصہ اسی جگہ قیام فرما رہے۔ کلام نہیں کرتے تھے گویا کہ چپ کا روزہ ہے۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو کاغذ پر لکھ کر سائل کو جواب دیتے تھے میں نے بھی ان کو دیکھا ہے جب کہ میں حضرت سید ایوب صابرؒ میر میراں کے مرقدِ منور پر فاتحہ کے لئے حاضر ہوا تھا۔ آپ کریلوں کا سالن بہت پسند کرتے تھے اور اس کی خواہش کرتے تھے۔

وفات ۱۹۷۰ء میں ہوئی ہر سال عرس نہایت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ اس سال محکمہ اوقاف کے وزیر نے بھی شرکت کی تھی۔

۶۲۲ - حضرت بی بی پاکدامناںؒ

سید احمد توختہؒ ترمذی ثم لاہوری المتوفی ۶۱۲ھ مطابق ۱۲۰۵ء ایک مرتاض زاہد اور شب زندہ دار عابد تھے۔ آپ کا قیام محلہ چہل بیبیاں اندرون موچی دروازہ تھا جہاں آپ کا مزارِ اقدس آج تک موجود ہے یہ بیبیاں آپ کی صاحبزادیاں تھیں جن کے نام بی بی حاج بی بی تاج - بی بی حور - بی بی نورُ - بی بی گوہر اود بی بی شہباز تھے ۔ بی بی حاج کی شادی کیچ مکران (بلوچستان) کے حاکم کے فرزند شہزادہ بہار الدین سے ہوئی - اس بی بی سے شہزادہ کے تین صاحبزادے ہوئے ۔ ۱. شہزادہ جمال الدین - ۲. شہزادہ ضیاء الدین - ۳. شہزادہ حمید الدین حاکم چند سال بعد شہزادہ بہار الدین بھی لاہور میں سید صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا ۔

سلطان حمید الدینؒ حاکم سلسلہ سہروردیہ کے معروف بزرگ ہیں جن کی شادی حضرت شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی ۔ سلطان حاکم بھی اپنے نانا سید احمد توختہؒ ترمذی سے ملاقات کے لئے لاہور تشریف لائے تھے اور ان سے فیضیاب ہوئے تھے ۔ سیدہ حاج کی اولاد مئو مبارک (رحیم یار خاں) کے نزدیک اب بھی آباد ہے ۔

بی بی تاجؒ کا نکاح حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ نے اپنے برادر زادے سید زید سے کیا تھا صاحب حدیقۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ باقی چاروں بیبیاں بی بی نورؒ ۔ بی بی حورؒ ۔ بی بی گوہرؒ اور بی بی شہباز جو نہایت عابدہ زاہدہ اور رابعہ عصر تھیں ناکتخدا فوت ہو گئیں ۔ عام مشہور ہے کہ یہ چھ بیبیاں ایک جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی صاحبزادی ۔ ہمشیرہ جناب حضرت عباسؓ کی موسوم بہ رقیہ المشہور بہ بی بی حاج اور پانچ صاحبزادیاں حضرت عقیلؓ برادر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی ہیں اور سانحہ کربلا کے بعد لاہور تشریف لے آئیں جو کہ بالکل غلط ہے ۔ اصل میں یہ صاحبزادیاں سید احمد توختہ ترمذی ہیں جن کے مزارات بعد از وفات یہاں بنے ۔ ان مزارات کو ۱۹۶۷ء میں محکمہ اوقاف حکومتِ پنجاب نے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا ۔ اس ضمن میں میری کتاب "مزارات بی بی پاکدامناں" ملاحظہ فرمائیے جس میں قدیم و جدید کتب کی روشنی میں اس پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے : قدیم کتب میں تذکرہ قطبیہ مصنفہ جمال الدین ابو بکر ۔ سکینۃ الاولیاء مصنفہ شہزادہ

دارا شکوہ قادریؒ۔ تذکرہ حمیدیہ مصنفہ شیخ شہر اللہ۔ دیوان قلندر شاہ لاہوری اذکار قلندری وغیرہ شامل ہیں۔ اکبر بادشاہ کے ایک وزیر نے یہاں ایک مسجد بنوائی تھی۔ دولت خاں وزیر کی بیٹی نے یہاں حاضری دی تھی۔ حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی سہروردی یہاں عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت سید جلال الدینؒ حیدر سہروردی برادر حضرت موج دریا بخاری لاہوری کا مقبرہ اسی جگہ ہے۔ نواب شیخ امام الدین خاں گورنر کشمیر کی والدہ کی بھی یہاں قبر ہے۔ حضرت حافظ اسماعیل سہروردی المعروف بہ میاں وڈا لاہوری کے بھائی کی قبر بھی یہاں ہی ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری کے خاندان کے کچھ افراد کی قبور بھی یہیں ہیں۔ لاہور کے قبرستانوں میں اس قبرستان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

موجودہ صورت میں یہ مزارات ایمپرس پارک روڈ پر ایک گلی کے کونے پر ہیں۔ گلی اور سڑک کے مقامِ اتصال پر مسجد حنفیہ پاک امناں ہے خانقاہ کے صدر دروازے سے اندر داخل ہوں تو دائیں طرف مزار پر لکھا ہے کہ "مرقدِ اقدس ساربان قافلہ" اور بائیں طرف چار قبور ہیں جن پر سبز رنگ کیا ہوا ہے یہاں ان کے نام حافظ ابوالفتح۔ حافظ ابوالمکارم۔ حافظ ابوالفضل اور حافظ عبداللہ لکھے ہیں اور اسی صحن میں قبر والدہ نواب شیخ امام الدین خاں المتوفی ۱۲۶۶ھ ہے جانب جنوب و مشرق حجرے اور محکمہ اوقاف کا دفتر ہے۔ بیبیاں کی قبور کو جانے کے لیے ایک راستہ ڈیوڑھی سے ہے جہاں مسجد قدیم ہے اور اس کے صحن کے نیچے نو قبور ہیں یہ مسجد عہدِ اکبری کی تیار کردہ ہے اور اس کے تین گنبد ہیں۔ درگاہ کے آخری حصہ میں جو سب سے نشیب میں ہے مقبرہ بی بی حاج ہے جو سنگ مرمر سے تعمیر شدہ ہے۔ سنگ مرمر کے ایک بلند چبوترے پر واقع ہے۔ جالیاں۔ فرش اور تعویذ سنگ مرمر کے ہیں۔ اندرون گنبد رنگا رنگ کے نفیس شیشے لگے ہوئے ہیں جس سے مقبرہ کا اندرونی حصہ نہایت دلفریب اور دلکش معلوم ہوتا ہے۔ بی بی حاج کے مقبرہ کے سامنے اسی احاطہ میں جانب جنوب مزارات بی بی گوہر و بی بی شہباز ہیں۔ مقبرہ سے جانب غرب ایک کمرہ مسقف میں قبر حضرت سید جلال الدینؒ حیدر برادر حضرت موج دریا بخاری سہروردی ہے نیز جانب مشرق اور شمال حجروں کے علاوہ وَن کا قدیم درخت بھی ہے اس احاطہ سے اوپر ایک دوسرے احاطہ میں تین قبور ہیں جن پر

تحریر ہے۔ بی بی حور۔ بی بی نور اور بی بی تاج۔ حضرت سید جلال الدین شہید کے مرقد منور کے دروازے پر صدیق اکبرؓ۔ عمر فاروقؓ۔ عثمان غنیؓ اور حیدر کرار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے نام سنگ مرمر کی ٹائلوں پہ تحریر ہیں۔

مسجد کے عقب میں چار دیواری خانقاہ اور مسجد کے درمیان مزار سائنل پیر شہیر بی بی تنوری ایک اونچے چبوترے پر وَن کے درخت تلے ہے نواب ٹونک شاہنواز خاں المتوفی ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۱ء کی بھی یہیں قبر ہے۔ ایک دوسری جگہ مزار بی بی علیمہ المعروف بی بی تنوری۔ مزار مبارک حضرت بی بی آس۔ مزار مبارک حضرت بی بی تربت مراد وغیرہ تحریر ہے۔ اس اونچے احاطہ میں کل آٹھ قبور ہیں اور ان پہ نام تحریر ہیں۔ مگر قدیم کتب ان ناموں کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔

۶۲۳ - سیدہ فاطمہ گیلانی

آپ حضرت سید جیونؒ المشہور بہ سید عبدالقادرؒ ثالث گیلانی کی صاحبزادی تھیں جن کی رہائش لاہور میں گزر لنگر خاں (ہائی کورٹ) میں تھی جس پر بعد ازاں محلہ رسول پورہ آباد ہوا جب سید عبدالقادر ثالث وفات پا گئے تو مقبرہ حضرت شاہ چراغؒ میں مدفون ہوئے۔

سیدہ فاطمہؒ کو بی بی کلاں بھی کہا جاتا ہے۔ نکاح ان کا حضرت میراںؒ محمد شاہ المعروف حضرت موج دریا بخاری سہروردی سے ہوا جو جلیل القدر بخاری سہروردی سادات سے تھے اور عہد جلال الدین اکبر میں لاہور تشریف فرما ہوئے تھے۔ بڑی عابدہ۔ زاہدہ اور متقیہ تھیں آباؤ اجداد سے شرافت ونجابت ورثہ میں پائی تھی۔ آپ سے کئی ایک کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔ حضرت بی بی کلاںؒ کے بطن سے سید صفی الدین اور سید بہاء الدین تولد ہوئے۔ مولوی نور احمد چشتیؒ نے اپنی تالیف تحقیقات چشتی میں اس جگہ کا ذکر "احوال مکان ڈھابہ بیوی وڈی" سے کیا ہے۔

وفات آپ کی ۱۰۱۶ھ مطابق ۱۶۰۷ء عہد نورالدین محمد جہانگیر میں ہوئی اور مزار اقدس لیک روڈ پر جین مندر اور کپور تھلہ ہاؤس کے درمیان اپنے رہائشی مکان میں ہوا جو ایک کافی وسیع وعریض بلند و بالا ٹیلہ پر تھا۔ ساتھ ہی ایک مسجد ہے اور مدرسہ بھی یہاں قائم ہے جس کو "[illegible] صاحبؒ" کہا جاتا ہے [illegible] مزار پر سنگ مرمر کی تختی پہ تحریر ہے۔ "مرقد منورہ

حضرت بی بی کلاں اہلیہ حضرت موج دریاؒ بخاری اولاد پاک جناب غوث الثقلینؓ" مزار خانقاہ عالیہ کے وسط میں ایک چوکھنڈی میں ہے جو مسقف ہے یہاں قدیم وُن کا درخت بھی ہے احاطہ سے باہر ایک قبر خام بھی موجود ہے۔ خانقاہ کے اِرد گرد مویشیوں کی وجہ سے کافی تعفن ہے۔

۶۲۴ - حضرت بی بی جمال خاتونؒ

آپ وہی ہیں جن کی بابت حضرت میاں میرؒ کی والدہ کو خوشخبری ملی تھی۔ آپ حضرت میاں میرؒ کی ہمشیرہ تھیں۔ حالات۔ مقامات۔ ریاضات۔ مجاہدات۔ ترک و تجرید میں یگانۂ آفاق تھیں بلکہ رابعۂ وقت تھیں۔ شہزادہ داراشکوہ لکھتا ہے کہ بے شمار خوارق و کرامات آپ سے ظہور پذیر ہوئیں۔ شروع میں اپنے والدِ گرامی سے شغل کا طریقہ حاصل ہے۔ اور بعد ازاں اپنے بھائی حضرت میاں میرؒ سے فیضیاب ہوئیں۔ شریعت کے مطابق آپ کا پیوند ایک بزرگ زادے سے ہوا جو دس سال تک زندہ رہے پہلے چھ سال تو بی بی صاحبہ ان کے پاس رہیں اور پھر بالکل قطع تعلق کر کے اپنا حجرہ الگ کر لیا۔ آپ کی دو خادمہ تھیں جو دن کے وقت آپ کی خدمت میں رہتیں اور وضو کے لئے پانی اور دیگر ضروریات مہیا کرتیں۔ رات کو اکیلی ذکرِ حق میں مشغول رہتیں۔ حضرت میاں میرؒ آپ کی بہت تعریف فرماتے تھے جس وقت شہزادہ داراشکوہؒ سکینۃ الاولیاء کتاب لکھ رہے تھے اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے زائد تھی۔ اور اپنے وطن سیوستان میں رہتیں تھیں۔ شہزادہ مزید لکھتا ہے کہ اس کتاب کے لکھے جانے کے بعد آپ منگل کے روز ۲۷ ربیع الاول ۱۰۵۱ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا مگر کئی ایک مؤرخین آپ کی قبر لاہور میں بتاتے ہیں اور اس کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد شریفؒ آپ کے فرزند ارجمند تھے جن کو شہزادہ داراشکوہؒ نے لاہور بلوا کر گدی نشین درگاہ عالیہ حضرت میاں میرؒ صاحب کیا تھا اور سجادہ نشین اوّل کہلائے۔ بمطابق تحقیقات چشتی وفات ۱۰۵۷ھ مطابق ۱۶۴۷ء بمقام لاہور ہوئی۔ تاریخ وفات ۱۰۴۹ھ بھی لکھی ہے جو کہ شاہ جہان کا عہد حکومت تھا۔ صوبیدار لاہور نواب جعفر خاں تھا۔

مصنف تحقیقاتِ چشتی لکھتا ہے کہ آپ کا مرقدِ منوّرہ حضرت خواجہ بہاری قادریؒ کے مقبرہ کے پاس ہے اور تعویذ قبر نہیں ہے صرف نشانِ تعویذ ہے۔ موجودہ صورت میں آپ کا مزار مقبرہ حضرت خواجہ بہاریؒ خلیفہ حضرت میاں میرؒ اور کراچی ریلوے لائین کے درمیان ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے اور اس پر دُن کے قدیم درخت بھی موجود ہیں۔ اب اس چبوترہ پر تین قبور ہیں اِردگرد مویشیوں کی وجہ سے متعفن ہے اور صفائی کا کوئی انتظام نہیں ہے اور نہ ہی مزار کی حفاظت کا کوئی انتظام ہے۔

۶۲۵ - حضرت بی بی بادیؒ

آپ بھی حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری کی ہمشیرہ تھیں۔ شہزادہ داراشکوہؒ قادری اپنی تصنیف سکینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت میاں میرؒ کی ولادت ۹۳۸ھ مطابق ۱۵۳۱ء میں سیوستان میں ہوئی۔ سلسلہ نسب ۲۸ واسطوں سے امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ والد ماجد کا نام قاضی سائیں دتہ بن قاضی قلندر فاروقی تھا۔ والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ تھیں۔ بھائیوں کے علاوہ دو ہمشیرگان تھیں۔ حضرت بی بی جمال خاتونؒ اور حضرت بی بی بادیؒ۔ حضرت بی بی جمال خاتونؒ بڑی تھیں۔ جن کا ذکر علیحدہ بیان ہو چکا ہے۔ بمطابق تحقیقاتِ چشتی آپ کا وصال لاہور ہی میں ہوا اور بیرون باغ ملا شاہؒ بطرف غرب مدفون ہوئیں۔ وہ مزید لکھتا ہے کہ "سابق یہ عمارت پختہ تھی اور مقبرہ و باغ معہ چاردیواری پختہ تھا مگر اب مسمار ہو گیا ہے۔ اب صرف قبر کی جگہ معلوم ہوتی ہے۔

موجودہ صورت میں یہ قبر مسجد اور مقبرہ حضرت خواجہ بہاریؒ کے درمیان واقع ہے۔

۶۲۶ - شہزادی نادرہؒ بیگم

لکھا ہے کہ بچپن میں یہ خاتون حضرت میاں میرؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہا کرتی اور ایک وقت کا وضو بوقتِ نمازِ ظہر آپ کو کراتی تھی جب گیارہ برس کی ہوئی تو ایک روز کا ذکر ہے کہ یہ وضو کرا رہی تھیں تو حضرتؒ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے بیٹی

اب تو جوان ہو گئی ہے اب وضو کرانے نہ آیا کر جس کا اس کو دلی صدمہ ہوا۔

ملکہ ممتاز محل کا خیال تھا کہ شہزادہ داراشکوہؒ کی شادی سلطان پرویز کی دختر کریم النساء المعروف بہ نادرہ بیگم سے کی جائے۔ یہ کام اس کی حیات میں تو نہ ہو سکا مگر اس کی وفات کے بعد یہ دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ شہزادہ داراشکوہؒ لاہور میں وقتاً فوقتاً کافی عرصہ قیام پذیر رہا۔ چوک دارا اس نے بنوایا۔ منڈیاں قائم کیں۔ آئینہ محل تعمیر کرایا اور پھر حضرت میاں میرؒ کی خانقاہ کے علاوہ اپنی بیوی کے لئے ایک عالی شان تالاب و باغ بھی اس کے جانب مشرق احداث کرایا جس کے وسط میں نہایت سنگین اور خوب صورت منقش بارہ دری تعمیر کی گئی۔ یہ مقبرہ دو منزلہ ہے اور اس کی سیڑھیاں اب بھی جانب شمال و جنوب موجود ہیں جن پر لوہے کا جنگلہ لگا دیا گیا ہے۔ بارہ دری سے تالاب میں چاروں اطراف میں راستے تھے مگر اب صرف شرقی پل قائم ہے جس کے ۱۳ محرابی دہن موجود ہیں یہ بہت بوسیدہ ہو گئے تھے اور اب مقبرہ کے ساتھ ان کی بھی مرمت کر دی گئی ہے مقبرہ کا گنبد دوہرا ہے اور سنگینی میں بے مثال۔ اس طرح کے لاہور میں مقابر ایک دو ہی ہوں گے۔

نادرہ بیگم کی وفات ۱۰۶۹ھ مطابق ۶ جون ۱۶۵۹ء کو سندھ میں ہوئی جہاں سے شہزادہ داراشکوہؒ نے اس کی لاش اپنے معتمدین کے ساتھ لاہور بھیجی تاکہ اس کو اپنے پیر و مرشد کے پاس شہزادی کے باغ میں دفن کیا جائے بارہ دری میں کثرت سے سنگ مرمر استعمال کیا گیا تھا جو عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ میں غارتگروں نے اترو الیا۔ شمال اور جنوب میں دو ڈیوڑھیاں بڑی بلند عالیشان تھیں اور چاروں کونوں پہ چار بنگلا ہشت پہلو سنگ سرخ کے بنے ہوئے تھے اور تالاب کے چاروں اطراف میں چھتیس چھتیس کوٹھڑیاں جائے سکونت و نشستگاہ بنی ہوئی تھیں اس کے علاوہ تالاب کے ہر چہار اطراف سڑکیں تھیں جس پہ گاڑی سہولت سے چل سکتی تھی سلطان ٹھیکیدار کشمیری نے اس تالاب کی اینٹیں اکھاڑ کر میاں میر چھاؤنی کی بارکیں تعمیر کیں موجودہ صورت میں اس مقبرہ کی مرمت ہو چکی ہے۔ مقبرہ جو کہ ایک وسیع و عریض تالاب کے وسط میں تھا یہاں گیارہ باغیچے قائم کر دیئے گئے ہیں جن میں سبزہ لگا دیا گیا ہے نیز کھیلنے کے لئے گراؤنڈ بھی۔ روشنی کا اچھا انتظام کر دیا گیا ہے۔ کثرت سے پھولوں کے پودے لگا دیئے

گئے ہیں اور ایک بہترین سیرگاہ بنا دی گئی ہے۔ راستہ جانب مشرق ہے تالاب کے چار گوشوں کے چاروں بُرجوں کے نشانات اب بھی صاف نظر آتے ہیں۔ فرش اور لوح مرقد سنگ مرمر کی ہے جس پہ تحریر ہے " نادرہ بیگم زوجہ شہزادہ داراشکوہ سن وفات ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۹ء "

۶۲۷ - دائی انگہ

یہ دائی شاہجہان بادشاہ کو دُودھ پلاتی تھی۔ اصل نام اس کا زیب النساء تھا جب شاہجہان سریر آرائے تخت و تاج ہُوا تو اس نے اس کو بیش بہا انعامات سے نوازا چنانچہ وہ حج (حرمین الشریفین کے لئے چلی گئی پھر واپس آکر اس نے لاہور میں ایک نہایت عظیم الشان چینی کاری کا نادر نمونہ مسجد صرف کثیر سے تعمیر کرائی۔ یہ مسجد دائی انگہ مذکورہ نے ۱۶۳۵ء میں تعمیر کرائی۔ دائی مذکورہ ہرات کے ایک شریف مغل خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ ہندوستان آنے سے قبل اس کی والدہ شاہ طہماسپ دائی ایران کے خاندان میں اس عہدہ پہ تھی اس کے شوہر کا نام مراد خاں تھا جو عہدِ جہانگیر میں بیکانیر میں عدالتی کے عہدے پہ فائز تھے۔ مسجد دائی انگہ ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر ایک کے پاس موجود ہے۔ یہ دائی نہایت عارفہ اور پرہیزگار خاتون تھی سکھوں کے عہد میں یہ مسجد بارود خانہ تھی اور عہدِ انگریز میں رہائشی مسکن۔ اندر اور باہر سے انتہائی منقش کاشی کاری کا نمونہ اس کے نقش و نگار جو دھیمے پڑ گئے تھے ان کو دوبارہ اُجاگر کرنے کا ناکام کوشش کی گئی ہے۔ محرابوں اور دیواروں پہ قرآن مجید کی آیات اور درود شریف نہایت خوشخط تحریر کیا ہے۔ کتبات ابراہیم نے تحریر کئے ہیں جس کا اپنا تحریر کردہ کتبہ آج بھی دیکھنے میں آتا ہے۔ مقبرہ اس کی گلابی باغ گرینڈ ٹرنک روڈ پر بیگم پورہ کے پاس ایک نہایت عالیشان مقبرہ میں ایک اونچے چبوترے پر ہے۔ دائی انگہ کی قبر کے ساتھ ایک اور نامعلوم الاسم قبر ہے۔ مقبرہ کے اس زمانہ کی آیاتِ قرآنی تحریر شدہ اب بھی موجود ہیں۔ جو کہ فنِ خطاطی کا ایک نہایت نادر شاہکار ہے۔ سورت انا فتحنا بہ خطِ نسخ نہایت نفیس انداز سے اندرون مقبرہ چاروں اطراف میں ایک ہی سطر میں تحریر کیا گیا ہے آخر میں کاتب کا نام

محمد صالح اور امین سنہ ۱۰۴۲ھ مطابق سنہ ۱۶۳۲ء تحریر ہے۔ مقبرہ کے چاروں اطراف میں غلام گردش ہے اور چاروں گوشوں کی چاروں چھتریوں کے نیچے ہر چہار اطراف کاشی کاری کا کام نہایت حسین اور جاذب نظر معلوم ہوتا ہے۔ سنگ مرمر کے دونوں تابوت اور دیگر قیمتی پتھر سکھ گردی کی نذر ہو گئے تھے۔

۶۲۸ ۔ دائی لاڈو

دائی لاڈو شہاب الدین شاہجہان صاحبقراں کی دایہ تھی۔ نہایت خدا ترس، پاکباز اور عارفہ تھی۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ جن کا مرقد منور اجمیر شریف میں ہے کی مرید تھی اس کو دینی علوم و فنون سے انتہائی لگاؤ تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے جہاں ایک نہایت عالیشان مسجد تعمیر کرائی وہاں ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا اور اپنی جائیداد کا بہت بڑا حصہ مدرسہ کے اخراجات کے لئے وقف کر دیا۔ دائی لاڈو کے لاہور کے محلہ تلہ (میو ہسپتال۔ سرائے رتن چند۔ بھارت بلڈنگس) میں محلات تھے جس کے ساتھ ایک باغ بھی تھا اس نے یہ مسجد سنہ ۱۶۳۴ء میں تعمیر کرائی تھی جبکہ وہ حج حرمین الشریفین سے فیضیاب ہو کر واپس لاہور پہنچی تھیں۔ مائی صاحبہ نے اس مدرسہ کا شیخ الحدیث مولانا شیخ عصمت اللہؒ کو مقرر کیا جو معقولات و منقولات کے ماہر تھے ان کے علم و فضل کی اس قدر شہرت تھی کہ بے شمار طالب علم لاہور، مضافات اور بیرون لاہور سے ان کے درس میں شریک ہونے لگے ان کے اس علمی اور دینی فیضان سے اہالیان لاہور تقریباً دو صدیوں تک فائدہ مند ہوتے رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ بقول شاہزادہ دارالشکوہ قادریؒ لاہور کے ہر کوچہ اور گلی میں بیشمار حفاظ قرآن مجید موجود تھے۔

دائی لاڈو اور اس کا خاوند محمد اسماعیل وفات کے بعد مسجد کے صحن میں دفن ہوئے دائی مذکورہ کی وفات سنہ ۱۰۸۰ھ میں ہوئی۔ ان کا ایک لڑکا محمد شکور کافی عرصہ تک اس مدرسہ کا انتظام چلاتا رہا اس نے اپنی ساری جائیداد اور مسجد اس مدرسہ کے نام وقف کر دی تھی مدرسہ خان بہادر نواب زکریا خاں ناظم لاہور کے زمانہ تک جاری رہا اور پھر سکھوں کے

عہدِ جور و استبداد میں اس کو بھی زوال آگیا۔ مدرسہ کی عمارت منہدم کر دی گئی۔ باغ ویران ہو گیا۔ اب اس جگہ بھارت بلڈنگس (جو کہ اس سال مسمار کر دی گئی ہے) رتن چند باغ اور میو ہسپتال کا ایک حصہ تعمیر ہو چکا ہے۔ سنہ اوائل عہدِ انگریز یعنی ۱۸۵۶ء میں رتن چند داڑھی والے نے بیرونِ شاہ عالمی دروازہ تمام اراضیات پر قبضہ غاصبانہ کر لیا تو یہاں وسیع و عریض تالاب سرائے۔ مندر اور اپنی حویلی تعمیر کرائی۔ اس میں مدرسہ کی اینٹیں استعمال کیں۔ کچھ جائیداد پر عیسائیوں نے قبضہ کر لیا اور یہاں مشنری ادارہ قائم کر دیا۔ گورنمنٹ برطانیہ نے بھی اس کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا اور یہاں میڈیکل کالج ہوسٹل قائم کر لیا۔

۶۲۹ - شرف النساء بیگم

شرف النساء بیگم نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ کی دوسری بیوی تھی جس کے بطن سے نواب عبداللہ خاں پیدا ہوئے۔ نواب عبدالصمد ۱۷۱۳ء سے ۱۷۳۷ء تک ناظم لاہور رہے نواب عبدالصمد خاں کے دوسرے فرزند عزالدولہ خاں بہادر زکریا خاں تھے جو ۱۷۳۷ء سے ۱۷۴۵ء تک ناظمِ لاہور رہے۔ رہائش آپ کی علاقہ بیگم پورہ میں تھی۔

آپ اپنی زندگی ہی میں اپنے ملکیتی باغ میں عبادت کیا کرتی تھیں جس کی نہایت بلند چار دیواری تھی اس میں ایک تالاب بھی تھا اور ایک بلند چبوترہ بھی تعمیر کرایا۔ سیڑھی لگا کر وہ اس چبوترہ پر بیٹھتی اور روزانہ صبح کی نماز کے بعد وہیں تلاوتِ قرآن مجید کرتی۔ شہزادی کی یہ عادت تھی اور اس وقت وہ ہمیشہ اپنے ساتھ ایک مرصع تلوار بھی رکھتی تھی کیونکہ ایک مسلمان کے لئے یہی دو چیزیں باعث نجات ہیں۔ تلاوت کے بعد وہ قرآن مجید اور تلوار وہیں رکھ کر محلات میں واپس آ جاتی۔ یہ معمول اس نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک رکھا جب وفات پائی تو وصیت کے مطابق وہ یہیں دفن ہوئی۔ شرف النساء بیگم کے فرزند نواب عبداللہ خاں کا مقبرہ بھی بیگم پورہ میں واقع ہے۔ وفات کے بعد مقبرہ بیگم پورہ میں جانب مشرق اپنے باغ میں بنا جس پر کلماتِ قرآنیہ بھی درج ہیں۔ گنبد کے تین اطراف بند کر کے ان پر سبز رنگ کے سرو کے درخت بنائے گئے ہیں۔ یہی وجہ

ہے کہ اس کو سرُو والا مقبرہ کہا جاتا ہے۔ گنبد کانسی کار اور منقش ہے اور اب آبادی میں گھر گیا ہے۔ گندے پانی کا کوئی نکاس نہیں ہے اور لوگ اس کے چبوترہ کی اینٹیں اکھاڑ کر لے جا رہے ہیں۔ سکھوں کے عہد میں اس مقبرہ سے بھی ناروا سلوک کیا گیا۔ مقبرہ کے اوپر ایک کتبہ ہے۔ ”اللہ باقی والکل فانی“۔ علامہ اقبالؒ نے جاوید نامہ میں شرف النساء کا جو محل جنت میں دکھایا گیا ہے وہ لعلِ ناب کا بنا ہوا تھا اور اپنی آب و تاب سے آفتاب و ماہتاب کو بھی شرماتا تھا یہ صرف شہزادی کے کردار کا ایک نمونہ تھا۔

مزید واقفیت کے لئے میری تصنیف ”لاہور کی نامور خواتین“ ملاحظہ فرمائیں۔ اس عظیم المرتبت خاتونِ لاہور کے متعلق حقیقت علامہ سر محمد اقبال جاوید نامہ میں لکھتے ہیں:

خاکِ لاہور از مزارش آسماں　　　کس نداند رازِ او را در جہاں

پھر اپنی والدہ کو آخری وصیت اس طرح کرتی ہے۔

برلبِ اُو چوں دمِ آخر رسید　　　سُوئے مادر دید و مشتاقانہ دید

گفت اگر از رازِ من داری ہمہ　　　سُوئے ایں شمشیر و ایں قرآں نگر

ایں دو قوت حافظِ یک دیگر اند　　　کائناتِ زندگی را محور اند

مومناں را تیغ با قرآں بس است　　　تربتِ ما را ہمیں ساماں بس است

۶۳۰ - والدہ حضرت چن پیرؒ

آپ پیر اصغر علی شاہ گیلانی کی بیوی تھیں۔ سُنا ہے کہ نہایت پرہیزگار اور نیک خاتون از سلسلہ گیلانیہ تھیں۔ نہایت عالیشان عمارت ایک اونچے چبوترے پر تعمیر کی گئی ہے۔ جو کہ نہایت طویل ہے۔ روضہ کے اِرد گرد غلام گردش ہے۔ مقبرہ کے اندر کسی مرد کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ باہر تحریر ہے۔ ”مرقدِ منورہ سیدہ والدہ سید امیر حیدر علی امام چن پیر حسنی حسینی قادری گیلانی“۔ ”احاطہ قادریہ گیلانیہ“ نہایت وسیع و عریض ہے بلکہ قبرستان میانی کے لئے باعث برکت مقام۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں قدیم سادات اوچ شریف کے مزارات ہیں۔

وفات ۱۹۶۳ء کے لگ بھگ ہوئی۔ ان کی ایک صاحبزادی سمن آباد میں بھی رہائش رکھتی تھی۔ قبرستان میانی میں یہ مقبرہ احاطہ حضرت میر میراںؒ صابر گیلانی میں واقع ہے جو حضرت سید مبارک حقانی ابن سید محمد غوث گیلانیؒ اوچی حلبی کے فرزند ارجمند تھے۔ ساتھ ہی مقبرہ حضرت نظام الدین پیر بودیا نوالہ گیلانیؒ المتوفی ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء ان کے صاحبزادے پیر جانن امام گیلانی المتوفی ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۳ء ہے۔ یہ دونوں قبور ایک نہایت عظیم الشان مقبرہ میں ہیں۔ یہ مقبرہ پیر اصغر علی شاہ نواسہ حضرت پیر بودیا نوالہ اور خواہرزادہ پیر جانن امام نے تعمیر کرایا تھا۔ مقبرہ کے ساتھ نہایت اعلیٰ مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔ مسجد گیلانیہ حضرت پیر بودیا نوالہ کے بالمقابل پختہ سڑک سے باہر ایک نہایت قدیم محراب اب بھی موجود ہے جو کسی قدیم زمانہ کی مسجد کا نہایت فن کاریگری کا نمونہ ہے۔ تمام گلکاری نقاشی اور دیگر تحریرات مٹ چکی ہیں۔ اس کے صحن میں قبریں بن چکی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک اونچے چبوترے پر ملک علی کوتوال کی قبر ہے جو سکھی عہد میں لاہور کا کوتوال تھا۔ اس کے بھائی۔ بیوی۔ بیٹی اور دیگر عزیزوں کی قبریں بھی یہیں ہیں۔ ایسی ہی محرابوں کے آثار کوٹ خواجہ سعید اور گڑھی شاہو میں بھی موجود ہیں جو ان کی قدامت کی دلیل ہے۔

۶۳۱ - مہرالنساء بیگم

ولادت آپ کی ۱۸۷۱ء میں بمقام کرڑی متصل دھاریوال ضلع گورداسپور (بھارت) ایک علماء کے گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے رشتہ داروں میں سے اکثر لوگ حکیم خطیب اور قاضی تھے نیز ان کا فتویٰ چلتا تھا۔ آپ کے والد ایک قابلِ احترام بزرگ تھے جن کا علاقے میں اثر تھا۔ بارہ سال کی عمر میں آپ کی شادی حضرت میاں شہاب الدینؒ قادری سے ہوئی۔ بچپن سے طبیعت کا میلان مذہب کی طرف بہت زیادہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے گھر کا ماحول دینی بنایا تھا۔ نہایت عارفہ اور بزرگ تھیں۔ اولاد میں نو لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں لیکن یہ سب بچے یکے بعد دیگرے وفات پاتے رہے۔ (۱) عبداللہ المتوفی ۱۹۱۱ء۔

(۲) نامعلوم الاسم ۱۹۱۴ء (۳) محمد علی ۱۹۱۷ء (۴) بچپن میں ہی انتقال کر گیا ۱۹۲۰ء۔ (۵) محمد طفیل ۱۹۲۳ء۔ (۶) محمد دین ۱۹۲۴ء۔ (۷) محمد ابراہیم نسیم ۱۹۳۹ء۔ (۸) محمد اسحاق ۱۹۵۰ء۔ (۹) محمد دین کلیم قادری۔ قیامِ پاکستان پر آپ لاہور تشریف لے آئی تھیں۔ آپ کا وصال ۱۹۵۳ء میں ہوا۔ اب آپ کی اولاد میں سے صرف یہ فقیر حقیر مصنف کتاب ہذا ہی اس دُنیائے ناپائیدار میں موجود ہے۔

پتمہ

۶۳۲ - حضرت شیخ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

آنجناب حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش کے سجادہ نشینان - متولیان کی اولاد سے تھے۔ آپ اپنے عہد کے نامور بزرگ تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی انسانیت کی خدمت میں گزار دی۔ آپ اپنے دادا حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور آپ نے اپنے روحانی مرشدِ اعلیٰ حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رشد و ہدایت کی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کیا اور مخلوقِ خدا کو راہِ مستقیم دکھاتے رہے آپ بڑے متقی اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپ کے دستِ حق پرست پر بہت سے غیر مُسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

آپ کا ذکر "مبین التصوف" از فضلی لاہوری (جو کہ اوچ شریف کے سادات میں سے تھے) کے صفحہ ۱۳۲ اب پر ہے اور یہ قلمی فارسی نسخہ مولوی عبدالرشید سیالکوٹی مکتبہ رشیدیہ اُردو بازار لاہور کی مِلک ہے۔

فارسی متن کا اُردو ترجمہ

شیخ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ از خادمانِ قدوۃ الاولیاء مخدوم شیخ علی ہجویری رح۔

ذِکر ان صاحب کا جو نفاق اور کینہ سے خالی تھے۔ ان کا نام نامی شیخ ضیا الدین رح جو قدوۃ مخدوم سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خادموں میں سے تھے۔ انہوں نے ایک سو تئیس سال عمر پائی۔ اس کبر سنی کے باوجود ان کی چلنے پھرنے کی طاقت اور حواس سب کچھ درست تھے مولف پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جونہی دِل میں یاد کیا فوراً حاضر ہو گئے ان کا طریقہ خدمت تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ "انسانیت خدمت سے عبارت ہے۔" سن رسیدہ ہونے کے باوجود خدمت کرنے میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔ آخرالامر ایک روز مولف کے گھر

کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں قضاد الٰہی سے گر پڑے جس سے ان کے دماغ میں چوٹ آئی۔ جب وہ میرے (مولّف) گھر پہنچے تو اُن کے دماغ سے خون جاری تھا اور غشی کا غلبہ اسقدر نہ تھا کہ کسی کو خدمت کے لئے مقرر کیا جاتا۔ چند ساعت کے لئے ان کی طبیعت بحال ہوئی تو اپنے گھر چلے گئے۔ اسی دن سے ان کے دماغ میں نقص واقع ہوا۔ چند دن تک ان کی زبان پہ یہ شعر جاری رہا۔ ؎

ہرچہ آید بر سرم چوں تو پسندی رواست ۔۔۔ بندہ چہ دعویٰ کند، حکم خداوند راست

(اس شعر میں مقام تسلیم و رضا کی طرف اشارہ ہے)

"مجھ پہ جو کچھ بھی بیتے اگر تجھے پسند ہے تو جائز ہی ہے۔ غلام کیا دعویٰ کرسکتا ہے حکم تو آقا ہی کا ہوتا ہے۔"

اور اسی حالت میں بتاریخ ۱۲ ذلقعدہ روز سہ شنبہ کو رحلت فرما گئے۔ مولّف کو ان کے غسل، جنازہ اور انہیں قبر میں داخل کرنے کی سعادت میسّر آئی اور حضرت اِس قدر قانع تھے کہ صرف ایک ہی جامہ میں چالیس[۴] سال گزار دیئے۔

وصال:

آپ کا وصال لاہور میں ہوا۔ بتاریخ ۱۲ ذلقعدہ سن تقریباً ۹۵ھ ہوگا۔
تحقیقات چشتی میں صفحہ ۱۵۱ پہ شجرہ سجادہ نشینان حضرت داتا گنج بخش کے مطابق شیخ ضیاء الدینؒ کا سنِ وصال دسویں صدی ہجری کے آخری عشرہ کا دور ہے اور عین التصوف کے متذکرہ سنوں سے بھی یہی دور ثابت ہے۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی وفات تقریباً ۱۰۹۵ھ میں ہوئی۔

آپ کا مزار مبارک احاطہ درگاہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔ جہاں پہ آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت شیخ ہندیؒ کا مزار مبارک بھی ہے۔

ماہنامہ "فکر و نظر" اسلام آباد کے شمارہ ۳ جلد ۱۵ بابت ماہ ستمبر ۱۹۷۷ء میں پروفیسر محمد اقبال مجددی نے بعنوان تاریخ پنجاب کا ایک نادر "تذکرہ" مضمون لکھا ہے اس کے صفحہ ۱۶۳ پہ شیخ ضیاء الدین کا ذکر کیا ہے۔

[۴] درگاہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے خادم تھے مصنف کے ساتھ بہت دوستی تھی۔ اکیانویں سال عمر پائی تھی۔

"رحلت فرمودند تاریخ بیست و یکم ماہ ذی قعدہ روز سہ شنبہ سعادت غسل و جنازہ و در قبر داخل کردن بایں احقر میسّر آمدہ و قناعت بدرجہ داشتند کہ بیک جامہ مدت چہل سال گذارندہ بود"

---

۶۳۳ - حضرت میاں نذیر احمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

لاہور کے نامور سہروردی خاندان کے چشم و چراغ تھے آپ کا تعلق لاہور کے عظیم المرتبت سہروردی بزرگ حضرت میاں محمد اسماعیل المعروف بہ حضرت میاں وڈا سہروردی سے تھا۔ قبل ازیں میری تصنیف لاہور کے اولیاء سہروردیہ میں آپ کا ذکرہ موجود ہے۔ اب آپ رحلت فرما چکے ہیں اس لئے تتمہ میں آپ کے مختصر حالات درج کئے جاتے ہیں۔

آپ کی ولادت لاہور میں ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔ آپ بہت پائے کے بزرگ تھے انتہائی ملنسار متواضع اور سنتِ رسولؐ پر عمل کرنے والے بزرگ تھے۔ مصنف کی آپ سے تقریباً پندرہ سال سے شناسائی تھی آپ نے آٹھ حج کئے جن میں دو حج اکبر تھے۔ آخری حج اپنی اہلیہ محترمہ کیساتھ ادا کیا۔ آپ کو اسلامی ممالک کی سیر کا بہت شوق تھا۔ اسی وجہ سے آپ نے بیشتر اسلامی ممالک کی سیر اس واسطے کی کہ وہاں کے بزرگان کے مقابر پہ حاضری دی جائے چنانچہ آپ بیت المقدس بغداد شریف۔ کاظمین وغیرہ تمام مقدس شہروں میں تشریف لے گئے اور اولیائے عظام کے مقابر پہ حاضری دی۔

آپ کی وفات اگست ۱۹۷۶ء میں ہوئی۔ نمازِ جنازہ ہزاروں افراد کی موجودگی میں علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری امیر حزب الاحناف نے پڑھائی جس میں عمائدین لاہور کے علاوہ بے شمار مشائخ کرام نے بھی شرکت کی۔

صاحبزادگان میں میاں محمد اشرف فرزندِ اکبر کے علاوہ میاں محمد معظم اور میاں محمد جمیل آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کو حضرت میاں وڈا سہروردیؒ کی پائنتی دفن کیا گیا۔

۶۳۴ - حضرت سلامت علی شاہ مجذوب المعروف "بابا چھتری والی سرکار" رحمۃ اللہ علیہ

تقریباً پنیتس سال قبل آپ سرزمین کشمیر سے واردِ لاہور ہوئے۔ آپ کے ابتدائی حالات کا کھوج نکالنے کی بہت کوشش کی گئی مگر نہ مل سکے بہر حال شروع میں آپ نے دریائے راوی کے کنارے ذخیرہ میں ڈیرہ ڈالا۔ تقریباً ۱۲ سال اس ویرانے میں قیام فرمایا کیونکہ آپ تنہائی کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ بعد ازاں علاقہ مصری شاہ میں آ گئے اور چوک مصری شاہ جامع مسجد کے باہر ایک دوکان کے تھڑا پر آپ عموماً قیام فرمایا کرتے تھے لیکن اس دوران بھی آپ رات کے آخری حصہ میں ذخیرہ جو کہ مصری شاہ کے عقب واقع تھا چلے جایا کرتے تھے اور علی الصبح پھر اسی مسجد کے ساتھ والی دوکان کے تھڑا پر تشریف لے آیا کرتے تھے تقریباً بارہ سال کے قیام کے بعد آپ نے اپنا مستقل ٹھکانہ بڈھا دریا کے پُل کے قریب بنا لیا۔ آپ صرف ایک کمبل ہی اوڑھا کرتے تھے اسی وجہ سے آپ بابا کملی والا سرکار کے لقب سے موسوم ہوئے۔ یہاں بے شمار دنیا آپ کے گرد جمع ہونے لگی اور چند دنوں میں آپ کی شہرت بہت زیادہ ہو گئی۔ آپ ہر آنے والے کی چائے پانی سے تواضع کرتے اور کسی کو خالی نہ جانے دیتے۔ یہ لنگر بعد ازاں مستقل حیثیت اختیار کر گیا اور دن رات ہر آنے جانے والا آدمی اس سے مستفید ہوتا تھا۔ آپ کا خادم گلاب شاہ ہر وقت وہاں موجود رہتا تھا۔ جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے وہ نذرانہ بھی پیش کرتے حالانکہ آپ نے کبھی کسی سے نذرانہ کی مد طلب نہ کی۔ نذرانہ اس شخص سے لیتے جس سے مناسب سمجھتے ورنہ نذرانہ واپس کر دیتے۔ یہاں آپ کی خدمت میں لاہور اور دُور دراز مقامات سے بھی لوگ برائے حصولِ فیض آنے لگے اور ہر وقت وہاں ایک جمگھٹا بھی رہتا۔ آپ سے بے شمار کرامات ظہور پذیر ہوئیں جو طوالت کے باعث یہاں درج نہیں کی جا رہیں۔ بہر حال آپ بہت صاحب کرامت درویش تھے اور مجذوب تھے جہاں آپ کی نشست تھی وہیں بیٹھے بیٹھے آپ حاجت مندوں کے لئے دُعا کرتے اور

لوگوں کی تکالیف و مصائب دور ہو جاتے تھے۔

آپ نے تمام عمر قلندری طریق پر گزاری اور یہاں آپ بابا چھتری والی سرکار کے نام سے پکارے جانے لگے۔ بالآخر آپ بروز جمعرات مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۷۶ء تقریباً بوقت پانچ بجے شام اس جہان سے رحلت فرما گئے۔ اور پھر آپ کا جسدِ مبارک بھی اسی جگہ دفن کیا گیا۔ اب آپ کے معتقدین نے آپ کے مزار پر ایک نہایت عظیم الشان مقبرہ تعمیر کرا دیا ہے۔ قبر ایک اونچے چبوترے پر سنگِ مرمر سے مزیّن کی گئی ہے۔ فرش بھی سنگِ مرمر کی ٹائلوں سے ترتیب دیا گیا ہے۔ گنبد کے اندرونی حصہ میں رنگا رنگ شیشوں سے انتہائی خوشنما تیار کیا گیا ہے جو دیکھنے میں بہت دلفریب ہے ساتھ ہی حرمِ کعبہ اور روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصاویر بھی رنگا رنگ شیشوں سے بنائی گئی ہیں۔ قبر کے سرہانے کی جانب سنگِ مرمر کی بہترین جالی بھی لگا دی گئی ہے اس کے علاوہ اور بھی اس شیشہ کاری سے مختلف دیدہ زیب مناظر پیدا کیے گئے ہیں اور گنبد کے اوپر سفید دھات کی ایک نہایت خوشنما چھتری نصب کی گئی ہے۔

آپ کی وفات کے بعد کئی ایک اخبارات نے آپ کی تصاویر اور حالات بھی شائع کیے آپ کا سالانہ عرس تین دن یعنی ۲۹، ۳۰ - ۳۱ اکتوبر کو ہوتا ہے اور ۲۸ اکتوبر کو غسل مبارک کی رسم ادا ہوتی ہے۔ اس وقت جاروب کشی اور خادم سرکار وارث شاہ ہے۔ سنگِ مرمر کی لوح جو مزار پر نصب ہے اس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

• جناب حضرت سید صوفی سلامت علی شاہ "رشی قادری قطبِ زماں المعروف بابا چھتری والی سرکار"

یہ حالات آپ کے ایک ارادت مند غلام قادر عارف نے فراہم کرنے میں تعاون کیا۔

۶۳۵۔ قطبِ عالم حضرت فضل شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

آستانۂ عالیہ قادریہ :

آستانۂ عالیہ قادریہ نور والوں کا ڈیرہ اِنفنٹری روڈ مصطفیٰ آباد لاہور ایک جانی پہچانی جگہ ہے جو ایک عرصہ سے مرجعِ خلائق ہے۔ اس ڈیرہ پاک کی رُوحِ رواں دورِ حاضرہ کے معروف و مشہور صوفی شاعر و بزرگ حضرت سید فضل شاہ صاحب قادری ہیں۔ آپ کی ذاتِ ستودہ صفات سے اہلِ پنجاب خصوصاً اور اہلِ پاکستان عموماً واقف ہیں۔ آپکا تعارف پہلی مرتبہ جناب اکمل علمی صاحب نے (امروز اخبار) میں کرایا۔ جب آپ کے ارشادات "مکالمات" کے نام سے شائع ہوئے تو صفدر میر نے (پاکستان ٹائمز) میں اس پر تبصرہ کے دوران آپ کا A Modren Muslim Saint کے لقب سے تعارف کرایا۔ ریڈیو پاکستان کے مشہور مبصر اِشفاق احمد آپکے اکثر اقوال اپنی نشریات میں سُناتے رہتے ہیں۔ ممتاز مفتی نے اپنے سفر نامہ حج اور دیگر مضامین میں آپ کا ذکرِ خیر کیا۔ مسعود منور نے آپ کی منقبت لکھی اور اس شعر پہ تمام کی!

تو نے مسعود پہ اِلحاد کا در بند کیا
سرکش دہر کو اسلام کا پابند کیا

والدین :

آپ کے آباؤ اجداد دسوہہ مکریاں ضلع ہوشیار پور میں قیام پذیر تھے بعد میں جالندھر تشریف لے آئے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید نبی بخش تھا۔ آپ درویشانہ صفات کے حامل تھے اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی تقریباً ساری آمدن مساکین اور غرباء پروری پہ صرف ہوتی تھی۔ آپ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ جالندھری جو کہ سلسلہ چشتیہ کے

بہت بڑے صاحبِ ارشاد بزرگ ہوئے ہیں کے مرید تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث چشتی کا مزار مبارک نئی بستی کے قریب قبرستان سید کبیر جالندھر میں ہے۔ آپ اکثر اپنے ہونہار فرزندِ ارجمند کو اپنے مرشد پاک کی خدمت میں لےجایا کرتے تھے اور جس وقت صاحب موصوف آپ کو دیکھتے تو فرطِ محبت سے آپ کو گود میں اٹھا لیتے اور زبانِ حال سے بار بار فرماتے کہ یہ میرا بیٹا فیض شاہ ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مسماۃ عمر بی بی تھا آپ بھی درویشانہ صفات کی حامل تھیں بچپن ہی میں جب دسترخوان بچھاتیں تو محلے کے بچوں کو بھی آپ کے ساتھ بٹھاتیں تاکہ صغیر سنی ہی سے آپ کو مہمان نوازی۔ تواضع اور مروّت کا سبق ازبر ہو جائے۔

ولادت :

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً ۱۸۸۲ء میں پنجاب کے شہر جالندھر میں ہوئی۔ پہلے آپ جوڑا دروازہ میں قیام پذیر رہے بعد میں آپ ہسپتال کے پیچھے محلہ سراج گنج میں اٹھ آئے تھے۔ تقسیمِ ملک تک آپ کا قیام وہیں رہا :

ایامِ طفولیت :

بچپن ہی میں آپ بہت کم گو تھے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم کھیل کود کے لئے پیدا نہیں ہوئے آپ کے دوست آپ کو پیار سے دور اندیش کہا کرتے تھے۔

آپ لڑکپن ہی سے حد درجہ کے خلیق ملنسار تھے آپ کی گفت و شنید اور نشست و برخاست اور چال ڈھال ایک غیر معمولی شخصیت کی نشاندہی کرتی ہے۔ کبھی آپ نے ہم عمر بچوں کی سی بیہودہ لہو و لعب میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اپنا اکثر وقت مسجد میں گذارتے تھے۔ جیب میں جو کچھ ہوتا غریب بچوں یا مساکین میں تقسیم فرما دیتے تھے یہ حسنِ اتفاق ہے کہ لڑکپن کے ساتھی بھی بڑے ہوئے اور صاحب مقام بزرگ ہوئے ہیں۔ ان میں قابلِ ذکر حضرت نیاز احمد قادریؒ اور حضرت مولانا محمود لیسین نقشبندی سجادہ نشین حضرت حافظ غلام رسول صاحب لدھیانوی حال مشیم نلوہ بلڈنگ گوجرانوالہ اور حضرت خلیفہ محمد یوسف صاحب نقشبندیؒ ہیں۔

تعلیم و تربیت : آپ نے کسی مدرسہ یا کالج میں تعلیم حاصل نہیں کی چند دن اپنے محلہ

کی مسجد میں جاکر چھوڑ دیا جاتا۔ آپ باوصف اُمّی تھے۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے لیکن ہر دینی و دنیوی مسئلے پر عالمانہ گفتگو فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خاص کرم یہ تھا کہ آپ علم اکتسابی سے مبرا تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب و روح کو اس آلودگی سے محفوظ فرمایا تھا۔ چودہ سال کی عمر میں آپ پر مستانی کیفیت وارد ہوئی۔ آپ بارہ سال تک اس حالت میں رہے۔ آپ مستانی حالت میں بہت کم بولتے تھے اور جب بولتے تو جو زبان پاک سے فرما دیتے وہ فوراً اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو جاتا۔ اس کے بعد آپ خود بخود کسی غیبی اشارہ کے تحت حضرت سرتاج الاولیاء میاں خدا بخش صاحب قادریؒ کی خدمت میں بمقام جالندھر حاضر ہو گئے۔

علمی مقام :

آپ کا باوصف اُمّی ہونے کی علمی مقام نہایت بلند تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتابی علم تو کسب سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر ہم اس پر اکتفا کر لیتے تو یہ ہمارے لئے کوئی مشکل نہ تھا اس سے تو ہم دعائیں مانگ مانگ کر بچے ہیں۔ اگر ہم اسے حاصل کر لیتے تو علم حقیقی کا وہ حصہ نہ ملتا جو بزرگان دین کو ام الکتاب سے خصوصی طور پر عطا ہوا کرتا ہے اسے حاصل کرنے کے لئے مکتب عشق میں درس لینا پڑتا ہے اور ساقی ازل کے میکدہ میں ایک عمر تک بادہ نوشی کرنی پڑتی ہے۔

مرشدِ عالی مقام :

آپ سرتاج الاولیاء حضرت میاں خدا بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دست کرم پر بیعت ہوئے آپ کے مرشد پاک قادری سلسلہ کے صاحب ارشاد بزرگ تھے آپ کی سکونت آبادپورہ جالندھر میں تھی آپ چالیس سال تک بغداد شریف میں مقیم رہے۔ حضرت میاں خدا بخش صاحبؒ کے مرشد حضرت احمد شرف الدین صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو کہ کلید بردار حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ انہیں سے آپ کو خرقۂ خلافت عطا ہوا اور چار سلسلوں (قادریہ۔ نقشبندیہ۔ سہروردیہ۔ چشتیہ) میں بیعت کرنے کا شرف عطا ہوا اور پھر واپس وطن جانے کا حکم ملا۔ آپ نے جالندھر ہی کو قیام کے لیے منتخب فرمایا اور وہیں فروکش ہو گئے اور جس احترام سے حضرت سائیں فضل شاہ صاحب اپنے مرشد پاک

کی خدمت میں رہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ جب آپ نے اپنے مرشد پاک کی حاضری میں رہنے کی آپ سے اجازت چاہی تو حضرت میاں خدا بخش صاحبؒ نے آپ سے فرمایا۔ بیٹا تمہارا نام کیا ہے۔ عرض کیا آپ جس نام سے پکاریں گے وہی میرا نام ہوگا۔ فرمایا کیا کھایا کرو گے۔ عرض کیا جو آپ کھلائیں گے میرے لئے وہی سب سے اچھا کھانا ہوگا۔ فرمایا۔ کیا پہنو گے۔ عرض کیا جو لباس آپ میرے لئے پسند فرمائیں گے وہی بہتر لباس ہوگا۔ فرمایا کہاں رہو گے۔ عرض کیا جہاں آپ رکھیں گے وہی جگہ میرے لئے بہترین جگہ ہوگی۔ اس پر حضرت میاں صاحبؒ موصوف نے دفورِ مسرت سے فرمایا کاش کہ آج ہم تمہاری جگہ ہوتے یہ صرف الفاظ ہی نہ تھے بلکہ آئندہ زندگی کا عنوان تھا۔ آپ چودہ سال اپنے پیرو مرشد پاک کی خدمت میں حاضر رہے۔ اس چودہ سال کے عرصہ میں آپ نے خواہش کے تحت کبھی بھی زبان نہیں کھولی۔ آپ کو خاموش دیکھ کر لوگ حضرت میاں صاحبؒ سے عرض کرتے کہ یہ بچہ خاموش ہی رہتا ہے۔ حضرت میاں صاحبؒ فرمایا کرتے کہ یہ بچہ اپنے وقت پر بولے گا۔ اس وقت اس کا بولنا سند کا درجہ رکھیگا۔ آپ اپنے مرشد پاک کی خدمت میں اس طرح رہے کہ آپ کے ہر حکم کی اطاعت اور ہر ارشاد کی تعمیل کی اور ہر وقت آپ کے سامنے رہے۔ اتنے عرصے میں آپ نے اپنے مرشد پاک سے کوئی سوال نہیں کیا اور نہ ہی کوئی مانگ پیش کی۔ اس عرصہ کی بےلوث خدمت پر آپ کو اپنے مرشد پاک سے وہ بیش بہا انعام عطا ہوا کہ باید و شاید ہی کسی کو ملا ہو۔ آپ کو قول و عمل و علم و اخلاص کے انعام کے ساتھ ساتھ چاروں سلسلوں (قادریہ۔ نقشبندیہ۔ سہروردیہ چشتیہ) میں بیعت کرنے کی اجازت مرحمت ہوئی۔ اور آپ کو کُل کے مقام سے بھی نوازا گیا۔ مرشد پاک سے دل کو شگفتگی اور زبان پاک کو گویائی کا شرف بھی عطا ہوا۔ بعد ازیں مرشد پاک کے امر کے مطابق آپ اپنے رحمت خانہ پر تشریف فرما ہوئے اور مخلوق خدا کو دعوت فلاح شروع کی پھر ہر طرف سے مخلوق خدا آپ کی طرف رجوع کرنے لگی۔

لاہور شہر میں ورود:

برِ صغیر کی تقسیم کے بعد آپ ہجرت فرما کر جب پاکستان تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ نے ماموں کانجن تحصیل سمندری ضلع لائل پور میں قیام فرمایا۔ پھر آپ کے عقیدت مندوں نے مخلوق خدا کی فیض یابی اور فلاح کے لئے لاہور اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں عارضی مستقر بنا دیئے

۱۹۵۲ء میں آپ لاہور تشریف فرما ہوئے اور اس کے بعد آپ کا قیام زیادہ تر لاہور ہی میں رہا پاکستان کے تمام شہروں اور قصبوں سے آپ کے عقیدت مند جوق در جوق یہیں حاضری دیتے رہے۔ اور فیض یاب ہوتے رہے اور ۲۶ سال تک آپ نے فضاء لاہور پہ (سلسلہ قادریہ) کی اشاعت و ترویج کا پرچم لہرایا۔ اور ڈنکا بجایا۔

ازدواجی زندگی :

آپ نے تقریباً چالیس سال کی عمر میں ازدواجی زندگی میں اختیار کی اور آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی صاحبہ ہیں جو کہ حیات ہیں۔ بڑے صاحبزادے حضرت رضا حسین صاحب جلالی وجمالی ہیں۔ دوسرے صاحبزادے حضرت حضرت مقبول الٰہی صاحب اور تیسرے صاحبزادے حضرت مقبول الٰہی صاحب مہوت اور چوتھے صاحبزادے حضرت علی محمد صاحب ہیں۔ ان سب حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ صفات سے نوازا ہے۔

روز مرہ کے معمولات :

آپ تہجد کے وقت سب سے پہلے بیدار ہوتے اور پھر بڑے پیار سے سب کو جگاتے آپکا ارشاد ہے رجا گنے والے ہی جگاتے ہیں) آپ تہجد سے نماز فجر تک با جماعت ورد و وظائف میں مشغول رہتے اور بعد ازاں نماز فجر سے اشراق تک تلاوت قرآن پاک کی جاتی اور پھر نماز اشراق ادا کی جاتی۔ اس کے بعد آپ خدمتِ خلق میں معروف ہو جاتے اور رات گئے تک یہ سلسلہ بدستور جاری رہتا۔ سفر ہو یا حضر آپ کے اس معمول میں فرق نہ تھا۔

نماز اشراق کے بعد آپ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر پھیل جاؤ اور اس کا فضل تلاش کرو کام مت تلاش کرو ورنہ مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرتے ہوئے کام مل جائے تو اسے بخوبی انجام دو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام آسان ہو جائے گا اور مشقت سے بچ جاؤ گے۔ آپ کا ارشاد ہے (روزی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملتی ہے خدا کی یاد سے غافل ہو کر محنت و مشقت سے نہیں ملتی) آپ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے (اللہ تعالیٰ کے ذکر کو روزی کی تلاش پر مقدم رکھو یعنی حلال و حرام میں تمیز کرنا سیکھو) خدمتِ خلق کے ہر پہلو میں آپ کا یہی عالم تھا کہ لنگر کے لئے خود بازار سے سودا خرید لاتے اور اپنی نگرانی میں پکواتے اور اپنے دستِ کریمانہ سے تقسیم

فرماتے جب تک سب لوگ کھانا نہ کھا لیتے آپ تناول نہ فرماتے۔ اس کے علاوہ دن رات لنگر پر کھانا تیار رہتا۔ جو بے وقت آتا اسے بھی کھلایا جاتا اور آپ آنے والوں کی اس قدر پذیرائی فرماتے کہ ہر آنے والے کو ان مبارک الفاظ سے نوازتے (نور والے۔ رحمتاں والے۔ برکتاں والے) آنیوالا موافق ہو یا مخالف اس طرزِ عمل میں کبھی فرق نہ آتا۔ آپ کا ارشاد ہے (دوست کیا تو دوستی کرنا یہ احسان کا بدلہ احسان ہے اور مخالف کے مطابق رہنا یہ مروت ہے اور اخلاق انبیاء ہے) اور جب شام کو آرام کرنے کا وقت ہوتا تو دوستوں کے لئے بستروں کا خود اہتمام فرماتے اور سب کو اپنی اپنی جگہ پہنچا کر آپ پھر آرام فرماتے۔ آپ کو طبیب روحانی و جسمانی ہونے کا شرف حاصل تھا۔

مریضوں کی دیکھ بھال اور عام حاجت مندوں کی حاجت روائی بھی آپ کے معمولات میں شامل تھی غرضیکہ یہ پیکرِ نور و ہدایت خدا کی محبت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پہلو میں سلائے خدمت دین کے جذبہ سے ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ آپ کا یہ فیض آپ کے حین حیات میں جاری تھا اور اب بھی جاری ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

اَخلاقِ حَسَنہ :

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسنِ سیرت اور حسنِ صورت سے نوازا تھا۔ آپ بڑے عابد و زاہد متقی اور پرہیزگار۔ برگزیدہ۔ متحمل مزاج۔ مشفق۔ خلیق۔ صاحبِ عزم۔ بلند حوصلہ۔ عالی ہمت۔ پیکرِ صبر و شکر۔ صادق و امین۔ اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور خلوص و محبت کا مجسمہ تھے جو آپ سے ملا وہ آپ ہی کا ہو گیا۔ آپ کا رہن سہن چلنا پھرنا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ سونا جاگنا عین سنت نبوی کے مطابق تھا آپ اسوۂ حسنۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکمل جامع تھے آپ کے اخلاقِ حسنہ میں ایک حقیقت پسند کو سب سے زیادہ جو چیز متاثر کرتی تھی وہ قول و عمل کا انطباق تھا آپ کا ارشاد ہے کہ جس قول کا عمل شاہد نہ ہو وہ قول سچا ثابت نہیں ہوتا۔ آپ کے ہر قول و عمل اور بول چال میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلک نظر آتی تھی۔ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ قدرت نے آپ کو اخلاق کریمانہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ انسانیت کی معراج مخالف کے ساتھ موافقت کرنے سے شروع ہوتی ہے[1]

---

[1] [illegible] ہمارا [illegible] آپ [illegible] اور [illegible] آشنا نہیں۔

آپ کے حسنِ اخلاق کا یہ عالم تھا کہ ہر ملنے والے سے انتہائی شفقت سے پیش آتے تھے۔ پہلے اسے پانی پلاتے اور کھانا کھلاتے پھر اس کی بات سنتے اور حتی الامکان اس کی مشکل حل فرماتے آپ کے جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ جو بھی سائل آیا خالی نہیں لوٹا۔ بے مراد آیا بامراد ہو کر گیا منگتا بن کر آیا داتا بن کر گیا۔ آپ کا چشمۂ فیض ہمیشہ رواں دواں رہا۔ اور پکار پکار کر کہتا رہا کہ ہے کوئی سائل جس کی مراد بر نہ آئی ہو۔ آؤ سائل کی حیثیت سے داتا اور داتا گر بن کر جاؤ۔ یہاں سب کچھ بن مانگے ملتا ہے۔ امیدوں سے جھولیاں بھری جاتی ہیں۔ بے زر کو زر۔ بیمار کو صحت اور محبت اور ہمدردی کا درس ملتا ہے غرضیکہ آپ ایک ایسے مردِ حق آگاہ اور عارف تھے کہ جس پر بھی نظر کی اسے صاحبِ نظر بنا دیا۔ آپ نے ان گنت زندگیاں سنوار دیں اور ان گنت لوگوں کو اولیاء کے مقام پہ پہنچا دیا۔ چور کو قطب رہزن کو رہبر اور مسِ خام کو کندن بنا دیا۔ المختصر یہ کہ عام۔ خاص۔ خاص الخاص اس سرچشمۂ فیض سے فیضیاب ہوتے رہے آخر عمر پاک میں آپ نے قرآن پاک کی تفسیر لکھوائی۔ بڑے بڑے ادق اور گنجلک مقام کو حل فرمایا اور قرآن پاک کی ایک ایک آیتِ کریمہ کا حاصل بتایا۔ جب تفسیر قرآن پاک پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی تو آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

وصال شریف :

آپ کا وصال شریف بتاریخ ۳۰ جولائی ۱۹۷۸ء بمطابق ۲۴ شعبان المعظم بروز اتوار بوقت ساڑھے ۱۱ بجے دن بمقام آستانہ قادریہ نور والوں کا ڈیرہ انفنٹری روڈ مصطفےٰ آباد نزد دربار حضرت میاں میرؒ صاحب لاہور میں ہوا۔ آپ کا مزار پُر انوار بھی اسی ڈیرہ پاک میں بنایا گیا۔ آپ کے وصال مبارک کے بعد تیسرے دن ختم قل شریف ہوا۔ جس میں بعد از فراغت ختم شریف اسی مجلس میں سرتاج اولیا حضرت مولینا محمود لیسین صاحب نے آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت رضا حسین صاحب کی دستار بندی کی اور حال پہ حضور پُر نور رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین ہونے کا شرف بخشا۔

تصانیف : آپ کی تصنیفات اور فرمودات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ فاضلِ انوارِ الٰہی ۔ بکمالات ۔ شائع ہو چکی ہے

۳۔ تفسیر قرآن پاک۔ ۴۔ تذکرہ و ملفوظات حضرت سائیں فضل شاہ صاحب اور ۵۔ مکتوبات ابھی تک شائع نہیں ہوئیں۔ ان کی اشاعت کا بتدریج انتظام کیا جائیگا۔

خلفاء:

آپ کے ممتاز خلفاء میں درج ذیل حضرات شامل ہیں)

۱۔ حضرت صاحبزادہ رضا حسین قادری۔

۲۔ حضرت غلام رحمٰن قادری۔

۳۔ حضرت محمد اشرف قادری۔

۴۔ حضرت ابوالحسن محمد یوسف امجد نوری قادری۔

ان خلافت یافتگان کے علاوہ پاکستان بھر کے تمام مشہور و معروف بلاد اور قریہ جات میں آپ کے ہزارہا مُرید پھیلے ہوئے ہیں متاز علمائے کرام اور اولیاء عظام اور امراء اور وزراء اور صحافی حضرات اور سیاست دان حاضر ہوتے رہے اور آپ کے حقائق و معارف سے فیض یاب ہوتے رہے۔ مصنف کتاب ہذا بھی آپ کی خدمت اقدس میں بے شمار مرتبہ حاضر ہو چکا ہے۔

ملفوظات:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ

۱۔ مسلمان کے دو شاہد ہیں (۱) ہاتھ امین۔ ۲۔ اور زبان برائی سے پاک۔

۲۔ مومن جہاں بھی ہے خوشنودی اس کا مقام ہے تکلیف اس کا آرام ہے اور خدمت اس کی شان ہے۔

۳۔ جب تم کسی میں کوئی عیب دیکھو تو اس کو اپنے اندر تلاش کرو۔ اگر اس کو اپنے اندر پاؤ تو اسے نکال دو۔ دوسرے کی عیب چینی سے یہ بہتر ہے اور حقیقی تبلیغ ہے۔ اسے بزرگان دین تلاوتِ وجود کہتے ہیں۔

۴۔ اگر مسلمان جلوت و خلوت میں اپنی مرکزیت قائم نہ کر سکے تو خداوند تعالیٰ بھی ان کے زوال کو روکنا پسند نہیں فرمائے گا اور یہ کام ملت کے صاحبانِ حال ہی کر سکتے ہیں۔ صاحبانِ قال نہیں کاش ہر مسلمان کی سمجھ میں وحدتِ فکر کی اہمیت آجائے

۵۔ [illegible] ہو جانا جہانبانی ہے

۶۳۶ - حضرت ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت استاد المحدثین علامۃ الدہر سیّد محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزندِ دوم اور حضرت علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت ابوالبرکات بالاتفاق سوادِ اعظم اہلِ سنّت پاکستان کے مفتیٔ اعظم تھے جہاں آپ علوم دینیہ کے بحرِ زخّار تھے وہاں روحانیت و تصوّف میں بھی بلند درجہ رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس میں گزاری اور عمر بھر فتوے لکھے جو سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ حوادثِ زمانہ اور سیاسی غوغا آرائیاں آپ کو جادۂ اعتدال و استقامت سے کبھی نہ ہٹا سکیں۔ چنانچہ آپ پہ قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی میں غایت درجہ انہماک کے باعث آپ پیری مریدی کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے پھر بھی ہزاروں لوگ آپ کے دستِ حق پرست پہ بیعت ہوئے اور متعدد حضرات شرفِ خلافت سے بھی مفتخر و ممتاز ہوئے۔ اگر حضرت ابوالبرکات علیہ الرحمۃ لوگوں کو بآسانی مرید کر لیا کرتے تو ان کے مریدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی۔

آپ ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں ریاست الور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے چونکہ علم و عرفان کے ماحول میں آنکھ کھولی تھی لہٰذا آپ بہت جلد علوم دینیہ کی تکمیل کر کے سندِ فراغ و دستارِ فضیلت حاصل کر لی۔ اساتذہ کرام میں سے آپ کے والد ماجد حضرت امام المحدثین سیّد دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی سرِ فہرست ہے۔ اپنے والد کے بعد جس بلند مرتبہ ہستی سے آپ نے علمی استفادہ اور استفاضہ کیا ان کا نام نامی و اسمِ گرامی صدر الافاضل حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ قریبًا ۱۹۱۸ء میں حضرت صدر الافاضل اور اپنے والدِ ماجد کی معیت میں امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور قریبًا پونے دو سال امام اہلِ سنّت مجددِ دین و ملّت کی خدمتِ اقدس میں رہ کر فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل

کی اور شرفِ خلافت سے بھی نوازے گئے۔ حضرت سید ابوالبرکات جن دنوں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر تھے اُن دنوں فتاویٰ رضویہ جلد اوّل کی طباعت کا کام ہو رہا تھا چنانچہ اس کی تصحیح کے کام کا نگران آپ کو مقرر کیا گیا۔ یہ امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت کے فیضِ صحبت اور تربیت کا اثر تھا کہ قبلہ ابوالبرکات کی نظر فقہی جزئیات پر ایسی تھی کہ ان کے معاصرین میں سے ان کا کوئی سہیم و نظیر نہ تھا۔ فتویٰ نویسی میں ایسا کمال حاصل تھا کہ شاید ہی کسی پاکستانی عالم کو یہ ملکہ ودیعت ہوا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی ذات مرجع علماء تھی۔ حل مشکلات کے لئے علماء پاکستان پروانہ وار آپ کے گرد جمع رہتے تھے۔ لاہور میں آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے دار العلوم حزب الاحناف قائم کیا۔ حضرت ابوالبرکات صاحب علیہ الرحمۃ اپنے والد ماجد کی رحلت کے بعد حزب الاحناف کے امیر اور دار العلوم حزب الاحناف کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے آپ نے تقریباً پچاس سال درس تفسیر و حدیث کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہزاروں طالبانِ علوم دینیہ ان کے خرمنِ فیض سے خوشہ چینی کر کے عالم و فاضل اور محدث و مفسر بنے۔

حضرت سید ابوالبرکات سلسلہ قادریہ عالیہ میں تو امام اہلِ سنت حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی سے فیض یاب تھے۔ سلسلہ چشتیہ نظامیہ اشرفیہ میں قدوۃ المشائخ حضرت شاہ محمد علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہ مقدسہ کچھوچھہ سے اور سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد حضرت استاذ المحدثین سید محمد دیدار علی شاہ قدس سرہٗ سے مجاز تھے۔ غرضیکہ قبلہ سید ابوالبرکات بڑے ہی باکمال بندگوں میں سے تھے۔ ان کے حالات و کمالات کا احاطہ اس مختصر تحریر میں ناممکن ہے۔ احقر راقم الحروف (محمد دین کلیم) کو ان کی خدمت بابرکت میں بارہا حاضری کا شرف حاصل ہے اور ان کی بے نفسی، خوش اخلاقی اور شرف نگاہی کا معترف ہے۔

اس عالم ربانی و عارف حقانی نے ۲۰ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء بروز اتوار بوقت ۴ بج کر سات منٹ پہ سہ پہرا اپنی جان۔ جانِ آفرین کے سپرد کی۔

صورتِ بے صورتی آمد بروں
باز شد انا الیہ راجعون

بعد وفات ہزاروں لوگوں نے آپ کے چہرہ انور کی زیارت کی سعادت حاصل کی اور ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شمولیت کی جس میں اکثریت علماء و مشائخ کی تھی۔ نماز جنازہ اقبال پارک کے وسیع گراونڈ میں پڑھی گئی۔ پھر آپ کے جسدِ اطہر کو دار العلوم حزب الاحناف کے صحن میں سپردِ خاک کیا گیا۔ نور اللہ مرقدہٗ و برّد اللہ مضجعہٗ۔

حضرت سید ابوالبرکاتؒ کے تین صاحبزادے ہیں:

۱۔ علامہ سید محمود احمد رضوی۔

۲۔ سید مسعود احمد رضوی۔

۳۔ سید حبیب احمد رضوی۔

قطعہ تاریخ وفات

از

سید شریف احمد شرافتؔ قادری نوشاہی (ساھنپال شریف)

۱ چوں جناب شہ ابوالبرکات — زینت افزائے ملک علوی شد
مصرعِ رحلتش شرافتؔ گفت — "آہ نادر زمانہ مخفی شد"

۱۳ ۹۸ ھ

تاریخی مصرعہ

از

جناب راجا رشید محمود صاحب

"سید ارباب حق مستور شد"

۱۳ ۹۸ ھ

ماخذ

١- بزرگانِ لاہور مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی ۱۹۶۶ء لاہور۔

٢- تاریخِ لاہور مصنفہ رائے بہادر کنہیا لال ایگزیکٹو انجینئر لاہور ڈویژن مطبع وکٹوریہ پریس لاہور۔ بار اوّل ۱۸۸۴ء۔

٣- حدیقۃ الاولیاء مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری مطبع نامی منشی نولکشور واقع کانپور جون ۱۹۰۶ء

٤- ہسٹری آف لاہور مصنفہ شمس العلماء خان بہادر سید محمد لطیف۔ ایڈیشن ۱۹۵۶-۵۷ء

٥- سکینۃ الاولیاء (اردو ترجمہ) مصنفہ جناب شاہ بے حزن واندوہ سلطان محمد داراشکوہ قادری مطبع نولکشور سٹیم پریس۔ لاہور۔

٦- تذکرہ علمائے لاہور مصنفہ محمد دین فوق یکم فروری ۱۹۲۰ء۔

٧- یاد رفتگاں مصنفہ محمد دین فوق۔ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۱۹۰۹ء۔

٨- اولیائے لاہور مؤلفہ محمد لطیف ملک ایم اے۔ لاہور ۱۹۶۲ء۔

٩- عرس اور میلے مصنفہ امان اللہ خان ارمان سرحدی۔ لاہور ۱۹۵۹ء۔

١٠- تاریخِ لاہور مصنفہ محمد دین فوق (نقوش لاہور نمبر ۱۹۶۲ء) لاہور۔

١١- دربار قادری مصنفہ محمود علی مائل۔ ۱۹۵۸ء لاہور۔

١٢- الکمال مصنفہ خورشید حسین بخاری ۱۹۶۷ء لاہور۔

١٣- سوانح حیات حضرت میاں میر قادری مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی ۱۹۵۸ء لاہور۔

١٤- سوانح عمری حضرت میاں میر صاحب مصنفہ بشیر احمد چشتی ۱۹۶۴ء لاہور۔

١٥- سوانح حیات حضرت شاہ ابوالمعالی مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی ۱۹۶۰ء لاہور۔

١٦- تحفہ قادریہ مصنفہ حضرت سید خیرالدین معروف بہ شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری۔ اردو ترجمہ اللہ والے کی قومی دوکان۔ لاہور۔

١٧- گلدستۂ باغ ارم مصنفہ سید خیرالدین معروف بہ شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری۔ اردو ترجمہ اللہ والے کی قومی دوکان۔ لاہور۔

۱۸- حالات حضرت شاہ بلاولؒ قادری لاہوری۔ اردو ترجمہ۔ اللہ والے کی قومی دوکان۔ لاہور۔

۱۹- مجمع البحرین مصنفہ شہزادہ والا جاہ معرفت دستگاہ حضرت دارا شکوہؒ۔
اللہ والے کی قومی دوکان۔ لاہور۔

۲۰- سوانح حیات حضرت شاہ محمد غوثؒ مؤلفہ پیر غلام دستگیر نامی۔ لاہور۔

۲۱- اسرار الطریقت (رسالہ غوثیہ) مصنفہ شاہ محمد غوث قادری لاہوری۔ اردو ترجمہ
اللہ والے کی قومی دوکان۔ لاہور۔

۲۲- حضرت مادھو لال حسینؒ مؤلفہ منشی محمد دین فوقؔ۔ محمد عبداللہ قریشی۔ لاہور (مجلس شاہ حسینؒ)

۲۳- تذکرہ اولیائے لاہور مصنفہ محمد وارث کامل۔ کراچی ۱۹۶۳ء۔

۲۴- حضرت بابا بلھے شاہ قادریؒ۔ ایس محمد آصف۔

۲۵- تذکرہ حضرت شاہ محمد غوث مصنفہ پیام شاہ جہان پوری۔ لاہور ۱۹۶۵ء۔

۲۶- دُرج الدُرَر فی حدیث خیر البشر مصنفہ شاہ محمد غوث قادری لاہوری۔

۲۷- لاہور عہد مغلیہ میں مصنفہ محمد دین فوقؔ لاہور ۱۹۲۷ء۔

۲۸- کافیاں شاہ حسین لاہوری مصنفہ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ ایم اے پی ایچ ڈی ۱۹۶۶ء۔

۲۹- حقیقت الفقراء مصنفہ شیخ محمود المعروف محمد پیر۔ اشاعت مجلس شاہ حسین لاہور ۱۹۶۶ء۔

۳۰- دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف مصنفہ بدر محی الدین قادری لاہوری ۱۹۷۰ء۔

۳۱- داراشکوہ کے مذہبی عقائد مصنفہ سید محمد اسلم شاہ ایم اے لاہور ۱۹۶۸ء؟۔

۳۲- حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار مؤلفہ مولانا امام بخش ولد پیر بخش۔

۳۳- تذکرۃ العلماء الموسوم بہ اسم تاریخی "تاریخ احسن" مصنفہ مولانا محمد عبدالحی چشتی قادری۔
در مطبع نظامی بدایوں ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء۔

۳۴- دُرّ العجائب مصنفہ حضرت سید شاہ محمد مقیم محکم الدین حجروی قادری۔ اردو ترجمہ۔ لاہور ۱۹۶۴ء

۳۵- رسالہ جامعہ دہلی۔ ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۲۷ء۔

۳۶- عباد الرحمٰن (تذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف سندھ) مصنفہ سید مغفور القادری
لاہور ۱۹۶۹ء۔

قطعہ تاریخ طباعت مدینۃ الاولیاء

نتیجۂ فکر:

جناب سید شریف احمد شرافت نوشاہی سجادہ نشین دربارِ نوشاہی ساہن پال شریف ضلع گجرات

حبذا این عجالۂ مقبول — کرد دل ہائے طالباں راشاد
از تصانیف واقفِ تاریخ — خادمِ دیں مؤرخ آزاد
نامِ نامی میاں محمد دین — آں کلیمی بفن خود اُستاد
دادِ تحقیق داد در لاہور — مشتہر شد چو کوہ کن فرہاد
کرد احوالِ اولیاء تالیف — چشمۂ فیض در زمانہ کشاد
عارفان و مشایخِ لاہور — آنکہ شہرے ست نائبِ بغداد
مسکنِ شان بجنت الفردوس — رحمتِ حق بجانِ ایشاں باد

چوں شرافت سنِ طباعت جست
گفت ہاتف "کتابِ خوش بنیاد"
۱۳۹۶ ھ

قطعہ تاریخ طباعت مدینۃ الاولیاء

نتیجۂ فکر:

جناب حفیظ تائب، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

اربابِ آگہی کے لئے گنجِ بے بہا
لاہور کے لئے سب اہلِ بصیرت کا تذکرہ

تحقیق و جستجو کا کرشمہ ہے یہ کتاب
ممنونِ عصرِ نو ہے جنابِ کلیم کا

سالِ ظہور اس کا ہے "تذکارِ لازوال"
عنوان بنا ہے جس کا "مدینۃ الاولیاء"

کتبِ تصوف

- مثنوی معنوی (فارسی متن اردو ترجمہ حواشی) مولانا رومؒ — ۱۹۰/-
- رحمۃ للعالمین (انگریزی ترجمہ) قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ — ۲۲۵/-
- کشف المحجوب (فارسی متن نسخہ تہران) شیخ علی ہجویریؒ — ۴۵/-
- کشف المحجوب (اردو ترجمہ نسخہ سمرقند) " " — ۳۶/-
- کشف المحجوب (انگریزی ترجمہ نسخہ لاہور) " " — ۴۵/-
- تعرف — امام ابوبکر بن ابواسحاق کلاباذیؒ — ۱۸/-
- فتوح الغیب — شیخ عبدالقادر جیلانیؒ — ۱۸/-
- آداب المریدین — شیخ شہاب الدین سہروردیؒ — ۲۰/-
- انفاس العارفین — شاہ ولی اللہ دہلویؒ — ۲۴/-
- مناقب المحبوبین — نجم الدین سلیمانیؒ — ۱۸/-
- مرآت العاشقین — خواجہ شمس الدین سیالویؒ — ۱۸/-
- صد میدان — خواجہ عبداللہ انصاریؒ — ۱۸/-
- شمائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم — شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانیؒ — ۱۸/-
- حدیقۃ الاولیاء — مفتی غلام سرور لاہوریؒ — ۲۴/-
- گلزار ابرار — محمد غوثی مانڈویؒ — ۳۶/-
- مکتوبات — خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ — ۲۱/-
- تصوف اسلام — عبدالماجد دریا بادیؒ — ۱۸/-
- دعوت ارواح — محمد ارشد قادری — ۲۴/-
- لوائح (متن مع انگریزی ترجمہ) مولانا نورالدین جامیؒ — ۳۰/-
- لوائح جامی (اردو ترجمہ) سید فیضی — ۱۵/-
- [illegible] — شیخ عبدالحق دہلویؒ — ۳/-
- الاوراد (اشاعت اولین مخطوطہ قدیم) بہاءالدین زکریا ملتانیؒ — ۴۵/-
- اقبال اور ابن علاج — ڈاکٹر محمد مسعود احمد — ۷/۵۰
- ابدالیہ — حضرت یعقوب چرخیؒ — ۵/-
- طواسین (انگریزی ترجمہ) حسین بن منصور حلاج — ۲۵/-
- سیر الاولیاء (متن فارسی) میر خوردؒ — ۴۵/-
- سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتیؒ — منشی اجمیری — ۴۰/-
- گلشن راز (متن مع انگریزی ترجمہ) محمود شبستریؒ — ۴۰/-
- کلیات (انتخاب) خواجہ غلام فرید — ۵۴/-
- اوراق غم — [illegible] احمد قادری — ۲۶/-
- بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ (انگریزی) جعفر قاسمی — ۹/-
- بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ — جعفر قاسمی — ۹/-
- بیماری اور اس کا روحانی علاج — ڈاکٹر میر ولی الدین — ۳۴/-
- مشنوی مغل — حضرت شاہ ابوالمعالیؒ — ۱۸/-
- ہو الشمس — صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی — ۲۴/-
- خطبات مدارس (انگریزی ترجمہ) سید سلیمان ندویؒ — ۴۵/-

ناشر

اسلامک بک فاؤنڈیشن ۲۴۹ این سمن آباد ۰ لاہور

واحد تقسیم کار

المعارف گنج بخش روڈ ۔ لاہور

Mohd Amin